سالگرہ نمبر 2
گھر کے ہر فرد کے لئے
ماہنامہ
پاکیزہ
کراچی
مئی 2015
نگران اعلیٰ
معراج رسول
MAY 2015 PRICE RS. 60/=
REGD. NO. SS-12
Monthly PAKEEZA
نگہت سیما اور رفاقت جاوید کے ناولوں کی پُر لطف اقساط
"شادی مبارک" ذیشان رسول کی شادی کا احوال
ممتا کے آفاقی جذبے کو مؤثر انداز میں بیان کرتی چشم کشا تحریریں
www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

ماہنامہ

پاکیزہ

کراچی

نگرانِ اعلیٰ: معراج رسول

مدیرۂ اعلیٰ: عذرا رسول

مدیرہ: انجم انصار

معاون: آمنہ حماد

ماڈل: صائمہ

میک اپ روز: بیوٹی پارلر

فوٹو گرافر: موسیٰ رضا

شعبہ اشتہارات

منیجر اشتہارات محمد شہزاد خان 0333-2256789

نمائندہ کراچی محمد رمضان خان 0333-2168391

رانا اے حمید 0323-2895528

نمائندہ لاہور سید افراز علی نازش 0332-4214400

قیمت فی پرچا (پاکستان) 60 روپے

قیمت فی پرچا (سعودی عرب) 12 ریال یا مساوی متحدہ عرب امارات

[illegible] جلد: 40 شمارہ: 02 جون 2015ء

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

سالگرہ مبارک

اداریہ

مجھے کچھ کہنا ہے — مدیرہ 15

خصوصی مضمون

شادی میرے بیٹے کی — عذرا رسول 43

سلسلے وار ناول

اعتبار وفا — نگہت سیما 16
رنگ حنا — رفاقت جاوید 142

ناولٹ

متاع دل — نبیلہ ابر راجا 54
چلو ہم ساتھ چلتے ہیں — صائمہ اکرم 116
نارسائی — ام ایمان 176
محبت رنگ ہے ایسا — سعدیہ رئیس 205

مکمل ناول

اسیر وفا — زمر نعیم 228

منی ناول

جنگل کا پھول — زاہدہ پروین 88

افسانے

ابا کا گھر اور میں — تنزیلہ زاہرہ 51
قرض — ناہید فاطمہ حسنین 75
دیوار — عقیلہ حق 107
ماں — رفعت شبانہ 135
پرندہ — فرح طاہر 163
جوازادی — نیلم احمد بشیر 197
امی جان — ارجمند عقیل 223

پبلشر و پروپرائٹر: ذیشان رسول • مقام اشاعت: گراؤنڈ فلور C-63 فیز II ایکس ٹینشن، ڈیفنس، مین کورنگی روڈ کراچی 75500
پرنٹر: جمیل حسن • مطبوعہ: ابن حسن پرنٹنگ پریس ہاکی اسٹیڈیم کراچی

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

خصوصی مضامین

سالگرہ مبارک	پاکیزہ بہنیں	261
سروے	شائستہ زریں	267

مستقل عنوانات

بہنوں کی محفل	مدیرہ	274
پاکیزہ ڈائری	عظمیٰ آفاق سعید	286
جلترنگ	انجم انصار	290
میں اکثر گنگناتی ہوں	صغریٰ زیدی	294
خوش ذائقہ	پاکیزہ بہنیں	296
سندیسے	پاکیزہ بہنیں	298
روحانی مشورے	ادارہ	300
ہومیو کلینک		302

Office: 63-C, Phase-II (Ext), D.H.A. Commercial Area, main Korangi Road Karachi.
Postal Address: Box No. 662, G.P.O. , Karachi-74200
Phone: (021)35895313, Fax: 35802551, E-mail address: jdpgroup@hotmail.com

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

0333-5203553 0333-5203553 0333-5203553 0333-5203553

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مجھے کچھ کہنا ہے.....!

ایسا اکثر ہوتا ہے کہ جب سیر و تفریح کا دورانیہ طویل ہو جائے یا کہیں گھومتے ہوئے دیر ہو جائے تو بالآخر ہم تھکن سی محسوس کرنے لگتے ہیں اور سوچتے ہیں کہ اب ہماری ہمت جواب دے گئی ہے اس لیے آگے نہیں جا سکتے۔ اسی طرح ہم عمر کے ایک حصے پر پہنچ کر یہی سب کچھ سوچنے لگتے ہیں۔ یہ احساسات کسی فرد واحد کے نہیں ہیں، عمر کے ایک حصے میں ہم سب اس مقام کو پہنچ جاتے ہیں..... لیکن جو چیز ایک فرد کو دوسرے سے ممتاز کرتی ہے وہ اس مقام پر پہنچنے کے بعد کا ردعمل ہے۔

کچھ لوگ اس لیے بیٹھ جاتے ہیں کہ دم لے کر آگے چلیں گے اور پھر تازہ دم ہو کر نئے ولولے کے ساتھ سفر کا آغاز کرتے ہیں اور کچھ لوگ بالکل ہی تھک جاتے ہیں اور ہمت ہار بیٹھتے ہیں کہ بس بہت ہو چکا اب تو آرام کا وقت ہے..... اور کچھ ایسے بھی ہیں جو تکان کے احساس کے باوجود بس چلتے رہتے ہیں اور آج آپ سے یہی پوچھنا ہے کہ آپ کا شمار کس میں ہے۔ یاد رکھیں آپ زندگی کو جتنا زیادہ بوجھ محسوس کریں گے اتنی ہی زیادہ تکان کا احساس ہوگا۔

جب آپ زندگی کو بوجھ محسوس کرنے لگیں، ہمت ہارنے لگیں تو نئے سیارے تلاش کیجیے جو ہر موڑ پر آپ کے منتظر ہیں۔ کسی دوست، کسی نغمے، کسی پھول، کسی بچے کی پیاری مسکراہٹ کی شکل میں آپ ساری تکان بھول کر ایک نئے ولولے کے ساتھ تازہ دم ہو سکتے ہیں۔ آزمائش شرط ہے..... اور آپ نے ابھی بہت کچھ کرنا ہے اپنے لیے اور دوسروں کے لیے بھی..... جی ہاں! اپنے آپ کو بیکار یا فارغ کبھی نہ سمجھیں۔

مدیرہ

انجم انصار

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

اعتبارِ وفا

نگہت سیما

یہ سچ ہے کہ محبت میں وقت کا وزن نہیں ہوتا۔۔۔ گفتگو کا وزن نہیں ہوتا، ہر طرف تو کیا دل و دماغ تک پر ایک بے وزن سی کیفیت محسوس ہوا کرتی ہے۔۔۔ کہ دل و دماغ کو کوئی دوسری بات سُجھائی تک نہیں دیتی۔

ایسے حالات میں کسی بھی انسان کے پاؤں جمے نہیں رہتے اور وہ ہر وقت لڑھکتا رہتا ہے۔

مگر خود کو سنبھال کر متوازن رکھنا ہی محبت کا اصل پلٹ فارم ہے۔۔۔ لیکن اس سے بھی اہم بات یہ ہے کہ اس بے وزنی کے اصول کو بھی محسوس کر لیا جائے۔۔۔ اور مان لیا جائے۔۔۔ کہ محبت کا اوّلین فیصلہ اعتبار ہے۔۔۔ اور وفا کے غنچے وہیں کھلتے ہیں۔۔۔ جس گلشن میں اعتبار کا بیج بویا جاتا ہے۔

گلاب چہروں پہ دھول کتنی مسافتوں کی جمی ہوئی ہے
چراغ آنکھوں میں جانے کتنے سفر کے جالے تنے ہوئے ہیں
نہ چھاؤں جیسی کوئی کہانی نہ جلتی دھوپوں کا کوئی حصہ
کہاں کا ذکر سفر کہ پہلے قدم پہ ہم تو رکے ہوئے ہیں

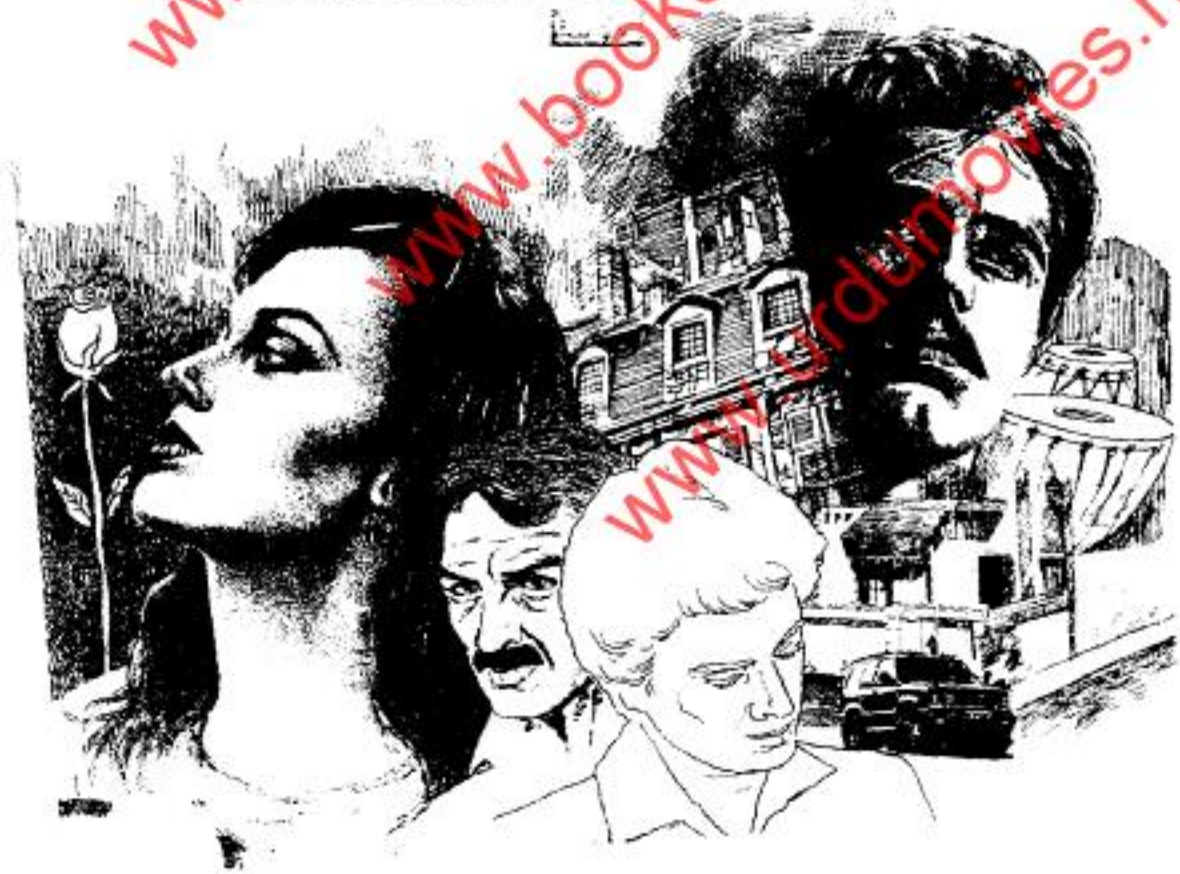

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

www.urdutube.net
www.booktube.net
www.urdumovies.net

تب ہی فون کی بیل دوبارہ ہوئی رواحہ جو متوحش سا کھڑا تھا یک دم اچھل پڑا۔ اسکرین پر وہی نمبر تھا۔ فون آن کرتے ہی اس کے لبوں سے نکلا۔

''کیا..... کیا کہہ رہے ہو تم ظفری؟'' غیر ارادی طور پر اس کی آواز بلند ہوئی۔

دوسری طرف ظفری ہولے سے ہنسا تھا۔

''وہی جو تم نے سنا میری جان کہو تو پھر دُہرا دوں۔ عظام تمہارا بھائی نہ سہی کزن تو ہے ناں۔ اب یہ نہ کہنا کہ تمہارا کزن بھی نہیں۔ میں جانتا ہوں تم دونوں ایک ہی گھر میں رہتے ہو اور یہ بھی کہ وہ تمہیں بہت پیارا ہے تو تم یقیناً نہیں چاہو گے کہ اسے کوئی نقصان پہنچے۔ اب اگر میری بات سمجھ میں آ گئی ہے تو.....''

''عظام تمہارے گھر میں ہے؟'' اس نے جیسے یقین دہانی چاہی۔

''کہو تو بات کروا دوں؟'' دوسری طرف سے ظفری نے کہا تو اس نے مڑ کر بابا کی طرف دیکھا جو پریشانی سے اسے دیکھ رہے تھے۔

''لیکن وہ تمہارے گھر کیوں اور کیسے ہے؟'' اس نے اپنی آواز اتنی آہستہ کر لی کہ بابا نہ سن سکیں۔

''کیوں اور کیسے کا جواب تو یہاں آؤ گے تو مل جائے گا بس یوں سمجھ لو کہ جی چاہا کہ مل بیٹھ کر گپ لگائیں۔ کچھ تم ہمیں جانو کچھ ہم تمہیں جانیں۔''

''لیکن اگر مجھے یہ جاننے میں دلچسپی نہ ہو تو؟'' اس کی آواز ہنوز آہستہ تھی۔

''تمہیں نہ ہو تو مجھے تو دلچسپی ہے ناں کہ تم مجھے اچھی طرح جان لو یقیناً تمہیں میرے گھر کا ایڈریس معلوم نہیں ہوگا۔ ایڈریس سمجھ لو۔ میں عظام کے ساتھ تمہارا منتظر ہوں۔''

اس نے ایڈریس بتا کر فون بند کر دیا۔ وہ چند لمحے یونہی ریسیور ہاتھ میں تھامے الجھا، الجھا سا بیٹھا رہا۔ وہ ظفری کی اس ساری گفتگو کا مطلب ابھی تک سمجھ نہیں پایا تھا۔ ظفری کیوں چاہتا تھا کہ وہ اس کے گھر آئے اور عظام کہاں ملا اسے اور وہ اس کے گھر کیوں گیا۔

''کیا بات ہے رواحہ کس کا فون ہے؟ عظام تو ٹھیک ہے ناں..... جواد کی طبیعت کہیں پھر خراب تو نہیں ہو گئی؟'' انہوں نے بے چینی سے پوچھا تو اس نے چونک کر ان کی طرف دیکھا اور ریسیور کریڈل پر ڈال کر اٹھ کھڑا ہوا۔

''جی بابا عظام ٹھیک ہے۔'' بابا کو جواب دے کر وہ پھر سوچ میں کھو گیا۔

عظام بھلا خود اس کے گھر کیوں جائے گا اور اگر ظفری اسے خود کسی بہانے اپنے گھر لے گیا ہے تو کیوں..... کیا مسئلہ ہے آخر..... وہ کچھ بھی سمجھ نہیں پا رہا تھا۔ ظفری کے ساتھ نہ اس کی دشمنی تھی نہ دوستی۔ بس سلام دعا کی حد تک ہی واقفیت تھی۔ ایک لمحے کو اس کا جی چاہا کہ وہ بابا کو ساری بات بتا دے۔ ظفری کی باتوں نے اسے بہت الجھا دیا تھا لیکن پھر دوسرے ہی لمحے اس نے ارادہ ملتوی کر دیا۔ وہ پہلے ہی بہت تھکے ہوئے اور اپ سیٹ لگ رہے تھے۔

''رواحہ تم کچھ پریشان لگ رہے ہو کچھ چھپا رہے ہو مجھ سے؟'' بابا کی نظریں اسی پر تھیں۔

''نہیں بابا..... ایسی کوئی بات نہیں ہے۔'' وہ زبردستی مسکرایا۔

''میں بس کچھ حیران ہو رہا ہوں۔ عظام، جواد کے پاس سے ہو کر ایک اور یونیورسٹی فیلو کے ہاں چلا گیا ہے اور وہ مجھے بھی بلا رہا ہے کہ کچھ دیر اکٹھے بیٹھتے ہیں۔ ہماری اس سے کوئی دوستی ہی نہیں بس کبھی کبھار سلام دعا ہو جاتی ہے۔''

انہوں نے اطمینان کی سانس لی۔

''کبھی انسان مجبور ہو جاتا ہے۔ عظام بھی مجبور ہو گیا ہوگا۔ انکار نہیں کر پایا ہوگا۔ تم بھی چلے جاؤ، جلدی آ جانا۔''

www.urdutube.net www.bookstube.net www.urdumovies.net

''جی بابا۔'' اس نے جھک کر بیڈ کی سائڈ ٹیبل سے گاڑی کی چابی اٹھائی۔ ''میں جلدی آجاؤں گا انشاء اللہ۔''

''یہ یونیورسٹی فیلو کون ہے، کیا نام ہے اس کا؟'' کسی خیال کے تحت انہوں نے پوچھا۔

''ظفری نام ہے اس کا اور ہم سے ایک سال سینئر ہے۔''

''کیسا لڑکا ہے؟'' وہ پھر پریشان ہونے لگے تھے۔

''بابا، آپ تو ایسے سوال کر رہے ہیں جیسے میں کوئی اسکول جانے والا بچہ ہوں اور مجھے کوئی اغوا کر لے گا یا.....''

''اتنا پتا تو ہونا چاہیے ناں بیٹا۔ کوئی مسئلہ بھی تو ہو سکتا ہے۔ مجھے بھی تو تمہاری ضرورت پڑ سکتی ہے۔'' انہوں نے اس کی بات کاٹی۔

''کوئی مسئلہ نہیں ہوگا بابا آپ ریلیکس رہیں۔'' اس نے انہیں تسلی دی اور ان کے مزید سوالوں سے بچنے کے لیے تیزی سے کمرے سے باہر نکلا۔

''کیا خبر ظفری جھوٹ بول رہا ہو۔ یونہی بے وقوف بنا رہا ہو۔ جسٹ فار ایڈونچر۔ اس طرح کی حرکتیں تو وہ کرتا ہی رہتا ہے۔'' پورچ کی سیڑھیاں اترتے، اترتے وہ آخری سیڑھی پر رک گیا اور پاکٹ سے فون نکال کر اس نے جواد کا نمبر ملایا۔

''ہیلو جواد، عظام کا کیا پروگرام ہے؟''

''عظام تو کافی پہلے چلا گیا تھا۔ ابھی تک گھر نہیں پہنچا کیا؟ شاید راستے میں شاپنگ وغیرہ کے لیے رک گیا ہو۔''

''ٹھیک ہے آنے ہی والا ہوگا میں فون کر لیتا ہوں اسے۔'' اس نے مزید بات کیے بغیر فون بند کر دیا وہ جواد کو پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا کیونکہ عظام آج اپنا فون گھر پر ہی بھول گیا تھا۔

''اس وقت کہاں جا رہے ہیں آپ؟'' خدا بخش نے گیٹ کھولتے ہوئے پوچھا۔

''ایک دوست کی طرف جا رہا ہوں چاچا۔ ہو سکتا ہے دیر ہو جائے بابا کا خیال رکھیے گا وہ مجھے کچھ اپ سیٹ سے لگ رہے ہیں۔'' خدا بخش کو تاکید کرتا ہوا وہ گاڑی میں بیٹھ گیا۔

''وہ کب اپ سیٹ نہیں رہتے۔ انہیں تو شوق ہے اپ سیٹ رہنے کا۔'' خدا بخش بڑبڑایا لیکن رواحہ نے اس کی بڑبڑاہٹ نہیں سنی اور گیٹ سے گاڑی باہر نکال لے گیا۔

☆☆☆

ظفری کا گھر ڈھونڈنے میں اسے دقت نہیں ہوئی تھی۔ گاڑی گیٹ کے باہر ہی ایک طرف پارک کر کے اس نے بیل دی۔ انٹرکام پر اس کا نام پوچھ کر گیٹ کھول دیا گیا تھا۔ ڈرائیو وے پر تین گاڑیاں کھڑی تھیں جن میں عظام کی گاڑی بھی تھی یعنی ظفری نے جھوٹ نہیں بولا تھا اور عظام یہاں ہی تھا۔

''آؤ..... آؤ رواحہ حسن۔'' ظفری نے گیٹ کے قریب آتے ہوئے اس کا پورا نام لے کر استقبال کیا۔

''زہے نصیب۔'' اس نے ہاتھ سے پاس آنے کا اشارہ کیا۔

''میں اس کا مطلب نہیں سمجھا ظفری؟'' آگے چلتا ہوا وہ ظفری کے قریب آیا۔

''مطلب بھی سمجھا دیں گے میری جان اندر تو آؤ۔''

ظفری نے مصافحہ کرنے کے بجائے اس کے کندھے پر ہاتھ مارا اس نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا اور پھر بند کر لیا اور اس کے ساتھ چلنے لگا۔ وہ لان کے پاس سے گزر کر لمبی ڈرائیو وے میں ہی چلتے ہوئے کارنر تک آئے تھے جہاں ایک اور دروازہ تھا۔ ظفری کا گھر کافی بڑا تھا۔ لان بھی وسیع تھا۔ ظفری نے دروازہ دھکیلتے ہوئے اس کی طرف دیکھا۔

''آؤ..... آجاؤ۔'' وہ اس کے پیچھے ہی اندر داخل ہوا سامنے ہی صوفے پر عظام بیٹھا تھا۔ اس کے چہرے پر

www.urdutube.net www.bookstube.net www.urdumovies.net

بھی الجھن اور بیزاری تھی اور وہ کچھ حیران سا اسے دیکھ رہا تھا۔

''عظام۔'' وہ تیر کی طرح اس کی طرف بڑھا۔

''تم ٹھیک ہو ناں؟''

''اچھی طرح ٹٹول کر دیکھ لو۔ ہم نے تو اسے ہاتھ بھی نہیں لگایا سب ہاتھ پاؤں سلامت ہیں۔'' ظفری بائیں آنکھ کا کونا دبا کر مسکرایا۔

اس نے عظام کو ٹھیک دیکھ کر اطمینان بھری سانس لی۔ کیسے کیسے وہم راستے بھر ستاتے آئے تھے۔ کبھی سوچتا واپس چلا جائے اور بابا کو بھی ساتھ لے آئے۔ کبھی پولیس کے متعلق سوچنے لگتا۔

''بیٹھو یار۔'' ظفری کا انداز بے تکلفانہ تھا۔ اسے بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے وہ ڈرائنگ روم کے گھر کے اندر کھلنے والے دروازے سے اندر چلا گیا تو اس نے عظام کے قریب بیٹھتے ہوئے بے چینی سے پوچھا۔

''یہ سب کیا ہے عظمی؟ تم یہاں کیسے آئے اور یہ ظفری کیا باتیں کر رہا ہے کچھ عجیب سی..... کیا اس نے تم سے بھی کچھ کہا؟''

''نہیں۔'' عظام نے نفی میں سر ہلایا۔ ''میں تو خود الجھا ہوا ہوں۔ ظفری مجھے ہاسٹل میں ملا تھا۔ شاید وہ بھی کسی دوست سے ملنے گیا تھا وہاں کہہ رہا تھا کہ وہ کسی دوست کے ساتھ آیا تھا۔ دوست کو اچانک جانا پڑ گیا۔ اگر میں اسے اس کے گھر ڈراپ کر دوں تو وہ شکر گزار ہوگا۔ میں تو اسے گھر کے باہر ہی اتار کر جا رہا تھا لیکن اس نے اندر آنے اور چائے پینے کے لیے اتنا اصرار کیا کہ میں مجبور ہو گیا بلکہ شرمندہ ہوا اس کے اتنے اصرار پر کہ وہ اتنے خلوص سے کہہ رہا ہے اور میں انکار کر رہا ہوں۔ بس تب سے اب تک بٹھا رکھا ہے۔ اٹھنے ہی نہیں دے رہا۔ پہلے کھانے کے لیے اصرار کرتا رہا جب میں نے بتایا کہ جواد کے پاس کھا لیا ہے تو پھر چائے کے لیے روک لیا لیکن تم یہاں کیسے؟''

''مجھے ظفری نے فون کر کے بلایا ہے کہ عظام بھی ادھر ہے تم بھی آ جاؤ کچھ دیر مل کر گپ لگائیں گے۔ میں تو پریشان ہو گیا تھا ظفری.....'' اس نے بات ادھوری ہی چھوڑ دی۔ وہ عظام کو پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا ظفری کا ہوس کی مقصد تھا سامنے آ ہی جاتا تھا کچھ دیر بعد۔ ظاہر ہے اس نے صرف گپ شپ کے لیے تو دھمکی دے کر نہیں بلایا تھا۔

''مجھے کچھ گڑبڑ لگ رہی ہے روی۔ آخر ظفری کو اچانک ہم دونوں پر کیسے پیار آ گیا۔ دال میں ضرور کچھ کالا ہے۔''

''ہم کوئی لڑکیاں نہیں ہیں یار۔'' رواحہ نے عظام کو تسلی دی۔ ''یونہی اس کا دماغ خراب لگتا ہے مجھے۔ ایڈونچر کا شوقین امیر زادہ ہے۔ کوئی ایڈونچر ہوگا اس کے ذہن میں۔ ویسے تم پریشان مت ہو۔ میں بابا کو بتا کر آیا تھا کہ میں کہاں جا رہا ہوں۔''

تب ہی ایک ملازم ٹرے میں جوس کے دو گلاس رکھے اندر آیا۔

رواحہ نے گلاس اس کے ہاتھ سے لے کر ٹیبل پر رکھ دیا جبکہ عظام نے نفی میں سر ہلا دیا۔ ملازم نے گلاس ٹیبل پر رکھ دیا اور خود باہر چلا گیا۔

''میں کچھ بھی سمجھ نہیں پا رہا ہوں عظمی؟'' چند لمحے خاموش رہنے کے بعد رواحہ نے پھر عظام کی طرف دیکھا۔

''میرا خیال ہے ہمیں چلنا چاہیے۔'' عظام نے کہا۔

''ارے، ارے ایسے کیسے کچھ کھائے پیے بغیر چلے جائیں گے آپ دونوں۔'' ظفری نے اندر قدم رکھتے

www.urdutube.net www.bookstube.net www.urdumovies.net

ہوئے عظام اور رواحہ کی طرف باری باری دیکھا۔ اس کے پیچھے ایک ملازم ٹرالی دھکیلتا ہوا آرہا تھا۔

''سوری دوستو! وہ ماں جی نے کچھ دیر کے لیے اندر روک لیا تھا۔ کوئی ضروری بات تھی۔'' اس نے سینٹر ٹیبل کے پاس رک کر جوس کے بھرے ہوئے گلاسوں پر نظر ڈالی۔

''ارے بھئی یہ جوس ایسے ہی پڑا ہے۔ زہر تو نہیں ملایا میں نے۔''

''میں پہلے ہی پی چکا ہوں۔ مزید کوئی خواہش نہیں۔''

''اوہ ہاں۔'' ظفری نے جوس کا ایک گلاس خود اٹھالیا اور رواحہ کو اشارہ کیا۔ رواحہ نے بے دلی سے گلاس اٹھا کر چند گھونٹ لیے اور پھر ٹیبل پر رکھتے ہوئے سوالیہ نظروں سے ظفری کی طرف دیکھا۔

''ظفری پلیز..... اب اصل بات بتاؤ اس سب سے تمہارا کیا مقصد ہے؟''

''اتنی بے صبری بھی کیا..... پہلے کچھ کھا پی تو لو۔''

اس نے مؤدب کھڑے ملازم کو اشارہ کیا تو اس نے ٹرالی سے پلیٹیں اٹھا کر ان کی طرف بڑھائیں۔

''پلیز ظفری میں ابھی کھانا کھا کر گھر سے نکلا ہوں۔ مطلب کی بات کرو۔'' رواحہ بہت بے چین اور مضطرب تھا۔

''خیر تمہاری مرضی، ویسے مجھے افسوس ہوگا کہ تم پہلی بار میری گھر آئے اور بغیر کچھ کھائے پیے چلے جاؤ گے۔'' اس نے کندھے اچکائے اور عظام کی طرف دیکھا۔

''تم تو کچھ لو عظام۔''

''نہیں شکریہ۔'' عظام نے بھی نفی میں سر ہلایا۔ ''میں نے بھی جواد کے ساتھ کھانا کھایا تھا بتایا تو تھا تمہیں مزید کی گنجائش نہیں ہے۔''

ظفری نے ملازم کو ٹرالی واپس لے جانے کا اشارہ کیا اور رواحہ کی طرف کچھ دیر گہری نظروں سے دیکھتا رہا۔

''میں جانتا ہوں کہ تم یہ جاننے کے لیے بے چین ہو رہے ہو کہ میں نے اس طرح تمہیں کیوں بلایا ہے تو چلو تمہاری بے چینی دور کیے دیتا ہوں..... ویسے ایک کپ چائے کی گنجائش تو ہوگی ناں؟'' وہ یک دم اٹھا اور تھوڑا سا دروازہ کھول کر ملازم کو آواز دے کر چائے لانے کے لیے کہا اور پھر مڑتے ہوئے کارنر ٹیبل پر پڑی تصویر کی طرف اشارہ کیا۔

''یہ میرے فادر ہیں ممتاز سومرو۔ ایم این اے ہیں۔''

''تو کیا صرف یہ بتانے کے لیے بلایا ہے تم نے؟'' رواحہ کے لبوں سے بے اختیار نکلا۔

''نہیں۔'' ظفری اس کے لہجے میں ہلکے سے طنز کو محسوس کر کے مسکرایا۔ ''ہوسکتا ہے تمہیں پہلے سے اس کا علم ہو ممتاز سومرو کوئی معمولی نام تو نہیں ہے۔ بس تم سے ایک گزارش تھی۔''

وہ ہولے، ہولے چلتا ہوا صوفے پر آکر بیٹھ گیا رواحہ نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

''تم.....'' ظفری نے اس کی طرف انگلی اٹھائی اس کے ہونٹوں سے مسکراہٹ غائب ہوگئی تھی۔ ''آئندہ میرے یا میرے دوستوں کے معاملات میں دخل اندازی نہیں کرو گے۔ ہم یونیورسٹی میں کیا کرتے ہیں، کیسے رہتے ہیں تمہارا اس سے کوئی مطلب نہیں ہونا چاہیے اور دوسری بات آئندہ تم مجھے رتی کے آس پاس دکھائی نہیں دو گے۔''

''کیا مطلب؟'' رواحہ نے حیرت سے اسے دیکھا۔

''میں نے کوئی مشکل بات نہیں کی ہے جس کا مطلب تمہاری سمجھ میں نہ آئے پھر بھی سمجھائے دیتا ہوں۔ میں

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

ہرگز برداشت نہیں کروں گا آئندہ اگر تم مجھے رتی سے بات کرتے نظر آئے۔ اس لیے کہ رتی، ظفری سومرو کے دل کو بھا گئی ہے اور کوئی دوسرا اس سے بات کرے یہ مجھے قبول نہیں ہے۔'' اس کے چہرے پر گہری سنجیدگی تھی۔

''کیسی باتیں کر رہے ہو ظفری..... وہ ہماری کلاس فیلو ہے۔ آمنا سامنا، بات چیت تو ہوتی رہتی ہے۔ ایسا کیسے ہو سکتا ہے کہ کبھی اس سے بات ہی نہ ہو۔''

ظفری نے عظام کی طرف توجہ ہی نہیں دی اور رواحہ کی طرف تیز نظروں سے دیکھتا ہوا جیسے غرایا۔

''تم نے میری بات سمجھ لی ہے ناں رواحہ؟''

''اگر تمہاری بات سمجھ میں نہ آئی ہو تو کیا کرو گے تم مار دو گے مجھے؟'' رواحہ کی نظریں ظفری پر تھیں۔

''نہیں۔'' ظفری مسکرایا۔ ''تمہیں نہیں..... تمہارے پیاروں کو۔ تمہارا یہ کزن، تمہارا باپ اور.....''

ظفری نے دانستہ بات ادھوری چھوڑ کر اس کی طرف دیکھا۔ رواحہ کا دل ایک لمحے کو ڈوب سا گیا تھا۔ ظفری اس کی سوچ سے زیادہ مکار تھا۔

''تم ایک دفعہ مر کر آزاد ہو جاؤ گے ہر فکر سے جبکہ ظفری اپنے دشمنوں کو پل، پل مار کر.....''

''ظفری پلیز کیسی باتیں کر رہے ہو؟'' عظام نے گھبرا کر اسے ٹوکا۔

''دھمکی دے رہے ہو ظفری؟'' رواحہ کی نظریں ابھی تک اس کے چہرے پر جمی تھیں۔

''صرف دھمکی نہیں۔'' وہ کھڑا ہو گیا اور ہولے، ہولے چلتا ہوا کارنر ٹیبل کے پاس رک گیا اور ممتاز سومرو کی تصویر والا فریم اٹھا کر انگلیوں سے اس کا نامعلوم گرد صاف کی اور مسکرایا۔ ''میں جو کہتا ہوں اس پر عمل بھی کرتا ہوں۔'' اس نے تصویر واپس ٹیبل پر رکھ دی۔ رواحہ یک دم کھڑا ہو گیا۔

''تم نے اپنی بات کر لی اب ہم چلیں؟''

''ارے چائے تو پی لو، بیٹھو یار۔'' اس نے بیٹھنے کا اشارہ کیا لیکن عظام بھی کھڑا ہو گیا اور اس کی طرف دیکھا۔

''یہ بات تم یونیورسٹی میں بھی کہہ سکتے تھے اس ڈرامے کی ضرورت نہ تھی۔''

''ہوں..... کہہ تو سکتا تھا۔'' اس کے لبوں پر پھر دل جلانے والی مسکراہٹ ابھری۔ ''لیکن ہاسٹل میں تمہیں دیکھ کر اچانک خیال آیا کہ چلو تمہیں اپنا گھر دکھا دوں اور تمہیں یہ بھی بتا دوں کہ تم آئے تو اپنی مرضی سے ہو لیکن میری مرضی کے بغیر جا نہیں سکتے۔ چاہو تو کوشش کر کے دیکھ لو۔''

تب ہی اندرونی دروازے پر ایک ملازم کا چہرہ نمودار ہوا۔

''سائیں۔''

''کیا ہے؟'' ظفری نے ناگواری سے اسے دیکھا۔

''مٹھا سائیں آئے ہیں۔ بڑی بی بی جی آپ کو اندر بلا رہی ہیں۔''

''اوہ۔'' ظفری نے ہونٹ سکیڑے۔ ''اچھا مہمانوں کو خدا حافظ کہہ کر آتا ہوں۔''

''مٹھا سائیں صرف تھوڑی دیر کے لیے آئے ہیں۔'' ملازم نے مزید کہا اور سر جھکا کر دروازے سے ہی واپس چلا گیا۔

''میرے ماموں ہیں۔ سکندر سومرو ایم پی اے ہیں۔ مٹھا سائیں کے نام سے مشہور ہیں۔ ملتان سے آئے ہیں۔ لاہور کے اطراف بھی ان کی کافی زمینیں ہیں۔ ان کا قیام زیادہ تر لاہور میں ہوتا ہے۔ کبھی کبھار کراچی بھی آ جاتے ہیں۔'' اس نے غائبانہ تعارف کروایا اور باہر کھلنے والے دروازے کی طرف بڑھا۔ رواحہ اور عظام اس

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdunovels.net

کے ساتھ ہی باہر نکلے۔ برآمدے میں کھڑے، کھڑے اس نے چوکیدار کو گیٹ کھولنے کا اشارہ کیا اور باری، باری دونوں سے ہاتھ ملایا۔

''ظفری یاروں کا یار ہے۔ دوستی کرو گے تو فائدے میں رہو گے۔''

دونوں نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ عظام اپنی گاڑی کی طرف بڑھا۔

''اگر عظام کے ساتھ جانا چاہو تو میرا ڈرائیور تمہاری گاڑی گھر پہنچا دے گا۔''

''نو تھینکس۔'' رواحہ کا لہجہ سپاٹ تھا اور چہرے سے سنجیدگی جھلکتی تھی۔

''میری بات یاد رکھنا رواحہ، میں دوبارہ بات دُہرانے کا عادی نہیں ہوں۔''

اس نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ رواحہ کو اس کی انگلیاں اپنے کندھے میں چبھتی ہوئی سی محسوس ہوئیں۔

''او کے بائے۔'' اس نے رواحہ کے کندھے سے ہاتھ اٹھایا اور واپس مڑ گیا۔ رواحہ نے برآمدے کی سیڑھیاں اترتے ہوئے عظام کو جانے کا اشارہ کیا۔ عظام کی گاڑی گیٹ سے باہر نکل گئی تو وہ بھی گیٹ سے باہر نکل کر اپنی گاڑی کی طرف بڑھا اور ایک سرسری سی نظر اپنی گاڑی کے ساتھ پارک بی ایم ڈبلیو پر ڈالی۔ گاڑی کے ساتھ ہی ایک شخص کلاشنکوف اٹھائے کھڑا تھا۔ یقیناً وہ ظفری کے ماموں کا گارڈ ہوگا اور یہ گاڑی بھی یقیناً انہی کی ہوگی۔ اس نے گاڑی کا لاک کھولا اور ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھتے ہوئے ایک بار پھر غیر ارادی طور پر گارڈ کی طرف دیکھا۔ گارڈ اسے ہی دیکھ رہا تھا اس کے اندر ایک خوف کی لہر سی دوڑ گئی۔ وہ شخص شکل سے اتنا خوف ناک نہیں لگ رہا تھا اس کی مونچھیں قدرے گھنی تھیں اور دائیں رخسار پر ایک بڑا سا سیاہ مسہ تھا۔ گارڈ نے اس کے چہرے سے نظریں ہٹالی تھیں۔ اور اب دوسری طرف دیکھ رہا تھا اس نے خوف سے جھرجھری سی لی اور بہت تیزی سے گاڑی روڈ تک لایا۔ اس کے اندر کوئی انجانا سا خوف جاگ اٹھا تھا۔ بار بار آنکھوں کے سامنے سیاہ مسے والا چہرہ آ رہا تھا۔ غیر ارادی طور پر اس نے ایکسی لیریٹر پر پاؤں کا دباؤ بڑھا دیا۔ پیچھے سڑک خالی تھی لیکن وہ گاڑی اس طرح بھگا رہا تھا جیسے کوئی اس کے تعاقب میں ہو۔

☆☆☆

''تھا یقیں کہ آئیں گی یہ راتیں کبھی''

سنہری ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑی بال بناتے ہوئے ہولے، ہولے گنگنا رہی تھی۔ گنگناتے ہوئے اس نے مڑ کر کجل کی طرف دیکھا جو اپنے بیڈ پر کروٹ کے بل لیٹی اسی کی طرف دیکھ رہی تھی۔

''بہت خوش ہو سنہری بٹ کجل نے اسے اپنی طرف متوجہ دیکھ کر پوچھا۔

''ہاں۔'' سنہری نے ہیئر برش ٹیبل پر رکھا۔ ''بہت خوش ہوں۔ بہت امیر لوگ ہیں کیا بتاؤں بجو، کل ڈھولکی کے فنکشن میں کس بے دردی سے پیسہ لٹایا انہوں نے۔ بیچارہ ظہور اتو نوٹ سمیٹتے، سمیٹتے تھک گیا تھا اور اماں کی تو باچھیں کھلی ہوئی تھیں۔ سچی بات ہے بجو جب سے لاہور سے آئے ہیں پہلی بار ایسے دل والے لوگوں کے ہاں محفل سجی۔'' اس نے آئینے پر تنقیدی نظر ڈالی اور اسٹول پر بیٹھ کر اسے تفصیل بتانے لگی۔

انہیں گلشن اقبال کے اس گھر میں شفٹ ہوئے زیادہ دن نہیں ہوئے تھے۔ دس مرلے کا یہ ڈبل اسٹوری گھر اس فلیٹ سے ہزار ہا درجے اچھا تھا اور سنہری تو بہت خوش تھی۔ کجل بھی خوش تھی کہ یہاں اسے اپنا ایک الگ بیڈروم مل گیا تھا۔ گراؤنڈ فلور پر دو بیڈروم تھے ایک تو شاہجہان بیگم نے سنبھال لیا تھا کہ گھٹنوں کی تکلیف کی وجہ سے ان کے لیے سیڑھیاں اترنا چڑھنا عذاب تھا۔ موراں ہمیشہ ہی ان کے کمرے میں سوتی تھی۔ دوسرے بیڈروم میں ظہور سے

www.urdutube.net www.bookstube.net www.urdumovies.net

کے ساتھ شیدا لمبا بھی سیٹ ہوگیا تھا۔ شاہجہان کے باقی بندوں نے سرونٹ کوارٹر سنبھال لیا تھا۔ شاہجہاں نے کارپٹ ڈلوا کر زمینی بستر لگوا دیے تھے یوں الگ جگہ کے کرایے سے بچت ہوگئی تھی۔ فرسٹ فلور پر تین بیڈروم تھے۔ سب سے چھوٹا بیڈروم تجل نے لے لیا تھا جبکہ ماسٹر بیڈروم میں چنبیلی اور کرن تھیں۔ شاہجہان کی بات چیت لاہور میں کسی سے چل رہی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ شاید کچھ دنوں میں ایک دو لڑکیاں اور آجائیں تو وہ بھی ماسٹر بیڈروم میں چنبیلی اور کرن کے ساتھ ہی کھپ جائیں گی سو سنہری کے اصرار کے باوجود شاہجہان نے سنہری اور موتیا کو تجل کے بیڈروم کے ساتھ والا بیڈروم دیا تھا۔ دو دن تک سنہری کا منہ پھولا رہا تھا۔

''یہ اماں بھی بس سب سے زیادہ ہماری دشمن ہیں۔'' سنہری کو گلے کرنے کی عادت تھی۔ اب بھی وہ موتیا سے نہ جانے کس بات پر خفا ہو کر تجل کے کمرے میں تیار ہونے آگئی تھی۔

''کیا تم واقعی خوش ہو سنہری؟'' تجل اٹھ کر بیٹھ گئی۔

''ہاں مجھے ہمیشہ سے ایسے ہی، اسی طرح کے بنگلے میں رہنے کا شوق تھا۔ فلیٹ میں میرا دل نہیں لگتا تھا اور وہاں لاہور میں تنگ گلیوں، بوسیدہ بالکونیاں، ایک جیسے گھر، پرانے سا خود وہ..... دل اوب گیا تھا میرا۔''

''نہیں، میرا مطلب گھر سے نہیں تھا میں.....'' تجل کو سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیسے اپنی بات اسے سمجھائے۔ ''دراصل تم اس روز کہہ رہی تھیں ناں کہ تم اس زندگی سے خوش نہیں ہو۔ تبدیلی چاہتی ہو کسی فیکٹری میں مزدوری کرلوگی اور.....''

''مزدوری..... توبہ، توبہ۔'' سنہری نے کانوں کو ہاتھ لگائے۔ ''ہم سے نہ ہوئی مزدوری۔'' پھر وہ ہولے سے ہنسی۔ ''لو بھلا کہاں سنہری اور کہاں مزدوری۔'' وہ اٹھی اور دونوں ہاتھ پھیلا کر نزاکت سے گھومی اس کا ٹخنوں تک لمبا فراک گھومنے سے پھیلا تو وہ کسی تتلی کی طرح لگی اسے۔ یوں ہی ہاتھ پھیلائے گھومتے، گھومتے وہ پھر آئینے کے سامنے جا کھڑی ہوئی اور خود کو آئینے میں تنقیدی نظروں سے دیکھنے لگی۔ تجل کے سپاٹ چہرے پر لمحے کے لیے ناقابل فہم سا تاثر ابھرا۔

''موتیا صحیح ہی کہتی ہے، اسے ایسے دورے پڑتے رہتے ہیں جتنا آج وہ بیزاری کا اظہار کر رہی ہے کل اتنے ہی شوق سے محفل میں گا اور ناچ رہی ہوگی۔''

''سنہری اپنی زندگی سے مطمئن ہے۔ سب ہی مطمئن ہیں۔ سنہری، اماں، ظہورا، چنبیلی، کرن، موتیا بس ایک میں ہی بے سکون ہوں لیکن پہلے تو ایسی بے سکونی نہ تھی پھر اب کیوں..... کیا اس روز جو سنہری نے کہا تھا اس کی باتوں نے مجھے بے سکون کر دیا ہے یا کوئی اور وجہ ہے۔'' شاید اندر کہیں گہرائیوں میں کسی خواہش کی کونپل پتھریلی زمین سے سر نکالنے اور نمو پانے کو بے تاب ہو رہی تھی۔

''آج مہندی کا فنکشن ہے۔'' سنہری نے اسے اطلاع دی۔ ''آج تو کئی بڑے سنگرز بھی آرہے ہیں۔ وہاں میں نے کسی کو کہتے سنا تھا۔''

''اچھا۔'' تجل نے اس کے پرجوش لہجے کو نظر انداز کرتے ہوئے پھر سے بات کا سرا وہاں سے ہی جوڑا۔

''لیکن سنہری تم..... تم تو کسی باعزت ذریعے سے روزی کمانا چاہتی تھیں۔ ناچنے گانے کے علاوہ کچھ اور کرنا چاہتی تھیں۔''

''ارے ہو تم ابھی تک اس کی باتوں کو یاد رکھے ہو نہ ہو۔'' موتیا نے اندر داخل ہو کر کہا۔ ''یہ تو اس طرح کی باتیں سیکڑوں بار کرتی ہے اور بھول جاتی ہے۔''

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdunovels.net

لیکن وہ تو نہیں بھولی تھی وہ تو اس روز سے جب سے سنہری نے زندگی تبدیل کرنے کی بات کی تھی مسلسل سوچ رہی تھی کیسے، کس طرح زندگی میں کوئی مثبت تبدیلی لائی جاسکتی ہے۔ سیکڑوں بار اس نے اپنے آپ کو ملامت بھی کی تھی اگر سنہری ایسا سوچ سکتی ہے تو اس نے ایسا کیوں نہیں سوچا اب تک۔ وہ تو سنہری کے مقابلے میں زیادہ باشعور تھی۔ اس نے تعلیم حاصل کی تھی کم معمولی ہی سہی لیکن اس تعلیم نے اسے شعور دیا تھا پھر بھی اس کے دل میں یہ خیال کیوں نہیں آیا کہ زندگی کا یہ رنگ ڈھنگ جسے معاشرے میں اچھی نظر سے نہیں دیکھا جاتا۔ بدلا بھی جاسکتا ہے۔

''بجو تم اس کی باتوں پر دھیان مت دیا کرو۔ یہ تو رات کی کہی بات صبح تک بھول چکی ہوتی ہے۔'' موتیا نے اسے سوچوں میں گم دیکھ کر کہا اور اس کے پاس ہی بیڈ پر بیٹھ گئی اور سنہری کی طرف دیکھا۔

''تم ابھی تک تیار نہیں ہوئیں؟ اماں تمہیں نیچے بلا رہی ہیں۔ اپنے کمرے سے تو یوں شاں شاں کرتی ہوئی نکلی تھیں جیسے منٹوں میں تیار ہو جاؤ گی حالانکہ میں نے کہا بھی تھا کہ بس دو منٹ کی بات ہے۔ بال ہی رہ گئے تھے بنانے۔''

''میں تو تیار ہوں بس یونہی ذرا دیکھ رہی تھی۔'' اس نے ٹیبل سے پرفیوم کی بوتل اٹھا کر خود پر اسپرے کیا اور ناک چڑھا کر خوشبو سونگھی۔

''اللہ بجو تم کتنی مری، مری سی خوشبو خریدتی ہو۔''

''مجھے لائٹ خوشبو ہی پسند ہے۔'' سجل نے آہستگی سے کہا۔ وہ جانتی تھی کہ سنہری کو بہت تیز خوشبو پسند تھی اتنی تیز کہ بعض اوقات اس کے سر میں درد ہونے لگتا تھا۔

''چلو۔'' ایک بار پھر پرفیوم چھڑک کر اس نے موتیا کی طرف دیکھا۔

''نہیں، مجھے نہیں جانا تم جاؤ۔ تمہارے ساتھ چنبیلی اور کرن جائیں گی۔''

''تو تم پھر اتنی تیار کیوں ہوئی ہو؟'' سنہری نے سر سے لے کر پاؤں تک اس کا جائزہ لیا۔ وہ سنہرے بارڈر والی جامنی ساڑی میں قیامت ڈھا رہی تھی۔

''مجھے بھی کہیں جانا ہے کسی کے ساتھ۔'' اس نے معنی خیز انداز میں اس کی طرف دیکھا۔

''کہاں.....؟'' کبھی کبھی سنہری بالکل انجان بن جاتی تھی۔ جیسے ننھی ''چوچی'' ہو ہر بات سے بے خبر۔

''تم تو جیسے جانتی نہیں ہو۔'' موتیا ہمیشہ ہی اس کے انجان بن جانے پر جل جاتی تھی۔

''اوہ..... اچھا۔'' پھر جیسے کچھ سمجھنے کے سے انداز میں اس نے ایک مسکراہٹ اس کی طرف اچھالی اور کمرے سے باہر نکل گئی۔ سجل کے دل میں جیسے کسی نے کوئی سوئی چبھو کر نکالی تھی۔ اس نے بہت تکلیف محسوس کی اور اذیت سے اس کا رنگ بدلا حالانکہ یہ سب نیا تو نہیں تھا۔ موتیا اور سنہری، چنبیلی اور کرن کو سیکڑوں بار ہی اس نے تیار ہو کر کسی کے ساتھ جاتے دیکھا تھا لیکن آج سے پہلے اس نے ایسی تکلیف محسوس نہیں کی تھی۔ آج تو ایسی اذیت ہو رہی تھی جو رگوں کو کاٹتی تھی۔ کیا سنہری جس تبدیلی کی خواہاں تھی وہ بدلاؤ اس کے اندر ہو رہا تھا۔

''کیا ہوا بجو تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے ناں؟'' موتیا نے پریشانی سے اس کی پیشانی کو چھوا۔

''ہاں ٹھیک ہوں۔'' وہ زبردستی مسکرائی۔

''کہاں ٹھیک ہو؟ کیسا پیلا رنگ ہو رہا ہے۔'' موتیا کی نظریں اسی پر تھیں۔

''سر میں ذرا درد ہے اور کچھ نہیں۔''

''پتا نہیں کیوں ہر وقت اتنا پڑھتی رہتی ہو۔ درد تو ہونا ہی ہے ناں حالانکہ اب نہ کوئی امتحان دینا ہے تم نے نہ اسکول کالج جانا ہے کہ استادوں کے ڈر سے پڑھنا پڑے..... کیا ہے ان کتابوں میں آخر؟'' موتیا نے بیڈ پر بکھری

www.urdutube.net www.bookstube.net www.urdumovies.net

کتابوں کی طرف اشارہ کیا۔

''موتیا!'' بجل نے یک دم موتیا کے ہاتھ تھام لیے۔ ''سنو تم اماں سے کہو ناں مجھے کالج میں داخل کروا دیں۔ مجھے بی اے کرنا ہے۔''

''اماں ہم سے زیادہ تو تمہاری مانتی ہیں بجو..... کیا تم نے خود اماں سے نہیں کہا؟'' موتیا کو بجل سے بہت محبت تھی۔

''نہیں۔'' بجل نے نفی میں سر ہلایا۔ ''اماں نے اُدھر لاہور میں ہی کہہ دیا تھا کہ بس جتنا پڑھ لیا کافی ہے۔''

''دراصل اماں نے تمہارے لیے کچھ اور سوچ رکھا ہے۔'' موتیا مسکرائی۔

''کیا.....؟'' اس کا دل لمحے بھر کو کانپ سا گیا۔ کانوں میں سنہری کی باتیں گونجنے لگیں کہیں اماں نے اس کا سودا کسی بہت بڑے رئیس سے تو نہیں کر دیا۔

''اماں تمہیں ایکٹریس بنانا چاہتی ہیں اور انہوں نے یہ تب ہی سوچ لیا تھا جب تم چھوٹی سی تھیں۔ تب ہی تو چار جماعتیں بھی پڑھائی ہیں اور تیری ہی خاطر تو اماں نے لاہور چھوڑا ہے ورنہ اماں کو اپنا چوبارہ چھوڑتے بڑا دکھ ہوا تھا۔ دراصل اِدھر کراچی میں ڈرامے بہت بنتے ہیں ناں..... فلمیں تو اب زیادہ نہیں بنتیں پر پھر بھی اماں کہہ رہی تھیں ظہورے سے کہ پہلے ڈراموں میں چانس مل جائے تو پھر فلم میں بھی مل ہی جائے گا۔''

''لیکن موتیا مجھے اداکاری کہاں آتی ہے؟'' وہ روہانسی ہوئی۔

''اداکاری کون سا مشکل کام ہے بجو، اماں کہتی ہیں عورت سے بڑا اداکار کوئی نہیں ہوتا۔ چاہے ہماری طرح بازار میں بیٹھنے والی عورت ہو چاہے گھر میں رہنے والی شریف زادی۔ سب ہی اداکار ہوتی ہیں۔''

''نہیں موتیا، اداکاری آسان کام نہیں ہے۔ بہت مشکل کام ہے۔''

''کتنا مشکل بجو؟ کیا اس سے بھی مشکل کام جو ہم کرتے ہیں اپنے وجود کی نفی کرنا اور اپنے عورت پن کی تحقیر خود کرنا۔''

موتیا کے لہجے میں کچھ ایسا تھا جس نے بجل کو چونکا دیا۔ موتیا نے کبھی سنہری کی طرح گلے نہیں کیے تھے اور نہ ہی کبھی کسی بیزاری کا اظہار کیا تھا وہ ہمیشہ اپنی زندگی سے بہت مطمئن اور خوش لگتی تھی لیکن آج اس کے لہجے سے کیسا درد جھلکتا تھا جو دل پگھلاتا تھا بجل نے اس کے چہرے کی طرف کھوجتی نظروں سے دیکھا لیکن وہ لمحے بھر پہلے والا تاثر اب اس کے چہرے پر نہیں تھا اور وہ مسکراتی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

''میرے خیال میں اماں نے تمہارے لیے بہت اچھا سوچا ہے بجو۔ تم بہت گوری ہو..... اماں تمہاری اس موہنی صورت کی وجہ سے ہمیشہ سے ہی تم پر مہربان تھیں، تم کوشش کرنا کہ اداکاری سیکھ لو اور یہ روح و جسم کے سودا کرنے سے اچھا ہے۔'' موتیا کے چہرے پر ایک سایہ سا آ کر گزر گیا۔ بجل کی اذیت میں جیسے اضافہ ہوا تھا اس نے انگوٹھے اور شہادت کی انگلیوں سے اپنی کنپٹیوں کو دبایا۔

''کیا بہت درد ہو رہا ہے بجو؟'' موتیا نے ہمدردی سے اسے دیکھا تو اس نے سر ہلا دیا۔

''میرے پاس سر درد کی گولیاں ہیں۔ میں لاتی ہوں تمہارے لیے۔ تم موراں سے کہو تمہارے لیے چائے بنا دے۔ گولی لے کر گرم، گرم چائے پینا سر درد ٹھیک ہو جائے گا۔'' موتیا اٹھی تو وہ بھی اٹھ کر باہر آ گئی اور سیڑھیوں پر سے نیچے لاؤنج میں جھانکا۔ لاؤنج خالی پڑا تھا بس ایک لائٹ جل رہی تھی۔ غالباً سنہری اور چنبیلی جا چکی تھیں اور پتا نہیں موراں کہاں تھی۔

''موراں!'' اس نے موراں کو آواز دی اور جب کوئی جواب نہ ملا تو نیچے اترنے لگی تاکہ خود ہی چائے بنا لے،

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

چائے کی عادت اسے کالج میں پڑی تھی۔ آمنہ ہر فری پیریڈ اور بریک میں چائے پینے کینٹین پہنچ جاتی اور ساتھ اسے بھی گھسیٹ لیتی تھی۔

آج شام اس نے چائے نہیں پی تھی شاید اس لیے بھی سر درد زیادہ ہو رہا تھا۔ شاہجہان کے کمرے کے پاس سے گزرتے ہوئے اسے موراں کی آواز سنائی دی۔ ہمیشہ کی طرح وہ بلند آواز میں بول رہی تھی۔ اس نے آہستہ سے دروازے کو دھکیلا۔ سامنے ہی بیڈ پر شاہجہان لیٹی ہوئی تھی اور موراں پائنتی کی طرف بیٹھی اس کے پاؤں دبا رہی تھی۔

''آؤ..... آؤ بچو۔'' شاہجہان کی نظر اس پر پڑی اور وہ پاؤں کھینچتے ہوئے اٹھ کر بیٹھ گئی۔

''آ جاؤ بیٹی۔'' بجل کے لیے اس کی آواز میں یوں ہی مٹھاس گھل جاتی تھی۔

''نہیں اماں، سر میں درد ہو رہا تھا چائے بنانے جا رہی تھی۔ باتوں کی آواز سن کر ادھر آ گئی آپ گئی نہیں سنہری وغیرہ کے ساتھ؟''

''نہیں، یہ آج صبح سے ہی گھٹنے اور پاؤں سوجے ہوئے ہیں بہت درد ہو رہا تھا..... تو بیٹھ ادھر موراں چائے بنا کر لے آتی ہے تیرے لیے۔''

''ارے یہ موا سر درد تو تیرا پیچھا ہی نہیں چھوڑتا ابھی ہی تو کہہ رہی تھی میں تیری اماں سے کہ ہر وقت کتابوں میں گھسی رہتی ہے۔ اللہ نہ کرے عینک لگ جائے۔'' موراں بیڈ سے اتر کر چپل پہننے لگی۔

''ایک کپ چائے میرے لیے بھی بنانا۔ میرا سر بھی بہت بھاری ہو رہا ہے۔'' شاہجہان نے موراں سے کہا اور بجل کی طرف دیکھا۔

''آ ادھر میرے پاس آ جا میں تیرا سر دباتی ہوں۔'' بجل سے بات کرتے ہوئے ہمیشہ ہی اس کے چہرے پر ممتا بکھر جاتی تھی اور ایسے میں بجل کو وہ ایک عام ماں لگتی۔ ممتا سے بھرپور اس شاہجہان سے بالکل مختلف جو محفل میں بیٹھ کر ہاتھ پر ہاتھ مار کر اونچے قہقہے لگاتی تھی۔ اسے لاہور والے چوبارے میں بجنے والی کئی محفلیں یاد آ گئیں۔ موتیا، سنہری، چنبیلی کا رقص کرن کا گانا۔ اس نے ایک گہری سانس لے کر شاہجہان کی طرف دیکھا۔

''نہیں اماں، میں کمرے میں جا کر لیٹوں گی۔ موتیا میرے لیے اپنے کمرے سے سر درد کی گولی لینے گئی تھی۔'' اس نے موراں کی طرف دیکھا جو ابھی تک کھڑی تھی۔

''اور موراں پلیز تم میری چائے اوپر ہی دے جانا میرے کمرے میں۔'' موراں سر ہلا کر باہر نکل گئی۔

''سچو میری گڑیا موراں صحیح کہتی ہے ہر وقت کتابوں میں گھسی رہتی ہو سر درد تو ہو گا ناں۔'' وہ محبت اور تشویش سے اسے دیکھ رہی تھی۔ ''کہو تو ڈاکٹر کے پاس لے چلوں؟''

''نہیں اماں گولی کھا کر اور چائے پی کر سو جاؤں گی تو آرام آ جائے گا اور موراں سے کہنا مجھے کھانے کے لیے نہ جگائے۔''

شاہجہان نے سر ہلایا۔

''اچھا جیسے تیری مرضی۔''

جونہی وہ واپس مڑی شاہجہان نے کچھ یاد کرتے ہوئے اسے آواز دی۔

''سنو بچو، موتیا سے کہنا دو گھڑی کو کمر ٹیک لے اکڑ کے بیٹھی نہ رہے۔ صاحبزادہ صاحب کا فون آیا تھا گیارہ بجے تک گاڑی بھیجیں گے۔''

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdunovels.net

اس کی پیشانی پر شکن سی نمودار ہوئی اور بنا کچھ کہے اس نے دروازہ کھولا اور باہر دروازے پر دستک دینے کے لیے اٹھے ظہورے کے ہاتھ نیچے گر گئے۔ ہمیشہ کی طرح ظہورے کی نظریں اس کے پاؤں پر سے ہوتیں اس کے چہرے پر ٹک گئیں۔ ایک ناگواری نظر ظہورے پر ڈالتی وہ سائڈ سے نکل کر تیزی سے سیڑھیوں کی طرف بڑھی۔ ظہورا پورے کا پورا اس کی طرف گھوم گیا تھا۔

''اب مر بھی چک ظہورے۔'' شاہجہاں کی تیز آواز پر وہ چونکا اور اندر قدم رکھتے ہوئے دروازہ بند کیا۔ شاہجہاں اسے گھور رہی تھی۔ ''تیری نظروں کی بدنیتی نہیں جاتی ظہورے۔ اس کاغذی رشتے کا ہی لحاظ کرلیا کر۔''

''کاغذ پر لکھنے سے میں اس کا باپ تو نہیں بن گیا ناں۔ کتنی بار کہا ہے مجھ سے نکاح پڑھا لے، کاغذی رشتہ سچ مچ کا رشتہ بن جائے گا۔ تمہاری بیٹیاں میری بیٹیاں..... ویسے میں بدنیتی سے نہیں دیکھتا اسے..... اللہ کی صناعی کو سراہتا ہوں کیا ہیرا تیری گود میں ڈالا ہے اس نے۔''

''اچھا بک بک نہ کر۔'' شاہجہاں نے اسے گھرکا۔ ''چل بتا چھوڑ آیا لڑکیوں کو اچھی طرح اطمینان کرلیا تھا کیسی جنتری تھی سب لوگ ٹھیک تھے ناں۔ کسی گڑبڑ کا ڈر تو نہیں؟''

''ارے کیسی گڑبڑ شاہجہاں بیگم۔ کل تم بھی تو گئی تھیں سب شریف معزز لوگ تھے۔''

''ہاں کل تو گھر پر ہی فنکشن تھا تھوڑے سے لوگ تھے آج بڑا فنکشن ہے ہال میں تو پوچھ رہی تھی۔ آخر اپنی عزت کا خیال بھی تو رکھنا پڑتا ہے ناں۔''

''ہماری عزت؟'' ظہورا زور سے ہنسا۔

''چل دانت اندر کر۔'' شاہجہان برا مان گئی۔ ''تو کیا ہماری عزت نہیں ہے۔ ہم کیا گلی بازاروں میں پڑے ہیں۔ سوتیں کرواکے کہیں جاتے ہیں۔''

''برا مان گئی ہو۔'' ظہورے نے لگاوٹ سے اسے دیکھا۔

''ہاں تو برا ماننے کی بات ہی کی تم نے۔ اپنے حساب سے سب کی عزت ہوتی ہے بھلے عزت کے معیار الگ، الگ ہوں نہ ہوں۔ سچ تیرا ہنسنا تیر کی طرح لگا ہے مجھے۔''

''اچھا چل معاف کردے۔ سازندوں کے ساتھ شیدے لبے کو بھی چھوڑ آیا ہوں۔ کوئی ایسی ویسی بات ہو تو لسا لنا دیتا ہے اگلے کو..... واپسی کے لیے بھی راجا صاحب نے کہا ہے کہ گاڑی بھجوادیں گے سب کو تم بھی چلی چلتیں۔ سنا ہے بڑے، بڑے سنگر آئیں گے آج۔''

''میرے گھٹنوں میں بہت درد تھا۔''

''شوگر کی گولیاں کھانی چھوڑ دی ہوں گی تم نے اور میں دیکھ رہا تھا کہ کل کس طرح حلوے سے پلیٹ بھری ہوئی تھی تم نے۔''

''تیری نظریں مجھ پر ہی رہتی ہیں کیا؟'' شاہجہاں مسکرائی۔

''دیکھ لے ایک بار نظر اٹھی تھی تیری طرف پھر گری ہی نہیں۔''

''پھر شروع ہوگئی تیری بک، بک۔ چل بیٹھ ادھر اور بتا کچھ خیر خبر ملی۔ کہہ رہا تھا ناں کہ شام تک کچھ خبر مل جائے گی؟'' شاہجہان نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا تو وہ موڑھے کو گھسیٹ کر بیڈ کے سامنے لایا اور بیٹھ گیا۔

''نہیں کسی کے متعلق کچھ نہیں پتا چلا۔ نہ حیاتی دادا کے متعلق نہ خانو استاد کے بارے میں..... ان کے ٹھکانوں پر بندہ گیا تھا ایک اپنا لیکن وہ تو پرانے ٹھکانے چھوڑ چھاڑ جانے کہاں اڑنچھو ہوگئے پر یہ بتا مجھے اتنی اڈیک کیوں

www.urdutube.net www.bookstube.net www.urdumovies.net

ہے تجھے ان کی۔ بیٹھے بٹھائے اٹھارہ انیس سال بعد تجھے کیا ضرورت آپڑی ہے ان کی؟"

"ہاں آپڑی ہے ضرورت..... تجھے کیوں خفقان ہو رہا ہے؟"

"لے مجھے کیوں خفقان ہوتا ہے بس ہنسی آتی ہے مجھے کہ اٹھارہ سال بعد پرانا عشق جاگ اٹھا ہے۔ کیا پتا مر کھپ گئے ہوں۔ ایسے لوگوں کے ہزار دشمن، جن ہوتے ہیں۔ سائیں مٹھا سے بھی تو اس نے پنگا لے لیا تھا۔"

"زیادہ بک، بک نہ کیا کر ظہورے، کسی روز ہاتھ پکڑ کر دروازے سے باہر نکال دوں گی۔"

"ارے ایسا غضب نہ کرنا شاہجہان بیگم۔" اس نے کانوں کو ہاتھ لگایا۔ "اس عمر میں اب کہاں ذلیل وخوار ہوؤں گا مرتے دم تک تیرا در نہ چھوڑنے کا عہد باندھ کر بیٹھا تھا ادھر۔"

"اچھا زیادہ اداکار نہ بن اور اپنے کام سے کام رکھا کر، میں تو بس کسی وعدے کے بندھن میں بندھی ہوں۔ کسی سے کوئی وعدہ کر رکھا تھا وہی نبھانا ہے۔"

"کیا حیاتی دادا سے وعدہ کر رکھا ہے کوئی؟" ظہورا پھر متجسس ہوا تو شاہجہان نے آنکھیں نکالیں۔

"تو باز نہیں آئے گا ظہورے بھلا حیاتی دادا نے مجھ سے کیا وعدہ لینا تھا وہ تو....."

"ایک بات بتاؤں شاہجہان بیگم۔" ظہورا جیسے کچھ یاد کرتا ہوا بولا تھا۔ "یہ جو ہمارا بنگلا ہے ناں اس کے سامنے والی لائن میں سڑک پار کر کے دائیں طرف سے پانچویں نمبر پر جو بنگلا ہے ناں اس کے باہر گیٹ کے پاس شیدے نے دیکھا تھا حیاتی دادا کو اور تم جانو شیدے کی نظر بڑی تیز ہے۔"

"اچھا!" شاہجہان بیگم کی آنکھوں میں چمک پیدا ہوئی۔ "دکھانا مجھے وہ بنگلا کسی دن۔"

"دکھا دوں گا..... پر اُدھر کوئی پروفیسر رہتا ہے۔ کہہ رہا تھا اس نام کے بندے کو نہیں جانتا۔ بتایا تو تھا تجھے۔"

"ہوں۔" شاہجہان نے پُرسوچ انداز میں سر ہلایا۔ "کسی روز میں بھی اُدھر جا کر دیکھوں گی۔ کیا پتا نام شام بدل لیا ہو..... مرد چالاک ہوتے ہیں گھر کی عورتوں سے بات کروں گی۔"

"ارے ہاں۔" ظہورے نے سر پر ہاتھ مارا۔ اس کی عادت تھی جب کوئی بھولی ہوئی بات اسے یاد آتی تو یوں ہی سر پر ہاتھ مارتا تھا۔ "ایک تو تم ہوش بھلا دیتی ہو شاہجہان بیگم لاہور سے اور بھی بڑی خبریں آئی ہیں۔ اُدھر تجھے بھی کوئی ڈھونڈتا پھر رہا ہے۔"

"کون؟" شاہجہان چونکی۔

"پتا نہیں..... دو تین چکر لگائے اس نے تیرے چوبارے کے۔ سب سے تیرا پتا پوچھتا پھرا۔ ایک روز رادھا کے چوبارے پر چلا گیا تو رادھا نے اسے بتا دیا کہ تم گلی چھوڑ کر کہیں چلی گئی ہو۔"

"نام پتا نہیں بتایا اس نے اپنا رادھا کو؟"

"نہیں بس پوچھ کر چلا گیا۔"

"ہوگا کوئی۔" شاہجہان نے کندھے اچکائے۔

"کوئی پرانا طلبگار یا پھر کیا پتا حیاتی دادا کا ہی دل مچلا ہو تیرے لیے۔ دل کو دل سے راہ ہوتی ہے اِدھر تو اسے ڈھونڈ رہی ہے اُدھر وہ۔" ظہورے کی زبان پھر کلبلائی لیکن اس بار شاہجہان نے خفگی کا اظہار نہیں کیا بس اتنا ہی کہا۔

"جیسے رادھا تو نہیں جانتی حیاتی دادا کو۔ گلی کا کون سا گھر ہے جو حیاتی دادا کا احسان مند نہ ہو اور بتا کیا خبریں ہیں؟"

www.urdutube.net www.bookstube.net www.urdumovies.net

''وہ نہیں تھی رادھا کے چوبارے پر شیو، رخسانہ وہ بن گئی ہے اداکارہ۔ ڈراموں میں کام مل گیا ہے اسے۔''

''لو..... وہ موٹو اسے کیسے کام مل گیا؟'' شاہجہان کی آنکھیں مارے حیرت کے پھٹ گئیں۔

''لو تو کیا موٹیوں کی ضرورت نہیں ہوتی ڈراموں میں۔'' ظہورا ہنسا۔ ''یہ دھڑا دھڑ نوٹ چھاپ رہی ہے رادھا، اس کی تو بڑی ٹورنار بن گئی ہے۔''

''اچھا۔'' شاہجہان کا دل جیسے بیٹھ گیا تھا۔

''ہاں تو اور کیا آج کل تو مجھ جیسے بھی چل جاتے ہیں۔ کل دیکھا نہیں تھا وہ ڈراما اس میں جو ولن تھا مجھ سے بھی گیا گزرا تھا۔'' اس نے اپنی دائیں مونچھ مروڑی۔

''تو بھی کوشش کرلے۔'' شاہجہان مسکرائی لیکن اس کی مسکراہٹ بجھی بجھی سی تھی۔ شیو کے ڈراموں میں کام کرنے کا سن کر دل پر بوجھ سا آپڑا تھا۔

''ہاں اور ایک اور خبر بھی ہے بڑی زبردست..... رادھا کے چوبارے پر ایک نئی لڑکی ہے سنا ہے چاند کا ٹکڑا ہے..... چاند کا۔'' شاہجہان کے دل پر بڑا بوجھ بڑھ گیا۔

''کہاں سے آئی ہے؟''

''یہ تو پتا نہیں۔''

''تو پتا چلا ناں بلکہ ایسا کر ایک دو دن کے لیے لاہور چلا جا بلکہ کل ہی نکل جا۔''

''کل تو وہ انصاری صاحب کی طرف جانا ہے بجو کو لے کر۔ تجھے بتانا یاد ہی نہیں رہا۔ صبح صبح گیا تھا ان کے پاس دو گھنٹے بٹھانے کے بعد بلایا اور کہہ دیا کہ کل لے آؤں بجو کو آڈیشن کے لیے۔ کل تین بجے جانا ہے بجو کو کہہ دینا تیار ہو جائے۔''

''اچھا۔'' شاہجہان خوش ہوگئی۔ ''دیکھ لینا وہ ضرور اپنی بجو کو ڈراموں میں کام دے دیں گے ظہورے۔''

''ہر جگہ سفارش چلتی ہے شاہجہان بیگم۔ موتیا سے کہو ناں کہ صاحبزادہ صاحب سے بات کرے بڑے تعلق ہیں ان کے لوگوں سے۔ یہ سہیل انصاری تو مجھے ایویں ہی لگ رہا ہے۔ خواہ مخواہ میں ہی دوڑیں لگواتا رہے گا۔ کام کرنے والا بندہ نہیں لگتا۔''

''تو پھر دفع کر اسے میں موتیا سے کہتی ہوں وہ صاحبزادہ صاحب سے بات کرلے۔''

''ہاں، بڑی دور تک پہنچ ہے صاحبزادہ صاحب کی اور اپنی موتیا کی بات نہیں ٹالنے والے وہ..... دیکھا نہیں تھا کل نظریں کیسے موتیا پر جمائے بیٹھے تھے۔ آج تم گھٹنوں کا درد لے کر بیٹھ گئیں جاتیں تو چار اور لوگوں سے میل ملاپ ہوتا ہے۔ یہاں کراچی میں ابھی نئے ہیں تو تعلق اور جان پہچان تو ایسے ہی ہوگی ناں۔'' ظہورے نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا اور منہ پر ہاتھ رکھ کر جمائی روکی۔

''سگریٹ کی طلب ہو رہی ہے ذرا ایک کش لگا کر آتا ہوں۔''

شاہجہان نے سر ہلایا وہ گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی۔

''اگر خانو استاد اور حیاتی دادا کا پتا نہیں چل رہا تو میرا کیا قصور میں نے تو اپنی سی کوشش کر ڈالی ڈھونڈنے کی۔ ایک سال سے تو تلاشتی پھر رہی ہوں۔ اس لیے اب تک کوئی قدم نہیں اٹھایا اور اب دیکھو اس رادھا کی، وہ موٹی شیو بھی ڈرامے کرنے لگی۔ بس رہ گئی میری بجو۔ ایک دفعہ آجائے میدان میں تو سب کے چھکے چھڑا دے گی اور کیا پتا انڈیا والے دیکھ کر اپنی فلموں کی ہیروئن بنالیں۔ کیا کرینہ کپور اور کیا ایشوریا رائے سب اس کے سامنے پانی بھرتی

www.urdutube.net www.bookstube.net www.urdumovies.net

ہیں اور شیلو..... بوڑھی اور موٹی پر قسمت....." ایک ٹھنڈی سانس لے کر وہ اٹھ کھڑی ہوئی تاکہ ہوتیا کو اچھی طرح سمجھا سکے۔ کب سے دل میں خواہش چھپائے بیٹھی تھی کہ ہو کو اداکارہ بنائے گی۔" اور یہ رادھا گھنی کتنی ہوشیار نکلی اپنی لڑکی کو ڈراموں میں کھپا دیا اور ہوا تک نہ لگنے دی ہمیں اور میں گھر بار چھوڑ ادھر آ بیٹھی اور اس نے وہاں بیٹھے ہی کام دکھا دیا، دفع....." اس نے ہاتھ اٹھا کر جیسے کچھ اڑایا۔" میں خواہ مخواہ ایک بات کو لیے بیٹھی تھی۔ کیسا وعدہ، کہاں کا وعدہ ایک بات تھی رات گئی بات گئی۔" اس نے دائیں پاؤں کی ایڑی کو یوں دبایا جیسے اس رات کی بات کو اس نے ایڑی کے نیچے مسل دیا ہو اور پھر گھٹنے پر ہاتھ رکھ کر سیڑھیاں چڑھنے لگی۔

☆☆☆

ڈی ون کے لونگ روم میں وہ بے چینی سے ٹہل رہا تھا۔ اسے پاکستان واپس آئے چند دن ہو گئے تھے لیکن اس کا قیام ڈی ون میں ہی تھا ابھی تک وہ گھر نہیں گیا تھا۔ ممتاز خان سے فون پر بات ہو گئی تھی۔ ممتاز خان نے اسے بتایا تھا کہ اس کے جانے کے بعد ایک بار بھی عظام گھر نہیں آیا۔ عظام جب ہاسٹل میں تھا تو کبھی گھر نہیں آتا تھا چھوٹا تھا تب تو خیر سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا اکیلے گھر آنے کا جب تک وہ خود اسے نہ لے کر آتا لیکن جب کالج میں چلا گیا تب بھی وہ کبھی گھر نہیں آیا تھا حالانکہ اسے پتا تھا کہ شرحیات کے جانے کے بعد بھی گھر میں ملازم ہوتے ہیں لیکن وہ جب فون کر کے بلاتا تب ہی گھر آتا لیکن اب وہ رواحہ کے گھر تھا اور ہو سکتا ہے کہ کسی روز وہ یونہی کوئی کتاب یا اپنی ضرورت کی کوئی چیز لینے گھر چلا آئے۔ پتا نہیں یہ خیال کیسے اس کے ذہن میں آیا تھا لیکن یہ خیال آنے کے بعد وہ بنکاک سے واپس آ کر گھر جانے کے بجائے ڈی ون میں ہی مقیم ہو گیا تھا کیونکہ وہ نہیں چاہتا تھا کہ عظام کو پتا چلے کہ وہ پاکستان میں ہے۔ بگ بابا نے اس کے ذمے بہت سے کام لگا رکھے تھے، عظام کے ساتھ رہ کر جنہیں وہ نہیں کر سکتا تھا۔ پاکستان آنے سے پہلے ایک دن اس نے عظام سے بہت لمبی بات کی تھی اور اسے بتایا تھا کہ آئندہ چند ہفتے وہ بہت مصروف رہے گا اس لیے کال نہیں کر سکے گا۔ عظام، رواحہ کے گھر بہت خوش اور مطمئن تھا اور اپنی تعلیم کے ختم ہونے کا انتظار بے چینی سے کر رہا تھا تاکہ وہ اس کے ساتھ رہ سکے لیکن اسے لگتا تھا جیسے وہ اگلے کئی سال تک اس دلدل سے نہیں نکل سکے گا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اسے اعلیٰ تعلیم کے لیے باہر بھجوا دے گا۔ یوکے، امریکا، آسٹریلیا کہیں بھی اور اس دوران خود کو اس جال سے باہر نکالنے کی کوشش کرے گا۔ بگ بابا سے اس سلسلے میں اس نے تفصیلی بات کی تھی۔ بگ بابا ہمیشہ سے ہی اس کے لیے دل میں ایک نرم گوشہ رکھتا تھا۔ اس نے بہت دردمندی سے اس کی بات سنی تھی لیکن اب وہ ایک عام معمولی سا غنڈا یا اسمگلر نہیں تھا۔ وہ بین الاقوامی گروپوں سے تعلق گانٹھ بیٹھا تھا۔ اب وہ بھی کسی کو جواب دہ تھا اور پتا نہیں کبھی وہ عظام کی خواہش پوری کر سکے گا یا نہیں۔ بگ بابا نے کہا تھا یہ اتنا آسان نہیں ہے پھر بھی وہ سوچے گا اس کے متعلق۔ پاکستان آنے کے بعد اس کی اس موضوع پر بگ بابا سے بات نہیں ہو سکی تھی حالانکہ وہ ڈی ون میں ہی مقیم تھا اور بہت مصروف تھا لیکن شرحیات نے اس کی مصروفیات کے متعلق جاننے کی کوشش نہیں کی تھی۔ یکا یک ہی ہر شے سے اس کا دل اچاٹ ہو گیا تھا بس اب تو ایک ہی خواہش رہ، رہ کر دل میں چٹکیاں بھرتی تھی کہ عظام کی شادی ہو، اس کے بچے ہوں وہ عظام اور اس کے بیوی بچوں کے ساتھ ایک نارمل زندگی گزارے۔ پُرسکون ہر خوف سے آزاد.....

ٹہلتے ٹہلتے وہ کھڑکی کے پاس رکا اور پردہ ہٹا کر باہر دیکھا اور کچھ دیر تک وہ یونہی باہر دیکھتا رہا تب ہی بگ بابا کی گاڑی کا ہارن سنائی دیا۔ چوکیدار نے گیٹ کھولا۔ بگ بابا کی گاڑی اندر آ رہی تھی۔ وہ پردہ برابر کر کے کھڑکی کے پاس سے ہٹ آیا اور گہری سانس لے کر صوفے پر بیٹھ گیا۔

www.urdutube.net www.bookstube.net www.urdumovies.net

''کیا ملا اس سب بھاگ دوڑ اور تگ و دو سے؟'' اس نے آنکھیں بند کرتے ہوئے صوفے کی پشت سے سر ٹیک لیا۔

کیا خبر تھی کہ زندگی اس سے ایسا اس طرح کا امتحان لے گی۔ جب کبھی وہ اپنے ماضی پر نظر ڈالتا تو اسے لگتا وہ بالکل خالی ہاتھ اور خالی دامن ہے۔ ساری زندگی کی بھاگ دوڑ کا حاصل کیا تھا۔ کچھ بھی نہیں۔ اسے اپنا حال اس فقیر کی بوسیدہ چادر کی طرح لگتا جو اپنی عمر بھر کی کمائی اپنی تار، تار چادر میں اکٹھی کرتا رہا ہو اور پھٹی ہوئی چادر سے سب گرتا رہا ہو۔ بس کہیں کسی کونے میں کوئی سکہ اٹکا رہ گیا ہو اور اب وہ اسے مضبوطی سے مٹھی میں بھینچے بیٹھا ہو کہ وہ اپنے اس آخری سرمائے کو بھی کھو نہ دے۔ اس کے پاس بھی تو کچھ نہ تھا سوائے عظام کے۔ یکا یک اس کا جی چاہا وہ یہاں ایک منٹ نہ رکے، بھاگتا ہوا جائے اور عظام کو اپنی بانہوں میں چھپا لے۔ تار، تار چادر میں اٹکا سکہ اس کا آخری سرمایہ تھا اور وہ اسے کھونا نہیں چاہتا تھا۔ اس لمحے اسے عظام بہت شدت کے ساتھ یاد آیا اور عظام کے ساتھ کوئی اور بھی اتنی ہی شدت سے یاد آیا تھا، اس نے اس کی شبیہہ کو تصور میں لانا چاہا لیکن اس کے تصور میں فرحی آ گئی تھی۔ روتی، گڑگڑاتی، ہاتھ جوڑتی، منتیں کرتی ہوئی اور اس کے دونوں ماموں فرعون بنے ہوئے تھے اور ارد گرد ہجوم تماشائی بنا کھڑا تھا۔ ان میں اکثر چہرے اس کے شناسا تھے لیکن اس وقت سب نے ہی اجنبیت کے نقاب چڑھا رکھے تھے۔

''خدا کے لیے اسے کچھ مت کہیں۔ ہم چلے جائیں گے، ہم یہاں نہیں رہیں گے۔'' تب ہی کھلے دروازے سے کوئی اندر آ کر دہاڑا تھا۔

''کیا ہو رہا ہے یہ؟'' اس نے ناک سے بہتے خون کو پونچھتے ہوئے آنے والے کی طرف دیکھا۔ جلیل خان غضب ناک نظروں سے سب کی طرف دیکھ رہا تھا، اس کے پیچھے شیر خان بھی ہاتھ میں کچھ شاپر پکڑے اندر داخل ہوا تھا۔

''یہ کیا تماشا لگا رکھا ہے تم لوگوں نے؟'' جلیل خان چند قدم آگے بڑھا تھا۔ ''تم لوگوں نے جرات کیسے کی ایک چار دیواری کا تقدس مجروح کر کے اندر قدم رکھنے کی؟'' شیر خان نے شاپر برآمدے میں پڑے تخت پر رکھ کر ہولسٹر سے ریوالور نکالا تھا۔ اس کے ہاتھوں میں ریوالور دیکھتے ہی ہجوم تیزی سے منتشر ہوا تھا۔ وہ سب تقریباً ایک دوسرے کو دھکے دیتے ہوئے باہر نکلے تھے اور اب صحن میں صرف اس کے دونوں ماموں کھڑے جلیل خان کو خونخوار نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

''فرحی..... بیٹی۔'' جلیل خان نے فرحی کے سر پر ہاتھ رکھا تو فرحی کانپتی ہوئی زمین سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ جلیل خان نے ان دونوں کی طرف دیکھا۔

''کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ آپ حضرات کون ہیں اور یہاں کیا کر رہے ہیں؟''

''یہی سوال آپ سے بھی کیا جا سکتا ہے مسٹر آپ کون ہیں اور یہاں کس مقصد سے آئے ہیں؟'' چھوٹے ماموں ہمیشہ سے ہی کچھ نڈر تھے سو انہوں نے وہی سوال جلیل خان سے کر ڈالا تھا۔

''میں اس بچی کا سرپرست ہوں۔ بیٹی ہے میری۔'' جلیل خان نے فرحی کی طرف اشارہ کیا تھا۔ ''اور میں کسی کو اجازت نہیں دے سکتا کہ وہ میری بیٹی کے گھر گھس کر غنڈا گردی کرے۔''

''اچھا؟'' چھوٹے ماموں کے لبوں پر ایک مذاق اڑاتی ہوئی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔

''یہ لڑکا ہمارا بھانجا ہے جس کے ساتھ تمہاری لڑکی بھاگ کر.....''

''خبردار اس کے بعد ایک لفظ زبان سے مت نکالنا۔'' جلیل خان پھر دہاڑا تھا۔

www.urdutube.net www.bookstube.net www.urdumovies.net

''شیر خان ان صاحبان کو باہر نکال کر دروازہ بند کر دو۔'' اس نے شیر خان کو اشارہ کیا۔

دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور پھر دروازے سے باہر نکل گئے لیکن ان کی باڈی لینگویج بتا رہی تھی کہ اس وقت وہ مصلحتاً چلے تو گئے ہیں لیکن پھر آئیں گے اور ثمر کو وہاں نہیں رہنے دیں گے۔

شیر خان نے دروازہ بند کر دیا تھا اور جلیل خان تخت پر بیٹھا تاسف سے انہیں دیکھ رہا تھا۔

''تم میری عدم موجودگی میں چلے آئے جبکہ میں نے کچھ اور سوچ رکھا تھا اور اب میں فرحی بیٹی کو لینے آیا تھا دراصل میں چاہ رہا تھا کہ فرحی بیٹی کو میں روایتی طریقے سے بیٹیوں کی طرح رخصت کروں۔ تم اپنے عزیزوں اور دوست احباب کے ساتھ بارات لے کر آؤ اور اسے عزت کے ساتھ رخصت کروا کے گھر لاؤ تا کہ کوئی تمہاری اور فرحی کی طرف انگلی نہ اٹھائے اور تمہارے رشتے پر شک نہ کرے لیکن یہاں یہ کیا تماشا لگا ہوا تھا اور تمہارے اہلِ محلہ تمہارے گھر میں کیوں اکٹھے تھے اور تمہارے ماموں کیا چاہتے تھے؟''

تب اس نے جلیل خان کو تفصیل بتا دی تھی اور جلیل خان نے اس سے پوچھا تھا۔

''پھر اب تمہارا کیا ارادہ ہے ثمر..... کیا کرو گے تم؟ ان حالات میں کیا یہاں ہی رہو گے؟''

اور اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ کیا کرے۔ ماموؤں کے کڑے تیور اسے نظر آ رہے تھے اہلِ محلہ کا رویہ بھی اس نے دیکھ لیا تھا پھر بھی اس نے یہاں ہی رہنے کا فیصلہ کیا تھا یہ اس کا اپنا گھر تھا وہ کیوں خوفزدہ ہو کر یا ڈر کر اپنا گھر چھوڑ دیتا۔

''سر یہ میرا گھر ہے میں اسے کیسے چھوڑ سکتا ہوں؟''

''او کے ریلیکس ثمر حیات..... فی الحال میرے ساتھ چلو پھر سوچتے ہیں کیا کرنا ہے۔''

''ثمر پلیز چلو۔'' فرحی نے التجا کی تھی۔

''سر آپ فرحی کو ساتھ لے جائیں۔ حالات بہتر ہوتے ہی میں چند دوستوں کو لے کر آؤں گا اور باقاعدہ رخصتی کروا کے لے آؤں گا۔ کیا خبر تب تک اماں کا بھی پتا چل جائے۔'' دلِ خوش فہم نے امید دلائی تھی تو وہ کچھ پُراعتماد نظر آنے لگا تھا۔

''میں خانہ بدوش سے ایک خاتون کو لایا ہوں۔ میری جاننے والی ہیں بیوہ ہیں..... خیال تھا کہ وہ فرحی کی رخصتی کے لیے خریداری وغیرہ میں مدد کریں گی۔ میں بہت دھوم دھام سے رخصت کرنا چاہ رہا تھا اپنی بیٹی کو۔''

فرحی کی آنکھیں برسنے لگی تھیں۔

''سر آپ کے احسانات میں سے یہ ایک اور احسان ہے ہم پر۔ ہم کبھی بھی آپ کے احسانات کا بدلہ نہیں چکا سکتے۔ میں بھی فرحی کو چوروں کی طرح نہیں عزت و احترام سے اپنی زندگی میں شامل کرنا چاہتا ہوں۔''

''بے وقوف لڑکے میں نے تم پر کوئی احسان نہیں کیا۔ جب میں نے فرحی کو بیٹی کہا ہے تو مجھے اس رشتے کی لاج بھی رکھنی ہے۔ ہم جیسے لوگ بھی بیٹیوں اور بہنوں کے لیے جانیں دینے کا حوصلہ رکھتے ہیں۔'' جلیل خان نے کھڑے ہوتے ہوئے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا تھا۔ اس کی آنکھیں نم ہو گئی تھیں۔

''میری خواہش ہے کہ تم بھی میرے ساتھ ہی چلو لیکن میں تمہیں مجبور نہیں کروں گا۔''

''ثمر تم بھی ساتھ چلو۔ تم یہاں اکیلے کیسے رہو گے؟'' فرحی نے اصرار کیا تھا لیکن اب وہ اپنا گھر خالی نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔

''یہ میں کچھ کھانے پینے کا سامان لایا تھا۔ سوچا تھا پہلی بار بیٹی کے گھر جا رہا ہوں خالی ہاتھ نہ جاؤں۔'' جلیل

www.urdutube.net www.bookstube.net www.urdumovies.net

خان نے شاپرز کی طرف اشارہ کیا اور فرحی کی طرف دیکھا۔

''تم نے کیا سوچا ہے..... چلو گی میرے ساتھ؟'' فرحی زار و قطار رونے لگی تھی۔

''فرحی پلیز تم چلی جاؤ سر کے ساتھ..... میں آتا رہوں گا تمہاری خبر لیتا رہوں گا لیکن یہاں یہ لوگ..... پھر نہ آجائیں تنگ کرنے تم چلی جاؤ پلیز.....''

''تم کہو تو شیر خان کو یہاں ہی چھوڑ جاتا ہوں۔'' لیکن اس نے انکار کر دیا تھا اور جلیل خان، فرحی کو لے کر چلا گیا تھا۔ فرحی دروازے سے نکلتے ہوئے بھی رو رہی تھی۔ وہ جلیل خان کے خلوص سے بہت متاثر ہوا تھا وہ اس کا کوئی نہیں تھا لیکن اس نے انہیں پناہ دی تھی۔ ان کے لیے سوچا تھا ان کی بات پر یقین کیا تھا لیکن وہ جو اس کے اپنے تھے انہوں نے اس کے ساتھ کیا، کیا تھا پوری رات وہ جاگتا رہا کبھی اماں کے کمرے میں جاتا، کبھی اپنے کمرے میں کبھی برآمدے میں آکر بیٹھ جاتا۔ ایک بار تخت پر بیٹھے دیوار سے ٹیک لگائے، لگائے اس کی آنکھ لگ گئی تو اس نے دیکھا ابا اس کے سر پر ہاتھ پھیر رہے ہیں۔ اپنے ہاتھوں سے اس کے آنسو پونچھ رہے ہیں۔ اسے دلاسا دے رہے ہیں۔ وہ چاروں طرف اماں کو دیکھ رہا ہے اور اماں اسے کہیں نظر نہیں آتیں۔

''اماں کہاں ہیں؟'' وہ چیخ مار کر اٹھ بیٹھا تھا۔

صبح وہ گھر سے باہر نکلا اور اگلے کئی دن تک اماں کو ڈھونڈتا رہا۔ محلے والے اسے دیکھ کر منہ پھیر لیتے۔ لڑکے آوازیں کستے اور محلہ چھوڑ دینے کی بات کرتے۔ اس نے کچھ نہیں کیا تھا اس کے ساتھ تو ظلم ہوا تھا۔ ابا دنیا سے ہی چلے گئے تھے اور اماں پتا نہیں کہاں تھیں، یہ لوگ اس سے ہمدردی کرنے کے بجائے اس کا مذاق اڑا رہے تھے۔ اسے برا بھلا کہہ رہے تھے۔ کس نے ان کے کان بھرے تھے، اس کے بارے میں کیا کہا تھا وہ نہیں جانتا تھا۔ ایک دو

ماہنامہ جاسوسی ڈائجسٹ

مئی کی چلچلاتی دھوپ
جاسوسی شمارے کی جانفزا چھاؤں

● مسیحا
درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو ورنہ طاعت کے لیے کچھ کم نہ تھے کروبیاں...
محی الدین نواب کے قلم سے درد مسیحائی کا احوال

● آوارہ گرد
دکھ سکھ کے مشترکہ ساتھیوں کی ایک نرالی اور انوکھی دنیا کی جھلک... ہر ایک کو اپنی تلاش کا معمار درپیش تھا۔ ڈاکٹر عبدالرب بھٹی کی شمولیت

● مغرب کے نرالے انداز
مغربی دنیا کی تہذیب و ماحول کی عکاس جرم اور محبت کی پُردرد ناقابل فراموش کہانیاں
سرورق کی کہانیاں

● پہلی کہانی
محبت اور جنگ میں سوچ اور ارادے کی پختگی ہی کامیابی سے ہمکنار کرتی ہے... سلیم فاروقی کی کوششیں...

● دوسری کہانی
عزت و ترقی کے لیے ذہنی فتوحات کی کاوشوں کی تیز ہتیاں... کاشف زبیر کی کاوش

آپ کے تبصرے...
مشورے... محبتیں... شکایتیں...
اور نئی نئی دلچسپ باتیں... کہانیاں

معزز لوگوں نے بھی اسے روک کر گھر فروخت کرنے یا کرایے پر چڑھانے کا مشورہ دیا تھا۔

''یہ شریفوں کا محلہ ہے یہاں تم جیسے آوارہ گرد بدمعاش کی جگہ نہیں ہے۔''

یہ کیسے لوگ تھے۔ وہ حیران ہوتا [illegible] بار پھر اس نے ماموں کی منت کی تھی۔ سمجھانے کی کوشش کی تھی کہ اس کا کہیں کوئی قصور نہیں ہے وہ اس کا بھانجا ہے انہیں چاہیے کہ وہ اس کے سر پر ہاتھ رکھیں کہ وہ ہی اس کے سب سے زیادہ اپنے ہیں لیکن انہوں نے نہ صرف یہ کہ اسے گلی کے غنڈوں سے پٹوا دیا تھا بلکہ دھمکی بھی دی تھی کہ اگر اس نے چند دن میں گھر خالی نہیں کیا تو وہ اسے دیکھ لیں گے۔

اس رات وہ بلک، بلک کر رویا، وہ کوئی ہوشیار، چالاک زمانے کو دیکھا ہوا مرد نہیں تھا۔ ایک کمزور نادان لڑکا ہی تو تھا جس نے ابھی تک زندگی کو برتا نہیں تھا بس کتابوں میں دیکھا اور پڑھا تھا۔ خونی رشتوں میں بھی ایسا زہر بھرا ہوتا ہے دل ماننے کو تیار نہ تھا لیکن وہ ہمت ہار گیا تھا۔ جلیل خان کا بندہ ہر شام آ کر اس کی خیر خیریت دریافت کرتا اور کچھ نہ کچھ کھانے پینے کو دے جاتا تھا۔ وہ ان سارے دنوں میں ایک بار بھی فرحی کو دیکھنے یا ملنے نہیں جا سکا تھا لیکن اس رات جب وہ رو، رو کر تھک گیا تو گھر کو تالا لگا کر اس نے چابی پڑوسی قاضی صاحب کے حوالے کی اور دلگرفتگی سے کہا۔

''قاضی صاحب یہ چابی ماموں کو دے دیجیے گا، یہ گھر میرے باپ کا تھا اور میں اس کا حق دار ہوں انہوں نے میرا حق مارنے کی سازش کی ہے اور دوسروں کا مال کھانے اور چھیننے والے دین و دنیا میں خوار ہوتے ہیں۔ میں نے اپنا معاملہ اللہ پر چھوڑ دیا ہے۔''

''وہ..... ثمر میری بات سنو، میں تمہارے ماموں سے کل بات کرتا ہوں۔'' قاضی صاحب جن کے ماتھے پر پہلے اسے دیکھ کر شکنیں پڑ گئی تھیں اور جنہوں نے انتہائی رکھائی سے پوچھا تھا کہ کیا کام ہے۔ اب ہمدردی سے اسے دیکھ رہے تھے کہ ہمارے ہاں اکثر وقت گزرنے کے بعد ہی ہمدردی جاگتی ہے۔

وہ قاضی صاحب کی بات کا جواب دیے بغیر آگے بڑھ گیا تھا۔ گلی کے نکڑ پر اسے صفدر ملا تھا۔ صفدر اس کا محلے دار تھا اس کا دوست بھی تھا، ایک بار اس نے ابا سے کہہ کر کچھ رقم اسے ادھار دلوائی تھی تاکہ وہ اپنا الگ کاروبار کر سکے۔ وہ اس کا احسان مند تھا۔ جب بھی ملتا تھا شکریہ ادا کرتا تھا اس کا کاروبار بہت چل نکلا تھا اور کچھ دن پہلے ہی اس نے جوہر ٹاؤن میں شاندار گھر خریدا تھا۔

''صفدر!'' وہ بے اختیار اس کی طرف بڑھا تھا۔ ساری دنیا چھوڑ دے لیکن دوست کبھی ساتھ نہیں چھوڑتے۔ صفدر ضرور اس کی بات کو سمجھے گا اور اس کے ساتھ کھڑا ہوگا۔ اسے پہلے صفدر کا خیال کیوں نہ آیا۔ اس نے سوچا۔

صفدر کے چہرے پر گہری اجنبیت تھی۔ وہ ٹھٹک کر رک گیا۔

''سوری ثمر، مجھے اس وقت بہت ضروری کام سے جانا ہے۔'' وہ اس کی بات سنے بغیر ہی تیزی سے آگے بڑھ گیا تھا۔

''نہیں۔'' اس کے لبوں سے نکلا تھا۔ صفدر نظروں سے اوجھل ہو گیا تھا لیکن وہ وہاں ہی گلی میں ساکت کھڑا تھا۔ آخر کس امید پر اس نے صفدر کو آواز دی تھی۔ وہ اسی محلے میں رہتا تھا سب جانتا تھا جو لوگ اس کے گھر میں اکٹھے ہوئے تھے ان میں سے کسی نہ کسی نے تو اسے تفصیل بتائی ہوگی اسے تو خود آنا چاہیے تھا اس کے پاس اتنے دنوں سے وہ یہاں رہ رہا تھا۔ ہاں اسے خود آنا چاہیے تھا اس کے آنسو پونچھنا چاہیے تھے، اسے حوصلہ دینا چاہیے تھا۔ اسے تو خود آ کر کہنا چاہیے تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ مجھے تم پر یقین ہے لیکن شاید اس نے سمجھا ہو کہ میں اس

www.urdutube.net www.bookstube.net www.urdunovies.net

سے کچھ رقم ادھار نہ مانگ لوں۔ اس وقت جب اس کا کاروبار عروج پر تھا اس نے بھی سن لیا ہوگا کہ ماموؤں نے ابا کا سارا روپیہ، اماں کا زیور، دکان، گھر سب قبضے میں کرلیا ہے تو اسے ڈر ہوگا کہ اس سے مدد نہ مانگ لوں تب ہی تو..... ہاں تب ہی تو حالانکہ اسے تو صرف اس کے کندھے کا آسرا چاہیے تھا۔

اسے لگا جیسے زندگی اس کے اندر مرتی جارہی ہو۔ اس نے سوچا تھا کہ وہ اپنے کسی دوست کے پاس چلا جائے گا۔ اس کی مدد سے کوئی چھوٹا سا گھر کرایے پر لے گا اور پھر فرحی کو لے آئے گا چند دوستوں کے ساتھ رخصت کروا کے کوئی جاب کرلے گا جب تک جاب نہ ملی ٹیوشن پڑھا لے گا کچھ نہ کچھ کرہی لے گا۔ زندگی کو بہر حال شروع تو کرنا ہی تھا لیکن اس کے ساکت وجود میں جنبش ہوئی۔

جب صفدر جیسا دوست جو جب بھی ملتا اس کا شکر گزار ہوتا کہ اگر وہ اپنے ابا سے رقم ادھار نہ دلواتا تو باپ سے ناراض ہوکر جب وہ گھر سے نکلا تھا تو جانے کتنا خوار ہوتا جب اس نے ہی آنکھیں پھیر لیں تو وہ کسی اور سے کیا امید کرسکتا تھا۔ اس نے بہ مشکل قدم اٹھایا۔ پاؤں من، من بھر کے ہورہے تھے۔ وہ اپنا اپنی گھسیٹتا جانے کیسے روڈ تک آیا تھا اور کیسے ٹیکسی میں بیٹھا تھا اور جب سوجے ہوئے ہونٹوں اور زخمی پیشانی کے ساتھ وہ جلیل خان کے پاس پہنچا تو اس کا اندر بالکل خالی ہوچکا تھا۔

''میں جینا نہیں چاہتا سر لیکن فرحی..... مجھے اس کا خیال مرنے بھی نہیں دے رہا۔ پلیز ایک آخری احسان اور مجھ پر کردیں۔ ایک بار پھر فرحی کے ڈیڈ سے ملیں انہیں آپ قائل کرلیں کسی بھی طرح اور فرحی کو اس کے اپنوں میں پہنچادیں۔ میں جینا نہیں چاہتا سر ایک لمحہ بھی نہیں۔'' وہ بلک، بلک کر رو رہا تھا۔

''میرے پاس تمہارے لیے ایک اور آپشن بھی ہے۔ تم میرے ساتھ رہو۔ میرے لیے کام کرو اس چیلنج کو قبول کرلو۔ خودکشی بزدل لوگ کرتے ہیں ثمر حیات۔ اس دروازے پر جاکر فریاد کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے جس سے بار، بار دھتکار دیے گئے ہوں۔ یوں بھی اب فرحی ان کی نہیں تمہارے ذمے داری ہے۔ وہ تمہاری بیوی ہے۔ نکاح جس حالات میں بھی ہوا شادی کے بعد بیوی کی ذمے داری اس کے شوہر پر ہوتی ہے۔ بار بار پیچھے مڑ کر مت دیکھو ثمر حیات، آگے بڑھو۔'' اور اس کے پاس تو کوئی دوسرا آپشن تھا ہی نہیں اس نے سر جھکا دیا۔

''میں نے اپنا آپ، آپ کے حوالے کیا۔ آپ جو چاہیں سلوک کریں۔ یہ زندگی آپ کی ہے۔'' تب جلیل خان مسکرایا تھا۔

''میں چاہتا ہوں فی الحال تم اپنی شادی شدہ زندگی کو انجوائے کرو۔ جو ہونا تھا وہ ہوچکا۔ گزرا ہوا وقت واپس نہیں لایا جاسکتا لیکن حال کو بہتر بنایا جاسکتا ہے۔ چند دن تک فرحی کو باقاعدہ رخصت کروں گا۔ اس کا ویڈنگ ڈریس آج مل جائے گا۔ میں اس کے اپنوں کو تو نہیں لاسکتا لیکن جو کرسکتا ہوں وہ کروں گا پھر ولیمے کی دعوت کے بعد تم دونوں خانیوال چلے جانا۔ وہاں میرا ایک چھوٹا سا گھر ہے فرنشڈ ہے۔ وہ میری طرف سے میری بیٹی کی شادی کا تحفہ سمجھ لو۔ ایک ماہ تک تم وہاں ہی ہر فکر سے آزاد ہوکر رہو۔ میرے خیال میں تمہیں اپنے آپ کو سنبھالنے کے لیے ایک ماہ کافی ہوگا۔''

اس نے جلیل خان کی کسی بات کی نفی نہیں کی تھی۔ اس کے پاس کچھ کہنے کے لیے تھا ہی نہیں۔ اسے کیا کرنا تھا وہ نہیں جانتا تھا۔ وہ کیا کرسکتا تھا یہ بھی نہیں جانتا تھا اسے وہی کرنا تھا جو جلیل خان نے کہا تھا۔ اس ظالم دنیا میں صرف وہی تھا جس نے انہیں اپنی پناہ میں لیا تھا اور جو ان کی بہتری کے لیے سوچ رہا تھا۔

''کن سوچوں میں گم ہو ثمر جاناں؟'' ثمر حیات نے چونک کر دروازے میں کھڑے بگ با کی طرف دیکھا۔

www.urdutube.net www.bookstube.net www.urdumovies.net

کبھی کبھی بگ بابا موڈ میں آ کر اسے یوں ہی بلاتا تھا۔ اس وقت جب وہ بہت خوش ہوتا یا بہت اداس ہوتا۔ پتا نہیں اس وقت وہ خوش تھا یا اداس، ثمر حیات نے سوچا اور احتراماً کھڑے ہوتے ہوئے اس کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں انوکھی چمک تھی۔ ایسی چمک جو کسی بڑے سودے پر اس کی آنکھوں میں آتی تھی۔ یقیناً وہ خوش تھا۔

''کچھ نہیں بگ بابو یہی ماضی کی بھول بھلیوں میں کھویا ہوا تھا۔'' اس نے سر جھکا لیا۔

''تم آج کل ماضی کو بہت یاد کرتے ہو ثمر؟'' بگ بابا ہولے، ہولے چلتا ہوا اس کے قریب آیا اور اس کے کندھے پر ہلکا سا دباؤ ڈال کر اسے بیٹھنے کے لیے کہا اور خود بھی اس کے پاس ہی بیٹھ گیا۔

''ہاں، آج کل ماضی بہت ستاتا ہے بگ بابا۔ سنا ہے آدمی جب بوڑھا ہو جاتا ہے تو اپنے حال کے بجائے ماضی میں جیتا ہے اسے ماضی کی وہ باتیں بھی یاد آتی ہیں جو بہت معمولی اور چھوٹی، چھوٹی ہوتی ہیں جنہیں کبھی اس نے یاد نہیں کیا ہوتا جیسے کل رات میں سونے کے لیے لیٹا تو مجھے چڑیا کا وہ زخمی بچہ یاد آیا جسے چڑیا نے اپنے گھونسلے سے گرا دیا تھا۔ چڑیا نے یہ گھونسلا ہمارے گھر کے اسٹور کے ایک روشن دان میں بنا رکھا تھا جسے اندر سے تو بند کر دیا گیا تھا لیکن باہر چڑیا نے اپنی جگہ بنالی تھی۔ میں نے اس بچے کو اٹھا کر گھونسلے میں رکھا تھا لیکن جتنی بار میں اسے گھونسلے میں رکھتا چڑیا اسے پھر گرا دیتی۔ ایک صبح میں نے اسے فرش پر مردہ پڑے دیکھا تو مجھے بہت دکھ ہوا تھا اور کل رات بھی میرا دل اس چڑیا کے بچے کے لیے دکھی ہوا اور پھر مجھے اپنا طوطا یاد آیا۔ جو بہت بولتا تھا لیکن ایک دن پنجرے کا دروازہ کھلا رہ گیا تو وہ اڑ گیا اور تو اور مجھے اپنے کنچے بھی یاد آئے جو میں نے ڈھیروں ڈھیر اکٹھے کیے ہوئے تھے لیکن پتا نہیں کون میرا وہ کنچوں والا ڈبا اٹھا کر لے گیا تھا۔'' وہ ہولے سے ہنسا۔

''ایسی ہی معمولی باتیں یاد آتی ہیں۔''

''ہاں شاید تم ٹھیک کہتے ہو۔ آج کل کبھی کبھار مجھے بھی چھوٹی، چھوٹی باتیں اچانک یاد آ جاتی ہیں۔ جیسے اپنے گھر کی پرچھتی میں چھپ کر سگریٹ کی ڈبیوں سے تاش کا کھیل کھیلنا۔ کٹی ہوئی پتنگ پکڑنے کے لیے چھتیں پھلانگنا اور اپنے گھر کی ممٹی پر چڑھ کر گانی ڈال کر اڑتی ہوئی پتنگ کھینچنا اور پھر لڑائیاں..... میں تو شاید پیدائشی تخریب کار تھا۔ ہو ہو۔'' ''لیکن ثمر حیات تم اتنے بوڑھے نہیں ہوئے کہ حال کے بجائے ماضی میں جیو۔'' بگ بابا نے بغور اسے دیکھا۔ ''کچھ اور بھی ہے جو تمہیں پریشان کر رہا ہے ثمر حیات مجھ سے کھل کر بات کرو۔''

''بس تھک سا گیا ہوں بگ بابا۔ آپ کو بتایا تو تھا کہ اس زندگی کو خیرباد کہنا چاہتا ہوں..... عظام کے ساتھ ایک سیدھی سادی زندگی گزارنا چاہتا ہوں بس کبھی، کبھی جی چاہتا ہے کہ سب کچھ چھوڑ کر کسی چھوٹے سے گاؤں میں ایک چھوٹے سے گھر میں رہوں۔ کھیتوں میں کام کر کے رزق حلال کماؤں اور رات کو تھک کر پرسکون نیند سو جاؤں۔''

''بعض باتیں سوچنے میں بہت آسان لگتی ہیں لیکن وہ اتنی آسان نہیں ہوتیں۔ خیر اس موضوع پر پھر بات کریں گے، میں تمہیں یہ بتانے آیا تھا کہ ایرک کے ساتھ میری ملاقات بہت خوشگوار اور کامیاب رہی۔ میں نے اس کے ساتھ کام کرنے کا وعدہ کر لیا ہے۔ بہت بڑی پیشکش کی ہے اس نے۔''

''کیا آپ کو نہیں لگا بگ بابا کہ وہ جو کہہ رہے ہیں ایسا نہیں ہے۔ اصل کہانی کچھ اور ہے؟'' وہ مضطرب ہوا تھا۔

''کیا کہانی ہوتی ہے ثمر حیات۔ یہ تم پڑھے لکھے لوگ بھی بال کی کھال نکالتے ہو۔ جانتے ہو کتنے ہزار ڈالر پیشگی ملے ہیں اس کام کے اور کام کے بعد جو ملے گا تم اندازہ ہی نہیں کر سکتے۔''

''ڈالر.....؟'' ثمر حیات نے دہرایا۔ ''آپ اتنی دولت کا کیا کریں گے بگ بابا۔ نہ کوئی آگے نہ کوئی پیچھے۔ جتنا ہے کیا وہ بہت نہیں ہے؟''

www.urdutube.net www.bookstube.net www.urdumovies.net

''ہاں بہت ہے لیکن یار یہ جو دولت کی حُب ہوتی ہے ناں یہ مرتے دم تک ختم نہیں ہوتی۔ دل اور..... اور کی تکرار کرتا رہتا ہے۔ جانتا ہوں کہ اگر آج مرگیا تو سب دولت بینکوں میں ہی رہ جائے گی پر دولت کی ہوس ایسی جان سے لپٹی ہے کہ جدھر سے ذرا بھی اشارہ ملتا ہے فوراً اُدھر لپکتا ہوں۔ شاید اس ہوس کے پیچھے میرے بچپن کے کچھ تلخ دن بھی ہوں۔ باپ کے مرنے کے بعد کئی بار فاقہ بھی کیا۔ ماں کہتی تھی میں ناشکرا ہوں اگر ایک وقت کی روٹی کبھی نہیں ملتی تھی تو دوسرے وقت کی تو مل ہی جاتی تھی پر مجھے تو روٹی کے علاوہ اور بھی کئی لالچ تھے، میں بچپن میں بڑا ندیدہ ہوتا تھا ثمر حیات..... قلفی والا گلی سے گزرتا تو میں گھر کے دروازے سے ٹیک لگائے بچوں کو قلفی خریدتے اور کھاتے دیکھتے ہوئے ہونٹوں پر زبان پھیرتے اور تھوک نگلتے ہوئے قلفی کے ذائقے کو تصور میں محسوس کرتا لیکن ایسا صرف چند دن ہوا تھا پھر میں نے چھوٹے بچوں کے ہاتھوں سے قلفی اور دوسری چیزیں چھیننا شروع کردیں۔ ان کی مائیں شکایت لے کر آئیں تو ماں مجھے پیٹ ڈالتی۔ ماں کی مار مجھے کبھی بری نہ لگی۔ میں ہنستا رہتا اور اماں کہتیں غنڈا بنے گا۔ دراصل خرابی میرے خون میں ہی تھی۔ میرا باپ بھی ایسا ہی تھا چھین جھپٹ کر لینے والا۔ دودھ نے اثر نہیں کیا تھا لیکن خون اچھلتا تھا میں تو کم عمری میں ہی اپنی گلی کا چھوٹا موٹا بدمعاش بن گیا تھا۔'' وہ ہولے سے ہنسا لیکن ثمر حیات کو لگا اس کی ہنسی میں کہیں ٹوٹے کانچ کی کھنک بھی تھی۔

''چلو تم نے کہا ہے تو سوچتا ہوں میرے بعد اس دولت کا مصرف کیا ہوگا۔ ویسے اپنے پاکستان پر اللہ کا بڑا کرم ہے ثمر جاناں یہاں کوئی بھوک سے نہیں مرسکتا۔ دو وقت کی روٹی نہ ملے تو تیسرے ٹائم تو مل ہی جاتی ہے۔ لوگ بڑے سخی ہیں۔''

''اپنا پاکستان..... آپ نے اپنا پاکستان کہا ہے لیکن آپ نے ایرک سے ڈیل کرکے اس اپنے پاکستان کے لیے اچھا نہیں کیا بگ با۔'' بے اختیار ہی ثمر حیات کے لبوں سے نکلا۔

''کیا مطلب؟'' بگ با نے اسے گھورا اس کے چہرے پر چند لمحے پہلے نظر آنے والے نرم تاثرات غائب ہوگئے تھے۔ ''کیا اچھا نہیں ہوا بے روزگاروں کو روزگار ملے گا۔ جانتے ہو ناں اس ملک میں کتنی بے روزگاری اور غربت ہے۔'' وہ کھڑا ہوگیا۔

''کل کے تمام اخبارات میں اشتہار چھپ جائے گا اور اتوار کو انٹرویو ہوگا۔ انٹرویو پی سی میں ہوگا ایک کمرا بک کروالیا جائے گا۔ انٹرویو تم اور رولسن لوگے۔''

''یس بگ با۔'' وہ بھی کھڑا ہوگیا۔ جاتے، جاتے بگ با نے ایک گہری نظر اس پر ڈالی۔

''ایرک کے ساتھ ڈیل کے آرڈر اوپر سے آئے ہیں ثمر حیات۔'' بگ با بات کرکے رکا نہیں تھا اور تیزی سے باہر نکل گیا تھا۔ ثمر حیات سر جھکائے کھڑا تھا۔

☆☆☆

ایمل سرمئی کمبل گردن تک تانے آنکھیں موندے لیٹی ہوئی تھی۔ ممی بیڈ کے پاس کرسی بچھائے پریشانی سے اسے دیکھ رہی تھیں۔ اس کا رنگ زرد ہو رہا تھا، دو دن میں اس کی رنگت نچڑ کر رہ گئی تھی۔

''ایما بیٹی کیا سوچ رہی ہو؟''

''کچھ نہیں ممی۔'' اس نے آنکھیں کھول کر انہیں دیکھا اور اٹھ کر بیٹھ گئی۔

''کتنا عرصہ ہوگیا تھا مجھے ڈیڈی سے ملے، انہیں دیکھے۔ میں نے کبھی بابر سے کہا ہی نہیں۔ کبھی اپنی بات نہیں منوائی۔ اگر میں بابر سے کہتی تو کیا وہ انکار کرتا نہیں ناں۔ وہ میری بات ضرور مانتا لیکن میں نے ان سارے

بیتے سالوں میں ایک بار بھی باہر سے نہیں کہا کہ مجھے آپ کے اور ڈیڈی کے قریب رہنا ہے۔ مجھے ڈیڈی سے ملنے جانا ہے حالانکہ میرا دل آپ کے اور ڈیڈی کے لیے اداس رہتا تھا۔ میں تو بس شرمندہ ہی رہی ڈیڈی سے آپ سے کہ میں نے غلط ضد کی۔ میں نے ڈیڈی کو دکھ دیا اور انہیں خود سے دور کر دیا۔ مجھے لگتا تھا جیسے ڈیڈی مجھ سے ایسے محبت نہیں کرتے جیسے پہلے کرتے تھے۔ ان کے دل میں میرا وہ مقام نہیں رہا۔''

''ایسا نہیں تھا ایسا بالکل نہیں تھا میری جان، وہ تم سے بہت محبت کرتے تھے بہت چاہتے تھے تمہیں۔ انہیں تمہارا بہت خیال تھا۔'' ممی نے اس کے بازو پر ہاتھ رکھ کر تھپتھپایا۔

''میں جب چھوٹی تھی تو دادا جان اور دادی جان کو پھپھو کے لیے روتے تڑپتے دیکھ کر سوچتی تھی کہ میں پھپھو کی طرح آپ کو اور ڈیڈی کو کوئی دکھ نہیں پہنچاؤں گی۔ میں آپ کی پسند پر سر جھکا دوں گی لیکن جب میں بڑی ہوئی تو میں نے آپ کی پسند کو رد کر دیا بالکل پھپھو کی طرح حالانکہ آپ نے میرے لیے بہترین شخص کو منتخب کیا۔''

آنسو اس کی آنکھوں میں چمکنے لگے۔ وہ ہولے ہولے بولتی ہوئی چپ کر گئی تھی۔ اسے یاد آیا جب اس نے ڈیڈی کو مدثر کے متعلق بتایا تھا تو ان کے چہرے کا رنگ بدل گیا تھا وہ بہت بے یقینی سے اسے دیکھ رہے تھے اور پھر جب مدثر حسن کے والد ان کے گھر آئے تو ڈیڈی بہت مایوس ہوئے تھے اور ان کے جانے کے بعد انہوں نے اسے بلایا تھا۔

''سوری ایما میں نے مدثر کے والد سے معذرت کر لی ہے۔ یہ رشتہ مجھے موزوں نہیں لگا۔ ان کے پاس تو اپنا ذاتی گھر بھی نہیں ہے۔ مدثر کی اپنی تعلیم بھی ابھی ختم نہیں ہوئی کب جاب ملے گی کیسی ملے گی کچھ پتا نہیں اور پھر جب اسٹیٹس میں اتنا فرق ہو تو بعد میں بہت پیچیدگیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ لازمی بات ہے اس کی نظر تمہاری جائداد پر ہو گی یا پھر خود کو تمہاری سطح پر لانے کے لیے وہ کچھ ایسا کرے گا جس سے تمہاری زندگی مشکل ہو جائے گی۔''

''مدثر ایسا نہیں ہے اسے میری جائداد کا لالچ نہیں ہے، وہ تو کچھ بننے کے بعد ہی آنا چاہتا تھا یہ تو میں نے اسے مجبور کیا تھا۔'' وہ کہنا چاہتی تھی لیکن یک دم امڈ آنے والے آنسوؤں نے اس کا حلق سی لیا تھا۔ وہ ڈیڈی سے مزید کچھ نہیں کہہ سکتی تھی اس نے ان سے وعدہ کیا تھا کہ اگر انہیں مدثر کا رشتہ پسند نہ آیا تو وہ ان کی بات مان لے گی۔ آنسو اس کے رخساروں پر بہنے لگے تھے۔ ممی نے اس کے آنسو اپنے ہاتھوں سے پونچھے۔

''جو گزر گیا سو گزر گیا۔ اب کیوں سوچ سوچ کر کڑھتی رہتی ہو؟''

''ممی!'' اس نے چونک کر انہیں دیکھا۔ ''ڈیڈی نے مدثر کے والد اور پھپھو کو انکار تو کر دیا تھا لیکن وہ ساری رات نہیں سوئے تھے۔ ساری رات ان کی اسٹڈی کی لائٹ جلتی رہی تھی۔ وہ میرے لیے پریشان تھے میں اچھی بیٹی نہیں تھی۔ میں نے انہیں دکھ دیا۔''

''تم بہت اچھی بیٹی ہو ایما۔ مجھے یا تمہارے ڈیڈی کو کبھی تم سے شکایت نہیں ہوئی۔ اپنی حالت دیکھو ذرا۔'' وہ پریشان ہو گئی تھیں۔ ابھی آج ہی تو وہ اسپتال سے آئی تھی۔

''سوری ممی، میں نے آپ کو پریشان کر دیا۔'' اس نے ہاتھوں کی پشت سے اپنے آنسو پونچھے۔

''تم خواہ مخواہ خود کو ہلکان کر رہی ہو ایما۔ ڈاکٹر نے تمہیں پرسکون اور خوش رہنے کے لیے کہا ہے لیکن تم نے اپنا کیا حال کر لیا۔ زندگی اور موت انسان کے اختیار میں نہیں ہوتی۔ تمہارے ڈیڈی کی زندگی بھی اتنی ہی تھی۔ اپنے آپ کو سنبھالو۔ بابر اور بچے بھی کتنے پریشان ہو گئے تھے اور جب ڈاکٹر نے بتایا کہ انجائنا کا اٹیک ہے تو افنان اتنا پریشان ہو گیا تھا کہ اس کی حالت دیکھی نہیں جاتی تھی۔ تمہیں اپنا خود خیال رکھنا ہے ہر وقت بابر تمہارے پاس نہیں

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

ہوتا۔ بچوں کا سوچو انہیں تمہاری ضرورت ہے۔ اپنے آپ کو سنبھالو میری جان۔"

"جی ممی۔" اس نے سر ہلایا۔

قرآن خوانی کے بعد کھانا یتیم خانے اور مدارس میں بھجوا کر وہ بے حد تھکی تھکی سی ڈیڈی کی اسٹڈی میں آئی تھی۔ اسے لگ رہا تھا جیسے ڈیڈی ابھی کہیں کسی سائڈ سے نکل آئیں گے اور اس کے سر پر چپت مارتے ہوئے کہیں گے۔

"میری کتابوں کو مت چھیڑنا نائی گرل۔"

صبح سے وہ خود کو سنبھالے مصروف سی سب کام کر رہی تھی لیکن ڈیڈی کی اسٹڈی میں آ کر اس کی آنکھیں نم ہو گئی تھیں۔ وہ ہولے، ہولے چلتی ہوئی ان کی رائٹنگ ٹیبل کے پاس آئی اور کرسی پر بیٹھ گئی۔ ٹیبل پر ہلکی گرد پڑی تھی۔ اس نے یونہی انگلی مارتے ہوئے ٹیبل کی دراز کھینچی۔ ڈیڈی کے قلم اور ڈائری کے ساتھ اس کی پسندیدہ گڑیا پڑی تھی۔ چھوٹی سی باربی ڈول جس کے بال کب کے اکھڑ چکے تھے لیکن پھر بھی اسے پسند تھی پھر اسے اپنی کتنی ہی چیزیں دراز میں پڑی نظر آئیں۔ اس کی پونیاں، کیچرز، ڈیڈی نے کیا، کیا سنبھال کر رکھا ہوا تھا۔

"بیٹیاں بہت پیاری ہوتی ہیں۔ آنگن خالی کر جاتی ہیں لیکن دلوں میں بسی رہتی ہیں۔ ان کے دکھ باپوں کو ڈھا دیتے ہیں۔" ایک بار ڈیڈی نے کہا تھا یک دم ہی دل میں درد اٹھا تھا۔ اس نے سر ٹیبل پر رکھ دیا تھا۔ سانس رکنے لگی تھی۔

"ممی!"

اس کے منہ سے گھٹی گھٹی سی آواز نکلی تھی۔ تب ہی ارتفاع دروازہ کھول کر اندر آئی تو اس نے چونک کر ارتفاع کی طرف دیکھا۔

"آؤ..... آ جاؤ گڑیا۔"

ارتفاع کا موڈ کافی خراب تھا۔ وہ اندر آ کر اس کے قریب ہی دوسری کرسی پر بیٹھ گئی۔ اس نے ایمل کے ستے ہوئے چہرے کو دیکھا اور نظر انداز کرتے ہوئے پوچھا۔

"تم واپس کب جائیں گے صرف دو دن کے لیے آئے تھے اور....."

"سوری ارتفی بیٹی میری طبیعت خراب ہو گئی اور تمہارے پاپا کو رکنا پڑا۔ میں نے تو کہا بھی تھا کہ وہ چلے جائیں تمہیں اور افنان کو لے کر۔ میری طبیعت بہتر ہوئی تو میں آ جاؤں گی۔"

"میری پڑھائی کا حرج ہو رہا ہے۔"

"پڑھائی ماں سے زیادہ اہم ہے تمہارے لیے؟" ممی کو اچھا نہیں لگا تھا وہ نوٹ کر رہی تھیں کہ ارتفاع کو ایمل کی کوئی خاص پروا نہیں تھی۔ اس روز جب ایمل اسٹڈی میں نیم بے ہوش ہو گئی تھی تو سب ہی پریشان ہو گئے تھے اور فوراً ہی اسپتال لے گئے تھے وہ دو دن اسپتال رہی تھی اور ارتفاع صرف ایک بار ایمل کو دیکھنے کے لیے اسپتال آئی تھی۔ ارتفاع نے ممی کی بات کا جواب دینا ضروری نہیں سمجھا تھا اور ہاتھ میں پکڑے فون کو دیکھنے لگی جو وائبریٹ کر رہا تھا اور روشن اسکرین پر ظفری کا نام آ رہا تھا اس نے کال ریجیکٹ کر دی۔ رات بھی ظفری کا فون آیا تھا اور وہ رومینٹک ہو رہا تھا۔ ظفری کی گفتگو یاد کر کے اس کے رخساروں پر سرخی دوڑ گئی۔

"اگر ایسا ہی تمہاری پڑھائی کا حرج ہو رہا ہے تو ارتفی بیٹی اپنے پاپا سے کہو اور تم تینوں واپس چلے جاؤ۔ ایما کو ابھی دو تین دن سفر نہیں کرنا چاہیے۔ احتیاط اچھی ہوتی ہے۔ ڈاکٹر کہہ رہا تھا خدانخواستہ بے احتیاطی سے کہیں پھر ایک نہ ہو جائے۔"

"ٹھیک ہے، میں پاپا سے بات کرتی ہوں، کہاں ہیں وہ؟" ارتفاع ممی کے لہجے پر غور کیے بغیر کھڑی ہو گئی۔

www.urdutube.net www.bookstube.net www.urdunovels.net

''اپنے کمرے میں ہوں گے۔'' ممی نے بغور اسے دیکھا اور بڑبڑائیں۔ ''پتا نہیں اس لڑکی کو کیا ہو گیا ہے۔''
لیکن وہ ان کی بڑبڑاہٹ سنی ان سنی کرتے ہوئے باہر چلی گئی۔ بابر نوید اپنے کمرے میں کہیں جانے کے لیے تیار کھڑا تھا۔ وہ دستک دے کر اندر آئی تو بابر نے مسکرا کر اسے دیکھا۔
''ارے کیا ہوا میری گڑیا کو، موڈ کچھ خراب لگ رہا ہے تمہارا.....''
''ایک پاپا ہیں جنہیں فوراً پتا چل گیا کہ میرا موڈ خراب ہے اور ماما انہیں کبھی میرے دل کا حال معلوم نہیں ہوتا۔ کبھی ماں کی نظر سے دیکھا ہو تو تب ناں۔''
''ہم واپس کب جائیں گے پاپا؟ بہت بور ہو رہی ہوں میں اور میری پڑھائی کا بھی حرج ہو رہا ہے اس لیے تو میں آ نہیں رہی تھی۔ اب دو دن کے بجائے چار دن ہو گئے ہیں ہمیں آئے۔''
''رتی..... تمہاری ماما کی طبیعت جو اچانک خراب ہو گئی تھی تو.....'' بابر کا انداز سمجھانے والا تھا۔
''لیکن اب تو وہ ٹھیک ہیں ناں۔ آپ نے اگر نہیں جانا تو مجھے اورانی کو بھجوا دیں۔''
''لیکن جانو تمہارا رکنا بھی بہت ضروری ہے۔ صمدانی صاحب کہہ رہے تھے کہ کرنل صاحب کے وکیل جو اپنا چیک اپ کروانے کے لیے لندن گئے ہوئے تھے کسی وجہ سے لیٹ ہو گئے۔ اب کل شام کی فلائٹ سے آ جائیں گے تب تک تم لوگوں کا رکنا بھی ضروری ہے۔'' بابر نے نرمی سے کہا۔
''لیکن ہم نے رک کر کیا کرنا ہے؟''
''انہوں نے کہا تھا کہ بچوں کا ہونا بھی ضروری ہے ہو سکتا ہے دستخط وغیرہ کی ضرورت ہو۔''
''افنان کی ضرورت تو پڑ سکتی ہے کہ ان کا نواسا ہے میرا بھلا کیا بنتا ہے رکنا؟'' وہ بڑبڑائی بابر جو اس کی طرف دیکھ رہا تھا یکایک کسی خیال سے اس کی آنکھوں میں چمک پیدا ہوئی۔
''پر اس وکیل صاحب سے ملاقات کے فوراً بعد ہم کراچی روانہ ہو جائیں گے۔'' وہ مسکرایا۔
''اس وقت میں ایک دوست کی طرف جا رہا ہوں چلو گی، تمہاری بوریت دور ہو جائے گی۔''
''ہاں۔'' اس نے اثبات میں سر ہلایا۔
''تو فٹافٹ تیار ہو کر آ جاؤ۔ میں پورچ میں تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔''
''میں تیار ہی ہوں پاپا۔'' اس نے ماتھے پر بکھرے بالوں کو ہاتھوں سے پیچھے کیا اور پونی اتار کر دوبارہ لگائی۔
''او کے تو پھر آ جاؤ۔''
اور تھوڑی دیر بعد وہ بابر کے ساتھ عنبرین کے فلیٹ کی سیڑھیاں چڑھ رہی تھی۔ عنبرین کے فلیٹ کے دروازے پر رک کر بابر نے بیل دی۔ اندر سے عنبرین کی آواز آئی۔
''دروازہ کھلا ہے آ جاؤ۔''
بابر نے آنے سے پہلے اسے فون کیا تھا اور وہ بابر کے فون کے بعد دروازہ کھول کر کچن میں گھس گئی تھی کہ بابر نے کہا تھا وہ لنچ اس کے ساتھ ہی کرے گا۔ لاؤنج میں رک کر بابر نے عنبرین کو آواز دی۔
''عنبرین دیکھو تو میرے ساتھ کون آیا ہے؟''
''کون ہے؟'' عنبرین کفگیر ہاتھ میں لیے کچن سے نکلی اور اس کی نظر ارتفاع پر پڑی۔
''میری بیٹی۔'' کفگیر اس کے ہاتھ سے گر پڑی اور وہ دونوں ہاتھ پھیلائے والہانہ اس کی طرف بڑھی۔

جاری ہے

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdunovels.net

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

Copyrighted material

جاسوسی ڈائجسٹ پبلی کیشنز

ایک ادارہ، چار ماہنامہ مطبوعات

دنیا بھر میں

خدمات

اور مصنوعات

کی موثر تشہیر کے لیے

جاسوسی ڈائجسٹ سسپنس ڈائجسٹ ماہنامہ پاکیزہ ماہنامہ سرگزشت

جہاں جہاں اردو پڑھی اور سمجھی جاتی ہے وہاں یہ رسائل باقاعدگی سے پہنچتے ہیں

C-63 فیز ون ایکسٹینشن ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی مین کورنگی روڈ کراچی

فون نمبر 35804200, 35802552 (92-21) فیکس 35802551 (92-21) ای میل group@hotmail.com

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

Copyrighted material

اپنی من پسند ہو پانے کے بعد، ارسول کے چہرے پر ایک مطمئن مسکراہٹ

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

Copyrighted material

فاطمہ ذیشان، افضل محمد (دلہن کی والدہ) عذرا رسول اور ذیشان رسول

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

Copyrighted material

[illegible] کے لیے دولہا دلہن کی خصوصی چیز

عذرا رسول اپنی بہو فاطمہ ذیشان کے ساتھ (ولیمے کی تقریب کے بعد گھر میں)

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

Copyrighted material

شادی میرے بچے کی

نذر رسول

ذیشان رسول نے ابھی تعلیم مکمل بھی نہیں کی تھی کہ ہمارے خاندان کو اس کی شادی کی فکر لاحق ہو گئی۔ تمام رشتے داروں اور ملنے والوں کو یہ اپنا فرض لگنے لگا کہ اس کے لیے لڑکیاں بتائیں۔ سب ہی نے یہ فرض بخوبی انجام دینا شروع کیا۔ میں نے صرف ایک ہی بات مدنظر رکھی تھی کہ لڑکی اور فیملی دین دار ہو، باپردہ ہو، چند ہی فیملیز سے ملی ہوں گی تو اندازہ ہوا کہ جو میں چاہتی ہوں، وہ نہیں مل پا رہا ہے۔ یہاں ایک بات کا ذکر کروں گی کہ ایک دوست کے بتانے پر جب لڑکی دیکھنے گئی تو اس کی امی اور بہنوں سے ملنے کے بعد

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

Copyrighted material

یہ تو طے تھا کہ لڑکی خوب صورت ہوگی لیکن پردہ؟ وہ تو صرف باریک دوپٹے کو سر پر ڈالنے کی حد تک تھا۔ بڑی کوفت ہوئی کہ یہاں کیوں بھیجا گیا..... ابھی افسوس کر رہی تھی کہ اس لڑکی کو آواز دی گئی وہ جیسے ہی ڈرائنگ روم میں داخل ہوئی تو ایسا لگا روشنی ایک دم سے تیز ہوگئی ہو..... لمحے بھر کو تو واقعی ایسا لگتا تھا کہ چکا چوند میں بیٹھے ہیں پھر میں نے پہلے ذیشان پر نظر ڈالی کہ اس کے کیا تاثرات ہیں وہ دوسری بہن کے شوہر کے ساتھ (جو کہ لندن کا پڑھا ہوا بہت اچھی شخصیت کا مالک تھا) باتوں میں مصروف تھا لیکن لڑکی کو ایک نظر دیکھ لیا تھا۔ میں نے دل میں سوچا کہ ذیشان یہیں شادی پر اصرار کرے گا اور وہ پردہ جو میں سوچے بیٹھی تھی ہوا میں اُڑ جائے گا۔ بہ مشکل جائے، ناشتا کر کے گاڑی میں بیٹھتے ہی میں نے پہلا سوال کیا۔ ''بیٹے کیا خیال ہے؟'' وہ کہنے لگا۔ آپ بتائیں کیا آپ کے معیار کا خاندان ہے؟

میں نے کہا لڑکی کی امی تو کہہ رہی تھیں آپ جیسے چاہیں گی ہماری لڑکی ویسے حجاب لے گی۔ (اگرچہ پورا گھرانا خوب فیشن ایبل تھا) مگر مجھے اس طرح منظور نہیں تھا۔ ذیشان نے اتنی سمجھداری سے کہا کہ مما آپ کو تو دین دار گھرانا چاہیے جو کہ میری بھی پسند ہے۔ تو یہاں بھول جائیں کہ لڑکی دیکھی ہے۔ بہنوں آپ لوگ یقین کریں مجھے ایسا لگا کہ ذیشان صرف میرا دل رکھنے کو کہہ رہا ہے ورنہ اس قدر حسین اور معصوم لڑکی کو انکار کرنا آسان نہیں تھا۔ جس نے بھی سنا یہی مشورہ دیا کہ منع نہ کرو، وہ لوگ تیار تو ہیں حجاب کروانے پر..... مگر مجھے اور ذیشان کو پورے گھر والوں کی دین داری دیکھنی تھی۔ اب میں نے دعائیں شروع کیں اور صرف اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیا کہ وہ ہی ایسے گھرانے کو ملوانے کے اسباب پیدا کر دے۔ ابھی ایک مہینہ ہی ہوا تھا کہ ایک دن لندن سے ذیشان کا فون آیا کہ مما میرے ساتھ ایک لڑکی فاطمہ جو کہ ڈاکٹر ہے اور اسپیشلائز کر رہی ہے میرے ساتھ ہی اگلے مہینے اس کی ڈگری مکمل ہو جائے گی۔ اس کی امی اگلے ہفتے دو تین دن کے لیے کراچی آ رہی ہیں کچھ فیملیز سے ملنے کے لیے تو آپ بھی مل لیں۔ فاطمہ کا حجاب اور انداز آپ کے اور میرے معیار کے عین مطابق ہے۔ فاطمہ کو میں نے دیکھا نہیں تھا لیکن ذیشان پر مکمل بھروسا تھا۔ ان لوگوں سے ملاقات ہوئی موبائل پر فاطمہ کو دیکھا۔ امی، ابا کا رکھ رکھاؤ، تعلیم، اعلیٰ خاندان سب کچھ ایسا تھا کہ میں نے اسی وقت اپنے مالک کا ڈھیروں شکر ادا کیا کہ کس طرح اس نے میری دعا کو مستجاب کیا۔ سچ ہے کہ میں صرف دین دار گھرانا طلب کر رہی تھی اور میرے مالک نے تعلیم یافتہ اور ویل آف گھرانا عطا کیا..... امی، ابا تو ڈاکٹر ہیں ہی لیکن لڑکی کے چچا، پھوپی، بھائی سب ہی ڈاکٹر ہیں۔ نرم گفتار، ملنسار اور سمپل لوگ ہیں۔ تمام خاندان کے لوگ لندن میں رہتے ہیں۔

میں نے یہ طے کیا ہوا تھا کہ شادی پر کسی سے کوئی تحفہ یا کیش نہیں لیا جائے گا۔ رشتے داروں سے ملنے والوں اور دوستوں جس سے بھی بات ہوتی اس کے کان میں یہ انڈیل دیا جاتا کہ کچھ دینے کے بجائے صرف دعائیں لے کر آئیں۔ چند فرمانبرداروں کے علاوہ سب نے ہی نا اور نکال دیا۔ جس قدر میں نہ لینے کے لیے کہہ رہی تھی سب اسی قدر دینے کے لیے تیار تھے۔ میں منع کر کر کے تھک رہی تھی اور دینے والے کچھ سمجھنے کو تیار نہیں تھے۔ جس کا اندازہ گھر میں پہلی تقریب پر ہوا۔ مجھے مہندی، مایوں گانے بجانے نہیں کرنے تھے۔ گھر پر مختصر میلاد اور ڈنر کا اہتمام تھا۔ سجاوٹ میں بھی فضول خرچی سے اجتناب کیا تھا کہ یہ پیسے ضرورت مندوں کو دے کر اللہ اور اس کے رسولؐ کو خوش کیا جا سکتا ہے۔ وہ چند دنوں کی سجاوٹ پر نہ لگا دیے جائیں۔ لوگوں کی آمد شروع ہوئی تمام رشتے دار لدے پھندے آ رہے تھے۔ ذیشان اور فاطمہ کے تحفوں کے ساتھ، ساتھ میرے اور روشن (ذیشان کی میڈ) کے جوڑے مٹھائی، پھل ٹوکروں میں آئے تھے۔ رشتے داروں کا مان جانا آسان نہ تھا مگر مجھے اپنی دوستوں اور رائٹرز

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

سے امید تھی کہ وہ مان لیں گی، آفس کے لوگوں سے بھی یہی امید تھی مگر چند لوگوں کے علاوہ کوئی اس امید پر پورا نہ اترا۔ شائستہ اور یاسمین (جو کہ میری بچپن کی سہیلیاں ہیں) اس قدر تحفے مٹھائیاں اور پھل لائیں کہ مجھے شبہ ہوا۔ کہیں میرے منہ سے یہ تو نہیں نکلا تھا کہ خوب تحفے لے کر آنا۔ شائستہ تو تمام لوازمات کے ساتھ گولڈ سیٹ بھی لائی تھیں۔ رضوانہ پرنس نے بہت خوب صورت ڈیزائن کا جیولری سیٹ دیا۔ تسنیم ماہ پارہ میرا جوڑا اور اپنے ہاتھ سے بنا ہوا چاکلیٹ کیک خوب صورتی سے سجا کر لائیں۔ حمیرا طارق نے ڈرتے ڈرتے بڑی رقم کا لفافہ پیش کیا۔ اس کو ڈانٹ پڑنے کی قوی امید تھی مگر موقع نہ تھا ورنہ..... خیر اللہ تعالیٰ سب کو ان کے بچوں کی خوشیاں دکھائے۔ آفس کے کچھ لوگوں نے مل کر تحفہ دینے کا فیصلہ کیا اور ایڈیٹر جاسوسی ڈائجسٹ بی جیلانی، رمضان، شہزاد صاحب، عرفان، آمنہ حماد اور ڈائریکٹر وغیرہ نے مل کر نہایت خوب صورت دو بڑے پیتل کے گلدان دیے۔ سسپنس کی ایڈیٹر یمنیٰ احمد نے گولڈ کے ٹاپس دیے۔ سب کا بے حد شکریہ..... کہنا نہ ماننے کا..... سب کو منع کیا تھا کہ کچھ دینے کی ضرورت نہیں ہے مگر ان لوگوں کا کہنا تھا کہ خالی ہاتھ نہیں آئیں گے۔ ناہید فاطمہ حسنین نے کچھ دن پہلے ہی موثر تقریر کر کے لفافہ دینے کی اجازت لے لی تھی۔ انجم انصار اور عظمیٰ آفاق بھی کہنا نہ ماننے والوں میں شامل ہیں۔ یہ سب ان لوگوں کی محبت تھی جو دیے بغیر باز نہیں آسکیں۔ رفاقت جاوید کو ڈھیروں پیار کہ وہ طبیعت خراب ہونے کے باوجود اسلام آباد سے ولیمے میں شرکت کے لیے آئیں۔ وہ مجھے کچھ عرصے پہلے بھی نہایت خوب صورت ایمبرائیڈ شیفون سوٹ دے چکی تھیں مگر منع کرنے کے باوجود بڑی رقم کا لفافہ ذیشان کو دیا۔

تمام رائٹرز کی شرکت کا شکریہ اور جو نہ آسکیں وہ عظمیٰ کی تحریر کے ساتھ شرکت کرلیں گی۔ عظمیٰ آفاق..... بھرپور کوریج کرتی ہیں (ماشاء اللہ) عقیلہ حق کا خصوصی شکریہ وہ امریکا گئی ہوئی تھیں اور صرف ولیمے میں شرکت کرنے کے لیے جلدی واپس آئیں۔ عظمیٰ بتائیں گی کہ عقیلہ نے کتنے زیورات پہنے ہوئے تھے (بھئی دولہا کی خالہ جو ہوئیں) اتنا بج کر تو آنا ہی تھا۔ عقیلہ نے بہن کہا ہے تو حق بھی ادا کرتی ہیں خوش رہیں.....

عام طور پر میرے بے حد فرمانبردار ہر بات ماننے والے بھائی، بھابیاں کچھ سننے کو تیار نہیں تھے اور ماشاء اللہ خوب بھرپور تیاریوں کے ساتھ آئے۔ سب نے فاطمہ کے لیے گولڈ کے تحفے اور میرے اور ذیشان کے لیے جوڑے دیے..... (خدا سب کو سلامت رکھے اور ان کو ان کے بچوں کی خوشیاں دکھائے) ذیشان کی بہن سبین تو جس دن سے ذیشان لندن سے آیا تھا اسی دن سے اس کی پسند کی چیزیں بنا، بنا کر کھلا رہی تھی (ذیشان کو باقاعدہ کانٹی نینٹل کوکنگ آتی ہے) ہر قسم کے اٹالین کھانے بنانے میں سیکنگ کی چیزیں وہ اتنی مقدار میں بنا کر لاتی تھی کہ سارا گھر کھاتا پھر بھی ختم نہ ہوتیں۔ وہ جب تقریب میں آئی تو کئی لوگ اس کے سامان کو اٹھائے ہوئے تھے (چیزیں ہی اتنی زیادہ تھیں) خدا اس کو خوش رکھے..... فرحان رسول اور اس کی بیوی عالیہ بھی ہر موقع پر پیش پیش تھے۔ عالیہ اور سبین دونوں نے فاطمہ کے لیے گولڈ جیولری دی اور جوڑے تو ہم سب کے اور روشن کے بھی تھے۔ میری بہنوں نے بھی خوب صورت گولڈ جیولری اور سب کے جوڑے مٹھائی میوے، پھل خوب دیا ایک کمرا جو کہ خاصا بڑا ہے پھل، پھول، مٹھائی جوڑوں سے بھرا ہوا تھا۔ میری نند اور دیورانی نے تمام لوگوں کے جوڑوں مٹھائی کے علاوہ بھاری جیولری دی۔ دیورانی پروین انگلزا اپنے ہاتھ سے بنا کر ڈھیر ساری مٹھائی بہت خوب صورتی سے سجا کر لائی تھیں۔ انڈیا سے میری خالہ زاد بہن امینہ بجو اپنی طبیعت خاصی ناساز ہونے کے باوجود آئیں۔ خالہ زاد بھائی عسکری اپنی بیوی مدحو اور بیٹے سمیر کے ساتھ آئے۔ بڑے خالہ زاد حیدر بھائی نے آکر خوب رونق بخشی۔ وہ بڑی باغ و بہار شخصیت کے مالک ہیں۔ امینہ بجو نے تحائف سے بھرا سوٹ کیس

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

کھولا تو پتا چلا تمام لوگوں کے لیے کچھ نہ کچھ لائی ہیں۔ (کیسے شکریہ ادا کروں) ان سب کی شرکت ہی بہت قیمتی تھی۔ صغریٰ زیدی میری بہن کینیڈا سے طویل سفر کر کے اتنی چیزیں لے کر آئی کہ اکیلے میں خوب ڈانٹ سنی جو اس نے دوسرے کان سے نکال دی۔ اس کے شوہر فرخ زیدی جو میرے خالہ زاد بھائی بھی ہیں۔ بڑی مصروف زندگی میں سے وقت نکال کر شادی کو رونق بخشنے آئے۔ سب رشتے داروں اور احباب نے بھرپور حصہ لیا۔ شادی کا احوال عظمیٰ آفاق کے قلم سے اور سب کی تصویریں اگلے شمارے میں آپ دیکھ لیں گی۔ ابھی تو میری بھتیجی ثنین کے کیمرے سے لی گئی چند تصویریں شامل کی گئی ہیں۔ اسی تقریب میں نیگ باٹنے کی رسم بھی رکھی گئی تھی جو کہ ڈنر کے بعد صرف رشتے داروں کے ساتھ ہوئی۔ ثنین اکلوتی بہن ہیں لہٰذا ان کو گولڈ کا کڑا اور اس کی بیٹی کو گولڈ کا سیٹ دیا اور جوڑوں کے لیے پچاس ہزار نقد دیے گئے۔ عمل فرحان کو بھی ایک سونے کا کڑا اور لاکٹ سیٹ اور جوڑوں کے لیے پچاس ہزار نقد بھی دیے۔ ثنین کو بارات والے دن دلہن اتارنے کا نیگ روبی اور گولڈ کا ایک کڑا ملا۔ ان کے شوہر طیب کو صافہ بندی کی رسم کا نیگ ایک لاکھ دیا اور بھائی فرحان کو ماتھا سجانے کا نیگ ایک لاکھ دیا۔ باقی ساری کزنز بہنوں، انگوٹھیاں، بھابیوں کو نقد لفافے دیے۔ روشن کو جوڑوں کے علاوہ گولڈ سیٹ ملا۔ سب ہی بے حد خوش تھے۔ میری نند کو ثنین کو گولڈ ائر رنگ، جوڑے اور ان کی بیٹیوں اور بہو کو نقد نیگ دیا۔ اسی موقع پر میری چھوٹی ممانی نے کہا کہ یہ پہلی شادی ہے جس میں بچے، بچے کو کچھ نہ کچھ ملا۔ اور سب کو وہ پاؤچ اور خوب صورت لفافے بے حد پسند آئے جو بطورِ خاص نیگ دینے کے مقصد کے لیے خریدے گئے تھے۔

اب اگر کسی کا تذکرہ رہ گیا ہے تو میں قسط نمبر دو لکھنے کو تیار ہوں لیکن شاید اس کی ضرورت نہ پڑے۔ کیا خیال ہے بہنوں.....؟ ہاں جن بہنوں نے گھر کا نمبر حاصل کر کے خصوصی مبارک باد دی ان کا بے حد شکریہ۔ سب کے نام لکھے نہیں جا سکتے۔ اس کو جگہ کی تنگی جانیے..... اور بہنیں یہ بھی اب پوچھتی ہیں کہ بہو کے ساتھ کیسی گزر رہی ہے تو آپ لوگوں کو بتا دوں کہ میرے بیٹا، بہو تو شادی کے ایک ہفتے بعد ہی لندن چلے گئے تھے کیونکہ دونوں کو ہی اپنی یونیورسٹی سے متعلق کچھ امور نمٹانے تھے تو فی الحال بہو کے ساتھ رہنے کا کوئی تجربہ نہیں بتا سکتی۔ ویسے فاطمہ بہت پیاری بچی ہے، انشاء اللہ اس کے ساتھ زندگی اچھی گزرے گی۔

پیاری بہنو..... آپ آئندہ ماہ شادی کا آنکھوں دیکھا حال تو پڑھیں گی ہی..... مگر اس ماہ پاکیزہ کی سالگرہ نمبر 2 میں عظمیٰ آفاق کے قلم سے چند کھٹی میٹھی جھلکیاں ضرور پڑھ لیں تاکہ آپ کو کچھ اندازہ ہو جائے کہ آئندہ ماہ..... شادی کا احوال کتنی تفصیل سے آ رہا ہے اور کتنے مزے کا بھی تو اب آپ پڑھیے مزیدار جھلکیاں۔

چند کھٹی میٹھی جھلکیاں

☆ دولہا ذیشان رسول کی اکلوتی بہن ثنین کے چہرے پر وہی تازگی، وہی معصومیت اور وہی خوب صورتی دکھائی دی جو اُن کی شخصیت میں رچی ہوئی ہے۔ اس تقریب میں انہوں نے بے حد خوب صورت جیولری پہنی جس کی داد نہ دینا زیادتی ہوگی۔

☆ خدیجہ آنٹی کی چھوٹی بہن صغریٰ زیدی جو کینیڈا سے آئی تھیں ان کے بارے میں بتایا گیا کہ وہ ساس بھی بن گئی ہیں مگر ہمیں تو وہ خود ہی چھوٹی سی نظر آ رہی تھیں۔

☆ معروف اداکارہ ثمینہ جعفری اسکرین پر تو بڑی، بڑی اور قدرے بھری، بھری سی لگتی ہیں مگر حقیقت میں وہ اونچی سی ہیل پر سوار نازک سی بچی لگ رہی تھیں۔

☆ تسنیم ماہ پارہ تبصرہ نگار صرف میلاد کے فنکشن میں آئی تھیں اور بے حد سادہ تھیں مگر ان کی باتوں سے اندازہ ہوا کہ وہ بہت اچھی کمنٹیٹر بھی ہو سکتی ہیں۔

☆ شائستہ اعجاز ہیں تو بھولی بھالی سی مگر جب وہ بھویں اچکا اچکا کر ہماری خیریت پوچھتی ہیں تو ہمیں اپنی طبیعت خراب سی لگتی ہے۔

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

☆ رضوانہ پرنس ایسی شخصیت کا نام ہے جو ہر محفل میں جان ڈال دیتی ہیں۔

☆ یاسمین رشید کے ہاتھوں کے زیورات ہر ایونٹ میں مختلف اور خوب صورت ہوتے ہیں۔

☆ مصنفہ یمنیٰ احمد گلابی ساڑی میں تھیں۔ ساڑی شاید انہوں نے پہلی مرتبہ پہنی تھی۔ وہ اپنی ساڑی کی فال دونوں ہاتھوں سے سنبھال کر چل رہی تھیں۔

☆ انڈیا سے آئی ہوئی ایک مہمان خاتون مدھو کی ہنسی مجھے کھن کھناتی سی بے حد پیاری لگی۔ ہاں ان کا ہیئر اسٹائل بھی۔

☆ پاسٹ نزہت رضوی نے جب مجھ سے یہ پوچھا کہ کیا عظمیٰ آپ کی شادی ہوگئی ہے تو میں اسی وقت ان پر سو جان سے عاشق ہوگئی اور اب آپ کے پاس آکر اپنے ہاتھ تو ضرور دکھاؤں گی (بے حد سوٹ ہیں آپ)

☆ دوست محمد فیضی کی مقبولیت کے گراف میں بالکل کمی نہیں آئی ہے مگر کیا تھا کہ وہ اپنی خوب صورت سی بیگم کو بھی اپنے ساتھ لے آتے۔

☆ مہمان خواتین میں سب سے زیادہ خوب صورت، باوقار، پُرکشش، خوش اخلاق (میری نظر میں) رضوانہ منظر ہیں۔ (ماشاءاللہ)

☆ اگر کاجری گلابی رنگ میں گولڈن رنگ ملا دیا جائے تو وہ خوب صورت رنگ تقریب کی میزبان عذرا آنٹی کا تھا۔ (آنٹی سب رنگ آپ کے لیے بنے ہیں..... ہر رنگ پہن سکتی ہیں آپ)

☆ مصنفہ رفاقت جاوید، اسلام آباد ... دور رائٹرز کو دیکھ کر شاکڈ رہ گئیں (بقول ان کے) پہلی رفعت سراج کہ ان کی سادہ اور دلچسپ گفتگو نے انہیں بہت متاثر کیا اور دوسرے عقیلہ حق کو سونے کے زیورات میں لدا پھندا اور سجا سنورا دیکھ کر انہیں بہت اچھا لگا بقول ان کے شادی کی تقریبات میں اسی طرح جانا چاہیے۔

☆ نزہت اصغر کو فل میک اپ میں پہلی دفعہ دیکھا جو ان پر بہت سوٹ بھی کر رہا تھا۔ (نزہت جی کبھی، کبھی پارلر جانے میں واقعی کوئی حرج نہیں ہوا کرتا)

☆ رمضان انکل بہت بڑا گفٹ لائے تھے۔ ڈبے کا سائز جہازی سائز کا تھا..... پتا نہیں اس میں کیا، کیا تھا۔

☆ فیس بک پر دولہا، دلہن کی تصویر سب سے پہلے شگفتہ شفیق نے ڈالی اور ولیمے کی تقریب میں سب سے زیادہ تصویریں بھی ہنستی مسکراتی شگفتہ شفیق نے ہی بنائیں۔ (اپنے موبائل سے)

☆ مصنفہ عطیہ عمر تو ہیں ہی خوش اخلاق مگر ان کے شوہر عمر فاروق بھی ہمیں بے حد خوش اخلاق لگے بلکہ وہ بھی ہمیں اپنی سہیلی کی طرح لگے۔ (ماشاءاللہ)

☆ سیونتھ اسکائی کی کونٹینٹ ہیڈ عامرہ شاہد بہت محبت سے ملیں وہ بار بار کن انکھیوں سے مجھے دیکھ رہی تھیں شاید میں انہیں بہت اچھی لگ رہی تھی (ماشاءاللہ)

☆ عمر ساس کا پہلا ایوارڈ اگر دیا جائے تو وہ سعدیہ رئیس جیت لیں گی۔ کالی ساڑی میں وہ قیامت لگ رہی تھیں۔

☆ عرشیہ جنید تبصرہ نگار جینس لگا کر آئی تھیں اور بہت پیاری لگ رہی تھیں۔

☆ ڈاکٹر ممتاز ضیا مستقل تبصرہ نگار قدرے کمزور لگیں۔ ان کو میں نے ہمیشہ شلوار قمیص میں دیکھا ہے اگر وہ کبھی ساڑی پہنیں تو بہت گریس فل لگیں گی (کوشش بھی ہیں مگر مزید لگیں گی)

☆ مصنفہ اختر شجاعت بیٹھی تو زنانے میں تھیں (یعنی خواتین کی ٹیبل پر) مگر ان کی نظریں مردانے میں اپنے میاں افتخار صاحب پر تھیں۔

☆ دولہا زیادہ تر اسٹیج پر ہی پائے گئے۔ ظاہر ہے اتنی پیاری دلہن کو اکیلا چھوڑ کر جانے کو ان کا دل نہیں چاہ رہا تھا۔

☆ کھانے میں فرائی مچھلی بہت اچھی تھی، ہمیں بھی اس کو چھوڑنے کو دل نہیں چاہ رہا تھا۔

☆ کھانا کھانے کے بعد چند خواتین کی لپ اسٹک ٹھوڑی تک آگئی تھی جن کے نام میں نہیں لکھ سکتی کہ میں دوستی میں کوئی دراڑ ڈالنے کے حق میں نہیں ہوں۔

☆ عظمیٰ آفاق کو اس دعا کے ساتھ اجازت دیجیے کہ خوشی کی تقاریب کی کوریج خوشیوں کے ساتھ لکھنے اور پڑھنے کی اللہ توفیق دے اور اللہ کا کرم ہمیشہ قائم رہے، آمین ثم آمین۔

☆☆☆

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

ابا کا گھر اور میں

تنزیلہ زاہرہ

جب بھی گھنگور گھٹائیں آسمان پر چھا کر آنے والی بارش کا پتا دیتی ہیں تو بہت سی بھولی بسری یادیں پھر سے میرے دل میں انگڑائی لینے لگتی ہیں۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ابا جس دم گھر میں داخل ہوتے، اماں جھٹ چارپائی سے اٹھ بیٹھتیں۔ جلدی سے بستر جھاڑتیں، تکیے الٹتیں پلٹتیں، چادریں ٹھیک سے بچھاتیں۔ کبھی ایک کمرے سے نکل کر دوسرے میں گھس جاتیں، دوسرے سے نکلتیں تو پہلے

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

میں جا گھستیں۔ گویا ہر طرح سے مصروف نظر آنے کی اپنی سی کوشش کرتیں۔ ابا سخت غصے والے تھے اور ان کا خیال تھا کہ عورتیں ہر دم کام کرتی اچھی لگتی ہیں۔

ابا کی شخصیت تھی بھی تو بہت بارعب..... یہ بات تقریباً ہر کوئی جانتا تھا۔ اماں، عمیر، عبید اور عزیر..... بس ایک میں ہی تھی جو اس بات سے بخوبی آگاہ ہوتے ہوئے بھی نظر انداز کر دیا کرتی کیونکہ میرے خیال میں تو میرے ابا دنیا کی سب سے بہترین شخصیت تھے۔

☆☆☆

ابا نے گھر کی تعمیر کا آغاز کیا تو خیال تھا کہ یہ قصبے کا سب سے خوب صورت گھر ہوگا۔ لڑکپن تو تھا وہ میرا..... لہٰذا میں بھی بے حد خوش کہ ہمارا ایسا شاندار گھر تعمیر ہو رہا ہے۔

اس روز بھی اسی طرح سے بوجھل گھرے بادل چھائے رہے مگر جب بغیر برسے گزر گئے تو میں نے ابا کو ایک مشورہ دیا۔

''ابا برآمدے کے دائیں جانب کونے پر ستون کے بجائے ایک دیوار بنوالیں تاکہ یہاں گودام کا اناج رکھنے کی محفوظ جگہ بن جائے اور بارشوں میں اناج کے گیلا ہونے کا خدشہ بھی نہ رہے۔ ورنہ جب بھی بادل پورب سے آئیں گے تو اس سمت کو گیلا تو کریں گے ہی.....'' مگر نہ جانے کیوں میرے یوں کہنے پر ابا ایک دم بپھر گئے تھے انہیں شاید یوں میرا مشورہ دینا ایک آنکھ نہ بھایا تھا۔

''ارے لڑکی تو نے کون سا یہاں رہنا ہے بھلا؟ کہو رہنا ہے تم نے اس گھر میں؟ ارے تم تو بیاہ کر پرائے گھر چلی جاؤ گی اور اِدھر تو بھئی عمیر رہے گا، عبید رہے گا اور عزیر رہے گا۔'' وہ نہایت غصے میں بولے تھے اور یوں لہک، لہک کر کہہ رہے تھے کہ گویا وہ ان کے لڑکے نہ ہوئے کسی غزل کے قافیے ہو گئے۔ میں تو بے حد سہم کر گم صم سی ایک طرف ہو گئی۔

''اور ہم رہیں گے ہم.....'' کچھ توقف کے بعد ان کی آواز پھر سے گونجی تھی۔

پھر اس روز کے بعد تو میں نے ابا کو کسی بھی بات میں اپنی رائے دینے کی کوشش نہیں کی۔

☆☆☆

وقت گزرا..... مہینے اور سال بیتے۔ عمیر اور عبید تعلیم حاصل کرنے کے لیے شہر گئے تو پھر وہیں کے ہو رہے..... اماں کے انتقال کے بعد میں بیاہ کر راشد کے گھر چلی گئی۔ عزیر بھی ملک سے باہر جا آباد ہوا مگر میں ابا کی خیریت دریافت کرنے اکثر میکے آجایا کرتی..... مگر اب ابا کی آنکھوں کی چمک ان کے نئے گھر کی طرح ماند پڑنے لگی تھی۔ میں اکثر دیکھتی کہ ابا دوپہر کو ستانے لیتے تو چپلوں سمیت ہی بستر پر لیٹ جاتے۔ پھر میرے توجہ دلانے پر کھسیا جاتے۔ یونہی ایک بار الماری میں اپنی عینک تلاش کرتے، کرتے غلطی سے میری عینک نکال لائے جو میں اکثر اخبار کے مطالعے کے دوران استعمال کیا کرتی تھی۔

''ابا یہ تو آپ نے میری عینک پہن لی ہے۔'' میں نے ابا سے آہستگی سے کہا۔

''ارے ہاں معلوم ہے مجھے..... پتا ہے مجھے کہ تمہاری عینک ہے یہ۔'' انہوں نے جھٹ سے عینک اتار دی۔ ''پتا ہے مجھے یہ کہ یہ تمہاری والی ہے..... پتا ہے مجھے۔'' وہ بار، بار ایک ہی جملے کی تکرار کرتے رہے..... غالباً وہ شرمندگی سے بچنے کے لیے یوں مجھ سے جھوٹ بول رہے تھے۔ مجھے ان کی حالت پر تھوڑا سا افسوس ہوا مگر میں خاموش رہی۔ ایک روز عزیر سے فون پر بات کرتے یونہی اس سے کہہ بیٹھے۔

''بیٹا تم تو خاصے مصروف رہتے ہو دل چاہتا ہے تمہیں دیکھنے کو..... ایسا کرو کسی روز مجھے ہی اپنے پاس بلالو۔ میں کچھ دن کے لیے تمہارے بیوی،

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.dramamovies.net

بچوں سے بھی مل جاؤں گا۔"

مگر عزیر کے پاس تو جواب پہلے سے موجود تھا۔ جھٹ سے کہنے لگا۔ "ابا یہاں تو پالا پڑتا ہے پھر پالا پڑتا ہے، تیسرا کوئی موسم نہیں ہوتا..... اور آپ سے تو ہلکی سی ٹھنڈ بھی برداشت نہیں ہوتی۔ یہاں آ کر تو آپ بیمار پڑ جائیں گے اس لیے بہتر ہے کہ آپ وہیں رہیں۔ میں بھی ٹائم نکال کر آ جاؤں گا....."

عزیر کا عذر قبول ہوا مگر اگلے کئی روز اس کے دیس کی ٹھنڈ ابا کی آہوں کی صورت ہمارے گھر کو سرد کرتی رہی۔ عزیر کہتا بھی تو درست تھا اس کے سفید براق ملک میں صرف پالا پڑتا تھا اور پھر پالا پڑتا تھا..... تیسرا کوئی موسم نہیں تھا۔

☆☆☆

راشد کی وفات کے بعد میں اپنے دو بچوں کے ساتھ میکے میں آ گئی تو ابا کسی حد تک مسرور نظر آ رہے تھے کیونکہ اس طرح انہیں اپنی تنہائی بٹتی نظر آتی تھی۔ مجھے یاد ہے کہ جب سسرال کے بجائے میں نے میکے میں رہنے کا فیصلہ ابا کو سنایا تو مجھ سے کہنے لگے۔

"ہاں نزہت، یہ تم نے بہترین فیصلہ کیا ہے۔ یہ گھر کل بھی تمہارا تھا اور آج بھی تمہارا ہے۔" مگر میں خاموش ہی رہی کیونکہ جانتی تھی کہ یہ گھر کس کا تھا مجھ سے بہتر بھلا کون جانتا؟

خیر اب تو ابا کی وفات کو بھی کتنے ہی برس گزر گئے ہیں..... میں اس گھر میں اپنے دو بچوں اور بوڑھے ملازم خیر دین اور اس کی بیوی کے ہمراہ رہتی ہوں۔ عمیر اور عبید کبھی کبھار چھٹیوں میں بچوں کو گھمانے یہاں لے آتے ہیں۔ عزیر البتہ کئی برس سے یہاں نہیں آیا۔

گو میں ان لوگوں میں سے نہیں جو پرانی یادیں سینت، سینت کر رکھتے ہیں مگر اب بھی جب کبھی گھنگور گھٹائیں امڈ، امڈ کر آتی ہیں اور میں برآمدے کے اس حصے میں ترپال ڈالنے کے لیے بھاگتی ہوں تو ابا کی آواز کہیں دور سے میرے کانوں میں گونجتی ہے۔

"ارے لڑکی تو نے یہاں کون سا رہنا ہے بھلا.....؟ کہو رہنا ہے تم نے اس گھر میں؟ ارے تم تو بیاہ کر پرائے گھر چلی جاؤ گی اور ادھر تو بھئی عمیر رہے گا۔ عبید رہے گا، عزیر رہے گا اور ہم رہیں گے ہم....."

مگر اس گھر میں نہ عمیر رہا، نہ عبید نہ عزیر..... اور نہ ہی ابا..... بس رہی تو نزہت..... جو کل بھی اس گھر کے لیے پرائی تھی اور آج بھی پرائی ہے..... شاید.....

غزل

اب تمنائے یار نہیں
کسی کا بھی انتظار نہیں
جو نگاہ سے اترے دل میں
ایسا کوئی سچا وفادار نہیں
ہوش سنبھالا تو یہ جانا
دنیا جھوٹی کوئی غمخوار نہیں
اس کی یاد اور ہم سودائی
دل نہ جانے کہ پیار نہیں
قانع ہوئے مقدر پہ
زندگی گل و گزار نہیں
نہ دیکھ پھر اپنی نظروں سے
خزاں رُت ہے بہار نہیں
نہ چڑھا غم کے چڑھاوے
دل ہے میرا، دربار نہیں
تو آئے اور ہم ہوں منتظر
ایسا ہوتا ہر بار نہیں
تیری شب وصال اور میرے حوصلے
جیت تیری میری ہار نہیں

کلام: فصیحہ آصف خان، ملتان

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdunovels.net

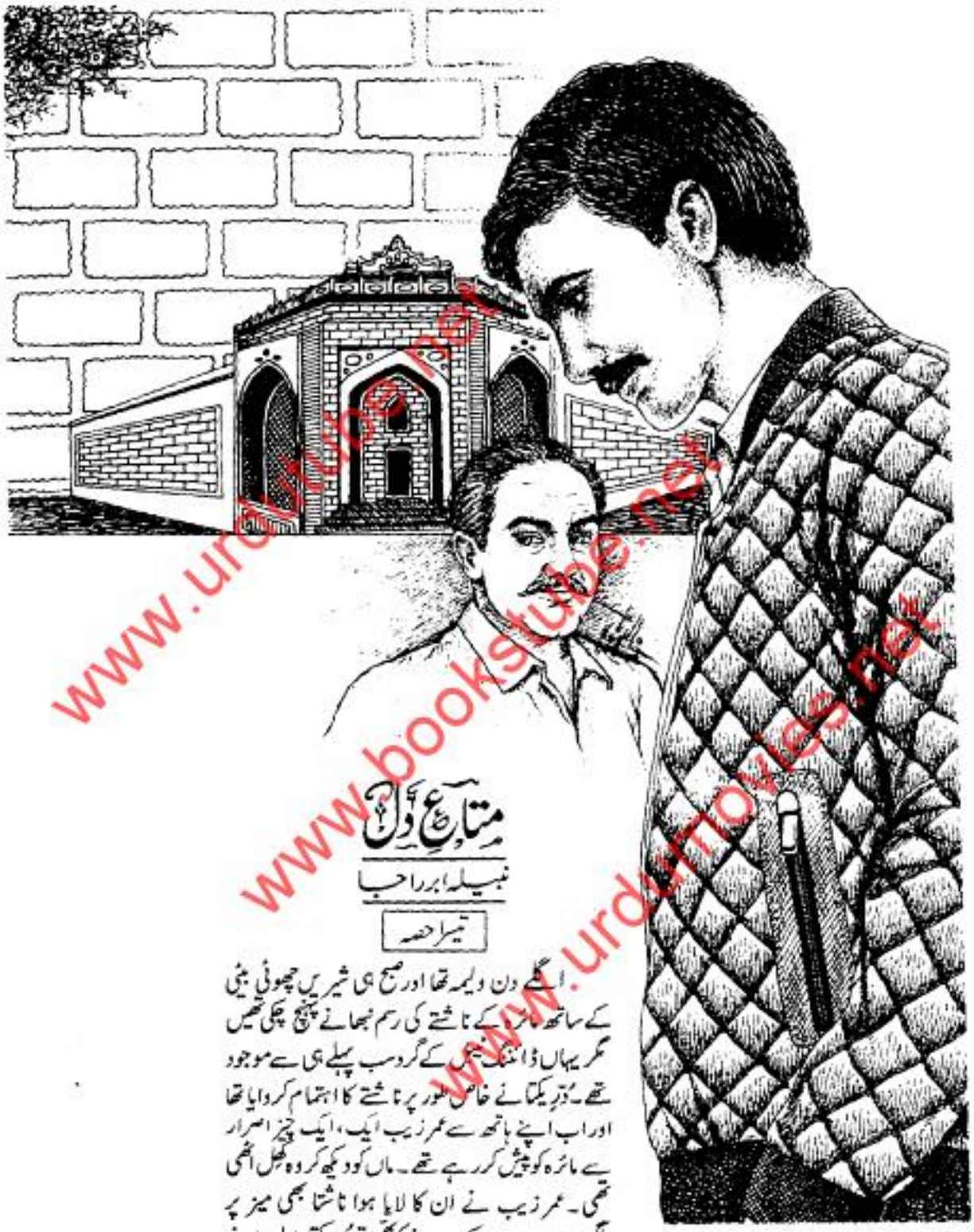

متاعِ دل

نبیلہ ابر راجا

تیسرا حصہ

اگلے دن ولیمہ تھا اور صبح ہی شیریں چھوٹی بیٹی کے ساتھ مائرہ کے ناشتے کی رسم نبھانے پہنچ چکی تھیں مگر یہاں ڈائننگ ٹیبل کے گرد سب پہلے ہی سے موجود تھے۔ دُرِ یکتا نے خاص طور پر ناشتے کا اہتمام کروایا تھا اور اب اپنے ہاتھ سے عمر زیب ایک، ایک چیز اصرار سے مائرہ کو پیش کر رہے تھے۔ ماں کو دیکھ کر وہ کھل اٹھی تھی۔ عمر زیب نے ان کا لایا ہوا ناشتا بھی میز پر لگوا دیا۔ دوپہر چونکہ ہونے کو تھی تو دُرِ یکتا پارلر جانے

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

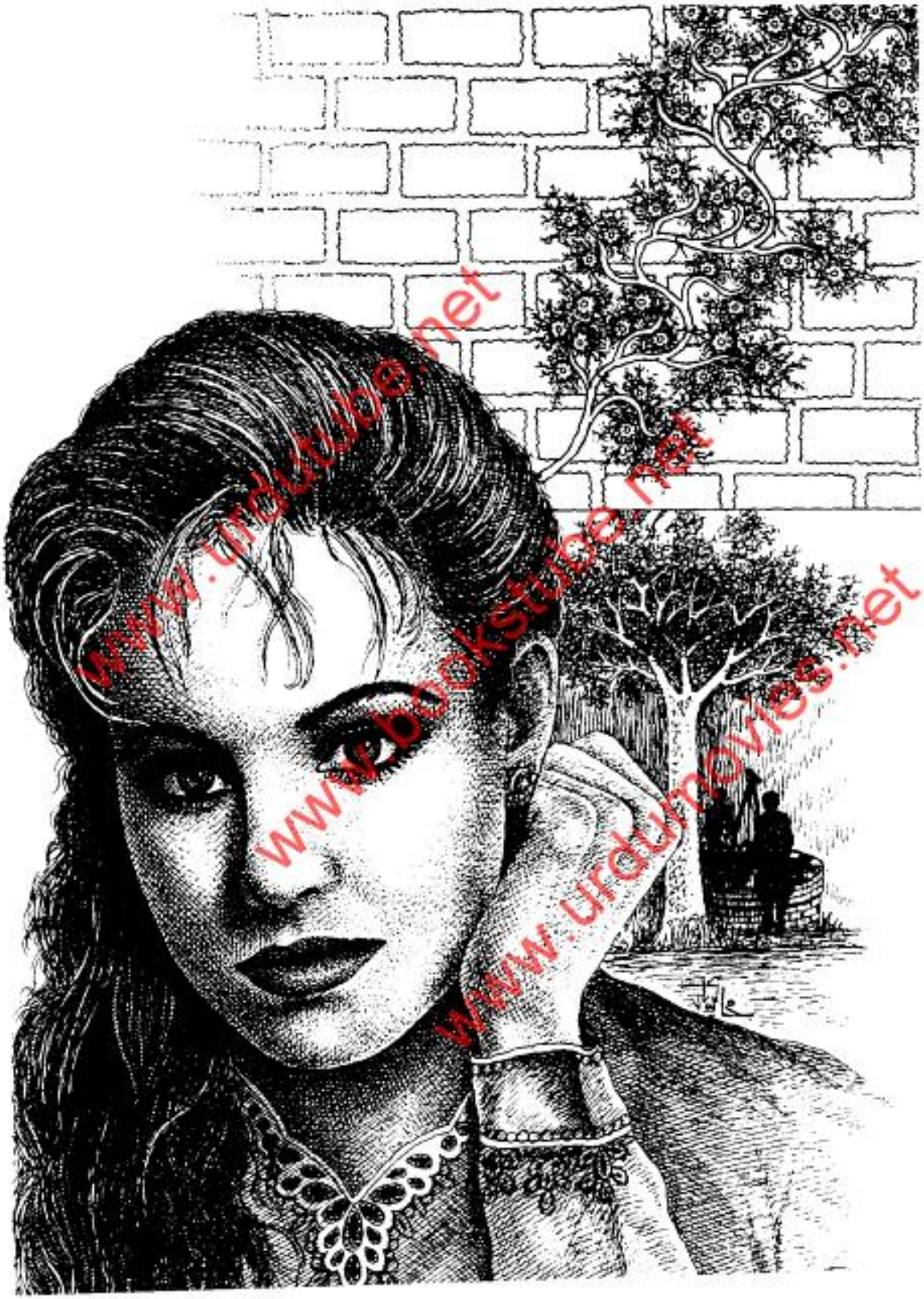

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

کے لیے مائرہ کی چیزیں اکٹھا کرنے لگی۔ ناشتے کے بعد مائرہ ماں اور بہن کے ساتھ باتوں میں لگ گئی اُدھر دُرِیکتا بھابی کے ساتھ پارلر جانے کے لیے تیار ہو رہی تھی۔ وہ تیار ہو کر اسے بتانے آئی تو مائرہ اپنی چھوٹی بہن اور شیریں تائی کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ رہی تھی۔ سامان پہلے سے ہی رکھوایا جا چکا تھا اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کے سامنے ہی گاڑی اب گیٹ سے نکل رہی تھی۔ وہ حیرت سے اُدھر ہی دیکھے جا رہی تھی۔ مائرہ بھابی کو اچھی طرح پتا تھا کہ وہ ان کے ساتھ جائے گی پھر بھی وہ بغیر بتائے اپنی ماں اور بہن کے ساتھ چلی گئیں۔ اسے عجیب سا دکھ ہوا کیونکہ پپا نے بھی کہا تھا کہ تم اپنی بھابی کے ساتھ چلی جانا خیر اس کے پاس اس وقت اتنا ٹائم نہیں تھا کہ وہ سوچ کے کڑھتی۔ شادی والا گھر تھا سو کام تھے اور اسے ہی سب کچھ دیکھنا تھا۔

☆☆☆

مائرہ کل سے بڑھ کر آج حسین لگ رہی تھی۔ اس کے برابر بیٹھا شاہ زیب بار، بار اسی کو دیکھ رہا تھا۔ دل چاہ رہا تھا کہ اس کا نقش، نقش دل میں اتار لے۔ وہ ایسا ہی پاگل، دیوانہ تھا۔ پوری تقریب کے دوران وہ ایک بار بھی اس کے پاس سے نہیں ہٹا۔ دوست احباب، ملنے جلنے والے خود ہی آ کر مبارک باد دیتے رہے جنہیں وہ مسکرا، مسکرا کر خوشی سے وصول کرتا رہا۔ شیریں بڑی مسرور تھیں۔ انہیں اب یقین ہو گیا تھا کہ مائرہ ساری زندگی اپنے شوہر کے دل و دماغ پر حکمرانی کرے گی۔ اسے ناز و انداز کے ایسے جال میں جکڑ کے رکھے گی کہ وہ کاٹھ کا الو بن کے ہر بات پر ہاں، ہاں ہی کرے گا۔

☆☆☆

''مائرہ اٹھ بھی جاؤ ناں جان! کافی ٹائم ہو گیا ہے۔ اب تو پپا بھی آفس کے لیے جا چکے ہوں گے۔ مجھے بات کرنی تھی ان سے تم نے جگایا ہی نہیں مجھے۔'' اس نے جھک کر مائرہ کے ساتھ خوب صورت سی شرارت کر دی۔ وہ زلفیں سنبھالتی ایک جھٹکے سے اٹھی اور اس سے قدرے دور ہو گئی۔ اپنی خوشی میں وہ محسوس ہی نہ کر سکا کہ مائرہ کے چہرے پر بیزاری سی ہے۔

''کیسے جگاتی میں آپ کو؟ روز لیٹ سوتی ہوں، سکون کی نیند کو ترس گئی ہوں۔ آپ مجھے سونے ہی نہیں دیتے۔'' اب کی بار اس نے غصہ نہیں چھپایا۔

''پورا دن ہوتا ہے تمہارے پاس آرام سے سویا کرو۔'' وہ مزے سے بولا تو مائرہ چپل پہن کر باتھ روم چلی گئی دروازہ زور سے بند کیا جو اس کے غصے کا واضح اظہار تھا۔

مائرہ ٹھیک کہہ رہی تھی شاہ زیب نے اس کی صورت میں نئی دنیا دریافت کی تھی۔ اپنے جذبات کے اظہار میں وہ کسی قسم کی کنجوسی نہیں کرتا تھا۔ دل یہی کرتا تھا کہ مائرہ ہر وقت اس کے پاس رہے۔ دُرِیکتا کالج اور عمر آفس چلے جاتے۔ وہ دونوں بہت دیر سے جاگتے۔ فی الحال کالج سے بھی چھٹیاں ہی ہوئی تھیں۔

☆☆☆

مائرہ، شاہ زیب کے ساتھ میکے آئی ہوئی تھی۔ دو دن وہ اس کے ساتھ گاؤں میں ہی رہا۔ عمر زیب کی کال آئی تو واپس گیا۔ انہیں کوئی کام تھا ورنہ وہ مائرہ کے ساتھ ہی واپس آتا۔ باسط کے باہر جانے کے انتظامات مکمل ہو گئے تھے۔ وہ گاؤں شیریں خالہ سے ملنے آیا ہوا تھا، مائرہ بھی اُدھر ہی موجود تھی۔ وہ اس کا سامنا کرنے سے کترا رہا تھا پر ہونی ہو کر رہی وہ اس وقت اس کے سامنے بیٹھی تھی۔ مشہور ڈیزائنر کا.... سوٹ زیب تن کیے، خوب صورت جیولری سے آراستہ، ہلکا پھلکا میک اپ کیے وہ روزِ اول کی طرح ہی اسے اپنی رسائی سے بہت دور لگ رہی تھی۔ باسط کو اندر کہیں زیاں کا شدید احساس ہوا۔ وہ اس سے تفصیلات پوچھ رہی تھی کہ کہاں جا رہا ہے، کیا جاب ہے وغیرہ وغیرہ۔ وہ ہوں ہاں کرتا رہا۔

''باسط تم ٹھیک طرح بات کیوں نہیں کر رہے..... کیا ہوا ہے؟''

''اور کیسے بات کروں؟'' الٹا اس نے مائرہ سے سوال کر دیا۔

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

''تم کھوئے، کھوئے سے ہو جیسے تمہارا ذہن کہیں اور ہو۔''

''جو شخص اپنی محبت کو کھو دے وہ کھویا، کھویا سا نہ ہو تو کیا ہو؟'' باسط کا لہجہ بہت کاٹ دار تھا۔ ''تمہارا شوہر بہت خوش قسمت ہے مائرہ لیکن مجھے بتاؤ مجھ میں کیا کمی تھی جو شیریں خالہ نے شاہ زیب کو مجھ پر فوقیت دی۔ اچھے کھاتے پیتے گھرانے سے تعلق ہے پڑھ لکھ کر اپنا مستقبل بنا سکتا ہوں۔ صحت مند ہوں، اچھی شکل صورت ہے۔ کوئی چھیل چھبیلا کالج بوائے نہیں ہوں۔'' آخر میں باسط کا لہجہ بہت عجیب سا ہو گیا۔ مائرہ اس کی بات کی تہ میں چھپے مفہوم تک پہنچ گئی تھی اور اس کے چہرے پر سرخی آ گئی تھی۔ باسط ایک مکمل مرد نظر آ رہا تھا اور اس کی سوچ بھی مردوں والی تھی۔ ایک شاہ زیب تھا جسے موج مستی اور ہلے گلے سے ہی فرصت نہیں تھی۔ رومانس کے سوا اسے کچھ نظر ہی نہیں آتا تھا۔ بیٹھے بٹھائے سب مل رہا تھا اسے ہاتھ پیر ہلانے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ باسط کی نگاہوں میں کیسی حسرت اور یاس تھی... جانے کیوں مائرہ کو وہ حسرت اور یاس سے بھری نظر بہت اچھی لگ رہی تھی۔ کہیں اندر تک پنجے گاڑ رہی تھی۔

☆☆☆

رات کے پُرسحر سناٹے میں وہ پوری طرح مائرہ کی طرف متوجہ تھا..... پر اس کا دھیان کہیں اور تھا۔ وہ مائرہ کی چوڑیوں کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کر رہا تھا جب اس نے اپنی کلائی پیچھے کی۔

''شاہ زیب آپ چچا کے ساتھ آفس جانا شروع کر دیں وہ اب بوڑھے ہو رہے ہیں۔ آپ کا بھی فرض بنتا ہے کہ ان کا بوجھ بانٹیں۔ شادی شدہ ہیں آپ کب تک اخراجات کے لیے ان سے مانگتے رہیں گے۔ مجھے اچھا نہیں لگتا جب وہ ہر ماہ آپ کو چیک دیتے ہیں کہ کیش کروا لو۔ کاروبار اور ہر چیز میں آپ بھی حصے دار ہیں، حق بنتا ہے آپ کا ہر چیز پر اور آپ ہیں کہ بھیک منگوں کی طرح ہر چیز ان سے مانگتے ہیں۔'' مائرہ جانے کیا باور کروانا چاہ رہی تھی پر اس کا آخری جملہ سن کر شاہ زیب کو غصہ آ گیا۔

''میں بھیک منگا نہیں عمر زیب کا بیٹا ہوں۔''

''آپ بھیک منگے ہیں اگر مالک ہوتے تو ان کے محتاج نہ ہوتے۔ عمر چچا پوری جائداد، کاروبار اور بینک بیلنس کے مالک ہیں۔ انہوں نے ہر چیز کا اختیار اپنے پاس رکھا ہے۔ آپ کے پاس کیا ہے مجھے بتا سکتے ہیں؟'' وہ طنزیہ انداز میں ایک، ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے اٹھ کر بیٹھ گئی۔ شاہ زیب کا رومانوی موڈ غارت ہو چکا تھا۔

''میں مالک ہوں ہر چیز کا۔''

''کیسے؟'' جواباً وہ بے بسی سے اسے دیکھ کر رہ گیا۔

''ہاں، ہاں بولیں ناں کس طرح مالک ہیں آپ؟'' مائرہ کی نگاہیں اسے برے کی طرح چھید رہی تھیں۔

''میں مالک ہوں بیٹا ہوں پپا کا۔'' وہ جھنجلا سا گیا۔ مائرہ ہنسنے لگی۔ کاٹ دار ہنسی۔

''آپ بیٹے ہیں مالک نہیں ہیں۔ ٹھیک ہے چچا نے آپ کو ہر قسم کی سہولت دی ہے۔ شادی پر جی بھر کے فضول خرچی کی ہے پر مالک چچا ہی ہیں سب جائداد کے کیونکہ وہ بااختیار ہیں آپ کو دیتے ہیں آپ سے لیتے نہیں ہیں۔''

''میں پھر کیا کروں مائرہ؟'' وہ مدد طلب نگاہوں سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ مائرہ کے لبوں پر پُراسرار مسکراہٹ آ گئی۔ اتنے عرصے میں پہلی بار اس نے عقل مندی کی بات کی تھی۔

''آپ اس طرح کریں کہ صبح سے آفس جانا شروع کر دیں۔ چچا کو دیکھیں اور سمجھیں کہ وہ کس طرح کام کرتے ہیں۔ جب آپ نے آفس ورک اور اسٹاف کے مزاج کو جان لیا تو باقی پھر سوچیں گے کہ کیا کرنا ہے فی الحال آپ سو جائیں کیونکہ آفس بھی جانا ہے۔'' سچ مچ شاہ زیب بڑی سعادت مندی سے تکیہ ٹھیک کرتے ہوئے لیٹ گیا۔

مائرہ نے اس کے سونے کے بعد اس کی طرف سے کروٹ بدل لی۔ شیریں نے یہی کہا تھا کہ شاہ زیب کو آفس جوائن کرنے کے لیے کہو۔ انہوں نے

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

اسے آنے والے وقت سے ڈرا دیا تھا۔ سب کچھ عمر کے ہاتھ میں تھا۔ شاہ زیب کو بھی با اختیار ہونا چاہیے۔ ایسا تبھی ممکن تھا اگر وہ آفس جانا شروع کر دیتا اور کام کو سمجھتا پھر باقی کے مراحل بھی آسان ہو جاتے تھے۔

مائرہ بھی آنکھیں بند کر کے سونے کی کوشش کرنے لگی لیکن خیالوں کی رو بہک کر باسط کی طرف چلی گئی۔ وہ پاکستان سے جا چکا تھا پر اس کے خیالوں سے نہیں جا پا رہا تھا۔ اسے باسط سے آخری ملاقات اور اس کی یاس بھری گہری نگاہیں اور ان میں اس کے حصول کی طلب سب اچھی طرح یاد تھا۔ اس کا مطلب ہے وہ اسے نہیں بھولا تھا۔ کیسا چھا جانے والا اور اپنی منوانے والا مرد لگ رہا تھا وہ اور ایک یہ شاہ زیب۔ اس نے اپنے پہلو میں سے سوئے ہوئے شاہ زیب کو دیکھا۔ اس کی انگلی پکڑ کے چلنے والوں میں سے تھا۔ کوئی انا، کوئی خودداری، کوئی عزت نفس ہی نہیں تھی اس میں۔ بس بیوی کی جوتیاں سیدھی کرنے میں سکون ملتا تھا اسے۔ شاہ زیب کا بس چلتا تو ساری عمر مائرہ کے گھٹنے سے لگ کے بیٹھا رہتا۔

''ہونہہ۔'' مائرہ نے سر جھٹکتے ہوئے اس کی طرف سے نظر ہٹائی اور سونے کی کوشش کرنے لگی۔

☆☆☆

طاہر لغاری کے سینے میں ہلکا سا درد اٹھا پر انہوں نے نظر انداز کر دیا اور یوں آئندہ آنے والے دنوں میں ان کی طبیعت زیادہ خراب ہوئی۔ ہنگامی حالت میں انہیں اسپتال لے جایا گیا۔ ڈاکٹرز نے انجائنا بتایا۔ اشعر لغاری تک فوراً یہ اطلاع پہنچی تھی۔ اس نے اسی میں عافیت جانی کہ پپا کے پاس فوراً لوٹ آئے۔

ہفتہ دس دن میں طاہر لغاری صحت یاب ہو کر گھر آ گئے۔ ان کے ڈسچارج ہونے کے کچھ دن بعد اشعر بھی پاکستان پہنچ گیا۔ جب اس نے یہ بتایا کہ وہ پکا، پکا ان کے پاس آ گیا ہے تو انہوں نے اپنے اندر نئی توانائی رگ و پے میں دوڑتی محسوس کی۔ یوں لگتا تھا وہ کبھی بیمار ہوئے ہی نہیں تھے۔ اشعر نے واپس آ کر مستقبل کی منصوبہ بندی کا آغاز کر دیا تھا۔ کرمنالوجی کی اعلیٰ ڈگری اور اس فیلڈ میں کچھ تجربہ بھی اس کے پاس موجود تھا سو اسپیشل کرائم برانچ میں جاب ملنے میں کوئی پریشانی نہیں ہوئی۔ وہ جوائن کر چکا تھا۔ طاہر لغاری نے کہا کہ کسی دن وقت ملے تو عمر انکل سے مل آؤ اس نے غائب دماغی سے سر ہلا دیا تھا۔

☆☆☆

شاہ زیب نے عمر کے ساتھ آفس جانا شروع کر دیا تھا۔ انہیں بہت اچھا لگا تھا کہ وہ اپنی ذمے داریوں سے آگاہ ہو رہا ہے۔ وہ اسے اپنے پاس بٹھا کر کاروباری اسرار و رموز کی بابت بتاتے۔ اسی طرح کرتے کراتے اس نے پہلا ماہ بڑے آرام سے گزار لیا تھا۔ آفس آ تو جاتا تھا پر تھوڑی، تھوڑی دیر بعد مائرہ کو فون کیا کرتا۔

''کیا کر رہی ہو؟ کیا سوچ رہی ہو؟ کچھ کھایا ہے کہ نہیں؟ مجھے مس کیا کہ نہیں اور اپنا خیال رکھنا میں شام کو جلدی آؤں گا پھر باہر چلیں گے۔'' اس کی گفتگو روزانہ اسی قسم کی ہوتی۔ گھر واپسی پر تو وہ جیسے پھر مائرہ کا سایہ ہی بن جاتا۔ اسے ایک پل کے لیے بھی دور نہ ہونے دیتا وہ روٹھتی، نخرے کرتی اور وہ ہاتھ جوڑ کر مناتا۔

☆☆☆

باسط اپنی منزل پر پہنچ چکا تھا۔ اس کے دوست نے روانگی سے قبل ایک بند پیکٹ میں کچھ سامان اس کے سپرد کیا تھا کہ ''یہ ائرپورٹ پر اترتے ہی تم نے ایک شخص کے حوالے کرنا ہے۔'' اس شخص کا حلیہ، عمر، نام وغیرہ اور اس طرح کی دیگر معلومات اسے مل گئی تھیں۔ وہ شخص اسے ائرپورٹ سے باہر نکلتے ہی مل گیا تھا۔ وہی شخص باسط کو اس کی رہائش گاہ تک اپنی گاڑی میں بٹھا کے لایا تھا۔ وہاں باسط جیسے تین اور نوجوان بھی تھے۔ باسط کو اب ان کے ساتھ ہی رہنا تھا۔ ائرپورٹ پہ جو شخص باسط کو ملا تھا اس کا نام اسد گردیزی تھا۔ اسے رہائش گاہ تک پہنچا کر جانے سے قبل اس نے پھولا ہوا ایک خاکی لفافہ باسط کے سپرد کیا۔

''پھر جب کام ہو گا تمہارے پاس آؤں گا فی الحال

www.urdumovies.net
www.bookstube.net
www.urdunovels.net

لائف انجوائے کرو۔'' اس نے باسط کے کندھے پر دوستانہ انداز میں ہاتھ رکھا۔ باسط کی نگاہ پھولے ہوئے خاکی لفافے پر تھی۔ اس کا دل دھڑک رہا تھا جانے اس خاکی لفافے میں کیا تھا۔ اس کی آنکھوں میں لکھا سوال اسد گردیزی نے بھی پڑھ لیا۔

''یہ تمہاری خدمت کا معاوضہ ہے جو تم نے ہمارے لیے سرانجام دی ہے۔''

''مگر میں نے تو کوئی کام نہیں کیا۔'' وہ الجھن بھرے انداز میں اسے اب بھی دیکھ رہا تھا۔

''کام تو تم نے کیا ہے اور اتنی خوبی سے کیا ہے کہ میں بھی داد دینے پر مجبور ہو گیا ہوں۔ جو پیکٹ تم نے مجھے دیا ہے وہی تو تمہاری خدمت ہے اور جو میں نے اس کے عوض تمہیں دیا وہ تمہارا حق۔ اب چلتا ہوں پریشان مت ہو۔ باقی باتیں تمہارے ساتھ رہائش پذیر لڑکے بتا دیں گے پھر بھی کوئی مشکل یا پریشانی ہو تو مجھے کال کر لینا یہ میرا نمبر ہے۔ اب میں چلتا ہوں۔''

حیران پریشان کھڑے باسط کے ہاتھ پر اسد نے ایک کارڈ رکھا اور پھر گاڑی میں بیٹھ گیا۔ باسط نے ہاتھ میں پکڑا کارڈ غور سے دیکھا۔ اس میں اسد کا نام اور دو سیل نمبر درج تھے۔ اس نے کارڈ اپنی پینٹ کی جیب میں ٹھونس دیا۔ اسے خاکی لفافے کو دیکھنے کی جلدی تھی مگر کمرے میں موجود تینوں لڑکے اس سے تعارف کے منتظر تھے۔ وہ بادل ناخواستہ ان کے ساتھ بیٹھ گیا۔ اس نے شکر کیا جب وہ سب ایک، ایک کر کے وہاں سے اٹھے اور سونے کے لیے گئے۔ تنہائی پاتے ہی باسط نے خاکی لفافہ کھولا۔ اندر کرارے امریکن ڈالرز بھرے ہوئے تھے۔ اس کی تو آنکھیں ایسے خیرہ ہوئیں جیسے کوئی خزانہ دیکھ لیا ہو۔ اس نے ایک، ایک کر کے تمام نوٹ گنے۔ از سرِ نو اس نے یہی عمل پھر دوہرایا۔ یہ رقم بہت زیادہ تھی اس نے پاکستانی روپوں میں لفافے میں موجود ڈالرز کا حساب لگایا تو خوشی سے چہرہ چمک اٹھا۔

اس کے خوابوں کے پہلے پڑاؤ میں ہی اسے ناقابلِ یقین کامیابی ملی تھی۔ اس طرح تو محض چند ماہ میں ہی اس نے خوشحال ہو جانا تھا۔ دنیا کی ہر آسائش اس کے قدموں تلے ہونے کو تھی۔

باسط نے وہاں کے طور طریقے جان کر بہت جلد ہی پیسے پاکستان بھیجے تھے۔ بینا کے ہاتھ میں جب پیسے آئے تو اس نے سوالیہ نگاہوں سے اپنے مجازی خدا حمزہ احمد کی طرف دیکھا۔

''اپنے باسط نے بھیجے ہیں پورے ایک لاکھ بیس ہزار ہیں گن لو۔ رات اس کا فون آیا تھا کہ اگلی بار اس سے بھی زیادہ بھجواؤں گا۔''

''کیا اتنے زیادہ پیسے؟'' بینا کے ہاتھ لرزنے لگے۔

''ہاں اسے بہت اچھی نوکری مل گئی ہے۔ ہمارے تو نصیب کھل گئے ہیں۔ اس کے دوست نے کافی اس کا ساتھ دیا دیکھو کتنی اچھی نوکری دلائی ہے۔''

''میرا بیٹا چھوٹی عمر سے ہی روزگار اور نوکری کے چکر میں پڑ گیا ہے، اس کی عمر کے باقی لڑکے بے فکری سے گھومتے پھرتے ہیں۔ ایک میرا باسط ہے پردیس کی خاک چھان رہا ہے۔'' بینا کے آنسو نکل آئے تھے ان آنسوؤں میں ممتا اور پیار تھا اور باسط کی جدائی کا غم بھی۔

''ارے نیک بخت کیوں روتی ہو شکر کرو کہ بیٹا کماؤ پوت ہو گیا ہے۔ ہمارا بھی خاندان میں نام ہو گا، عزت ہو گی۔ یہاں تو جس کے پاس ڈھیروں روپے ہو۔ اسی کی ڈھیروں عزت ہوتی ہے۔'' ان کی بات پر بینا سر ہلا کر رہ گئی اور آنسوؤں کی نمی دوپٹے میں ہی جذب کر لی۔

☆☆☆

''جان۔'' مائرہ کا بچہ مخصوص لگاوٹ میں ڈوبا ہوا تھا۔ شاہ زیب ہزار جان سے فدا ہو گیا اور بڑے پیار سے اسے تکنے لگا۔

''کیا بات ہے سوئٹ ہارٹ؟''

''میں کچھ سوچ رہی تھی۔''

''کیا.....؟''

''میں آپ کے بارے میں سوچ رہی تھی کہ کتنی محنت کر رہے ہیں میرے لیے۔'' مائرہ نے اپنا سر اس کے سینے پر رکھ دیا۔ وہ اس کے پیار کے نشے میں سرشار ہو رہا تھا۔ سکون و طمانیت انگ، انگ میں دوڑ رہی

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

تھی۔ اپنی محبوب بیوی کی ذرا سی توجہ، محبت اور خیال اسے نہال کر دیتا تھا۔

''لو میں کون سی ایسی خاص محنت کر رہا ہوں تمہارے لیے۔''

''محنت ہی تو کر رہے ہیں، آپ نے آرام و آسائش میں زندگی گزاری ہے اور میں نے آپ کو اپنی ذمے داریوں کا احساس دلا دیا..... آپ نے آفس جانا شروع کر دیا حالانکہ یہ آپ کے مزاج میں نہیں تھا۔'' مائرہ کا لہجہ محبت میں شرابور تھا۔

''تو اچھا ہوا ناں مجھے بھی زندگی کی مشکلات کا احساس ہوا ہے اور تم تو میرے ذمے داری ہو سوئٹ ہارٹ تمہارے لیے میں کچھ بھی کر سکتا ہوں یہ تو عام سا کام ہے۔''

''شاہ زیب میں آپ کو تارے توڑ کے لانے کے لیے نہیں کہوں گی مگر آپ فیوچر کی فکر بھی کریں ساری زندگی ہم نے دو تو نہیں رہنا، ہمارے بچے بھی ہوں گے ان کی سو ضروریات ہوں گی۔'' اب وہ محبوبہ کی جگہ ناصح لگ رہی تھی۔

''جب بچے ہوں گے تو دیکھا جائے گا ان کی ضروریات بھی پوری ہوتی رہیں گی۔ تم فکر مت کرو۔'' اس نے پیار سے مائرہ کے ماتھے پر آئے بال پیچھے کیے۔

''شاہ زیب میں اپنے ہونے والے بچوں کو دنیا کی ہر سہولت و آسائش دینا چاہتی ہوں۔'' وہ بولتے، بولتے اٹھ کر بیٹھ گئی اور ذرا دیر بعد پھر گویا ہوئی۔ ''ان آرام و آسائش کے لیے ضروری ہے کہ آپ کے پاس بھی کچھ ہو میرا مطلب ہے کوئی پراپرٹی، بینک بیلنس تاکہ ہم اپنی مرضی سے سب کچھ استعمال کر سکیں نا کہ... کسی اور سے مانگیں۔''

''سب کچھ میرا ہی تو ہے اور جو چیز میری ہے وہ ظاہر ہے میرے بچوں کی بھی ہے۔'' شاہ زیب نے اس کی بات درمیان سے کاٹ دی مگر وہ ہار ماننے والوں میں سے نہیں تھی۔

''شاہ زیب آپ جائداد میں سے اپنا حصہ طلب کریں۔'' اس نے بہت نارمل انداز میں یہ بات کہی تھی جیسے اس کی کوئی خاص اہمیت نہ ہو مگر شاہ زیب اپنے آپ میں بے چینی محسوس کر رہا تھا۔ وہ لیٹے سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔

''ایک دن سب میرا ہی ہوگا۔'' اس نے کمزور سے لہجے میں ہلکا سا سنبھالا لینے کی کوشش کی تھی۔

''اب آپ شادی شدہ ہیں۔ عمر چچا کو اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ آپ کی ایک بیوی ہے، ایک لائف ہے۔ میرا بھی جی چاہتا ہے کہ میرا شوہر مالک و مختار ہو۔ اس جائداد میں آپ اپنا حصہ مانگیں اور جب مل جائے تو الگ سے اپنا کاروبار شروع کریں کیونکہ ابو کہتے ہیں کہ عمر چچا وقت کے ساتھ بالکل بھی نہیں بدلے وہ ابھی تک فرسودہ طریقے سے کاروبار کر رہے ہیں لوگ کہاں سے کہاں پہنچ گئے ہیں پر ان کا انداز نہیں بدلا۔ آپ جوان ہیں آپ کے پاس نئی سوچ اور نئے آئیڈیاز ہیں۔ دیکھیے گا آپ جب اپنا بزنس شروع کریں گے تو کیسے کامیابی آپ کے قدم چومے گی۔ میرے سب خواب ایک، ایک کر کے حقیقت بن جائیں گے۔ بس آپ ذرا ہمت تو کریں۔'' وہ اسے جوش دلا رہی تھی۔ سنہرے روپہلے خوابوں کی وادی کی سیر پر مجبور کر رہی تھی۔ سچ مچ شاہ زیب کو اپنے آپ میں تازگی و سرمستی محسوس ہونے لگی۔ اس کے الفاظ کی انگلی پکڑے، پکڑے وہ کہاں سے کہاں پہنچ چکا تھا اپنا بزنس، اپنا آفس، اپنا اسٹاف، اپنی مرضی، اپنا حکم، ہر چیز پر اپنا اختیار، اپنی مرضی سے زندگی گزارنے کا گولڈن چانس۔

کتنا خوب صورت ہوتا ہے یہ سب کچھ اپنی مرضی اور اپنے اختیار کا تصور ہی کتنا سرور آگیں تھا۔ جو بات وہ پہلے سوچ بھی نہیں سکتا تھا اب بڑے آرام سے پلان کر رہا تھا۔ در پردہ مائرہ کا بڑھاوا اور مدد بھی شامل تھی۔ اس نے پپا سے بات کرنے کے لیے خود کو تیار کر لیا تھا۔

مائرہ نے اس کے دماغ میں ڈال دیا تھا کہ سب کچھ تمہارا ہے جو چیز تمہاری ہے اس کا مطالبہ کرنے میں کوئی شرم کی بات نہیں ہے۔ اب تو اس کے ذہن نے کچھ عجیب، عجیب سی باتیں بھی سوچنا شروع کر دی

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

تھیں۔ جن کا حقیقت سے کوئی واسطہ نہیں تھا۔

☆☆☆

مائرہ نے سوئے ہوئے شاہ زیب کے چہرے سے نگاہ ہٹالی۔ درحقیقت وہ دل میں بہت مسرور تھی۔ جو بات وہ شاہ زیب کے دماغ میں ڈالنا چاہ رہی تھی وہ اس نے ڈال دی تھی۔ اب اس نے اپنا کام بخوبی کرلیا تھا۔ بس وقت اور سامنے آنے والے نتائج کا انتظار کرنا تھا اور یہ انتظار زیادہ طویل نہیں تھا۔ شاہ زیب تو اس کے ہاتھ میں کٹھ پتلی کی طرح تھا وہ جب چاہتی ڈور ہلاتی اور وہ اشارے پر حرکت شروع کردیتا۔ یہ خوشی ہی کتنی بڑی تھی کہ اس کا شوہر اس کی ہر بات مانتا تھا، اس کی جی حضوری اور خوشنودی ہی اس کے لیے اہم تھی۔ پر جانے کیوں پھر بھی وہ دل سے خوش نہیں ہو پاتی تھی۔ یوں جیسے وہ اس کا شوہر نہیں بلکہ غلام ہے، بے دام کا غلام۔ اسے شاہ زیب کی شخصیت میں عجیب سا خلا محسوس ہوتا جیسے خود اس کی اپنی کوئی بھی انفرادی شخصیت و کردار نہ ہو۔ مائرہ جو کہتی وہ وہی کرتا۔ اس کی کہی بات سے وہ انحراف کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ وہ کتنی غلط باتیں بعض اوقات اسے ماننے پر مجبور کرتی اور وہ بلا چون و چرا مان لیتا ایسے جیسے یہ اس کا فرض ہو۔ وہ اگر کسی بھی فضول اور بے معنی بات پر ناراض ہوجاتی تو وہ منتیں کرکر کے اسے مناتا۔ ہاتھ تک جوڑ دیتا، بچوں کی طرح کان پکڑتا۔ یہ سب دیکھ کر مائرہ کو اور بھی آگ لگتی۔ تن من جھلسنے لگتا۔ دور، دور تک پچھتاوؤں کی خاک اڑتی اور اس گرد و غبار میں سے رفتہ، رفتہ ایک چہرہ نمایاں ہو کے سامنے آتا۔ یہ چہرہ یہ نقش اس کے جانے پہچانے تھے۔ یہ چہرہ یہ نقش باسط کے تھے۔ جس کے چہرے کے تاثرات میں ایک، ایک نقش میں مردانگی و کرختگی تھی۔ اپنی منوا لینے کا عزم تھا، جنون تھا۔ وہ اپنی عمر سے زیادہ میچورڈ اور باشعور تھا۔ اس کی شخصیت ایک مکمل اور بھرپور مرد کی عکاس تھی۔ مائرہ نہ چاہتے ہوئے بھی اس کے بارے میں سوچتی تھی۔

شاہ زیب کبھی، کبھی اسے کسی خوف زدہ بچے کے مانند لگتا جو بھرے میلے میں اپنوں سے بچھڑ گیا ہو اور اب تلاش کرتا پھر رہا ہو۔ اس تلاش میں ہر نظر آنے والے چہرے میں سہارا اور تحفظ ڈھونڈ رہا ہو، پناہ مانگ رہا ہو۔ شاہ زیب کی شخصیت کے اس رخ پر مائرہ کو کبھی، کبھی بہت حیرت ہوتی تھی۔ اس کی ایک وجہ شاید عائلہ چچی کی وفات ہو۔ کیونکہ اس نے بڑوں سے سنا تھا کہ شاہ زیب چھوٹا سا تھا جب عائلہ چچی فوت ہوئیں۔ اس محرومی اور اس خلا کو وہ شاید آج تک پُر نہیں کرپایا تھا حالانکہ مائرہ نے یہ بھی سنا تھا کہ عمر چچا کی دوسری بیوی بھی بہت اچھی تھیں خیر اس نے سر جھٹک کر ان سوچوں سے پیچھا چھڑانے کی کوشش کی کیونکہ وہ اس بارے میں جتنا سوچتی اسے غصہ آتا اور اس غصے کا مرکز شاہ زیب کی ذات ہوتی۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ اس سے فی الحال کوئی لڑائی جھگڑا کرے کیونکہ اس نے خود ہی شاہ زیب کو مطلوبہ نتائج کے لیے طاقت اور ہمت فراہم کرنا تھی۔

☆☆☆

سب خاموشی سے کھانا کھا رہے تھے۔ شاہ زیب نے ایک، ایک چہرے کو غور سے دیکھا۔ وہ خود برائے نام کھا رہا تھا۔ اسے پپا سے بات کرنی تھی۔ آفس میں تو بات کرنا نامناسب تھا۔ اس نے یہی سوچا تھا کہ گھر میں آرام سے پپا سے بات کرنا مناسب ہوگا لیکن مسئلہ یہ تھا کہ کس وقت بات کی جائے۔ وہ گھر آتے، کھانا کھاتے تھوڑی دیر مطالعہ کرتے اور پھر سونے کے لیے چلے جاتے۔ اتنا وقت ہوتا ہی نہیں تھا ان کے پاس سو شاہ زیب سے صبر ہی نہیں ہو رہا تھا۔ وہ جلد از جلد کھانا ختم ہونے کے انتظار میں تھا تاکہ بات کرسکے۔ عمر نے جونہی پانی کا گلاس لبوں سے ہٹا کر رکھا شاہ زیب نے اپنی پوری طاقت جمع کی اور ان کی طرف دیکھا۔

''پپا آپ سے ایک بات کرنی ہے۔'' وہ چونک سے گئے۔ کچھ عرصے پہلے کی بات یاد آگئی جب وہ اسی طرح اسی ٹون میں ان کے پاس آیا تھا کہ پپا آپ سے ایک بات کرنی ہے۔ ان کی چھٹی حس نے انہیں خبردار کیا۔ شاہ زیب کا لہجہ، انداز اور چہرے پر بکھرا

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdunovels.net

اضطراب کسی خاص بات کی گواہی دے رہا تھا۔ عمر زیب نے اپنے تاثرات کمالِ مہارت سے چھپالیے اور بظاہر بڑے ہشاش بشاش لہجے میں بولے۔

''کیا بات ہے جو اس طرح ڈر، ڈر کے بول رہے ہو؟'' انہوں نے شاید اس کے دل کا چور پکڑلیا تھا۔ مائرہ تو اسی وقت برتن اٹھانے کے بہانے منظر سے ہٹ گئی اب وہاں ان دونوں کے علاوہ دُرِ یکتا بھی تھی۔ اسے بھی کسی گڑبڑ کا احساس ہو رہا تھا کیونکہ شاہ زیب کا چہرہ پریشانیوں کی آماجگاہ لگ رہا تھا۔ وہ اٹھتے اٹھتے وہیں بیٹھ گئی۔

''پپا بات دراصل یہ ہے کہ میں اپنا کاروبار کرنا چاہتا ہوں الگ سے۔'' بالآخر اس نے دل کی بات گوش گزار کر ہی دی۔ عمر زیب کے چہرے پر معنی خیز سی مسکراہٹ آگئی جسے شاہ زیب کوئی معنی پہنانے سے قاصر تھا۔

''الگ کاروبار کرنے کے لیے تجربہ اور مہارت درکار ہوتی ہے، وہ تمہارے پاس ہے؟''

''پپا تجربہ اور مہارت بھی وقت کے ساتھ ساتھ آجاتی ہے۔ آپ کا بیٹا ہوں اس لیے تو آفس جاتا ہوں کہ آپ کے کام کرنے کے طریقۂ کار سے واقف ہو جاؤں۔'' وہ مائرہ کے یاد کروائے گئے سبق کو بخوبی دُہرا رہا تھا۔

''مگر میں یہ سمجھتا ہوں کہ ابھی تم اس قابل نہیں ہوئے کہ الگ سے کاروبار کرسکو۔ ابھی تمہیں کافی کچھ سمجھنے کی، سیکھنے کی ضرورت ہے۔ ٹائم لگے گا اس کے بعد میں نے مناسب تصور کیا تو تم بے شک اپنا الگ بزنس کا سیٹ اپ بنالینا مگر ابھی نہیں۔'' عمر زیب نے بڑے سکون سے اپنی بات مکمل کی تھی پر شاہ زیب کا فطری غصہ عود آیا۔

''پپا میں سب کچھ کرسکتا ہوں شادی شدہ ہوں خودمختار ہوں۔ مجھے میرا حق ملنا چاہیے اتنی بڑی دولت و جائداد کا وارث ہوں اور آپ ہیں کہ مجھے اس قابل ہی تصور نہیں کرتے۔ کل کو میرے بچے ہوں گے انہیں میں دنیا کی ہر سہولت و آرام دینا چاہتا ہوں۔ اس لیے پلیز پپا مجھے میرا حق دے دیں جو بھی بنتا ہے۔'' شاہ زیب نے اپنی بات کر دی تھی۔ عمر ٹکر ٹکر اسے دیکھ رہے تھے۔ وہ تو کچھ اور ہی سوچ رہے تھے۔ شاہ زیب نے کتنے ناقابلِ یقین جملے بولے تھے۔ ان کی سماعتوں نے یقیناً دھوکا نہیں کھایا تھا لفظ بہ لفظ ٹھیک سنا تھا اپنے سیاق و سباق کے ساتھ۔ وہ دھوکا نہیں کھا سکتے تھے۔

''تمہیں معلوم ہے کہ تم کیا کہہ رہے ہو؟'' عمر کا لہجہ اب بھی ٹھنڈا ہی تھا۔

''جی مجھے پتا ہے۔'' دُرِ یکتا ان دونوں کو پریشانی سے دیکھ رہی تھی۔ اسے کسی خطرے کا احساس ہو رہا تھا۔

مائرہ بظاہر یہاں سے اٹھ گئی تھی پر ڈائننگ روم سے باہر دروازے کے پاس ہی کھڑی تھی۔ اندر سے آتی آوازیں بخوبی اس کے کانوں میں پہنچ رہی تھیں۔ رگ و پے میں ہیجان سا برپا تھا۔

''پپا میں نے اپنا حق مانگا ہے۔ آخر کب تک چھوٹی سے چھوٹی ضرورت کے لیے بھی مجھے آپ کی مدد کی ضرورت پڑتی رہے گی اور میں آپ کے ہاتھوں کی طرف دیکھتا رہوں گا۔ پپا اب میری ایک فیملی لائف ہے۔ میں اکیلا نہیں ہوں۔ میری بیوی ہے اس کی بھی سو ضروریات ہیں جن کو پورا کرنا میری ذمے داری ہے اور میں نہ صرف اپنے بلکہ اس کے لیے بھی آپ کا محتاج ہوں۔ پپا مجھے اچھا نہیں لگتا ذرا ذرا سی ضرورت کے لیے آپ کی طرف دیکھنا۔ اس لیے مجھے میرا حصہ دے دیں۔'' وہ بڑے سکون سے بولا۔ عمر زیب چند ثانیے آنکھیں بند کیے کرسی کے ساتھ ٹیک لگائے وہیں بیٹھے رہے پھر کچھ کہے بغیر اٹھے اور بنے تلے قدم اٹھاتے باہر نکل گئے۔ ان کے قدموں کی مخصوص چاپ پہچانتے ہی مائرہ نے وہاں سے ہٹنے میں دیر نہیں لگائی تھی جب تک وہ باہر آتے تب تک وہ راہ داری سے غائب ہو چکی تھی۔

مائرہ، شاہ زیب کی کارکردگی سے خوش تھی اس نے جس طرح بات کی تھی عمر چچا یقیناً اس کے سرکش تیوروں

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

سے واقف تھے تب ہی تو ایک لفظ بھی نہیں کہا تھا دل ہی دل میں ہار مان چکے تھے۔ جوان اولاد کے سامنے کوئی منہ زوری نہیں دکھا سکتا۔ یہ مائرہ کا اپنا نظریہ تھا۔

☆☆☆

عمر زیب کے سامنے گھٹنوں پر فوٹو البم کھلا پڑا تھا یہ بہت پرانی تصاویر تھیں۔ عمر کی، عائلہ کی، شاہ زیب اور دُرِ یکتا کے بچپن کی۔ ایک فوٹو میں عائلہ، شاہ زیب کو گود میں اٹھائے بیٹھی تھی۔ ننھا شاہ زیب بہ مشکل ایک سال کا تھا۔ عائلہ کی گود میں لیٹا انگوٹھا چوستا کیمرے کی طرف حیران نگاہوں سے تکتا جب عمر نے وہ لمحہ تصویر میں قید کیا تھا عمر ایک، ایک تصویر کو غور سے دیکھ رہے تھے۔ ان میں اپنا سنہرا ماضی ڈھونڈنے کی کوشش کر رہے تھے۔ انہیں خبر ہی نہیں ہوئی کہ ان کی آنکھوں کے گوشے نم ہوئے جا رہے ہیں۔ عائلہ کی گود میں بیٹھے شاہ زیب کے نقش دھندلا رہے تھے۔ عائلہ کے بعد انہوں نے اس کی دی گئی۔ چھوڑی گئی نشانیوں کی کتنے پیار سے پرورش کی تھی۔ شاہ زیب کی ہر جائز ناجائز ضد پوری کی، وہ مائرہ کے معاملے میں ان سے مقابلے پر اترا تو انہوں نے شکست مان لی۔ اس کی ضد پوری کر دی۔ مائرہ کو عزت و مان سے بہو بنا کر لے آئے۔ شاہ زیب نے ان کے ساتھ آفس جانا شروع کیا تو وہ خوش ہو گئے کہ جوان بیٹے کو اپنے فرائض کا احساس ہو گیا ہے۔ آہ! یہ فرائض کا احساس تو نہیں بلکہ خود غرضی کی مفاد کی جنگ تھی۔ اختیار و طاقت کے تاج کے حصول کی جنگ تھی۔ طاقت اور اختیار کی جنگ کا یہ تاج جس کے سر پر سجتا وہی فاتح قرار پاتا۔ ان سب کے پس منظر میں کسی اور کی سوچ کار فرما تھی۔ یہ شاہ زیب کی اپنی سوچ اور فیصلہ نہیں تھا۔ شادی سے پہلے تک اس کا ذہن کبھی کاروبار، دولت کی ملکیت کی طرف گیا ہی نہیں تھا۔ اب یکا یک اپنے حصے کا مطالبہ، مالک بنائے جانے کی ضد..... ان کی ساری عمر کی کمائی زیاں کے درپے تھی۔

دُرِ یکتا اس کے مقابلے میں خاصی کم گو اور اپنے آپ میں مگن رہنے والی حساس اور خوددار بچی تھی جو باپ کی ذرا، ذرا سی تکلیف پر پریشان ہو اٹھتی۔ اس نے کبھی بھی انہیں پریشان نہیں کیا تھا۔ جانے شاہ زیب کو خود غرضی کی ہوا کیوں لگ گئی تھی۔

انہوں نے البم بند کیا اور آرام سے کھڑے ہوئے۔ اسے اپنی جگہ پر رکھا اور دوبارہ صوفے پر آ بیٹھے۔ کچھ دیر بعد وہ پھر اٹھے اور دیوار میں نصب سیف کا لاک کھولا۔ اندر بہت سے کاغذات اور کچھ ضروری فائلز رکھی تھیں۔ عمر نے ایک، ایک کر کے سب کاغذات باہر نکال لیے۔ وہ انہیں غور سے دیکھ رہے تھے۔ یہ ان کی زمینوں، جائدادوں کے کاغذات تھے۔ شاہ زیب نے انہیں دوراہے پہ لا کھڑا کیا تھا۔ اس مشکل سے نکلنا اگرچہ ان کے اختیار میں تھا۔ اور انہیں اپنے گھر کے سکون اور دلی سکون کی خاطر کچھ فیصلے کرنے ہی تھے۔

☆☆☆

تین چار روز سے عمر آفس نہیں جا رہے تھے۔ روزانہ شاہ زیب کی آفس روانگی کے بعد وہ تیار ہو کر ڈرائیور کے ساتھ نکل جاتے۔ وہ کہاں اور کیوں جاتے تھے اس کا علم گھر کے کسی فرد کو نہیں تھا۔ دُرِ یکتا تو پریشان تھی ہی پر مائرہ کو بھی کھد بھد لگی ہوئی تھی۔

اسی بنا پر اس نے میکے جانے کا پروگرام فی الحال ملتوی کر دیا تھا۔ شاہ زیب بھی کچھ بتانے سے قاصر تھا کہ وہ کہاں جاتے ہیں۔ ہفتہ دس دن سے ان کی یہی روٹین تھی۔

شاہ زیب صبر سے انتظار کر رہا تھا کہ کب اس کی کہی گئی بات پر وہ عمل کرتے ہیں۔ مائرہ بھی خاموش تھی۔

☆☆☆

شاہ زیب تیار ہو کے ناشتا کرنے ڈائننگ ہال میں پہنچا تو عمر زیب اسی کے انتظار میں تھے۔ دُرِ یکتا بھی وہیں موجود تھی۔ مائرہ البتہ موجود نہیں تھی وہ شاید کچن میں کچھ لینے گئی تھی۔

''آج آفس سے چھٹی کر لو۔'' عمر کسی طرف دیکھے بغیر شاہ زیب سے بولے۔

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

''کیوں پپا.....؟'' ٹی پاٹ کی طرف بڑھتے اس کے ہاتھ لمحہ بھر کے لیے رک گئے۔

''میں نے وکیل کو بلوایا ہے کچھ معاملات طے کرنے ہیں..... سو تمہارا موجود ہونا ضروری ہے۔ میں نے انہیں فون کردیا ہے۔ وہ گیارہ بجے تک آجائیں گے۔'' عمر زیب صرف چائے پی کے اٹھ گئے۔

''پپا اتنے سنجیدہ سے کیوں ہیں اور وکیل کو کیوں بلوایا ہے؟'' شاہ زیب نے دُرِ یکتا سے پوچھا۔

''بھائی مجھے نہیں پتا.....'' اس نے بھی چائے کا کپ رکھ دیا۔ کھانے پینے سے دل اچاٹ ہوگیا تھا۔ عمر بظاہر بہت خاموش اور پُرسکون تھے پر ان کی رتجگے کی گواہ لال آنکھیں اضطراب اور کرب کی آئینہ دار لگ رہی تھیں۔

مائرہ اپنے لیے آملیٹ بنوا کے لائی تھی۔ دُرِ یکتا اور شاہ زیب دونوں ہی خاموش بیٹھے تھے۔ اس نے کچھ پوچھا تک نہیں اور ناشتا کرنے لگی۔ دُرِ یکتا کو اس کے سکون پر رشک سا آیا۔ آملیٹ ختم کرکے جب وہ چائے پینے لگی تو اسے احساس ہوا کہ بڑی خاموشی ہے پر اس نے پھر بھی پوچھا نہیں..... دُرِ یکتا کا کانٹ جانے کا موڈ نہیں تھا سو ڈرائیور کو منع کردیا۔ وکیل عدنان ہاشمی بتائے گئے وقت کے مطابق آگیا تھا۔

عمر زیب نے شاہ زیب کو اس کے حصے اور کاروبار کا مالک بنا دیا تھا۔ وکیل وہی کاغذات لایا تھا۔ گزشتہ کچھ دنوں سے عمر اسی لیے آفس بھی نہیں جا پا رہے تھے کہ زمینوں کی ملکیت کے اور اسی نوعیت کے دیگر کام کرنے تھے۔ شاہ زیب کے ساتھ، ساتھ دُرِ یکتا بھی تو ان کی جائداد کی وارث تھی۔ شاہ زیب کے مطالبے سے وہ خائف سے تھے۔ اسی لیے دُرِ یکتا کا حصہ بھی الگ کردیا تھا۔ جس طرح کے حالات و واقعات رونما ہو رہے تھے۔ ایسی صورت میں یہ اچھا تھا کہ دُرِ یکتا کو کل کلاں کسی پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ انہوں نے انصاف پہ مبنی فیصلہ کیا تھا۔

مائرہ نے اندرونی خوشی کو ظاہر نہیں ہونے دیا تھا۔ خاموشی کے پردے میں چھپالیا۔ وکیل عدنان ہاشمی نے شاہ زیب کو اس کے حصے کی جائداد کی تفصیل بینک بیلنس اور اسی نوعیت کی دیگر چیزوں کے متعلق بہت تفصیل سے بتایا تھا اور آخر میں جائداد کے کاغذات اس کے سپرد کیے..... مائرہ کا بس نہیں چل رہا تھا ورنہ ان کے سامنے ہی بھنگڑا ڈالنا شروع کردیتی..... شاہ زیب بیٹھے بٹھائے آرام سے مالک بن گیا تھا۔ جو چاہتا تصرف میں لاتا، کوئی پوچھ گچھ کرنے والا نہیں تھا۔ مگر ایک بات اسے حیران کررہی تھی کہ وکیل نے دُرِ یکتا یا اس کے حصے کی جائداد کے بارے میں ایک لفظ تک نہیں کہا تھا۔ وہ وکیل صاحب کے جانے تک اُدھر ہی بیٹھی رہی پر یہ موضوع چھیڑا ہی نہیں گیا اور عدنان ہاشمی کھانا کھا کے رخصت بھی ہوگئے۔ عمر زیب بھی عدنان ہاشمی کے جانے کے بعد چلے گئے۔ اب کمرے میں صرف مائرہ اور شاہ زیب ہی تھے۔ تنہائی پاتے ہی مائرہ شاہ زیب کی بانہوں میں سما گئی۔

''میں آج بہت خوش ہوں۔'' وہ اپنا منہ اس کے کان کے قریب لاکر بولی۔

''میں بھی بہت خوش ہوں۔''

''آج ہم مالک بن گئے ہیں۔ اب ہمیں عمر چچا سے کچھ بھی مانگنا نہیں پڑے گا۔ شاہ زیب ہم دونوں ورلڈ ٹور پہ بھی جائیں گے، ٹھیک ہے ناں۔''

''ہاں، ہاں کیوں نہیں، میں تمہیں ہر اس جگہ لے جاؤں گا۔ جہاں تم جانا چاہو گی۔ میں تمہیں بالی کے جزائر سے لے کر افریقہ کے صحرا تک لے جاسکتا ہوں اگر تم پسند کرو تو.....'' شاہ زیب کی آواز جذبات سے بوجھل ہو رہی تھی۔

''آپ کے ساتھ میں پاتال تک جاسکتی ہوں۔ آپ افریقہ کے صحرا کی بات کرتے ہیں۔'' مائرہ کے الفاظ سرگوشی بن رہے تھے۔

''میں تمہیں سب سے پہلے پورا پاکستان دکھاؤں گا اس کے بعد ورلڈ ٹور پر جائیں گے۔'' شاہ زیب

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

اسے اپنے حصار میں لیے، لیے خوابوں میں گم ہو گیا تھا۔

☆☆☆

بہت دن بعد عمر زیب اس کی طرف آئے تھے۔ طاہر لغاری بہت خوش ہوئے اور اسی وقت اپنے ملازم کو آواز دے کر زبردست سی خاطر مدارات کی ہدایت کی۔

''اس بار کافی دن بعد ہماری ملاقات ہو رہی ہے۔ گھر میں سب خیریت ہے ناں..... میری بیٹی مُدّر یکتا کیسی ہے اور جناب کے بہو، بیٹے کا کیا حال ہے؟'' طاہر لغاری نے ایک سانس میں سب کا حال احوال پوچھ لیا۔

''کرم ہے رب کا..... خیریت سے ہیں سب اور چکر بہت دن بعد اس لیے لگایا ہے کہ میں کچھ کاموں میں مصروف تھا۔ آج بوجھ ہلکا ہوا تو فرصت ملتے ہی تمہاری طرف آ گیا ہوں۔'' وہ دھیمی سی مسکراہٹ لبوں پر لانے میں کامیاب ہو ہی گئے۔

''ایسے کون سے کام تھے؟''

''بس یار شاہ زیب کے حصے کی جائداد کی منتقلی کا کام تھا۔ وکیل آج ہی کاغذات بنوا کے لایا..... سب کچھ شاہ زیب کے سپرد کر کے میں تمہاری طرف آ گیا ہوں۔'' اس کا لہجہ بہت زخمی سا تھا۔ طاہر کو تاسف اور گہرا رنج سا ہوا۔ وہ مزید کچھ پوچھ کے اسے اور دکھی نہیں دیکھ سکتے تھے۔ موضوع ہی بدل دیا۔

☆☆☆

چھ ماہ گزر گئے تھے۔ باسط کام کی نوعیت کو اچھی طرح جان گیا تھا۔ شروع میں وہ بھی حیران ہوا کہ ایسا کون سا کام ہے جس میں اتنے پیسے ملتے ہیں ہاتھ پاؤں بھی نہیں ہلانے پڑتے۔ خاص محنت بھی نہیں کرنی پڑتی۔ بس سامان ایک ائر پورٹ سے دوسرے ائر پورٹ تک کسی خاص شخص کے حوالے کرنا پڑتا ہے اور پھر ڈھیروں ڈھیر پیسے ملتے ہیں۔

باسط مزاجاً بہت تیز اور سمجھدار تھا..... اور بات جہاں پیسے اور مستقبل کی ہو تو وہاں ہر شخص میں عقل خود بخود ہی آ جاتی ہے اور باسط میں یہ صفت اوسط درجے

غزل

فسوں گری کی نئی رسم پھر سے چلنے دو
شعورِ ذات آزمائشوں میں ڈھلنے دو
آئے گی بادِ صبا خود ہی پتے ٹوٹیں گے
بند کلیوں میں اب نئے گلاب کھلنے دو
درد کی شکل کوئی ہو جنوں کے عالم میں
درد جن کو ملا ہے اس میں ان کو پلنے دو
اب کے طوفان جو بپا ہے خانۂ دل میں
حشر کو بادِ بہاری کے ساتھ چلنے دو
نازی ہم پایۂ تکمیل تک بھی پہنچیں گے
گلزارِ دل میں محبت کی شمع جلنے دو

شاعرہ: نازیہ نازی، نوشہرہ

سے بڑھی ہوئی تھی۔ اس کا باس یا انچارج جو کوئی بھی تھا اس نے باسط کی اس خوبی کو بہت جلد تاڑ لیا۔ اسے اچھی طرح پتا تھا کہ باسط کی یہ خوبی آگے چل کر اس کے لیے بہت فائدہ مند اور معاون ثابت ہوگی۔ ویسے بھی اپنے کاروبار کی روز افزوں ترقی کے لیے اسے باسط جیسے تیز لڑکے کی ہی ضرورت تھی۔

باس نے امپورٹ ایکسپورٹ کا بزنس شروع کیا ہوا تھا۔ یہ اس کا نیا پروجیکٹ تھا جو اس نے صرف چھ ماہ پہلے ہی شروع کیا تھا۔ اس کمپنی کے لیے اس نے لیبر پاکستان سے بھی بھرتی کی تھی جن میں سے ایک باسط بھی تھا۔

کمپنی کا دفتر ملائشیا کے مہنگے ترین علاقے میں تھا۔ باسط بھی اسی آفس میں تھا۔ آفس میں اس کی جاب کچھ ایسی بھی خاص نوعیت کی نہیں تھی ہاں جب سامان کہیں لے جانا ہوتا تو پھر باس کی توجہ اسی پر فوکس ہوتی۔ اس کے ساتھ کے باقی تین چار لڑکے اس کی طرح اتنے ہوشیار نہیں تھے۔ ان میں سے دو تو اس وقت وہاں کی ایک جیل میں سڑ رہے تھے۔ باسط اپنے ساتھ اس قسم کے حادثے سے بچنا چاہتا تھا۔ وہ بالکل ہی اپنے ہاتھ پاؤں کٹوا کے نہیں بیٹھا تھا۔ باس کی غیر

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

موجودگی میں اس کا ایک نائب تھا جو سارے معاملات کا نگراں تھا۔ باسط نے اس سے کافی قربت پیدا کرلی تھی۔ وہ باسط کو پسند کرنے لگا تھا۔ کسی بھی قسم کی پریشانی کی صورت میں اس نے باسط کو مکمل مدد کی یقین دہانی کرائی تھی۔ ویسے بھی باسط اس کا خاص منظورِ نظر تھا۔ اسی نے باسط کو باس کے مختلف قسم کے بزنس کے بارے میں بتایا تھا۔ ہر کچھ عرصے بعد باس کوئی نہ کوئی نیا بزنس اسٹارٹ کردیتا اس بزنس کی آڑ میں اس کا اصل بزنس پوشیدہ تھا اور یہی اس کی کامیابی کا نکتہ تھا۔

چھ ماہ کے دوران باسط کی وجہ سے باس کو بہت کامیابی ملی تھی سو کامیابی کے تناسب سے اس کا معاوضہ بھی دیگر کارکنوں کے مقابلے میں زیادہ تھا۔ باسط نے اپنی ذاتی صلاحیت سے انگلش فرفر بولنا سیکھ لی تھی اور دوسری زبانوں کی کچھ نہ کچھ شدھ بدھ اسے ہو ہی گئی تھی۔ یہ اس کاروبار کے لیے بہت ضروری تھا۔

☆☆☆

بینا گھر کے ایک، ایک حصے کو حیرانی سے دیکھ رہی تھی۔ حمزہ احمد نے باسط کے بھیجے گئے پیسوں سے یہ گھر کل ہی خریدا تھا اور آج وہ سب اس گھر کو دیکھنے آئے تھے۔

گھر ان کے پاس پہلے سے بھی موجود تھا اور کافی کشادہ ہوادار، خوب صورت بھی تھا۔ پر پوش علاقے میں بنے اس بنگلے کی کیا ہی شان تھی۔ فل فرنشڈ بنگلا تھا۔ وال ٹو وال دبیز کارپٹ، وسیع و عریض لان، جدید فرنیچر سے آراستہ ایسا گھر ہی بینا کا خواب تھا۔

''میں سب کو بلا کے قرآن خوانی کرواؤں گی خاص طور پر شیریں آپا کو تو ضرور بلاؤں گی۔ انہیں پتا چلنا چاہیے کہ میرا باسط کتنا قابل ہے۔ ان کے داماد اور مائرہ کے شوہر کو تو ورثے میں سب کچھ ملا ہے پر میرے بیٹے نے سب کچھ اپنی محنت سے حاصل کیا ہے۔ میرا باسط ان کے داماد سے کئی گنا زیادہ اچھا ہے۔'' وہ دل ہی دل میں خود سے بول رہی تھی۔

☆☆☆

باسط نے سال بعد پہلی بار پاکستان کا چکر لگایا تو رشتے داروں کے لیے تحائف بھی لایا۔ وہ سامان سے لدا پھندا تھا۔ بینا بطورِ خاص اسے اپنے ساتھ گاؤں لے کے گئی کیونکہ باسط، شیریں خالہ اور اپنے کزنز کے لیے بھی بہت کچھ لایا تھا۔ ان سب کو تحائف بھی دینے تھے اور کچھ جتانا بھی تھا۔ اتفاق سے مائرہ بھی میکے آئی ہوئی تھی۔ باسط کو دیکھ کر بہت خوش ہوئی۔ وہ پہلے کے مقابلے میں کچھ موٹا اور پہلے سے بڑھ کر میچور لگ رہا تھا۔ یوں لگ رہا تھا اس ایک ماہ میں اس کی عمر جیسے چھ سال بڑھ چکی ہو..... وہ حد سے زیادہ پختہ کار لگ رہا تھا۔

''لگ رہا ہے کہ تمہاری جاب اور کام بہت اچھا ہے۔'' وہ بہ سبیلِ تذکرہ بولی تھی۔

''ہاں تمہاری سوچ سے بھی زیادہ اچھا ہے میرا کام اور ہاں میں نے گھر بھی لے لیا ہے فل فرنشڈ ہے۔ کبھی آؤ ناں ہمارے غریب خانے پر.....'' بولتے وقت وہ مائرہ کے سراپے کو بھی تولتی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ وہ ہنوز پہلے کی طرح اسمارٹ اور دلکش لگ رہی تھی۔

''ہاں، خالہ نے بتایا ہے کہ تم نے گھر لیا ہے۔ آؤں گی کبھی..... تمہارے گھر بھی.....'' وہ خاص ادا سے بولی تو باسط اسے دیکھنے لگا۔

رات وہ گاؤں میں ہی رکا۔ مائرہ رات گئے اس کے پاس بیٹھی باتیں کرتی رہی۔ ان باتوں کے دوران ایک بار بھی شاہ زیب کا ذکر نہیں آیا۔

☆☆☆

باسط نے پاکستان میں اپنا کام مکمل کرلیا تھا اس نے واپسی کی سیٹ بک کروالی تھی۔ پہلے کی طرح اسے پھر کوئی سامان کسی مخصوص شخص کے سپرد کرنا تھا۔ اس بار مال کی مالیت زیادہ تھی سو وہ کچھ نروس اور پریشان بھی تھا۔ لیکن کوشش کررہا تھا کہ اندرونی اضطراب اور کرب اس کے چہرے سے ظاہر نہیں ہونے پائے۔ سو چیکنگ کے مرحلے سے وہ بخوبی گزر گیا۔ اب دیکھنا تھا کہ وہاں ائر پورٹ پہ کیسے حالات سے واسطہ پڑتا تھا۔ یہاں سے تو سب آرام سے ہوگیا تھا۔ وہ جتنا ڈر رہا تھا کام اتنی ہی آسانی سے ہوگیا۔ اتنی اسکریننگ کے

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

باوجود اس پر خاص توجہ نہیں دی گئی۔ اور وہ خیریت سے ائرپورٹ کی عمارت سے باہر نکل آیا۔ ایک اور مشکل ٹاسک جو اس کے سپرد کیا گیا تھا اس نے پایۂ تکمیل تک پہنچا دیا تھا۔ اب راوی چین ہی چین لکھتا تھا۔

وہ اپنے فلیٹ میں جا کے سو گیا۔ رات کو باس کو رپورٹ دینی تھی۔

☆☆☆

شاہ زیب بھی اپنے کاروبار کی پلاننگ کر رہا تھا۔ تایا اورنگزیب نے اسے مکمل تعاون کی یقین دہانی کروائی تھی۔ حالانکہ عمر نے اپنی مدد کی پیش کش بھی کی تھی۔ پر وہ ان کی کسی بات کو خاطر میں نہیں لا رہا تھا۔ اب تایا اورنگزیب نے امپورٹ ایکسپورٹ کے بزنس کی بات کی تو اس کے ذہن میں وہی بیٹھ گئی۔ مائرہ نے اپنی خالہ کے بیٹے باسط کا بتایا تھا کہ وہ ملائشیا میں ایک کمپنی میں کام کرتا ہے جس کا بزنس امپورٹ ایکسپورٹ سے متعلق ہے اور وہ اچھے خاصے پیسے کما رہا ہے۔ مائرہ نے اسے ایک آئیڈیا دیا تھا اور اس نے عمل کرنے کی ٹھان لی تھی۔ اندھے کو دو آنکھیں چاہیے تھیں۔ تایا اورنگزیب اور اپنے بڑے سالے کے توسط سے اس نے آفس کے لیے جگہ بھی ڈھونڈ لی..... اب وہ بڑی لگن اور شوق سے اپنے آفس کی آرائش کروا رہا تھا۔ اس مقصد کے لیے اس نے ملک کے مہنگے ترین انٹیریئر ڈیکوریٹر کی خدمات حاصل کی تھیں۔ دفتر کی آرائش پہ اس نے بے دریغ پیسہ خرچ کیا..... چچا کی وجہ سے اسے اپنے کاروبار کے لیے اجازت نامہ آسانی سے مل گیا۔ آفس کی تزین و آرائش مکمل ہوتے ہی اس نے دو لگژری گاڑیاں خریدیں۔ ایک اپنے اور ایک مائرہ کے استعمال کے لیے۔ فی الحال وہ عمر زیب کے ساتھ ہی مقیم تھے۔ انہوں نے اس کے لیے نیا گھر تعمیر کروایا تھا۔ مائرہ نے ضد شروع کر دی کہ ہمیں اب اپنے گھر میں شفٹ ہو جانا چاہیے۔ عمر زیب کو اس پر کوئی اعتراض نہیں تھا اگر وہ اپنے گھر چلے جاتے پر انہیں موہوم سی امید تھی کہ شاید شاہ زیب انہیں چھوڑ کر نہ جائے یہ گھر ویسے بھی بہت بڑا تھا۔ کتنے کمرے خالی پڑے ہوئے تھے مگر مائرہ کو دُھن سما گئی تھی اپنے گھر میں جانے کی..... شاہ زیب نے دل میں ٹھانی ہوئی تھی کہ اپنی شادی کی سالگرہ کے موقع پر یہ گھر اپنی محبوب بیوی مائرہ کو گفٹ کر دے گا۔ اس کی اس خواہش سے مائرہ لاعلم تھی۔ ویسے بھی وہ اسے سرپرائز دینا چاہتا تھا..... مائرہ کی ضد کے آگے ایک بار پھر شاہ زیب کو ہار ماننا پڑی اور وہ اس کے ساتھ عمر اور دُرِ یکتا کو چھوڑ کر نئے گھر میں شفٹ ہو گیا۔ جو چچا نے اس کے لیے بہت شوق اور چاؤ سے بنوایا تھا۔ انہوں نے دل پر پتھر رکھ کر بہت سی دعاؤں سمیت اسے اس گھر سے رخصت کیا بلکہ اپنی آنکھوں سے اسے خود سے دور جاتے دیکھا۔ بہت سے آنسو انہوں نے دل میں اتار لیے تھے کہ مبادا شاہ زیب کا ارادہ کمزور پڑ جائے۔

شاہ زیب اپنا کاروبار شروع کر چکا تھا۔ اس میدان میں خاص مہارت اور تجربہ نہ ہوتے ہوئے بھی قسمت اس کا ساتھ دے رہی تھی۔ اپنے ملک کی بہت ہی اچھی ساکھ والی کمپنی نے کافی بڑا آرڈر انہیں دیا تھا۔ ابھی اس کے کاروبار کا آغاز تھا اس لیے بہت سے ادارے آرڈر دیتے ہوئے ہچکچا رہے تھے۔ ابتدائی مرحلے میں کام بھی محدود تھا۔ شاہ زیب صرف لیدر گڈز اور ریڈی میڈ ملبوسات پہ فوکس کیے ہوئے تھا۔ اورنگزیب تایا آفس میں اس کے ساتھ بیٹھتے تھے، روز روز گاؤں سے آنا اور پھر جانا بہت دشوار تھا۔ سو شاہ زیب نے انہیں اپنے گھر میں رہنے کی آفر کر دی..... شروع میں انہوں نے انکار کیا کہ کوئی بات نہیں آفس میں ہی رہ لوں گا پر بیٹی کے گھر نہیں رہوں گا مگر شاہ زیب کی ضد اور اصرار کے آگے مجبور ہو کر انہوں نے ہتھیار ڈال دیے۔

ان کے ساتھ ان کا بڑا بیٹا بھی آ گیا۔ وہ بھی آفس میں شاہ زیب کے ساتھ ہوتا..... شاہ زیب نے اسے اسٹاف کی کارکردگی جانچنے پہ لگا دیا تھا۔ وہ اس کام میں بہت خوش تھا۔ بیٹھے بٹھائے اچھی تنخواہ مل رہی

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

تھی۔ باقی ٹھاٹ اس کے علاوہ تھے۔ عمر زیب کبھی کبھار شاہ زیب کے آفس کا چکر لگاتے تو اورنگزیب بھائی اُدھر ہی مل جاتے پر ان کے رویے میں بڑا فرق آگیا تھا۔ زمین آسمان کا فرق..... وہ بڑے غرور اور سرد مہری سے ملتے جیسے اس کاروبار اور آفس کے وہی مالک ہوں..... شاہ زیب کی بیرونی اور گھریلو زندگی میں ان کا عمل دخل بڑھتا جارہا تھا۔ عمر زیب دیکھتے پر منہ سے بول نہ پاتے۔ شاہ زیب کی ضد ماننے کا یہی انجام ہونا تھا۔

ان کی دولت اور ترقی سے ان کے سگے خونی رشتے حسد کرتے تھے جو کام کوئی نہ کرسکا تھا وہ ایک کمزور سی لڑکی نے ان کی بہو بن کر دکھایا تھا۔ پہلے اُن کے گھر آئی پھر اُن کے بیٹے کے دل میں اتری پھر اس کی زندگی پہ چھا گئی۔ شاہ زیب اس کے پیچھے دم ہلاتا بندر تھا۔ مائرہ ڈگڈگی بجاتی اور وہ ناچنا شروع کردیتا۔ وہ پوری طرح اس کے سحر میں جکڑا ہوا تھا۔

☆☆☆

شاہ زیب بہت خوش تھا۔ عمر زیب کے توسط سے پہلی بار اسے بیرون ملک سے آرڈر ملا تھا۔ اس کی خوشی دیدنی تھی۔ اسے اس بات کا چنداں احساس نہیں تھا کہ اس آرڈر کی کامیابی سے تکمیل پر اس کے لیے ترقی و کامرانی کے نئے دروازے کھل جانے تھے۔ وہ تو بس آرڈرز ملنے پر ہی خوشی سے پھولے نہیں سمارہا تھا۔ کاروباری حلقوں میں اسے ملنے والے اس آرڈر پر تبصرے ہورہے تھے۔ کئی ملکی کمپنیوں کے چھوٹے موٹے آرڈر اس کے علاوہ تھے۔

تایا اورنگزیب کی ہدایت پہ وہ کسی کو بھی نہیں بتا رہا تھا۔ بس آرڈر لیتا جارہا تھا اور خوش ہورہا تھا۔

مائرہ نے اپنی دلچسپی کی نئی راہیں تلاش کرلی تھیں۔ اس نے بہت جلد ڈرائیونگ سیکھ لی تھی اور شاہ زیب کی بیوی ہونے کے ناتے ایک لیڈیز کلب کی مستقل ممبر بھی بن گئی تھی۔ وہ دن بھر گاڑی اڑائے اڑائے پھرتی..... اِدھر شاہ زیب کے ذہن پر آفس کے معاملات بری طرح سوار تھے۔ اتنے سارے آرڈرز نے اس کی مت ہی ماردی تھی۔ تایا اورنگزیب کو ان معاملات کی کوئی خاص سوجھ بوجھ نہیں تھی۔ اپنی عقل سے کام کرتے جارہے تھے۔ عمر زیب کے ساتھ ان کا رویہ لیے دیے والا تھا سو انہوں نے شاہ زیب کے آفس کا رخ کرنا ہی چھوڑ دیا۔ ان کا یہ رویہ مستقبل قریب میں شاہ زیب کے لیے نقصان لانے والا ہے اگر انہیں علم ہوتا تو وہ شاید کبھی ایسا نہ کرتے.....

☆☆☆

آرڈر کی بروقت تکمیل کے لیے شاہ زیب نے میٹریل کی خریداری تایا اورنگزیب اور اپنے سالے کے سپرد کی تھی۔ حالانکہ منیجر نے دبے الفاظ میں کہا بھی کہ انہیں اس کا تجربہ نہیں ہے نہ ہی وہ کوالٹی کے معیار کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ جواباً اس نے منیجر کو بری طرح جھاڑا اور اپنی اوقات میں رہنے کو کہا۔ وہ بیچارہ اپنا سا منہ لے کر رہ گیا۔ اس فیلڈ میں اس کا تجربہ کافی زیادہ تھا پر شاہ زیب کے رویے کو دیکھتے ہوئے سائلنٹ ہوگیا۔ اورنگزیب نے ایک فیکٹری سے کپڑا اور دیگر میٹریل خرید لیا۔ وہ اپنے اس کارنامے پہ خوش تھے کہ انہوں نے یہ سب بہت سستا خریدا ہے۔ شاہ زیب کو بڑھا چڑھا کر انہوں نے بتایا۔ وہ پُرسکون ہوگیا..... پر کوالٹی کنٹرول منیجر نے سامان دیکھتے ہی کوالٹی اور معیار کا اندازہ لگالیا۔ وہ شاہ زیب سے شکایت کرنا چاہتا تھا پر منیجر نے اسے اپنا واقعہ سنا کر خوفزدہ کردیا۔ ویسے بھی ٹائم گزرتا جارہا تھا اور انہیں آرڈر مکمل کرنا تھا۔ اگر ٹائم گزر جاتا تو ان کی کاروباری ساکھ کو شدید دھچکا لگتا۔ میٹریل ملتے ہی کام شروع کردیا گیا۔ وقت بہت کم تھا۔ ساری لیبر اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں لگی ہوئی تھی۔ ہونی ہوکر رہتی ہے۔ مقررہ معیار کے اندر کام مکمل نہیں ہوسکا۔ جتنا کام مکمل ہوسکا وہ کمپنی کو بھجوادیا گیا۔ کچھ ہی دن کے اندر اندر تمام سامان شکایات کے ساتھ واپس بھجوادیا گیا۔ شاہ زیب سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔ وہ تمام سرمایہ اس کاروبار میں جھونک چکا

www.urdutube.net www.bookstube.net www.urdumovies.net

تھا۔ دوسری کمپنیوں سے بھی یاد دہانی کروائی جارہی تھی کہ سامان وقت پر پہنچانا ہے۔ اورنگزیب تایا نے بغیر سوچے سمجھے ہر چھوٹی بڑی کمپنی سے جو آرڈر لیے تھے وہ اب شاہ زیب کے گلے کا پھندا بنتے جارہے تھے۔ وہ کچھ دن کے لیے خود کو کاروباری معاملات سے الگ کرنا چاہ رہا تھا۔ تایا اورنگزیب نے کہا کہ کچھ دن کے لیے گھوم پھر آؤ۔ پیچھے میں تمام کام دیکھ لوں گا۔ وہ خوش ہوگیا۔ بوجھ سر سے اترتا محسوس ہوا۔ اتنے دن بعد وہ کھل کے خوش ہوا تھا۔ گھر آیا تو مائرہ غائب تھی، وہ کلب گئی ہوئی تھی۔ اسے غصہ سا آگیا۔ بڑے سکون سے اس کی واپسی کا انتظار کرنے لگا۔

باہر پورچ میں گاڑی رکنے کی آواز آئی تو شاہ زیب نے بیڈروم کی کھڑکی سے پردہ اٹھا کے دیکھا۔ مائرہ چابی جھلاتی گاڑی سے اتری اور ٹک ٹک کرتی قدم اٹھانے لگی۔ شاہ زیب آکر بیٹھ گیا۔ مائرہ نے دروازہ کھولا اور اسے دیکھ کر چونک گئی۔

''آج آپ جلدی آگئے.....؟'' وہ پرس صوفے پر پھینک کر گرنے کے انداز میں بیٹھ گئی۔

''ہاں، آج ریلیکس کرنے کا موڈ تھا سو آگیا۔ کچھ گھومنے پھرنے کا دل کررہا ہے تم سے وعدہ کیا تھا پہلے تمہیں پورے پاکستان کے قابلِ دید مقامات دکھاؤں گا، شمالی علاقہ جات لے کر جاؤں گا اس کے بعد ملائشیا اور اٹلی چلیں گے۔ میں نے تایا سے کہہ دیا ہے۔''

''ہائے سچ شاہ زیب.....'' مائرہ اٹھ کر اس کے گلے لگ گئی۔

''ہاں تم کل سے تیاریاں شروع کردو، ہم جلد ہی جائیں گے۔'' شاہ زیب کے لبوں پر مسکراہٹ چمکنے لگی۔ وہ آرام سے پروگرام سیٹ کرنے لگی۔

☆☆☆

مائرہ کپڑے اور دیگر تمام چیزیں رکھ چکی تھی۔ شاہ زیب، پپا کی طرف گیا تھا یہ بتانے کہ ہم گھومنے پھرنے جارہے ہیں۔ مائرہ نے پیکنگ کا کہہ کر اس کے ساتھ چلنے سے معذرت کرلی تھی۔ وہ اکیلا ہی چلا آیا۔

پپا آفس جانے کی تیاری میں تھے اور رُوبِرِیکتا کالج کے لیے روانہ ہوچکی تھی۔ وہ صبح صبح اسے دیکھ کر پہلے حیران اور پھر مسرور سے ہوئے۔ بڑی محبت سے گلے ملے۔ وہ دو دفعہ جانے کے لیے کھڑا ہوا اور انہوں نے دونوں ہی بار اسے تھوڑی دیر تو بیٹھو کہہ کر اپنے پاس سے اٹھنے ہی نہیں دیا۔ جب وہ آنے لگا تو اسے چھوڑنے گیٹ تک آئے۔ آخر میں اسے گلے لگایا .....ان کی گرفت میں بہت محبت بھری سختی تھی۔ بے اختیار شاہ زیب نے کسی بچے کے مانند ان کی گردن میں بانہیں حمائل کرکے ان کے ماتھے پر اپنے لب رکھ دیے۔ اورنگزیب کے اندر شفقتِ پدری کا طوفان ٹھاٹھیں مارنے لگا۔ جانے کیا بات تھی ان کا دل چاہ رہا تھا کہ شاہ زیب اسی طرح ان کے گلے سے لپٹا رہے پر اسے جانا تو تھا۔ دو بار مائرہ کی کال آچکی تھی کہ کب تک آئیں گے۔ ہم لیٹ ہورہے ہیں۔ ناچار شاہ زیب ان سے مل کر واپس آگیا۔ جب تک اس کی گاڑی نے موڑ نہیں کاٹا عمر وہیں کھڑے دیکھتے رہے۔

☆☆☆

شاہ زیب گھر پہنچا تو شیریں تائی بیٹھی تھیں۔ وہ ابھی ابھی پہنچی تھیں۔ مائرہ نے ہی انہیں بلوایا تھا حفاظت کے نکتۂ نگاہ سے۔ گھر قیمتی چیزوں سے بھرا پڑا تھا۔ وہ دونوں چلے جاتے تو دن میں گھر میں کون ہوتا کیونکہ اورنگزیب بیٹے کے ساتھ آفس میں ہوتے، کہیں شام ڈھلنے کے بعد لوٹتے۔ چوری کی وارداتیں عام تھیں کوئی بھی گھر میں کسی کو نہ پا کر نقب لگا سکتا تھا اس لیے مائرہ نے اپنی والدہ محترمہ سے گزارش کی تھی کہ ان کی غیر موجودگی میں آکر گھر کی دیکھ بھال کریں..... انہوں نے کل ہی آجانا تھا لیکن ہنگامی طور پر ایک فوتگی میں جانے کی وجہ سے وہ نہ آسکیں۔ صبح پو پھٹتے ہی وہ ڈرائیور کے ساتھ چل پڑیں۔ ان کے ہمراہ مائرہ کی چھوٹی بہن سائرہ بھی تھی۔

ان کا براستہ ایبٹ آباد، وادیِ نیلم کشمیر جانے کا

www.urdutube.net www.bookstube.net www.urdunovels.net

پروگرام تھا۔ اگرچہ شاہ زیب اپنے دوستوں کے ساتھ پہلے بھی سیر کرنے آچکا تھا مگر اب مائرہ کے ہمراہ سفر اسے بہت زیادہ دلکش لگ رہا تھا۔

☆☆☆

بیٹی داماد کی غیر موجودگی میں شیریں نے پورے گھر کا ناقدانہ جائزہ لیا اور پھر رازدارانہ انداز میں اپنے شوہر اورنگزیب سے اس گھر کی مالیت کی بابت پوچھنے لگیں۔

''مجھے تو نہیں پتا کہ اس کی درست مالیت کتنی ہے مگر تین کروڑ سے زیادہ کا ہوگا۔'' انہوں نے اندازے سے بتایا تو شیریں کی آنکھیں چمکنے لگیں۔

''عمر بھائی نے شاہ زیب کا حصہ تو اسے دے دیا ہے مگر بیٹی کے معاملے میں پُراسرار خاموشی اختیار کر رکھی ہے اس کا کیا مطلب ہے؟''

''مجھے کیا پتا..... یہ بھی تو ہوسکتا ہے کہ وہ بتانا نہ چاہ رہا ہو۔''

''اور یہ بھی تو ہوسکتا ہے کہ عمر بھائی نے بیٹی کو بیٹے سے زیادہ حصہ دیا ہو اس لیے خاموش ہوں۔'' شیریں دور کی کوڑی لائی تھی۔ واقعی بات قابلِ غور تھی وہ اس طرف سوچنے پر مجبور ہوگئے۔

''اگر ایسی بات ہوئی تو اچھا نہ ہوگا۔'' شیریں جانے کیوں اس قدر اچھل رہی تھیں اورنگزیب بھی اس معاملے پر سوچ رہے تھے کہ عمر نے بیٹے کو جو دینا دلانا تھا دے دیا مگر دُرِ یکتا کا حصہ کتنا تھا اس بارے میں ان کی خاموشی معنی خیز تھی۔ اس کے پیچھے جانے کیا مصلحت اور راز تھا۔ جس کا جاننا اب اورنگزیب کے لیے از حد ضروری تھا۔ عمر زیب سے مل کر پوچھا جاسکتا تھا کیونکہ وہ اب اس پوزیشن میں تھے کہ یہ سوال کرسکتے تھے شاہ زیب نے اپنے کاروبار کے کلی معاملات ان کے حوالے کردیے تھے اور اپنی اس کامیابی پر وہ پھولے نہیں سما رہے تھے۔ برسوں پہلے جب عمر اپنے دونوں بچوں کے ساتھ شہر شفٹ ہونے کی تیاری کر رہا تھا تو عائلہ کے چھوڑے گئے اثاثوں کی تفصیل جان کے ان کے دل میں خواہش پیدا ہوئی تھی کہ کاش اس میں ان کا حصہ بھی ہو۔ اس وقت یہ ناممکن سی خواہش تھی پھر برسوں بعد یہ خواہش عجیب طرح پوری ہوئی۔ مائرہ ان کی بیٹی عمر زیب کی بہو بنی اور اس نے اپنے بیٹے کو اس کا حصہ خوشی، خوشی جیتے جی دے دیا۔ اب یہ مائرہ کے نام کیسے کروانا تھا انہیں سوچنا تھا۔ شاہ زیب ویسے بھی ان کی نگاہ میں جذباتی اور قدرے نان پریکٹیکل نوجوان تھا۔ ایسے نوجوان پہ مالی معاملات میں زیادہ اعتبار نہیں کیا جاسکتا..... وہ سادہ دل تھا ہر ایک پہ اندھا اعتبار کرنے والا۔ مٹیریل کی خریداری کی ذمے داری ان کے حوالے کرکے اس نے روپے پیسے کی کوئی تفصیل ان سے نہیں مانگی تھی۔ یہ رویہ مستقبل میں بہت خطرناک ثابت ہوسکتا تھا ان کی بیٹی کے حق میں..... اس طرح تو کوئی بھی اسے مالی خسارے سے دوچار کرسکتا تھا۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ مائرہ کو کل کلاں اس وجہ سے کوئی پریشانی ہو اس لیے شاہ زیب اپنی جائداد میں سے کچھ بیوی کے نام کردیتا تو اس کا مستقبل محفوظ رہ سکتا تھا۔ اپنے تئیں وہ بہت دور کی کوڑی لائے تھے۔

☆☆☆

وادی میں موسم بہت ابر آلود تھا۔ وقفے وقفے سے بارش ہوتی رہی اس وجہ سے شاہ زیب اور مائرہ زیادہ گھوم پھر نہیں سکے۔ ہوٹل تک ہی محدود رہے۔ سردی کی شدت بارش کی وجہ سے بڑھ گئی تھی۔ پہاڑی علاقہ ہونے کی وجہ سے یہاں ویسے بھی سارا سال موسم بہت اچھا ہی رہتا اور زیادہ تر ٹھنڈ ہوتی۔ اسی وجہ سے شاہ زیب کو یہ جگہ بہت پسند تھی وہ کتنی بار یہاں آچکا تھا۔ مائرہ کے ساتھ پہلی بار یہاں آیا تھا تو یہ وادی اس کے دل فریب نظارے، گنگناتا شور مچاتا دریائے نیلم آنکھوں کو تازگی بخشتا سبزہ، فلک بوس پہاڑ سب کچھ ہی تو بہت اچھا لگ رہا تھا۔ اس جگہ کا اپنا حسن اور خوب صورتی تھی۔ اس کی رومانوی حس جاگ اُٹھی تھی۔ پر مائرہ جانے کیوں جھنجلائی ہوئی سی تھی۔ اس وقت بھی اس کے چہرے پر بیزاری ہی بیزاری تھی۔ شاہ زیب آتش دان کے پاس

www.urdutube.net www.bookstube.net www.urdumovies.net

بیٹھا تھا۔ مائرہ کمبل اوڑھے بیڈ پر نیم دراز تھی۔ باہر پانچ بجتے ہی رات اتر آئی تھی اور بارش تواتر سے ہو رہی تھی۔ شاہ زیب کی نگاہوں میں خمار اور مستی اتر آئی۔ وہ آتش دان کے پاس سے اٹھ کے مائرہ کے پاس آیا تو اس نے شاہ زیب کا بازو جھٹک دیا۔ وہ اسے محبوب بیوی کی ادا سمجھا اور پیار سے اس پہ جھکا تو اس نے اس بار شاہ زیب کو پیچھے کی طرف ہٹا دیا۔

''سوئٹ ہارٹ کیا بات ہے طبیعت تو ٹھیک ہے ناں تمہاری؟'' شاہ زیب کے لہجے میں محبت کی ساری نرماہٹیں بول رہی تھیں۔ مائرہ کو اور بھی غصہ آ گیا۔ شاہ زیب میں تو جیسے مردانہ انا موجود ہی نہیں تھی، کیسے وہ اس کی انا کو اپنے پاؤں تلے روندتی اور وہ ہنستا چلا جاتا اس کی منتیں کرتا، مناتا، بچوں کی طرح راضی کرتا۔

''میری طبیعت بالکل ٹھیک ہے، مجھے کیا ہونا ہے۔ میں اس وقت اکیلے رہنا چاہتی ہوں۔'' جانے کیوں آج کل اس پر سستی اور بیزاری طاری تھی۔ تھک بھی جلدی جاتی۔ شاہ زیب کی جرأتوں کا سامنا کرنا اس کے لیے آسان نہیں رہا تھا۔ تب ہی اس وقت اسے غصہ آ گیا تھا۔ جواباً شاہ زیب اسے منانے لگا۔ اسی حساب سے مائرہ کا غصہ مزید بڑھنے لگا۔

''پلیز شاہ زیب مجھے عورتوں والی عادات لیے مرد اچھے نہیں لگتے..... پلیز اپنے اندر رعب و مردانگی پیدا کریں۔ جیسے اور عورتوں کے شوہروں میں یہ وصف پایا جاتا ہے۔'' مائرہ کے لہجے میں از حد تلخی اور درشتگی تھی۔

''تو تمہارے خیال میں مجھ میں مردانگی نہیں ہے؟'' شاہ زیب کا لہجہ عجیب سا ہو گیا۔

''نہیں ہے، نہیں ہے مردانگی تب ہی تو کہا ہے کہ خود میں پیدا کریں۔ مرد میں ایک انا، ایک رعب اور عزتِ نفس ہونی چاہیے۔''

''تو مجھ میں مردانگی اور انا کے ساتھ، ساتھ عزتِ نفس بھی نہیں ہے؟'' شاہ زیب کو عجیب سا لگا۔

''ہاں نہیں۔'' وہ گیلی لکڑی کی طرح سلگ رہی تھی۔

''تو بتاؤ مجھے بھلا کس طرح کے مردوں میں یہ اوصاف پائے جاتے ہیں؟'' شاہ زیب کی آنکھوں میں اس وقت کیسا ملال تھا۔ جسے مائرہ پڑھ ہی نہیں پائی۔

''باسط کو دیکھ لیں، وہ کیسا رعب دار، ایک مکمل مرد ہے۔ خالہ میرا رشتہ مانگ رہی تھیں پر امی ابو عمر چچا کو زبان دے چکے تھے ورنہ آج حالات کچھ اور ہوتے.....'' مائرہ اس کی حالت سے بے خبر جانے کیا، کیا بول رہی تھی۔ شاہ زیب پیچھے ہٹا بیڈ کے پاس پڑے اپنے جوتے اٹھائے پہلے جرابیں پاؤں میں چڑھائیں پھر جوتے پہنے..... سائڈ ٹیبل پر پڑی گاڑی کی چابی اٹھائی۔ صرف ایک ثانیے کے لیے مائرہ کی طرف دیکھا۔ اس کا ایک ہاتھ دروازے کے ہینڈل پر تھا۔ اگلے ہی پل وہ نرم گرم کمرے کی پناہ سے باہر تھا۔ ٹھٹھرا دینے والی لہو کو سرد کر دینے والی ٹھنڈک تھی۔ ہوٹل کے ساتھ ہی ایک خالی قطعۂ زمین کو پارکنگ کی شکل دی گئی تھی۔ اس کی گاڑی اُدھر ہی پارک تھی۔ شاہ زیب کے ذہن میں اس وقت کچھ نہیں تھا۔ سمجھ ہی نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کر رہا ہے۔ وہ گاڑی نکال کر ڈھلوان سڑک پر لایا، اتنے میں پیچھے سے ہوٹل کے اسٹاف میں سے ایک شخص نے دیکھا تو اس کے پیچھے بھاگا..... اسے منع کرنے کہ اس وقت اس موسم میں ڈرائیو

سالگرہ میں اور تم

اس سالگرہ پر دل
بہت اداس ہے جاناں
کچھ اچھا نہیں لگتا تیرے بنا
آنکھوں میں کاجل لگاؤں کس کے لیے
بالوں میں گجرے سجاؤں کس کے لیے
سجتی سنورتی تو تمہارے لیے ہوں
تم اس سالگرہ پر جو آ جاتے
اور ایک دم سے آ کر یہ کہہ دیتے
ہیپی برتھ ڈے ٹو یو
ہیپی برتھ ڈے ٹو یو

کلام: فریدہ فری، لاہور

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

کرنا اپنی موت کو دعوت دینے کے برابر ہے۔ وہ تیزی سے بھاگا اپنی جھونک میں گرا تو درد سے کراہ کر رہ گیا۔ اب اسے اپنی فکر تھی شاہ زیب کا خیال بھول گیا تھا۔ اتنی دیر میں وہ کافی آگے آ گیا تھا۔ ہلکی ہلکی بارش ہو رہی تھی۔ گھپ اندھیرا تھا گاڑی کی ہیڈ لائٹس کی روشنی بھی اس موسم میں ناکافی ثابت ہو رہی تھی۔ شاہ زیب کی نگاہیں غیر مرئی نقطے پر مرکوز تھیں اور کانوں میں مائرہ کی آواز گونج رہی تھی۔

''پلیز اپنے اندر مردانگی پیدا کریں۔ باسط کو دیکھ لیں وہ ایک مکمل مرد ہے۔ مردانگی میں بھی بڑھ کر ہے۔ خالہ میرا رشتہ مانگ رہی تھیں پر امی، ابو عمر چچا کو زبان دے چکے تھے ورنہ آج حالات کچھ اور ہوتے.....'' اُف..... شاہ زیب کے لیے ان آوازوں سے پیچھا چھڑانا ناممکن تھا۔ مائرہ، باسط کو ایک مکمل مرد قرار دے رہی تھی۔ اس کی جرأت ایسے کیسے ہوئی کہ وہ باسط کے ساتھ اپنے شوہر کا موازنہ کر رہی تھی؟ گویا باسط مردانگی میں شاہ زیب سے بازی لے گیا تھا۔ اس کی محبوب بیوی جسے شاہ زیب نے شادی کے بعد بھی محبوبہ کے رتبے پر فائز کر رکھا تھا اس باسط کے اپنے کزن کے اس کے سامنے یعنی اپنے شوہر کے سامنے مردانہ اوصاف گنوا رہی تھی۔ ''ایسا کیوں تھا، کیا مائرہ اس سے ناخوش تھی؟'' یہ ایسا روح فرسا سوال تھا کہ شاہ زیب کا دماغ پھٹنے لگا تھا۔ وہ خود سے ایک ہی سوال کر رہا تھا۔

''کیا مجھ میں کوئی کمی ہے؟'' مائرہ جس طرح لڑائی کے موڈ میں بھری بیٹھی تھی شاہ زیب اس سے بچنے اور دل و دماغ میں لگی آگ سرد کرنے کے لیے منظر سے ہٹا تھا۔ کیونکہ مائرہ لڑائی کے موڈ میں ہوتی تو بات کو کہاں سے کہاں لے جاتی تھی۔ ہمیشہ وہ ہی خاموش ہوا تھا۔ اس بار بھی اس نے ہار مان لی تھی اور وہاں سے اٹھ آیا۔ مائرہ تب بھی اونچا، اونچا بول رہی تھی۔ اس نے ایک بار بھی شاہ زیب سے نہیں پوچھا کہ کہاں جا رہے ہو، مت جاؤ، موسم بہت خراب ہے، ایسے موسم میں یہاں خطرناک حادثے رونما ہونا عام سی بات تھی۔

پر مائرہ کو شاہ زیب کی پروا ہوتی تو تب ناں..... اس نے تو اپنی ساری نفرت اور کڑواہٹ اس پر انڈیل دی تھی۔ یہ خیال کیے بغیر کہ شاہ زیب پہ کیا گزر رہی ہے یا اس پر آئندہ آنے والے وقت میں کیا گزرے گی۔

بارش تیز ہو گئی تھی۔ شاہ زیب بغیر سوچے سمجھے گاڑی دوڑا رہا تھا۔ اسے اس وقت کچھ خبر نہیں تھی کہ وہ کہاں جا رہا ہے اور کیوں جا رہا ہے۔

اس کا سارا وجود گویا سماعت بنا ہوا تھا۔ اور ایک، ایک عضو مائرہ کی آواز جیسے سن رہا تھا۔ اب تو بارش، پہاڑ اور ان پر چھایا اندھیرا شور مچاتا دریائے نیلم بھی اس سے یہی سرگوشیاں کر رہا تھا کہ ''پلیز خود میں مردانگی پیدا کرو۔ باسط تم سے مردانگی میں بڑھ کر ہے۔ تم میں مردانگی اور عزتِ نفس کی کمی ہے..... ہاہاہا..... شاہ زیب تم میں مردانگی کی کمی ہے..... مردانگی کی کمی ہے اور ساتھ غیرت کی بھی کمی ہے۔ اگر تم میں غیرت کی کمی نہ ہوتی تو آج تمہاری محبوب بیوی تمہارے سامنے یعنی اپنے شوہر کے سامنے ایک غیر مرد کی تعریف نہ کرتی اور تعریف کی بھی تو مردانگی کی..... شاہ زیب کو یوں لگ رہا تھا اس وادی کی ہر چیز اس کا مذاق اڑا رہی ہے اس پر طنز کر رہی ہے۔ اسے بے غیرتی کا طعنہ دے رہی ہے..... ''میں بے غیرت نہیں ہوں۔ ہے۔ مجھ میں غیرت۔'' اس کے ہاتھ سے اسٹیرنگ ویل پھسل گیا۔ اس کے ہاتھوں میں نمی آ گئی تھی۔ سخت سردی میں شاہ زیب کا سارا وجود پسینہ اگل رہا تھا نمی تو اس کی آنکھوں میں بھی تھی۔

''میں بے غیرت نہیں ہوں، نہیں ہوں بے غیرت، میں مکمل مرد ہوں۔'' اس نے پاگلوں کی طرح چیخ کر پوری قوت سے کہا۔ غصے کے عالم میں اسٹیرنگ ویل اس کے ہاتھوں سے نکل گیا۔ آنکھوں میں اچانک آنے والی نمی نے اسے عارضی طور پر سامنے کا منظر دیکھنے سے محروم کر دیا تھا۔

☆☆☆

مائرہ کمبل اوڑھے مزے سے لیٹی ہوئی تھی۔ شاہ

www.urdutube.net www.bookstube.net www.urdumovies.net

زیب کو گئے ایک گھنٹے سے زیادہ کا وقت ہو رہا تھا۔ اس کی واپسی کے کوئی آثار نہیں تھے۔ اس نے کمبل پرے پھینکا، جوتے پہنے اور کمرے سے باہر نکلی..... پتا نہیں وہ کہاں تھا۔ مائرہ کا خیال تھا شاید ہوٹل میں ہی کہیں بیٹھا ہو۔ چھوٹا سا ہوٹل تھا اس نے ممکنہ جگہوں پر دیکھ لیا۔ وہ کہیں نہیں تھا۔ وہ ریسپشن کی طرف آ گئی کہ شاید وہاں سے کچھ معلومات مل جائے۔ پریشانی اب اس کے چہرے سے ہویدا تھی۔ ریسپشن پر موجود لڑکا فوراً بھانپ گیا کہ کوئی بات ہے۔

''میرے ہزبینڈ ایک گھنٹے سے غائب ہیں ان کا کچھ پتا نہیں ہے۔ میں نے ہوٹل میں بھی دیکھ لیا ہے۔ وہ یہاں نہیں ہیں۔''

''وہ کہاں گئے ہیں کچھ بتایا نہیں؟''

''نہیں، اصل میں وہ کچھ غصے میں تھے اس لیے کمرے سے باہر نکل آئے تھے۔ میں نے یہی سوچا کہ جب ان کا غصہ ختم ہوگا تو آ جائیں گے مگر.....'' مائرہ بولتے، بولتے چپ ہو گئی۔ اتنے میں کچھ اور لوگ بھی اس کے گرد جمع ہو گئے تھے۔ ان میں ہوٹل کے اسٹاف کا وہ آدمی بھی تھا جس نے شاہ زیب کو گاڑی لے جاتے دیکھا تھا۔ وہ یہاں ٹھہرنے والے مسافروں کو جانتا تھا کیونکہ چھوٹا سا ہوٹل تھا۔

''میڈم آپ کے شوہر نے براؤن کلر کی جیکٹ تو نہیں پہنی تھی؟''

''ہاں، ہاں یہی کلر تھا۔'' مائرہ بے قراری سے بولی۔

''میں نے انہیں پارکنگ سے گاڑی نکال کر سڑک پر لے جاتا دیکھا تھا اور ان کے پیچھے بھاگا بھی کہ صاحب اس موسم میں ڈرائیونگ مت کریں۔ مجھے پتھر سے چوٹ لگی میں وہیں گر گیا اتنے میں گاڑی دور جا چکی تھی۔'' اس آدمی نے تفصیل سے بتایا اور جا کے ہوٹل کے منیجر کو بھی بلا لایا۔ وہ خود مائرہ کے ساتھ پارکنگ لاٹ تک گیا کہ دیکھے آیا ان کی گاڑی یہاں موجود ہے کہ نہیں..... گاڑی یہاں ہوتی تو ملتی ناں.....

گاڑی کو یہاں نہ پا کر..... پریشانی حد سے سوا ہو گئی۔ اب وہ کرے تو کیا کرے.....

''میڈم آپ کچھ دیر اور دیکھ لیں ہو سکتا ہے آپ کے شوہر واپس آ جائیں۔'' ہوٹل کے ادھیڑ عمر منیجر نے اسے تسلی دی۔ پر وسوسے مائرہ کے دل و دماغ میں پنجے گاڑھ کر بیٹھ چکے تھے۔ وہ جا کے ہوٹل کی لابی میں بیٹھ گئی۔ تھوڑی، تھوڑی دیر بعد رسٹ واچ پر ٹائم دیکھتی کچھ اور لوگ بھی آ کر شاہ زیب کے بارے میں معلوم کر رہے تھے کہ آپ کے شوہر واپس آئے کہ نہیں..... ہوٹل میں مقیم اکثر مسافروں کو معلوم ہو چکا تھا۔ منیجر خود اسے تسلی دے چکا تھا۔ جوں جوں گھڑی کی سوئیاں آگے کی طرف جا رہی تھیں۔ مائرہ کی پریشانی میں اضافہ ہو رہا تھا۔ آج تک شاہ زیب اس طرح ناراض نہیں ہوا تھا بلکہ وہ تو اس سے ناراض ہوتا ہی نہیں تھا۔ اپنی غلطی ہوتی یا نہ ہوتی ہمیشہ مائرہ کو وہی راضی کرتا..... لڑائی کی ابتدا ہمیشہ مائرہ کی طرف سے ہوتی۔ وہ ہنس ہنس کر اس کی کڑوی کسیلی باتیں ایک کان سے سن کر دوسرے سے نکال دیتا۔ اور اس طرح ناراض ہو کر وہ کہیں جاتا بھی نہیں تھا۔ اور یہاں گھر سے دور ایک اجنبی جگہ پر وہ اسے اکیلا چھوڑ کر غائب تھا اس لیے وہ بہت پریشان تھی۔ دو گھنٹے گزر چکے تھے۔ ہوٹل میں رات کا کھانا سرو ہو چکا تھا۔ مائرہ سے مزید انتظار برداشت نہیں ہو رہا تھا۔ وہ پھر ریسپشن کی طرف چلی آئی۔

''میرے ہزبینڈ ابھی تک نہیں واپس نہیں آئے ہیں، منیجر سے کہیں کچھ کریں۔'' وہ روہانسی ہو رہی تھی۔ کچھ مرد اسے ترس آمیز نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔ سب کو پتا تھا کہ اس لڑکی کا شوہر دو گھنٹے سے گاڑی لے کر غائب ہے۔ وقتاً فوقتاً سب نے ہی ہمدردی جتائی تھی۔ منیجر بہ نفسِ نفیس اس کے پاس خود چل کر آیا۔

''میڈم مجھے لگتا ہے کہ خدانخواستہ آپ کے شوہر کسی حادثے کا شکار نہ ہو گئے ہوں۔ ہم کچھ لوگوں کو ان کی تلاش میں روانہ کر رہے ہیں۔ آپ فکر مت کریں۔ انشاء اللہ وہ واپس آ جائیں گے۔'' منیجر نے

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

اسے کھوکھلی تسلی دی۔ اپنی کہی بات کا اسے خود بھی یقین نہیں تھا۔ کیونکہ ہوٹل کے جس آدمی نے شاہ زیب کو گاڑی لے جاتے دیکھا تھا اس نے کہا تھا کہ صاحب بہت تیزی سے گاڑی لے کر گیا ہے۔

کچھ تجربے کار لوگ جو ان علاقوں سے اچھی طرح واقف تھے وہ شاہ زیب کی تلاش میں روانہ ہوگئے تھے۔ مائرہ دعا کر رہی تھی کہ شاہ زیب ٹھیک ٹھاک اور خیریت سے ہو..... گھر سے دور اس اجنبی جگہ پر اسے اپنے اکیلے پن سے ڈر لگ رہا تھا۔ شاہ زیب کے ساتھ اسے ڈر نہیں لگتا تھا۔ کچھ عورتیں بھی جو اس کی طرح گھومنے پھرنے کی غرض سے آئی ہوئی تھیں۔ اس کے پاس آکر بیٹھ گئیں۔ اسے تسلی دلاسے دینے لگیں۔

شاہ زیب کی تلاش میں گئے لوگ ابھی تک نہیں لوٹے تھے۔ کافی دیر ہوگئی تھی۔ اب تو منیجر خود بھی پریشان ہو رہا تھا۔ آہستہ آہستہ کمروں کے دروازے بند ہونے لگے۔ ہوٹل میں مقیم لوگ سونے کی تیاری کر رہے تھے۔ مائرہ کے ساتھ اب صرف ایک ہی عورت تھی باقی اٹھ کے چلی گئی تھیں۔

☆☆☆

امدادی پارٹی واپس آگئی تھی۔ شاہ زیب کی تلاش میں انہیں ناکامی ہوئی تھی۔ ایک تو رات تھی اوپر سے بارش پھر خراب راستہ، گاڑی تو گاڑی پیدل چلنے والوں کے لیے بھی اس وقت باہر نکلنا خطرے سے خالی نہیں تھا جو لوگ شاہ زیب کو ڈھونڈنے ..... گئے تھے وہ برسوں سے ان علاقوں میں آباد تھے۔ یہاں کے چپے چپے کے بارے میں جانتے تھے۔ انہوں نے ممکنہ جگہوں پر دیکھا تھا۔ نہ تو شاہ زیب اور نہ اس کی گاڑی کی جھلک نظر آئی تھی۔ سب کے ذہن میں ایک ہی بات آرہی تھی کہ شاہ زیب یقیناً کسی حادثے کا شکار ہوگیا ہے۔

انہوں نے واپس آکر ہوٹل کے منیجر کو اپنی ناکامی کی اطلاع دی۔ مایوسی ان سب کے چہرے پر صاف پڑھی جاسکتی تھی۔ وہ مائرہ کے پاس آیا جو پریشانی سے کسی اچھی خبر کے انتظار میں تھی۔

''کچھ پتا چلا.....؟'' منیجر کو دیکھتے ہی وہ کھڑی ہوگئی۔

''نہیں ہمیں کامیابی نصیب نہیں ہوئی۔ لگتا ہے کہ شاہ زیب صاحب کسی حادثے کا شکار ہوگئے ہیں۔'' صاف جواب سن کر مائرہ کے چہرے کے تاثرات رونے والے ہوگئے۔

''لیکن فکر نہ کریں ہم صبح ہوتے ہی پھر سے تلاش کا کام شروع کریں گے۔ ابھی یہ کام ناممکن ہیں۔'' مائرہ نے مایوسی سے سر ہلایا۔

☆☆☆

عمر زیب بار بار دیوار گیر گھڑیال کی طرف دیکھ رہے تھے۔ شاہ زیب روزانہ ایک مخصوص وقت میں انہیں پی سی او سے فون کرتا تھا کیونکہ یہاں سگنلز نہیں ملتے تھے۔ نمبر اس نے نوٹ کروا دیا تھا۔ انہوں نے دو بار خود کال کر کے شاہ زیب کا پوچھا مگر پی سی او کے مالک نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ اس کے پاس روزانہ فون کرنے بہت سے لوگ آتے تھے وہ کس کس کو یاد رکھتا۔

ڈھلتی شام کے سائے اپنے پر پھیلا رہے تھے۔ عمر زیب اٹھ کے باہر کی طرف بڑھے تو ان کے سینے میں درد سا اٹھا۔ ایک عجیب سا کرب اور اضطراب ان کے پورے وجود پر طاری ہو چکا تھا۔ اپنی اس حالت کی سمجھ انہیں خود بھی نہیں آرہی تھی۔ انہیں خود بخود ہی جیسے کسی غیر مرئی طاقت نے کسی انہونی کا احساس دلایا تھا۔ درد و کرب میں ڈوبی آواز میں انہوں نے دُرِ یکتا کو آواز دی۔ وہ دہل سی گئی۔ پپا نے کبھی اسے اس طرح نہیں پکارا تھا۔

''جی پپا!'' وہ فوراً بھاگی بھاگی آئی۔ عمر زیب کا چہرہ تکلیف کی وجہ سے زرد سا ہو رہا تھا۔ جانے کیا بات تھی۔

''پپا کیا ہوا ہے؟'' دُرِ یکتا نے انہیں دونوں کندھوں سے تھام کر پاس پڑی کرسی پر بٹھایا اور پانی گلاس میں ڈال کر لے آئی۔

(باقی آئندہ)

www.urdutube.net www.bookstube.net www.urdumovies.net

قرض

ناہید فاطمہ حسنین

جب پہلی بار اس نے اس سے اظہارِ عشق کیا وہ فرسٹ ایئر کی طالبہ تھی۔ اس نے بتایا وہ اسے، اس وقت سے چاہتا چلا آرہا ہے جب وہ کلاس سکستھ (6th) کا اسٹوڈنٹ تھا۔

یہ سن کر اس کی آنکھیں حیرت سے پھٹ گئی تھیں۔ وہ ان کا ہمسایہ تھا۔ ''لوگ تو کہتے ہیں عشق اور مشک چھپائے نہیں چھپتے، اڑ کر پہنچتے ہیں پھر اس کی محبت کی خوشبو اس تک کیوں نہ پہنچی؟'' وہ سوچنے لگی۔

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

اس پوری رات وہ اس سے موبائل فون پر بات کرتا رہا۔ وہ سیل فون کان سے لگائے صرف سن رہی تھی۔ کبھی، کبھی وہ گنگنا اٹھتا اس کی آواز..... بس کچھ مت پوچھو۔ جادو تھا، ایک سحر تھا اس کی آواز میں جو اس کے وجود کو پورے کا پورا جکڑ چکا تھا۔ رات کی گہری تاریکی میں اس کے کانوں میں روشو کی آواز شہد آگیں رس ٹپکا رہی تھی یا پھر اس سکوت کو گھڑی کی ہر دم بولتی ٹک ٹک توڑ رہی تھی۔ اذانِ فجر تک وہ اس سے وعدہ لے چکا تھا کہ آج وہ کالج جانے کے بہانے کالج کے قریبی پارک میں بیٹھ کر روبرو گفتگو کریں گے۔

وہ کالج کے لیے تیار ہوئی، ماں کو خدا حافظ کہتے ہوئے زبان لڑکھڑا رہی تھی۔ زندگی میں پہلی چوری، پہلی خیانت تھی پھر ماں سے کیسے آنکھیں ملاتی؟

''تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے ناں؟'' جب معاملات گڑبڑ ہوں تو پہلی خبر ماؤں کو ہی ہوتی ہے۔ ماؤں کے وائی فائی کے سگنلز بہت پاور فل ہوتے ہیں۔ ماں کے پوچھنے پر وہ گڑبڑا گئی۔

''ہاں..... ہاں..... کیوں میری طبیعت کو کیا ہوا؟'' نظریں اب بھی جھکی ہوئی تھیں۔

''اچھا۔'' ماں نے مسلسل اسے اپنی نظروں کے حصار میں رکھا ہوا تھا۔ اچھا کو خوب کھینچ کر ادا کیا۔ کریدتی نظروں سے اسے تکتے گئیں، سر اپھر بھی ان کے ہاتھ نہ آیا۔

☆☆☆

بہت دیر پارک میں دونوں پاس، پاس بیٹھے رہے۔ وہ سر اور نظریں دونوں جھکائے ہوئے تھی جبکہ روشو اسے بہت محویت اور وارفتگی سے دیکھ، دیکھ کر حالِ دل مختلف جملوں کے ذریعے ادا کر رہا تھا۔

''یا خدا..... کتنے ان گنت، پیار بھرے جملے ہوتے ہیں ان لڑکوں کے پاس۔'' وہ کبھی، کبھی اس کی پُرشوق نگاہوں کی تپش پا کر اسے لمحے بھر کو تک لیتی اور کچھ دیر بعد واپس سر جھکا لیتی۔

''تم مجھے دیکھ کیوں نہیں رہیں؟'' وہ ہلکا سا اس پر جھکا تو وہ گھبرا کر کھسک کر کچھ دور ہوگئی۔ پہلا، پہلا معاملہ تھا ناں۔

''چلو میں پیچھے ہٹ جاتا ہوں مگر خدارا تم مجھ سے دور مت ہو۔'' روشو کی وارفتگی اندر ہی اندر اسے پگھلا رہی تھی۔ لڑکیوں کے خمیر میں شاید موم کا استعمال بھی کیا جاتا ہوگا تبھی تو وہ لمحے بھر میں پگھل جاتی ہیں۔

''سارہ تم وعدہ کرو تم مجھے کبھی چھوڑ کر نہیں جاؤ گی۔''

''لڑکیاں تو کم ہی کسی کو چھوڑتی ہیں..... البتہ لڑکے ہی چھوڑ جاتے ہیں۔'' یہ اس کا پہلا جملہ تھا جو اس کے لبوں سے ریشمی طرح پھسل گیا تھا۔

''نہیں نہیں..... بخدا میں تمہیں کبھی نہیں چھوڑوں گا۔ زندگی کے آخری لمحوں تک تمہارے پاس رہوں گا۔ تمہیں اپنی ہر آتی جاتی سانس میں میرا وجود دھڑکتا ہوا محسوس ہوگا۔ تمہاری آنکھوں میں میرا عکس لہرائے گا۔ تمہارے دل میں دھڑکن کے ساتھ دھک، دھک کی آواز سے میں خود کو پروف کروں گا۔ تم آنکھیں بند کرو گی تو میرے لمس کو محسوس کر سکو گی۔''

اس نے لبوں کو بھینچ کر سر اٹھا کر اسے تکا وہ کیسی افسانوی باتیں کر رہا تھا۔ شاید اس نے اس کے اندر مچلتے سوال پڑھ لیے تھے تبھی تو وہ بول اٹھا۔

''کیوں..... تمہیں میرا یقین نہیں ہے؟''

''ایک افسانے میں پڑھا اقتباس یاد آگیا تھا۔'' سارہ نے لمبی سانس کھینچی۔

''کیا.....؟''

وہ چپ رہی۔

''مجھے نہیں سناؤ گی؟''

''تم ناراض ہو جاؤ گے۔''

''نہیں، نہیں..... نہیں ہوتا ناراض۔ ہرگز بھی

www.urdutube.net www.bookstube.net www.urdumovies.net

نہیں۔ جب روح جسم سے ناراض ہو جاتی ہے تو اس کا ساتھ چھوڑ دیتی ہے پھر وہ بے حس و حرکت وجود کسی کام کا نہیں رہتا۔ مٹی میں مل کر حشرات الارض کا رزق بن جاتا ہے اور میں تم سے ناراض ہو کر اپنا وجود نہیں کھونا چاہتا۔''

سارہ نے اسے پھر غیر یقینی انداز میں دیکھا۔ یہ بات ابھی اس کے تجربے میں نہیں آئی تھی کہ لڑکا عشق کے ابتدائی مراحل میں ناراض نہیں ہوتا بلکہ ناراض محبوبہ کو منانے کے تمام گر جانتا ہے۔ لڑکے کی ناراضی تو محبت کی ساری منازل طے کر لینے کے بعد وجود میں آتی ہے۔

''بولو ناں..... تم نے کیا پڑھا تھا؟''

''میں نے پڑھا تھا.....'' اس نے ایک لمحے کو روشو کو تکا پھر سر جھکا کر اپنی رنگ کو انگلی میں خواہ مخواہ گھمانے لگی۔ ''میں نے پڑھا تھا..... مرد کی محبت ساحل کی لہر جیسی ہوتی ہے جس تیزی سے بڑھتی ہے اسی تیزی سے واپس پیچھے بھی پلٹ جاتی ہے اور عورت کی محبت سمندر کے سینے کے بیچوں بیچ اٹھتا بھنور ہے جس میں دائرے بنتے رہتے ہیں۔ عورت اس بھنور سے کبھی باہر نہیں نکل پاتی۔'' اتنا کہہ کر وہ چپ ہو رہی۔

''ہونہہ..... افسانوی باتیں۔'' اس کا منہ کڑوا ہو گیا تھا۔ ''ایسے افسانے لکھنے والی بھی عورتیں ہی ہوتی ہیں' انہوں نے ہی عورت کا مقدمہ لڑنا ہے پھر خود ہی اسے جتوا بھی دینا ہے۔ نہ پڑھا کرو افسانے۔'' وہ لمحے بھر کو رکا۔ ''زندگی افسانوں سے بہت مختلف ہوتی ہے۔''

''مگر افسانوں میں وہی کچھ لکھا جاتا ہے جو زندگی میں ہو رہا ہو۔''

''ہاں۔'' اس نے ہاں کو خوب لمبا کھینچا۔ ''مگر اس میں کافی کچھ cosmatic ہوتا ہے۔'' اس نے اپنی گھنیری پلکیں جھپک، جھپک کر روشو کو تکا۔

''ایسے نہ تکا کرو مجھے..... کسی دن یہ آنکھیں میرا قتل کر ڈالیں گی۔'' روشو مسکرایا تو اس نے پھر سر جھکا لیا۔

''چلیں اب۔'' اس نے موبائل میں وقت دیکھا تو جیسے گڑبڑائی۔ روشو نے اپنی رسٹ واچ میں وقت دیکھا۔

''ابھی تو پون گھنٹا باقی ہے۔ چلو کچھ کھاتے پیتے ہیں۔'' وہ اٹھ کر بائیک تک آیا وہ اس کے پیچھے تک آئی تو مگر بائیک تک پہنچ کر ٹھٹک گئی۔

''بیٹھو بھی۔'' روشو نے بائیک اسٹارٹ کی۔

''مم..... میں؟'' وہ گڑبڑائی۔ اصل میں تو وہ پرائیویٹ کوئیس سے کالج تک آئی تھی پھر قریبی پارک کے گیٹ پر روشو مل گیا تھا سو وہ واک کر کے یہاں تک پہنچی تھی۔ اب ریسٹورنٹ تک جانے کے

سلمیٰ اعوان

حقیقت کا قلم سے ایک ایک سفرنامہ

عراق اشک بار ہیں ہم

زندگی اور موت کے درمیان ایک ہولناک سفر

عراق کے ادیبوں' شاعروں' صحافیوں' یونیورسٹی کے اساتذہ کے ساتھ قابل فخر اسلامی کرداروں کی درخشاں روداد

القاعدہ وہاں کیا کر رہی ہے

بغداد کی الف لیلوی کہانیاں اور بہت کچھ

الفیصل پبلی کیشنز لاہور

042-37230777 سے طلب کریں

لیے اس کی بائیک پر جاتا تھا۔ کہانی کے اس سین کا تو اس نے سوچا ہی نہ تھا۔

''مم..... میں..... نہیں تو کیا میں؟'' روشو نے اس کی نقل اتاری۔

''اگر کسی نے دیکھ لیا تو؟'' وہ شش و پنج میں مبتلا تھی۔

''زیادہ دماغ پر بوجھ نہ ڈالا کرو مت اتنا سوچا کرو۔ سوچیں بھول بھلیوں میں الجھا کر منزل سے بھٹکا دیتی ہیں۔ چلو بیٹھو۔'' اس نے کھڑے، کھڑے بائیک کو ریس دی۔ وہ گھبرا کر جلدی سے اس کے پیچھے بیٹھ گئی۔ بائیک ہوا میں اڑ رہی تھی اس نے روشو کی پشت سے اپنا سر ٹکا کر خود کو چھپانے کی پوری سعی کی ہوئی تھی۔

یہ پوری زندگی کی پہلی چوری تھی۔ ایک چوری کے بعد قدم خود بخود بے باک ہو جاتے ہیں پھر پوری زندگی چوری کرتے گزر جاتی ہے اور ایک وقت ایسا آتا ہے کہ اس چوری پر ندامت نہیں رہتی۔ سر جھکا نہیں رہتا، نظریں شرمندہ نہیں ہوتیں۔ دل کی دھڑکنوں کا ردھم بے ترتیب نہیں ہوتا۔ زبان اور ہونٹ بار بار خشک نہیں ہوتے، ماتھا عرق آلود نہیں ہوتا۔ اس کے ساتھ بھی ایسا ہی ہونے جا رہا تھا۔

☆☆☆

زندگی ریستورانوں اور فون کالز سے نکل کر مختلف پبلک پلیسز اور دوستوں کی شادیوں کے بہانوں تک پہنچ گئی مگر اس دوران روشو بے باک نہیں ہوا۔

''پاگل، تم بوڑھی بھی ہو جاؤ گی تو میں تمہیں اسی شدت سے پیار کرتا رہوں گا۔'' وہ اکثر کہتا۔

ایک بار اس نے ریسٹورنٹ میں اس کا ہاتھ پکڑ کر دبا دیا تھا۔ وہ لرز گئی تھی۔ دونوں دل کی دھڑکن بے ترتیب رہی۔ وہ خفا ہو گئی تھی مگر پھر ایک وقت ایسا بھی آیا کہ روشو کا اس کے ہاتھ کو پکڑنا، بال سنوار دینا، کندھے پر سر ٹکا لینا کچھ بھی برا نہیں لگا کرتا۔ یہ زندگی کا اصول ہے کہ جب ہم زندگی کے زینے پر پہلا قدم رکھتے ہیں تو اگلا قدم اس سے اوپر رکھنا ہماری مجبوری، ہماری خواہش، ہماری ضرورت بن جاتا ہے۔

سارہ بی ایس سی فائنل میں تھی اور روشو برسرِ روزگار۔ اس نے گھر والوں کو مجبور کر کے رشتہ بھجوا دیا۔ سارہ کے گھر والے بھی اس رشتے پر آمادہ نہ تھے روشو اُن کی نظر میں محض ایک عام سا پڑوسی تھا جس کی کوئی قدر نہ تھی مگر جب امی نے سارہ کی آنکھوں میں روشو کے نام کے جگنو ٹمٹماتے دیکھے تو اس ہونے والی شادی کو ارینج کرنے کا فیصلہ کر کے بابا کو راضی کر لیا۔ وہ بہت سلجھی ہوئی دور اندیش خاتون تھیں۔

منگنی کر دی گئی۔ اب روشو دھڑلے سے ان کے گھر آنے جانے لگا۔ کسی نہ کسی ضروری چیز کی خریداری کے بہانے، گھومنے پھرنے بھی جانے لگا۔

''دیکھو میرے آنچل اور بابا کی پگڑی کی لاج رکھنا۔'' امی اسے بہت سمجھا کر کہتیں۔ وہ امی کو اس طرح تکتی کہ امی مطمئن ہو جاتیں۔ اس میں کوئی دو رائے بھی نہ تھی کہ اس نے روشو کو غلطی کرنے کی اجازت نہیں دی تھی، وہ جانتی تھی کہ زندگی کی بعض غلطیاں ایسی ہوتی ہیں جس میں کسی معافی نامے کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔ وہ ایسی غلطیاں ہوتی ہیں جو کبھی صحیح نہیں ہو سکتیں۔ تا عمر آنچل کا داغ بن کر غلطی ہی رہتی ہیں۔

☆☆☆

''روشو اگر میری امی راضی نہ ہوتیں اور ہم کبھی ایک دوسرے کے نہیں ہو پاتے...؟'' ایک روز اس نے پوچھ ہی لیا۔

''تو کیا..... پھر بھی میں تمہیں چاہتا رہتا۔ یہاں تک کہ تم بوڑھی ہو جاتیں۔ میری چاہت میں کوئی کمی نہ آتی۔'' وہ اسے ایک ٹک دیکھے چلی گئی اس کی آنکھوں کی چمک اس کی صداقت کی گواہ تھی۔

''ساحل کی لہر..... اور سمندر کے سینے کے

www.urdumovies.net
www.bookstube.net
www.urdutube.net

بیچوں بیچ بھنور۔'' اسے یاد آ گیا مگر اب اس اقتباس کی اہمیت اس کی نظروں میں نہیں رہی تھی۔

''لکھا جانے والا ہر جملہ سچ نہیں ہوتا۔'' اس نے دل کو ہلکی، ہلکی تھپکی دی۔

☆☆☆

منگنی کا دورانیہ بڑھتا چلا گیا امی، بیٹی کی ماں تھیں سو فکر مند رہنے لگیں۔ اس نے روشو سے کہا تو روشو نے اسے اصل سبب بتایا کہ عنقریب وہ لوگ یہ محلہ چھوڑ کر کسی اچھی جگہ شفٹ ہو رہے ہیں۔ اس کا دل ہولنے لگا۔ اس نے اپنی پریشانی سے آگاہ کیا تو روشو نے بہت مضبوط لہجے میں کہا۔

''مجھ پر بھروسا رکھو۔''

''محبت کرنے والے بھروسے سے زیادہ وسوسوں میں مبتلا رہتے ہیں۔'' وہ روہانسی ہو گئی۔

''پاگل ہو تم تو ہر وقت نیگیٹو ہی سوچتی ہو۔'' وہ پہلی بار غصہ ہوا تھا اور اٹھ کر چلا بھی گیا تھا۔

پھر تین دن تک نہ اس نے اپنی شکل دکھائی نہ میسج نہ فون کیے۔ یہ تین بے چین و بے تاب دن جو اس کی زندگی کی کتاب میں پہلی بار رقم ہوئے تھے، اس نے انگاروں پر لوٹ کر گزارے۔ وہ صرف روتی تھی میسج کرتی جس کا کوئی ریپلائی نہ آتا۔ فون کرتی جو اٹینڈ ہی نہ ہوتا۔ وہ جان گئی تھی یا تو روشو نے اپنا سیل فون سائلنٹ پر لگایا ہے یا اس کا نمبر اسکرینڈ میسج میں ڈال دیا ہے یا فون میں کوئی سسٹم لگا دیا ہے اور یہ کسی طور ممکن نہ تھا کہ وہ ہر تھوڑی دیر بعد دروازہ کھول کر اس سمت دیکھے جہاں روشو کا گھر تھا۔ ان تین دنوں میں وہ سیکڑوں فون کال کر چکی تھی اور اتنے ہی میسجز اسے سینڈ کر چکی تھی۔

☆☆☆

ایک روز وہ کالج سے نکلی تو سامنے روشو بائیک لیے کھڑا تھا۔ وہ تو چکرا ہی گئی۔ روشو نے آنکھوں کے اشاروں سے اسے بلایا وہ آناً فاناً بھاگتی ہوئی آ کر بائیک پر بیٹھ گئی۔ بائیک نے ابھی اسپیڈ بھی نہ پکڑی تھی کہ وہ دھواں دھار رونے بیٹھ گئی۔

''تم اتنے بے وفا ہو، اتنے ہرجائی..... تم نے میرے بنا یہ زمانہ کیسے جی لیا؟'' وہ بس رو رہی تھی۔

''کیا زمانہ..... کتنے دن..... کتنے برس گزر گئے؟'' وہ ہنسے چلا گیا۔ ''میں سب کچھ ہو سکتا ہوں مگر بے وفا یا ہرجائی نہیں۔'' وہ شوخی میں بائیک کو زگ زیگ چلانے لگا۔

''روشو کے بچے.....'' اس نے اس کی پیٹھ پر دھموکا لگا کر نوچا۔ ''گر جاؤں گی میں۔''

''نہیں گرتیں۔'' وہ ہنسا۔ ''روشو کے بچے تو اب ہوں گے۔'' وہ ہنستا چلا گیا۔

''اتنے ناراض کیوں تھے؟''

''شی۔'' اس نے انگشت شہادت اپنے لبوں پر رکھی۔ ''تم جانتی ہوں ناں مجھے ایک ہی بات بار، بار دہرانا کتنا برا لگتا ہے اور بحث کرنا..... بحث تو میری چڑ ہے..... سو لیوس ٹاپک۔'' اور وہ اسی لمحے چپ ہو گئی۔

☆☆☆

روشو کی فیملی شفٹ ہو گئی۔ اس کی روٹین نہ بدلی وہ روز گڈ مارننگ تو گڈ نائٹ درجنوں میسجز کرتی۔ روشو کا بھی کبھار جواب آ جاتا ورنہ وہ بھی نہیں۔ رفتہ رفتہ روشو کی لمبی کالز مختصر ہوتے، ہوتے بالکل ہی ختم ہو گئیں۔ اب روشو کے بجائے وہ فون کرتی تو روشو آدھا گھنٹا بہ مشکل بات کرتا اس آدھے گھنٹے میں بھی کئی، کئی بار اسے ہولڈ کرواتا۔ وہ روہانسی ہو جاتی، شکایت کرتی تو وہ بہت تحمل سے کہتا۔

''سارہ یاد رکھو میں تمہارا ہی ہوں اپنی آخری سانس تک۔ میں کبھی کسی کا نہیں ہو سکتا۔ میں جاب میں کافی مصروف ہو گیا ہوں تو اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ میں تمہیں بھول گیا یا تم سے بے پروا ہو گیا ہوں۔ تمہارا خیال سایہ بنا مجھ سے جڑا ہوا ہے۔'' مرد کی سچی جھوٹی ہر تسلی کو عورت سچ ہی مان لیتی ہے اس

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

نے بھی اسے سچا جانا اور سر جھکا دیا۔

☆☆☆

''روشو کے گھر والے تو کوئی سن گن ہی نہیں لے رہے۔ ہم کب تک بیٹی کو بیٹھائیں اب اس کا فائنل ائیر بھی آپہنچا ہے۔'' امی نے بابا پر اپنی تشویش ظاہر کی۔

''تم بات کرو۔'' بابا کے کہنے پر پہلے تو امی چپ ہوگئیں پھر بہت دھیرے سے بولیں۔

''یہ مجھ سے نہ ہوگا بیٹی کی ماں ہوں لاج آتی ہے۔''

اس نے روشو سے کہا تو روشو نے گھر والوں پر زور ڈالا۔ ان کا فون آیا کہ ہم اگلے ہفتے شادی کی تاریخ لینے آرہے ہیں۔ امی کو پتا ہی نہ چلا ان کی مشکل سارہ نے حل کی ہے۔ امی بہت خوش ہوگئیں حالانکہ سارہ اور روشو جانتے تھے یہ زبردستی کا سودا ہے۔

عین اس دن جب روشو کی فیملی کو تاریخ لینے آنا تھا روشو کی خالہ کا انتقال ہوگیا۔ یوں تاریخ پھر آگے چلی گئی۔ سمدھیانے کے ناتے سارہ کے والدین اور وہ بھی خالہ کے گھر تعزیت کو گئے۔ روشو کی فیملی کے ساتھ، ساتھ ان کے پورے خاندان نے سارہ کے والدین کو بہت عزت و احترام دیا لیکن سارہ کے آنے کو کسی نے پسند نہ کیا۔

اب ان کی شادی کا معاملہ پھر کھٹائی میں پڑتا نظر آرہا تھا کم از کم چالیسویں تک تو۔

اب وہ جب بھی روشو کو فون کرتی وہ ہوں ہاں تک محدود رہتا۔ سارہ نے ڈرتے ڈرتے شکایت کی تو روشو نے تسلی دی۔

''دیکھو سارہ بچہ نہ بنو۔ میری اکلوتی خالہ تھیں خالو کا پہلے انتقال ہوچکا ہے اب ان کی اکلوتی جوان بیٹی ہے، اس کا مسئلہ ہے وہ اکیلی رہ گئی ہے اسے ہم گھر لے آئے ہیں۔'' اتنا سنتے ہی اس کا دل حلق میں آرہا روشو پھر بولا۔

''اس کا نکاح ہوچکا ہے ہم پہلے اس کی رخصتی کریں گے۔'' باقی کا جملہ سن کر اس کی جان میں جان آئی۔ ''اور بھی دوسرے مسائل ہیں۔ میں بہت الجھا ہوا ہوں ہمارا پورا گھر ڈسٹرب ہے تم زیادہ خود غرض نہ بنو اور اپنی امی کو بھی بولو..... وہ چپ کر کے بیٹھیں۔'' روشو نے یہ سب باتیں اس طرح کیں کہ وہ خود شرمندہ ہوگئی۔

☆☆☆

زندگی کا کچھ پتا نہیں چلتا۔ کب کس طرح کروٹ بدل لے۔ کون سا رخ اختیار کرلے۔ کس سمت گھوم جائے۔ کون سا چہرہ دکھادے کس کو داخل کرے، کس کو خارج کردے۔ کسی کو کچھ نہیں پتا چلتا۔

وہ گھر بیٹھی فائنل ائیر کے رزلٹ کا انتظار کررہی تھی۔ امی کی تشویش بڑھتی جارہی تھی۔ روشو کی ماں اچانک بنا اطلاع آگئیں۔ وہ سمجھ تو گئی کہ روشو نے بھیجا ہوگا مگر اسے حیرت تھی کہ روشو نے اسے قبل از وقت کیوں نہ بتایا حالانکہ تین دن قبل اس نے روشو کو فون کیا تو خیر خیریت کے فوراً بعد روشو نے کہا تھا تم فون رکھو میں آدھے گھنٹے بعد تمہیں کال بیک کرتا ہوں اور تین دن تک وہ کال بیک نہ کرسکا۔ وہ فون کرتی تو حسب معمول کال سسٹم پر ہوتی۔ ریکارڈ پر ایک دلکش آواز اس کا مذاق اڑاتی۔ ''آپ کا مطلوبہ نمبر اس وقت بند ہے براہِ کرم کچھ دیر بعد رابطہ کیجیے۔'' وہ اپنی ہونے والی ساس کی خدمت میں جت گئی۔ ناشتے کے لوازمات ٹیبل پر چننے کے بعد وہ چائے لے کر دروازے تک پہنچی تو ان کی آواز پر وہیں ٹھٹک گئی۔

''ہم کیا کریں بہن..... یہ ہماری مجبوری ہے۔ ہماری بہن کی بیٹی کا جس سے نکاح ہوا تھا وہ فراڈ نکلا۔ پہلے سے شادی شدہ اور بچوں والا تھا۔ طلاق بھی دینے پر آمادہ نہ تھا۔ اب بڑی مشکل سے خلع حاصل کرکے ہم نے اسے راشد کی بہو بنانے کا فیصلہ کرلیا ہے۔'' بڑی زور کا دھماکا اسے اپنی سماعتوں

www.urdutube.net www.bookstube.net www.urdumovies.net

کے آس پاس سنائی دیا۔ امی بھی گنگ رہ گئیں۔

''دیکھیں بہن۔'' انہوں نے اسی نرم لہجے میں کہہ کر محبت سے امی کے ہاتھوں کو چھوا۔ ''سارہ کی منگنی ہوئی ہے منگنی ٹوٹنا اتنا معیوب نہیں جتنا نکاح..... پھر اس بچی سے کوئی رشتہ کرنے کو تیار نہیں کہ خلع یافتہ ہے حالانکہ وہ بالکل کنواری ہے سو ہم نے فیصلہ کیا کہ ہم ہی اسے اپنالیں۔ سارہ کو تو بہت سے مل جائیں گے مگر.....'' وہ دروازے سے ہٹ آئی۔ دل میں عجیب طوفان برپا تھا۔

وہ جان گئی تھی بے وفائی کے خاردار راستوں سے گزرتی جدائی کی منزل آپہنچی ہے۔ عام لڑکوں کی طرح وہ بھی اس کے دل کو کھلونے کی طرح کھیل کر بازی پلٹ کر جاچکا ہے۔ اسے دکھ صرف اس بات کا تھا کہ روشو بے وفائی کرنے کے بجائے فون کرکے خود اسے بتادیتا۔ اس کے ساتھ جھوٹ موٹ کے آنسو بہالیتا۔

اگر وہ باوفا ہوتا
نہ یوں دل توڑ کر جاتا
نہ مجھ کو چھوڑ کر جاتا
مگر وہ باوفا کب تھا؟

اس نے اپنی کنپٹی دبائی، چکراتے وجود کو سمیٹا۔ اگر وہ مجھ سے مخلص تھا تو گھر والوں سے بغاوت کرسکتا تھا نہیں تو مجھے اعتماد میں لے سکتا تھا۔ جی تو چاہا خوب زور، زور سے روئے۔ چوکھٹ سے سر ٹکرا کر خود کو لہولہان کرلے مگر وہ کچھ نہ کرسکی تو ضبط کا کڑوا گھونٹ حلق سے اتارا۔ گہری سانس بھر کر تازہ آکسیجن اپنے وجود کے اندر اتاری گویا نئی سارہ کو وجود بخشنا اس کا مقصد ہو۔ آنسو کے بس دو ہی قطرے نکلے۔

ساحل کی لہر..... اور سمندر کا بھنور..... مدتوں قبل پڑھا اقتباس اس کے دل و دماغ پر روٹیٹ ہو رہا تھا۔ اس نے چائے کی ٹرے کچن میں پٹخ کر وہیں

ماہنامہ سرگزشت

مئی 2015ء کی جھلکیاں

شخصیت

اس شخصیت کا زندگی نامہ جس نے زمانہ قدیم میں حکمرانی کے اصول مرتب کیے تھے

سالگرہ کے دن

ان شخصیات کا ذکر جن کی موت عین سالگرہ کے دن ہوئی

ماہ مئی

اس مہینے میں پیدا اور وفات پانے والے اہم لوگوں کا تذکرہ

انتقامی

جس کے خوف سے امریکن سی آئی اے لرز اٹھی مرد غریبوں کا مسیحا کہلایا

واز دوست

قوت سماعت سے محروم ایک لڑکی کی سچ بیانی۔ اس نے اپنی محبت کو کیسے پایا

ارسال اعزاز

سفرنامہ، معروف فلمی شخصیت کا احوال زیست، طویل مگر لہو گرم کردینے والی سرگزشت ''سراب'' اور بھی بہت سی سچ بیانیاں، سچے واقعات، دلچسپ قصے

چوکھٹ سے سر ٹیک دیا۔

''کاش..... آسمان نہ سہی چھت ہی مجھ پر آگرے۔ زلزلے بھی تو آتے ہیں ناں۔ ایک زلزلہ زندگی میں آگیا تو ایک اس حصے میں کیوں نہیں آسکتا۔ جس میں، میں کھڑی ہوں۔''

''تمہارے دل میں دھڑکن بن کر جیوں گا۔ آنکھیں بند کرکے میرے لمس کو محسوس کرنا۔ میں تم سے ناراض ہوکر اپنا وجود نہیں کھوسکتا۔ میں پیچھے ہٹ جاتا ہوں..... خدارا تم مجھ سے دور مت ہو۔''

یہ اور اس جیسے ان گنت جملے جو روشو نے ابتدائی مراحلِ عشق میں کہے تھے..... معاً ننھے بچوں کی طرح آپس میں جھگڑ کر ایک میس کھڑا کرچکے تھے۔

''اوہ خدا.....!'' اس نے سسکی بھری اور کمرے میں آکر خود کو بستر پر گرا لیا۔

☆☆☆

اگلے روز وہ بہت دیر سے جاگی۔ امی نے بھی اسے قصداً نہیں جگایا تھا۔ اس نے بغور امی کو دیکھا ان کی آنکھیں متورم تھیں اس نے ان سے کچھ نہیں پوچھا باہر آئی بابا ایزی چیئر پر بھی اسے ایزی فیلنگز کے ساتھ نہیں نظر آئے۔ کمرے میں آکر اس نے موبائل فون نکالا ایک میسج ٹائپ کیا۔

''ہوں تو پھر کیا تم مجھے اپنی زندگی کی دوسری عورت بھی بنا سکتے تھے۔'' اس نے روشو کو آخری میسج ٹائپ کیا اور سینڈ کردیا۔ موبائل کو اٹھا کر بیڈ کی سائڈ ٹیبل کی دراز میں ڈال دیا۔ ڈھیر سارے دن گزر گئے روشو کا جواب آنا تھا نہ آیا۔

''آئی لو یو ٹل مائی لاسٹ بریتھ۔'' روشو کا کہا جملہ کہیں پاتال میں گم ہوگیا۔ زندگی کی کہانی کا درمیان آنے سے قبل ہی وہ دربدر ہوگئی تھی۔ زندگی کی رائگانی بڑی تلخ ہوتی ہے۔

ساحل اور سمندر..... سمندر اور ساحل

ساحل کی موج اور سمندر کے سینے کا بھنور۔ وہ خود گرداب میں آپھنسی تھی۔ آج اسے تمام حقائق سمجھ آگئے تھے۔ تمام سوالوں کے جواب مل گئے تھے۔ آنکھیں موندیں تو روشو کا لمس محسوس کیا۔ کیا روشو نے بھی اسے اسی طرح مس کیا ہوگا؟ وہ سوچے گئی..... اتنا کہ تھک گئی۔

کبھی دل کہتا ''ہاں وہ مجبور ہوگا وہ بھی اسے مس کرتا ہوگا۔'' اور کبھی دماغ اس خیال کی نفی کردیتا۔ انسانی جسم بھی کتنا دلچسپ و عجیب ہے جس کے دو organ اپنی الگ، الگ رائے رکھتے ہیں۔

''بات دماغ سچی کہتا ہے اس کے باوجود جیت دل جاتا ہے'' زندگی کی دوڑ دھوپ بہت کچھ دھندلا دیتی ہے۔ اس کے باوجود اس نے تاعمر شادی نہ کرنے کا فیصلہ سنا دیا۔ بابا کا انتقال ہوگیا، امی کو چپ لگ گئی بس اسے تکتی رہتیں۔ اس نے ملازمت کرلی تھی باقی وقت امی کی خدمت اور رب سے لو لگائی تھی۔

اس نے آئینہ دیکھنا چھوڑ دیا تھا۔ آئینہ دیکھنا چھوڑ دینا سچ سے گریز کا دوسرا نام ہے۔ آئینہ دیکھنا چھوڑ دینے سے حقائق نہیں بدل جاتے۔ ایک روز ماتھے پر کسی کیڑے نے کاٹا تو جاکر آئینہ دیکھا۔ ماتھا تو کیا ہی دیکھ پاتی خود کو دیکھ کر سسک اٹھی۔ بالوں کی ایک لٹ تو پوری دودھیا چاندی تھی، چہرے پر زمانے بھر کی گرد، آنکھوں کے گہرے حلقوں میں بھی ہلکی، ہلکی جھریاں منہ چڑا رہی تھیں۔

محبت میں پڑتی نہیں جھریاں

''پاگل تم بوڑھی بھی ہوجاؤ گی تو میں تمہیں اتنا ہی چاہوں گا۔'' یہی ایک جملہ زندگی سے چمٹ کر رہ گیا تھا۔ دل میں اب تک کسک آباد تھی پھر اس دن سے نہ جانے زندگی میں کیسا انقلاب آیا۔ اس نے اپنا خیال رکھنا شروع کردیا۔ ایک آس..... ایک موہوم سی امید پر۔

☆☆☆

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdunovels.net

پھر جب امی نے بھی زندگی سے ناتا توڑ لیا۔ اس نے چاروں سمت دیکھا کچھ نہ تھا ماسوائے گہرے خاموش سناٹے کے۔ وہ اٹھ کھڑی ہوئی جانے کے لیے۔ اس منزل کی طرف جس کا اسے خود بھی یقین نہ تھا کہ وہ منزل اسے قبول کرے گی یا نہیں؟

اس نے خود کو بہت اچھے طریقے سے برقع سے کور کیا۔ اس کی صرف آنکھیں نظر آ رہی تھیں۔ وہ آنکھیں جن پر کبھی وہ مرتا تھا مگر آج ان آنکھوں کے دیے جلتے بجھتے چراغ تھے۔

''ایسے نہ تکا کرو مجھے..... کسی دن تمہاری آنکھیں میرا قتل کر بیٹھیں گی۔'' اس نے اپنے دل کی یاد دہانی کو سر جھٹک کر نظر انداز کیا۔

''کیا تم کو اپنا وعدہ یاد ہے؟ میں آج بوڑھی ہو چکی ہوں..... تم مجھے قبول کرو گے؟ کیا تم نے میرے حصے کی چاہت بچا کر رکھی ہے؟'' اس نے ایک پرچے پر لکھا اور مٹھی میں دبا کر اس کے گھر جا پہنچی۔

''مجھے راشد حمزہ سے ملنا ہے۔'' دروازے پر آنے والی ملازمہ تھی جس سے اس نے مدعا بیان کیا۔ ''کیا وہ ہیں؟'' بے چینی کے ساتھ ساتھ اسے گھبراہٹ نے بھی آن لیا تھا۔

''ہاں جی..... آپ کون؟''

''میں ان کی پرانی شناسا ہوں۔'' ملازمہ نے اسے ڈرائنگ روم تک آنے میں مدد دی۔ وہ بیٹھ گئی۔ اس نے اپنی نظر کو محدود رکھا نہ ادھر دیکھا نہ اس کی خواہش ہوئی بس اس کی نظر ڈرائنگ روم میں کھلنے والے دروازے پر مرکوز تھی اس نے طے کر لیا تھا کہ اپنی آواز نہیں سنائے گی۔

سامنے آنے والا روشو ہی تھا وقت نے روشو کے سر میں بھی چاندی مل دی تھی مگر وہ کچھ اور سوبر ہو گیا تھا۔

''اتنے ماہ و سال میرے بغیر گزار لیے۔ میری یاد کا کوئی جھونکا تک تمہیں مضطرب نہ کر سکا۔'' لبوں پر آنے سے قبل ہی شکوہ دم توڑ گیا۔ بس وہ سوچ گئی۔ وہ بیٹھتے، بیٹھتے اسے تکتے ہوئے ٹھٹکا۔

''جی فرمائیں؟'' لبوں سے پھسلا ہی تھا کہ اس نے پرچہ اس کی سمت بڑھایا۔ ہاتھ کانپ رہے تھے۔ روشو نے پرچہ اس کے ہاتھ سے لے تو لیا لیکن اس کی، اس پر گڑی نظر ایک لمحے کو بھی ادھر اُدھر نہ ہو سکی کہ اچانک۔

''سارہ۔'' وہ اس کی سمت بڑھا لمحے بھر میں آنا فانا اس کے چہرے کا نقاب کھینچ پھینکا کہ اسے سنبھلنے کا موقع بھی نہ ملا۔ ''تم لاکھ لبادوں میں چھپ جاؤ میں ان آنکھوں کو کیسے بھول سکتا ہوں۔ جن سے میں قتل ہو چکا ہوں۔ جنہیں بڑی شدت سے میں نے چاہا تھا۔'' آنسو بھل بھل اس کے گالوں پر بہنے لگے۔

''کیا تم مجھے اپنے گھر کے ایک کونے میں رکھ سکتے ہو؟'' پرچہ روشو کے ہاتھ سے گر چکا تھا تو اسے مدعا بیان ہی کرنا پڑا۔ ''میں بے سروسامان اب بے آسرا ہو چکی ہوں۔'' روشو نے اس کے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ دیا۔

''گو زندگی اب توانا نہیں رہی..... جس وقت زندگی توانا تھی، میں تم سے کیا عہد نبھا نہ سکا مجھ میں والدین سے بغاوت کی ہمت نہ تھی۔ اب زندگی کمزور ہے لیکن بیوی کی موجودگی میں تمہیں اس گھر میں بسانے کی ہمت موجود ہے۔ تم نے اپنی زندگی کے تمام شب و روز میرے نام انتساب کر کے مجھے اپنا مقروض کر لیا ہے اور جو مقروض ہو جائے اس کے شانے تو ویسے ہی ڈھلک جاتے ہیں..... میں یہ قرض چکانے کو تیار ہوں۔''

زندگی میں پہلی بار اس نے بہت شدت سے اسے خود سے لگا کر بھینچ لیا۔ وہ کسی کمزور چڑیا کی طرح اس کے سینے سے لگی کانپ رہی تھی۔ تبھی روشو کی آنکھ سے نکلے ندامت کے دو قطرے اس کے بالوں میں کہیں گم ہو گئے تھے۔

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

منی ناول

جنگل کا پھول

زاہدہ پروین

نواں اور آخری حصہ

''شادی.....؟ خرم نے شادی کرلی؟'' مارے حیرت کے بابر کی آواز پھٹ کر رہ گئی۔

''جی بھائی جان۔'' خاور نے اتنا کہہ کر بے چارگی سے سر جھکا لیا۔

بابر بہت دیر تک بے یقینی کے عالم میں بھائی کو گھورتے رہے، تکتے رہے، ڈرائنگ روم پر گہرا سکوت طاری رہا۔ خاور اس طرح ٹینشن میں بیٹھے تھے جیسے پوشیدہ شادی کا یہ جرم انہی سے سرزد ہوا ہو۔

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

''تمہیں..... پکا یقین ہے؟'' انہوں نے تھوڑی دیر کے بعد پوچھا۔

''جی بھائی جان..... بالکل روزِ روشن کی طرح.....'' خاور نے برجستہ جواب دیا۔ ایک بار پھر خاموشی چھا گئی۔

''یا اللہ.....! تو ہمارے گھرانے پر فضل فر...'' کہتے، کہتے بابر نے دونوں ہاتھوں سے سر تھام لیا۔

اس وقت یہ دونوں ڈاکٹر خاور کے اسپتال والے بنگلے کے ڈرائنگ روم میں بیٹھے تھے۔

بہت دنوں کے غور و فکر کے بعد خاور نے فیصلہ کیا کہ اس راز میں بابر بھائی جان کو شریک کر لینا چاہیے۔ وہ اکیلے تو کچھ بھی کر سکنے کی پوزیشن میں نہیں تھے، خرم جس منجدھار میں پھنس گیا تھا اس کی مشکلات کو محسوس کرتے ہوئے ان کا دل بہت دردمندی سے کوئی راہ تلاش کرنے کے لیے تڑپ اٹھتا تھا مگر وہ یہ سمجھنے سے قاصر تھے کہ آخر وہ بھائی کے کام آ میں تو کس طرح کام آئیں؟

بالآخر بات کے ہر پہلو پر غور کرنے کے بعد انہوں نے فیصلہ کیا کہ یہ ایک غیر معمولی واقعہ ہے جس میں بڑے بھائی کی مدد ضروری ہے، لہٰذا بابر کو انہوں نے کسی نہ کسی طور یہاں آنے پر مجبور کیا تھا۔ کیونکہ اپنے گھر کی حدود میں یہ معاملہ زیرِ بحث لانا غیر ممکن تھا۔

خاور اٹھ کر گئے، فریج سے ٹھنڈے پانی کی بوتل اور گلاس نکال لائے، پانی پی کر بابر کے حواس قدرے بحال ہوئے تو انہوں نے ایک گہری سانس لی اور بڑبڑا کر بولے۔

''سوچ کیا رہے تھے، ہو کیا گیا..... یہ وہی بات ہوگئی کہ ایک ہاتھ جوڑنے کی کر رہے تھے اور ستر ہاتھ مزید ٹوٹ گئے۔''

خاور نہ سمجھ میں آنے والے انداز میں ان کی طرف دیکھنے لگے مگر زبان سے کچھ بولے نہیں۔

''کب کی ہے خرم نے شادی اور کس سے کی ہے؟'' بابر نے خود ہی دریافت کیا۔

''مدت کا تو نہیں معلوم کہ کب کی ہے مگر یہ معلوم ہے کہ کس سے کی ہے۔'' خاور نے سر جھکائے، جھکائے کہا اتنا کہہ کر ایک گہری سانس لی اور آہستگی سے پوچھا۔ ''آپ کو یاد ہے کہ ایک بار ہم خرم کے پاس شکار کی غرض سے گئے تھے؟''

''ہاں، بالکل یاد ہے۔'' انہوں نے فوراً جواب دیا۔

''بس یہ وہیں کا واقعہ ہے، وہاں ریسٹ ہاؤس کے قریب کی بستی میں آپ نے رحمت بابا کو دیکھا ہوگا۔ جس کے باڑے سے ایک ریچھ حملہ آور ہو کر ان کے پالتو جانوروں کو زخمی کر گیا تھا..... خرم کی شادی انہی کی بیٹی سے ہوئی ہے۔''

''مزید تفصیل کیا ہے؟'' بابر دانت بھینچ کر پوچھا۔

خرم نے جو تفصیل بتائی تھی، خاور نے وہ تمام باتیں بڑے بھائی کے سامنے بیان کر ڈالیں۔

بابر تحمل سے بیٹھے سنتے رہے اور دل ہی دل میں کسی نتیجے پر پہنچتے رہے۔ خرم کی دیدہ دلیری نے ان کو سخت دھچکا پہنچایا تھا۔ اپنے کنبے کے مسائل حل کرنے کے لیے آج کل وہ جن الجھنوں میں گرفتار تھے، وہ کچھ ان کا جی ہی جانتا تھا۔ اب یہ درمیان میں خرم کا مسئلہ آن اٹکا تھا اور وہ بھی اس غیر معمولی انداز میں کہ اگر یہ خبر نائمہ بیگم تک پہنچ جاتی تو وہ ایک تہلکہ مچا ڈالتیں اور خرم کو کوٹھی میں گھسنے نہیں دیتیں۔

''تم..... میرے ساتھ چلو..... ہمیں فوراً رحمت بابا سے ملنا چاہیے۔'' خاور خاموش ہوئے تو وہ فیصلہ کن انداز میں بولے۔

''لیکن..... اب کیا، کیا جائے بھائی جان..... رحمت بابا کا تو کب کا انتقال ہو چکا ہے۔'' خاور کچھ اور ہی سمجھے..... افسوس کے لہجے میں بولے۔

''ایں..... کیا مطلب.....؟ اپنی بیٹی خرم کے سر تھوپ کر خود مر گئے۔''

''ان کی موت بھی بڑے المناک طریقے سے ہوئی ہے، کہتے ہیں کہ بیچاروں کا جھونپڑا ان کے اوپر

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdunovels.net

ہی آگرا تھا۔'' خاور نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے جواب دیا۔

''ہمارے گھر میں تو بھونچال آجائے گا خرم کی اس حرکت سے۔ اماں جان فضیحتہ کر ڈالیں گی، خرم نے ہم سب کو سخت کشمکش میں مبتلا کر ڈالا ہے.....''

خاور بالکل خاموش رہ کر ان کی لعن طعن سن رہے تھے اور سوچ رہے تھے کہ اچھا ہے کہہ سن کر بھائی جان کے جی کی بھڑاس نکل جائے پھر ان سے اس معاملے میں تعاون کرنے کی درخواست کریں۔

''وہ لڑکی..... جس سے خرم نے شادی کی ہے، وہاں اس کے کوئی عزیز رشتے دار بھی تو ہوں گے؟'' کچھ سوچ کر بابر اچانک غصیلے انداز میں بولے۔

''ضرور ہوں گے۔'' خاور نے جواب دیا۔

''تو بس ٹھیک ہے۔'' بابر پُرجوش ہو کر بولے۔ ''کل اتوار ہے، تم کل ہی میرے ہمراہ چلو..... ہم اس لڑکی کو خرم سے علیحدگی دلوا کر اس کے رشتے داروں کے سپرد کر کے آئیں گے۔'' خاور ان کے عزائم سن کر بھونچکا رہ گئے۔

''اور بچہ.....؟'' ان کی زبان سے بے ساختہ نکلا۔

''بچہ.....؟ کون سا بچہ.....؟''

''خرم اور ریشم بھابی کا بچہ بھائی جان۔'' اب حیران ہونے کی باری بابر کی تھی۔

''کیا..... ان کا بچہ..... بھی ہے؟''

''جی ہاں..... آپ کے ولیمے کے دوسرے دن تو ہوا ہے۔''

''خدا کی پناہ.....'' بابر کے آگے حواس جاتے رہے، انہیں ایک دم چپ لگ گئی۔ خاور نے انہیں دوبارہ پانی پلایا۔

بہت دیر سکوت طاری رہا۔ اب بابر کی ہمت جواب دے گئی تھی۔ بچے کا سن کر ان کا دل خود بخود نرم پڑنے لگا تھا۔

''بھائی جان.....'' تھوڑی دیر کے بعد خاور نے ڈرتے ڈرتے انہیں پکارا۔

''کیا بات ہے؟'' انہوں نے شکست خوردہ لہجے میں پوچھا۔

''بھائی جان! اب تو خرم شہر منتقل ہو چکا ہے.....''

''تمہیں یہ سب اطلاعات کون پہنچاتا ہے؟'' اچانک ان کی ذہنی رو بہکی انہوں نے تیوری چڑھا کر پوچھ لیا۔

''مجھے.....'' خاور ہکلا کر چپ ہو گئے۔ پھر سنبھل کر جواب دیا۔

''دراصل..... ان کی وائف کا آپریشن میرے اسپتال میں ہوا ہے، میں نے وہیں ان کو پہچانا تھا۔'' بابر نے دھیمے سے لہجے میں پوچھا۔

''اچھا..... تو کیا آپریشن تک نوبت پہنچی.....؟ ایسے میں خرم کو بہت گھبراہٹ ہوئی ہوگی، کوئی لیڈیز وغیرہ بھی اس کی بیوی کے ساتھ نہیں ہوں گی تسلی دلاسے کے لیے..... دیکھو..... چوری چھپے کا کام کس قدر غلط ہوتا ہے۔''

''جی ہاں..... یہ تو آپ کا کہنا بالکل درست ہے، میں نے پہلے دن ان کی وائف کو رحمت بابا کی بیٹی کے لحاظ سے شناخت کیا تو وہ اکیلی کھڑی رو رہی تھیں۔'' خاور نے اعتراف کیا۔

پھر انہیں تفصیل کے ساتھ اپنی ملاقات اور تحقیق کے متعلق بتایا اور بولے۔

''آپ کے ولیمے سے فارغ ہو کر اسپتال گیا تو اسی روز ہر راز پر سے پردہ اٹھ گیا۔ خرم سے میری کھل کر گفتگو ہوئی جس سے میں نے آپ کو ابھی آگاہ کیا ہے۔ پھر..... پھر مجھے ان کے گھر جانے کا بھی اتفاق ہوا..... یہ دیکھ کر بہت اطمینان ہوا کہ ان کے مالک مکان اور ان کی بیوی بہت خیر خواہ لوگ ہیں۔'' خاور نے احتیاطاً بھائی کے سامنے شرمین کے گھرانے کا ذکر نہیں کیا۔

کل واقعات اور بطورِ خاص بچے کا سن کر بابر کا دل بہت پسیج چکا تھا۔ وہ کچھ دیر تک خاور سے اظہارِ خیال کرتے رہے۔ آخر میں بولے۔

''بھئی خاور! پانی سر سے اونچا جا چکا ہے، خالی

www.urdutube.net www.bookstube.net www.urdumovies.net

ہم تم کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ اس بے حد نازک معاملے میں کسی بڑے کا شامل ہونا از حد ضروری ہے، اس لیے میں چاہوں گا کہ ہم یہ قصہ پھوپی جان اور پھوپا جان سے بیان کر دیں۔ ظاہر ہے کہ اماں جان کو بتانے کی تو ہمت ہے نہ جرأت.....''

☆☆☆

شرمین کی دادی اماں نے بھی ریشم کے بیٹے کے لیے عینک لگا لگا کر کرتے، ٹوپی سیے تھے۔

دنیا میں ایسے خوش نصیب لوگ بھی کم، کم ہوتے ہیں جیسی کہ ریشم تھی۔ جس کا یہاں شہر میں کوئی نزدیکی سگا رشتہ نہ ہوتے ہوئے بھی اسپتال سے واپسی کے بعد ایسا والہانہ استقبال ہوا تھا کہ خرم بیچارہ تو حیران رہ گیا۔

خان صاحب، دادی اماں اور بسنتی کے گھروں میں اندر سے باہر تک خوشی کی ایک لہر دوڑ گئی تھی۔ سب اسے اور اس کے بیٹے کو دیکھ دیکھ کر اس قدر خوش ہو رہے تھے جیسے چھوٹے بچے بھی دیکھے نہ ہوں۔ خان صاحب کے آنگن میں سب اکٹھے ہو گئے تھے۔ مبارک باد دینے والوں کا تانتا بندھ گیا تھا۔

دادی اماں بذاتِ خود شرمین کے ساتھ آئی تھیں۔ خان صاحب جھٹ..... بازار سے بہت سارے بتاشے لے آئے تھے۔ دونوں میاں بیوی خوشی، خوشی بچے کے نانا، نانی بن بیٹھے تھے۔ ریشم اپنی ساری تکلیف بھول کر خوشیوں سے نہال ہو گئی۔

ذکیہ خالہ اسپتال میں ایک، ایک پل ریشم کے ساتھ رہی تھیں۔ مگر چھٹی کے بعد بھی اسے اکیلا نہیں چھوڑا تھا۔ کبھی اس کے لیے اچھوانی سیں رہی ہیں، کبھی بچے کو نہلا دھلا کر کپڑے پہنا رہی ہیں، اس کے کپڑے دھو رہی ہیں، ریشم کے بیسیوں کام اپنے ہاتھ سے نمٹاتیں، بسنتی آتی سارے گھر کی جھاڑو صفائی کر جاتی، کسی وقت دادی اماں اپنی ملازمہ کو بھیج کر برتن دھلوا دیتیں۔ ریشم کے سارے کام ہاتھوں ہاتھ ہو جاتے۔

تیسرے دن ڈاکٹر خاور کو بھی آنے کا موقع مل گیا تھا جب بچے کو قدرے ٹھنڈ کا اثر ہو گیا تھا۔ انہوں نے اس کا معائنہ کر کے دوا دی اور کافی دیر بیٹھے رہے، جاتے وقت بھائی کو خوب ساری تسلی دے کر گئے تھے کہ جو ہوگا، اللہ بہتر کرے گا۔ جاتے، جاتے بھی خاور امید بھری نظروں سے اِدھر اُدھر دیکھتے رہے مگر شرمین کہیں ہوتی تو دکھائی دیتی۔ دیواروں کے آر پار کس طرح دیکھ لیتے بیچارے۔

خاور کے چلے جانے کے بعد اس روز ریشم نے کھل کر خرم سے اصرار کیا اور اس قدر کیا کہ انہیں اقرار کرتے بنا کہ وہ فقط دوست نہیں بلکہ سگے بھائی ہیں۔ جب ساری بات کھل ہی چکی تھی تو مزید چھپانے کا کوئی فائدہ نہیں تھا لہٰذا خرم نے اسے اپنے بہن، بھائیوں اور والدین کے متعلق تفصیل سے بتا دیا۔

یہ ایک اتنا بڑا انکشاف تھا کہ ریشم سہار نہ سکی اور اس نے اگلے دن یہ بات ذکیہ خالہ کے گوش گزار کر دی۔

وہ دوڑی، دوڑی گئیں، دادی اماں کے گھر یہ دھماکا خیز اطلاع پہنچا دی۔ لب و لہجہ ایسا پُر جوش اور پُر زور تھا کہ کیا بسنتی اور شرمین، سب کے سب اس راز سے آگاہ ہو گئے۔

ریشم انجانے ہی انجانے میں شہر کی ایک اعلیٰ ترین خاندان کی بہو ثابت ہو چکی تھی۔ ان گھروں میں یہ خبر خوشخبری بن کر گھوم گئی۔ ذکیہ خالہ نے سب کے درمیان بیٹھ کر فخریہ کہا۔

''بھئی شکر ہے ہم نے تو پہلے ہی نانا، نانی کا رشتہ جوڑ لیا تھا۔ ہمارے مکرم کا ددھیال تو بہت ہی چوٹی کا خاندان ہے۔'' انہوں نے اپنے اس نواسے کا نام مکرم رکھا تھا۔

سب تو ہر طرح کے تبصرے کر کے خاموش ہو گئے تھے مگر اس انوکھے انکشاف کا سب سے بڑا اثر شرمین نے لیا تھا۔ وہ ساری رات اس نے سوچوں میں گزار دی۔ یہ بات سنتے ہی اس کی نگاہوں کے سامنے

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

سب سے پہلے نائمہ بیگم کا سراپا گھومنے لگا تھا۔ اور وہ سر سے پیر تک جھرجھری لے کر رہ گئی۔

کافی عرصے ان کے ہاں بطور ٹیوٹر جاتے رہنے کی وجہ سے وہ وہاں کے ماحول سے واقف ہو چکی تھی۔ سب کے اخلاق اور تہذیب کی دل سے معترف تھی۔ وہ روبی اور معصومہ کا دوستانہ رویہ، شمسہ بیگم کا مشفقانہ سلوک، بچوں کی محبت اور انسیت..... مگر ان سب رویوں کے ساتھ، ساتھ نائمہ بیگم کے مزاج کی... عجیب و غریب سی کچھ تلخ مزاجی اور متکبرانہ انداز..... وہ آوازو مزاج کے علاوہ ظاہری شکل صورت سے بھی حد درجہ مغرور اور حاکمانہ فطرت اور نخوت والی شخصیت دکھائی دیتی تھیں۔

اور جو انہوں نے آخر میں شرمین کے ساتھ دل شکن اور دل آزار رویہ اختیار کیا تھا، وہ سب فراموش کر ڈالنے کے لائق ہرگز نہیں تھا۔ ان کی سوچ اور الفاظ کا زہر ناقابل یقین اور ناقابل برداشت تھا۔ اسی بنا پر شرمین کو یقین نہ تھا کہ وہ ریشم کو آسانی سے قبول کر سکیں گی۔

''یا اللہ! ریشم کے ساتھ ایسا کچھ بھی نہ ہو، وہ تو اب ان کے بیٹے کی بیوی اور اس کے بچے کی ماں تھی۔ خود بھی بہت معصوم اور ہر بات سے لاعلم تھی۔'' اس نے دل کی گہرائیوں سے دعا کی تھی۔

گو کہ ڈاکٹر خاور سے کچھ کہنے سننے کا موقع ملا تھا نہ وقت..... مگر اس کے باوجود شرمین کو اچھی طرح اندازہ تھا کہ وہ اندر سے بہت ڈسٹرب اور پریشان ہیں، بھائی کے کام بھی آنا چاہ رہے ہیں مگر اس معاملے میں لاچار اور مجبور بھی ہیں، ظاہر ہے بڑوں کے سامنے چھوٹوں کی کیا اہمیت..... یہ سب سوچنے کے باوجود وہ دل ہی دل میں اگلے چند دنوں تک بڑی شدت سے منتظر رہی کہ شاید اب ان کے ہاں سے کوئی ریشم اور اس کے بچے کو لینے آئے یا تب آئے مگر رفتہ رفتہ مکرم دس پندرہ دن کا ہو گیا۔ مگر لینے تو کون آتا، کوئی بچے کو دیکھنے اور ملنے تک نہیں آیا۔ بالآخر وہ مایوس ہو کر رہ گئی۔ اور سوچنے لگی۔

''بڑے آدمیوں کے بڑے کام..... بھلا ریشم غریب کو اتنی بڑی کوٹھی میں وہ کیوں گھسنے دیں گے۔ اگر اپنے دل سے مجبور ہو کر ان کے بیٹے نے ایک غریب لڑکی کو گلے لگانے کا جرم کر لیا ہے تو باقی سب لوگ اس جرم کو کیوں دہرائیں گے؟ میں بھی کیسی پاگل، دیوانی ہوں، مجھ سے زیادہ عقلمند تو ریشم ہے جو ایسی انہونی سوچ کر اپنا جی تو نہیں جلاتی۔''

☆☆☆

''ہم تو خاور کے لیے کیسے، کیسے پاپڑ بیل رہے تھے اور یہاں وہ خرم صاحب ایسے چھپے رستم نکلے کہ تمام میدان ہی پار کر گئے بلکہ..... کوہ ہمالیہ سر کر لیا انہوں نے۔'' بابر سارے دن سے اسی نوعیت کی بڑبڑاہٹ میں مبتلا تھے، جیسے ہی اپنے کمرے میں آتے، شروع ہو جاتے۔

اس وقت ایسا ہی ہوا۔ رات کے کھانے سے فارغ ہو کر روبی اپنے بال سلجھا رہی تھی ڈریسنگ کے سامنے کھڑی۔

بابر جملہ بڑبڑا کر لیٹے اپنی پیشانی سہلا رہے تھے۔ روبی نے مڑ کر ان کی طرف دیکھا۔ برش لیے لیے ان کے قریب آ کر بولی۔

''بیزار ہو چکی ہوں آپ کی لن ترانی سن کر..... آخر کر کیا دیا ہے خرم نے.....؟ کھل کر کیوں نہیں بتا ڈالتے؟'' انہوں نے سنجیدگی کے عالم میں جواب دیا۔

''جان کی امان پاؤں تو کچھ عرض کروں؟'' وہ ہنستی ہوئی ان کے قریب بیٹھ گئی اور شرارت سے بولی۔

''آنکھیں کھول کر دیکھیے سرتاج آپ ممانی جان سے نہیں بلکہ..... اپنی لائف پارٹنر سے مخاطب ہیں، فرمائیں، فرمائیں.....''

''تو جگر کو تھام کر سنیں کہ آپ کے دیور صاحب خرم جہانداد نے شادی رچالی ہے اور ایک عدد صاحبزادے کے والد بزرگوار بھی بن چکے ہیں۔'' انہوں نے ڈرامائی انداز میں انکشاف کر ڈالا۔

www.urdutube.net www.bookstube.net www.urdumovies.net

''شادی کے بعد..... یا..... شادی سے پہلے؟''
روبی محض مذاق سمجھی، برجستہ پوچھا۔
''تصدیق کرلی گئی ہے، نکاح پہلے ہوا تھا، بیٹا بعد میں۔'' بابر نے اسی موڈ میں جواب دیا۔
''آپ سچ کہہ رہے ہیں یا مذاق کررہے ہیں؟'' اب روبی نے بغور ان کی صورت تکی اور گھبرا کر پوچھا۔
''اگر جیتے جاگتے بیٹے مذاق میں ملتے ہوں تو ایک ہمیں بھی عنایت کردیجیے۔'' بابر نے اس کی طرف ہاتھ پھیلا کر کہا۔
''آپ کو معلوم ہے ناں آپ کیا کہہ رہے ہیں؟'' مارے پریشانی کے روبی کے ہاتھ سے برش چھوٹ گیا۔
''نہیں، ہم گھاس کھا گئے ہیں اور جھوٹ بول رہے ہیں۔''
''ممانی جان کو یہ سب معلوم ہے؟''
''ہم سب کی جانیں سلامت چاہتی ہیں یا نہیں؟'' بابر نے طنزیہ پوچھا۔
''یا خدا..... ! اب کیا ہوگا؟'' روبی نے ان کا انداز نظر انداز کرکے بدحواسی سے کہا۔
''یہ خرم کو کیا سوجھی بیٹھے بٹھائے؟ کیا ممانی جان ان کی شادی نہ کرتیں؟ ظاہر ہے اب وقت آرہا تھا۔''
جواب میں بابر خاموش رہے۔
''آپ تو ایک شوشا چھوڑ کر خاموش ہوگئے۔ خدا کے لیے سب کچھ سچ، سچ بتادیجیے کہ اصل واقعہ کیا ہے؟'' روبی بہت دیر گومگو کے عالم میں ان کا جائزہ لیتی رہی بالآخر خوشامدانہ بولی۔
بابر خود بھی کم پریشان نہیں تھے اس لیے زیادہ دیر خاموش نہ رہ سکے اور بلا کم وکاست تمام واقعہ روبی کو سنا ڈالا۔
یہ سن کر کہ یہ قصہ خاور کی معرفت ان تک پہنچا ہے، روبی چونکی۔ رہا نہ گیا تو کہنے لگی۔
''کہیں خاور، ممانی جان کو نہ جاسنائیں؟''
''انہیں اپنی چندیا کے بال عزیز ہیں اور انہوں نے تو مجھے ہی بہت جھجک، جھجک کر بتایا ہے اماں جان کو کیا بتائیں گے۔ اب تم بھی دماغ لڑاؤ کہ کیا کرنا چاہیے؟'' بابر نے طنز آمیز مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا۔
''میں کیا بتاؤں؟'' روبی نے پریشانی سے جواب دیا۔
''بات تو بہت بڑی ہے معمولی نہیں..... ہم، آپ کے بس کا روگ نہیں ہے، امی جان اور ابا جان کے علم میں لائیں فوراً.....''
''میرا اپنا بھی یہی خیال اور ارادہ بھی تھا۔ ایسا نہ ہو اماں جان کہیں خرم کی بات چیت چلادیں یا رشتہ وغیرہ ٹھہرادیں..... اس صورت میں معاملہ بہت نازک رنگ اختیار کرجائے گا۔ خرم پھنس جائے گا۔''
''ایسا تو سو فیصد ممکن ہے، ویسے بھی ممانی جان، امی جان کا ہی انتظار کررہی ہیں، ان کے آتے ہی کوئی سلسلہ چلانے والی ہیں۔'' روبی نے مسکرا کر کہا۔
''کیا تم سے..... کچھ کہہ رہی تھیں؟'' روبی ان کی گھبراہٹ دیکھ کر ہنس دی۔
''مجھ سے ایسے تعلقات کہاں ہیں ابھی۔'' جواباً بابر نے بیوی کو خشمگیں نگاہوں سے دیکھتے ہوئے بیزاری سے کہا۔
''کب تک یہ تماشا چلے گا ختم کرو بس سب.....''
''ختم کردیں گے، ختم کردیں گے اب تو ہم ایک چھوڑ دو، دو ہوگئے ہیں۔'' روبی نے شوخی سے جواب دیا۔
''کیا مطلب.....؟''
''مطلب یہ کہ ہماری مددگار ہماری دیورانی بلکہ بلدی لگی نہ پھٹکری ایک عدد ننھے منے بھتیجے صاحب بھی۔'' بابر کے چہرے پر بھی ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی مگر زبان سے کچھ نہ بولے۔ کروٹ سے چپ چاپ لیٹ گئے۔
اب رات کافی بیت چکی تھی۔ کوٹھی کی نچلی منزل گہرے سناٹوں میں ڈوبی ہوئی تھی۔ شاید سب لوگ سوچکے تھے۔

www.urdumovies.net
www.bookstube.net
www.urdunovels.net

تھوڑی دیر تک باتیں کرتے، کرتے سب کی طرح بابر بھی نیند کی وادیوں میں کھو گئے۔ روبی گہری سوچوں میں گھری ہوئی تھی۔ وہ بہت دیر تک جاگ کر تمام واقعات کے ہر پہلو پر غور کرتی رہی۔ سوچتی رہی، دل ہی دل میں کسی حتمی نتیجے پر پہنچنے کی کوشش کرتی رہی۔ بالآخر کسی فیصلے پر پہنچ کر سو گئی۔

صبح جلدی اٹھ کر سب سے پہلے اس نے معصومہ کو ہدایت کی کہ وہ خاور سے کہہ دے کہ اسپتال جانے سے پہلے مل کر جائیں۔

بابر کالج جلدی جاتے تھے ان کے جانے کے بعد وہ دانستہ جاگ کر خاور کا انتظار کرتی رہی۔

''جی روبی بھابی، خیریت؟ ارے ہاں صبح بخیر.....'' خاور نے اس کے کمرے میں پہنچ کر کہا۔

''صبح بخیر.....'' روبی نے بغور اُن کی طرف دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

''پہلی مبارک باد کس کی دوں..... بھاوج کی یا بھتیجے کی؟'' خاور ٹھٹک گئے، چاروں طرف دیکھ کر پوچھا۔

''تو..... آپ کو خبر ہو گئی؟''

''ایسی دھماکا خیز، تہلکہ آمیز خبر بھلا کہیں چھپ سکتی ہے؟''

''لیکن.....! چھپانی تو چاہیے۔'' انہوں نے زور دے کر کہا۔

''جہاں معمولی ترین ''جسارت'' معاف کرنے کی رسم نہ ہو، وہاں اتنی بڑی ''گستاخی'' کس طرح معاف کی جا سکے گی؟''

''ابھی تک اس ''جسارت'' کو بھولے نہیں؟''

''یہ بھی کوئی بھولنے والی بات ہے؟'' انہوں نے گہری سانس لی۔

''لیکن جب تک چھپائی جا سکے گی جبکہ چھپانا مسئلے کا حل نہیں۔''

''جب تک مناسب حل سامنے نہ آجائے، چھپانی چاہیے۔''

''ہاں، یہ ہی بہتر ہے۔'' روبی نے اقرار کیا۔

سیکسی خواتین کا راز

بلوسم بریسٹ ڈولپنگ اینڈ ٹائٹنگ کریم (جیل)

چھوٹی بریسٹ میں اضافہ کرکے بریسٹ کی نشوونما مکمل کرتی ہے

بریسٹ کی نرمی کو دور کرکے سختی لاتی ہے۔ بریسٹ کو سڈول اور خوبصورت بناتی ہے۔

Rs.250/=

چہرے کے فاضل بالوں کو ہمیشہ کیلئے ختم کرتی ہے۔

قیمت =/150

یونانی کریم

گلیسٹی

نوٹ:

اپنی صحت کے بارے میں مفت ٹیلیفونک مشورہ

0345-7000088

کریم گھر منگوانے کیلئے رقم ایزی لوڈ کروا کر اپنا ایڈریس SMS کریں۔

بادشاہ وی آئی پی بوٹیک بازار راولپنڈی 051-5502903-5533528

042-7666264

Cell: 0333-5203553, Website: wwwdevapk.com

''اب پورا قصہ اپنی زبانی سناؤ۔''

''بھائی جان نے سنایا تو ہوگا؟''

''مگر تم اپنی زبان سے سناؤ، شاید کوئی بات چھوٹ گئی ہو۔''

''جی ہاں، سو فیصد سچ ہے۔''

''یعنی؟ کوئی بات چھوٹ گئی ہے۔''

''جی ہاں..... مگر دانستہ چھوڑی ہے۔''

''سناؤ۔ پھر جلدی سناؤ۔'' روبی نے بے صبری سے اصرار کیا۔

''مگر وعدہ کیجیے اس چھوٹ کو میرا جرم قرار نہ دیا جائے گا۔''

''سانچ کو آنچ نہیں ہوتی۔ تم بتاؤ..... فیصلہ از خود ہو جائے گا۔''

''نئی بھابی، شرمین کی پڑوسن ہیں، یہاں شہر میں۔''

''کیا؟'' روبی اچھل پڑی۔

''جی ہاں، یہ حقیقت ہے، ایک سادہ سی حقیقت.....'' خاور نے بالتفصیل پورا واقعہ سنا ڈالا۔ اڑوس پڑوس اور آپس کے برادرانہ تعلقات سن کر روبی دنگ رہ گئی۔

''اب میری خیر نہیں ہے، سر پر ویسے ہی چار بال ہیں۔'' وہ سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولی۔

''آپ کا انشاء اللہ بال بھی بیکا نہیں ہوگا۔ بس آپ یہ کیجیے کہ کسی طرح ان سب کا میل ملاپ کروا دیجیے آپس میں۔''

''ہائیں یعنی خرم، ان کی بیوی اور مم..... ممانی جان کا؟'' روبی نے آنکھیں پھاڑ کر پوچھا۔

''ہاں تو اور کیا..... باقی کسی کو اعتراض نہیں ہوگا۔''

''پہلے میں اپنا ملاپ تو کرالوں۔'' وہ ہنسی۔

''کیا مطلب؟ آپ کے ملاپ کو کیا ہوا ہے؟''

''کچھ نہیں.....'' روبی نے جلدی سے بات پلٹی۔

''حالات بہت سیریس ہو چکے ہیں، امی جان کو اب فوراً کوٹھی واپس آجانا چاہیے۔ کل ہی..... بلکہ آج ہی کچھ کرنا ہوگا۔''

''ہاں اچھی بھابی جان! کچھ تو کیجیے۔'' خاور درد مندی سے بولے۔

''ریشم بھابی بیچاری اُدھر کی ہیں نہ اِدھر کی۔ اپنے میکے سے بھی چھوٹیں اور سسرال بھی نہیں پوچھتی۔ اب تو چھوٹا بچہ بھی ہے، خود خرم بیچارہ سخت شرمندہ اور رنجیدہ رہتا ہے۔''

خاور چلے گئے اور روبی پر سوچ کے نئے دروازے کھول گئے۔ رات بھی وہ دیر تک تمام واقعات کی کڑیاں جوڑ، جوڑ کر کسی نتیجے پر پہنچنے کی کوشش کرتی رہی تھی۔ اب خاور سے چند اہم ترین باتیں مزید سننے کو مل گئی تھیں۔

اتفاق سے اسی شام شمسہ بیگم واپس اپنی کوٹھی پر آپہنچیں۔ سب تو خوش ہوئے ہی تھے مگر نائمہ بیگم کو بے حد خوشی اور اطمینان کا احساس ہوا تھا۔ اپنی ہزار مصروفیات اور الجھنوں کے باوجود نند کے بغیر انہیں دونوں گھر خالی، خالی لگتے تھے۔

خود شمسہ بیگم بھی واپس اپنے مقام پر آکر بہت خوش دکھائی دیتی تھیں۔ شادی، رخصتی کے بعد سے ابھی تک انہوں نے اپنی بیٹی، داماد کو اپنے ہاں بلا کر رکھا تک نہیں تھا۔ اب سارے ارمان پورے کرنے کا ارادہ تھا ان کا۔

مگر اگلے چند دن میں ایک نئی خبر دونوں گھروں میں گردش کرنے لگی تھی۔ روبی نے اعلان کر دیا تھا کہ وہ کم از کم ایک ماہ کے لیے بابر کے ہمراہ شمالی علاقہ جات گھومنے جائے گی۔ نائمہ بیگم کچھ بھی نہ بول سکیں۔

☆☆☆

آواز رفتہ رفتہ تیز ہوتی جا رہی تھی۔ سہ پہر کا سناٹا، ہر طرف پھیلی ہوئی خاموشی، کچھ ایسا محسوس ہو رہا ہے جیسے آواز میں کسی تکلیف کا اظہار ہو..... نیند تو تک چڑھی بہو کے کمرے میں انہیں کیا آتی، البتہ جھپکی سی آئی تھی۔ انہوں نے بے چینی سے لیٹے، لیٹے کروٹ بدلی۔ پھر آنکھیں کھول دیں۔ ماحول کا احساس ہوتے

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdunovels.net

ہی وہ جلدی سے اٹھ بیٹھیں۔

کمرے میں ہر طرف خوشبو ہی خوشبو تھی..... عطر کی خوشبو..... پھولوں، کلیوں کی خوشبو..... ٹیلکم پاؤڈر کی خوشبو..... کریم کی خوشبو، صابن کی خوشبو..... نئی نویلی دلہن کی خوشبو، مہندی کی خوشبو..... وہ بری طرح چونک پڑیں۔ مہکتے ہوئے نرم و گداز بستر کے سرہانے باسی پھولوں کا گجرا اب تک لٹک رہا تھا۔ جس آواز کو سن کر نیند اُچٹ گئی تھی وہ دوبارہ سماعت سے ٹکرائی۔ سہ پہر کے سائے ڈھلنے شروع ہو گئے تھے، ہر طرف سکوت تھا، اوپر کی اس منزل اور کمرے میں سناٹا تھا۔ سڑکیں سنسان تھیں، لان میں لانبے، لانبے درختوں کے سائے ساکت تھے۔ ہوا نہ چلنے کی وجہ سے سخت گرمی اور ہو کا عالم طاری تھا۔

نائمہ بیگم دو گھنٹے پہلے بلا ارادہ روبی کے کمرے میں چلی آئی تھیں۔ کافی دیر اِدھر اُدھر جھانکتی پھریں، بالکنی میں کھڑی ہو کر باہر دیکھتی رہیں۔ پھر بیڈ پر آ بیٹھیں۔ کمرے کا اے سی بند ہونے کے باوجود انہیں اس زور کی جھونک آئی کہ وہ وہیں لڑھک گئیں۔

پرسوں روبی اور بابر تفریحی دورے پر روانہ ہوئے تھے، تبھی سے اندر باہر کی فضائیں مزید خاموشیوں کی نذر ہو کر رہ گئی تھیں۔ شادی کے بعد سے مسلسل روبی کی فرمائشوں، ضدوں اور چڑچڑے پن کے مظاہروں نے نائمہ بیگم کو اس حد تک تھکا اور الجھا ڈالا تھا کہ اس کا گھومنے جانے والا مطالبہ اچھا نہ لگنے کے باوجود انہوں نے اس کی غیر موجودگی کو غنیمت جان کر سکھ کی سانس لی تھی۔ انہیں آزادی کا سا احساس ہوا، ورنہ وہ اور روبی کے کمرے میں ان کا پایا جانا چہ معنی دارد؟ کھلی کھڑکی کی راہ آواز پھر ان کے کانوں سے ٹکرائی۔ کسی ننھے منے بچے کی آواز لگ رہی تھی۔

نائمہ بیگم دلہن کی خواب گاہ بند کرتی ہوئی دھیرے، دھیرے زینے اترتی ڈرائنگ روم میں آئیں۔ یہاں کے سناٹے میں آواز بھی تیز تھی.... انہیں قدرے بے چینی سی محسوس ہونے لگی۔ پھر یہ بے چینی اتنی بڑھی کہ وہ باہر نکل آئیں۔ گرمی کی سہ پہر اور لان کی ویرانی ہر طرف پھیلی پھیلی، پیلی دھوپ مگر سکوت میں ابھرتی آواز..... مزید واضح ہوتی گئی تھی۔

انہیں یوں لگا آواز شمسہ بیگم کے باغ کی طرف سے آ رہی ہو، وہ ایک اضطراری سی کیفیت میں ان کی طرف مڑ گئیں۔ شمسہ بیگم کی کوٹھی کا لان عبور کرتی ہوئی وہ چار سیڑھیاں چڑھ کر رہائشی عمارت میں آ گئیں۔ سخت حیرت اور جستجو کے عالم میں انہوں نے خود کو ان کے پچھلے برآمدے میں کھڑے پایا اور آنکھیں پھاڑ، پھاڑ کر سامنے کا منظر دیکھنے لگیں۔

گلابی رنگ کے جوڑے میں ملبوس ایک نوجوان لڑکی ایک چھوٹے سے بچے کو بیٹھی نہلا رہی تھی اور شمسہ بیگم پانی ڈال رہی تھیں۔ بچہ تھا کہ زور شور سے رو رہا تھا۔ ہاتھ پیر مار رہا تھا۔

دیکھتے ہی دیکھتے ان دونوں نے بچے کو نہلایا۔ شمسہ بیگم نے سفید تولیا دیا اور لڑکی نے جلدی سے بچے کو تولیے میں لپیٹ لیا۔

تبھی شمسہ بیگم کی نظر نائمہ بیگم پر پڑی۔

''ارے نائمہ، آؤ، آؤ، کھڑی کیوں ہو؟'' انہوں نے کرسی آگے بڑھائی۔ ان کی نگاہیں اب تک لڑکی اور بچے پر لگی ہوئی تھیں۔ نند کے گھر میں زندگی میں پہلی بار یہ نظارہ دیکھنے کو ملا تھا۔

''آپا! یہ کون ہیں۔ پہلے کبھی نہیں دیکھا؟'' بیٹھنے کو تو بیٹھ گئیں مگر دبی زبان سے پوچھا۔ شمسہ بیگم مسکرائیں۔

''بتاتے ہیں، بتاتے ہیں، صبر کرو۔'' پھر وہ لڑکی کی طرف متوجہ ہو گئیں جو بچے کو تولیے میں لپیٹے بیٹھی تھی۔ دونوں نے مل کر اسے خشک کیا۔ ٹیلکم پاؤڈر لگایا، کپڑے پہنائے، شمسہ بیگم نے اس کے سر پر ہلکا سا تیل لگایا پھر بھاوج سے بولیں۔

''ابھی صاحبزادے کی مالش کی ہے تو خوب چلا، چلا کر رو رہے تھے اور اب نہا کر کیسے خوش ہو رہے ہیں۔'' کہتے، کہتے انہوں نے سفید کرتے پاجامے

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

میں ملبوس گل تھوتھنے سے صحت مند بچے کو اچانک نائمہ بیگم کی گود میں لٹا دیا۔ اور لڑکی کی طرف اشارہ کر کے بولیں۔ ''یہ ریشم ہے۔''

ریشم نے ادب سے انہیں سلام کیا۔

''ریشم، جاؤ تم نہا آؤ بیٹی بہت گرمی ہے، منے میاں کو ہم دیکھ لیں گے۔''

''جی بہت اچھا۔'' کہہ کر وہ سب سامان سمیٹتی ہوئی وہاں سے چلی گئی۔

نائمہ بیگم بغور انہیں دیکھتی رہ گئیں۔ ماں، بیٹے دونوں ہی بہت پُرکشش تھے۔

''بات دراصل یہ ہے۔'' شمسہ بیگم نے بھاوج کے قریب بیٹھتے ہوئے تسلی سے کہنا شروع کیا۔

''ان کے (متین احمد) کے ایک بہت پرانے اور قریبی دوست تھے رحمت علی خان، اب تو خیر بیچارے مرحوم ہو چکے، یہ لڑکی ریشم انہی کی بیٹی ہے، بیچارے بہت ہی شریف مگر ایک غریب آدمی تھے، انتقال سے پہلے اپنی بیٹی کی شادی جہاں کر گئے وہ لڑکا اپنے والدین کا اکلوتا بیٹا ہے، بیوہ ماں نے بہت ہی محنت اور محبت سے اپنے بیٹے کی پرورش کی۔ پڑھایا لکھایا، برسرِ روزگار ہو گیا تو شادی کر دی۔ خود ذرا سخت مزاج سی نہ زیادہ ہنسنے والی نہ بولنے والی خاتون ہیں، میں اچھی طرح واقف ہوں ان سے، دل کی ویسے بہت صاف شفاف ہیں، ان کی حد درجہ سنجیدگی کی وجہ سے بہو ذرا دبی سمٹی سی رہتی ہے..... خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ اچانک ہی دونوں ماں، بیٹے کا حج پر جانا ہو گیا۔ اِدھر بہو کا چھوٹا سا بچہ..... لڑکی جوان، تنہا، کہاں اور کس پر چھوڑ کر جائیں۔ جانا بھی ضروری اپنے مقدس سفر پر..... لہٰذا میں نے ہامی بھر لی۔ بس نائمہ! میرا جی نہ مانا تم سے مشورہ کرنے کا بھی موقع نہیں تھا۔ یہ (متین احمد) موجود تھے، انہیں تو اللہ ایسی نیکی کا موقع دے..... مجھ سے بھی انکار نہ ہو سکا۔ سو یہ ماں بیٹا میرے ہاں آ گئے۔'' شمسہ بیگم نے ایک گہری سانس لے کر پُراعتماد انداز میں شروع کی گئی داستان ختم کر لی۔

نائمہ بیگم نے بے خیالی میں بچے کے منے منے ہاتھوں کو پکڑتے ہوئے کہا۔

''آپ کب لائیں ان کو؟''

''ارے! کل شام کو تو آئے ہیں دونوں۔''

جواب دیتے ہوئے وہ لپک کر گئیں اور کاجل کی ڈبیا اٹھا لائیں اور کھول کر رکھ دی۔

''لو..... اپنے ہاتھ سے آنکھوں میں کاجل لگا دو منے کے۔ بھلا معلوم ہو گا۔''

نائمہ بیگم نے جھٹ سے انگلی ڈبیا پر پھیری اور بچے کی آنکھوں میں کاجل لگا دیا پھر اسے کندھے پر لگا کر ٹہلنے لگیں۔

پل کی پل میں ان کی بچے سے دوستی پکی ہو گئی۔ چہرے پر منوں ممتا پھوٹ پڑی، چہرے کی سنجیدگی میں دراڑ پڑ گئی۔

جب تک ریشم نہا کر آئی دونوں بوڑھیاں..... مکرم کے سیکڑوں لاڈ اٹھانے میں مصروف ہو چکی تھیں۔ یوں لگ رہا تھا جیسے برسوں پرانی شناسائی ہو۔ اور پھر یہ شناسائی ماشاءاللہ بڑھتی ہی چلی گئی۔

نائمہ بیگم ہر روز دوپہر کو خراماں، خراماں اپنی طرف سے نکلتیں اور شمسہ بیگم کے ہاں آ بیٹھتیں۔ گھنٹوں مکرم کو کھلاتی رہتیں۔ ریشم سے اِدھر اُدھر کی باتیں کرتی رہتیں۔ یہ پیاری سی لڑکی اور اس کی بھولی بھالی غریبانہ باتیں انہیں بہت اچھی لگتیں۔ اکثر دل ہی دل میں اس کا موازنہ اپنی مغرور بہو سے کرنے لگتیں تو ان کی اندر کی آنکھیں کھلتی چلی جاتیں..... سوچتیں۔

''دونوں ہی اللہ کی مخلوق ہیں مگر دونوں میں کیسا زمین آسمان کا سا تضاد ہے، ایک سادگی کا مرقع اور گدڑی میں چھپا لعل ہے تو دوسری دکھاوٹ اور ملاوٹ کی پوٹ..... فقط اس لیے کہ ایک غربت کی گود میں پرورش پانے والا ہیرا تو دوسری منہ میں سونے کا چمچہ لے کر پیدا ہوئی ہے، وقت اور حالات کی گردش بھی کیا، کیا گل کھلاتی ہے۔'' غرض یہ کہ جوں، جوں دن گزرتے جا رہے تھے، مکرم اور ریشم کی الفت ان کے دل و دماغ

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

پر گہری ہوتی جارہی تھی۔

ایک وہ ہی کیا..... مکرم دیکھتے ہی دیکھتے گھر بھر کی آنکھوں کا تارا بنتا جارہا تھا۔ کوئی ایک پل اسے آنکھوں سے اوجھل نہ ہونے دیتا۔ ابھی اسے معصومہ گدگدا رہی ہے تو ابھی کامی، جامی اور افشاں اسے گودوں میں بھرے گھوم رہے ہیں، اسپتال سے آکر خاور اسے بلوا لیتے اور تو اور کبھی کبھار ڈیوٹی سے گھر آنے والا خرم بھی اس ننھی سی جان کا شیدائی ہو چکا تھا۔ گود سے چپکا تا تو واپس دینا بھول جاتا۔ ظاہر ہے اولاد تو اسی کی تھی ناں وہ بھی سب سے خوب روز بروز مانوس ہوتا جارہا تھا۔

نائمہ بیگم اس کا اس قدر خیال رکھتیں، لاڈ کرتیں، چاؤ چونچلے اٹھاتیں جیسے وہ انہی کے گھر کا ایک فرد ہو۔ ایک سے ایک مارکیٹ سے جوڑے، کپڑے اور کھلونے منگوا منگوا کر دے چکی تھیں۔

کچھ ہی عرصے کے بعد تو یہ حال ہو گیا کہ وہ شمسہ بیگم کے بجائے نائمہ بیگم کے گھر میں پایا جانے لگا۔ فقط فیڈ کرانے کے لیے ریشم کے پاس بھیجا جاتا۔ متین احمد جب بھی زمینوں سے واپس آتے، تمام داستانیں اور کارروائیاں بیوی کی زبانی سنتے تو ان کے فلک شگاف قہقہوں سے ان کی کوٹھی گونج اٹھتی۔ بیوی کو جی بھر کے شاباشی دیتے۔ ریشم کو خوب مبارک باد دیتے اور خرم بروقت دستیاب ہو جاتا تو دھموکے مار، مار کے اس کی پیٹھ لال کر ڈالتے۔

''واہ میرے مٹی کے شیر.....!'' وہ اسے چھیڑتے۔ ''خوب چھپے رستم نکلے.....''

''بس سمجھو پتھر میں جونک لگ چکی ہے۔'' نائمہ بیگم کا حال دیکھ، دیکھ کر بیوی سے کہتے۔ لیکن کسی کسی دن شمسہ بیگم پریشان ہو اٹھتیں اور ہول ہول کر کہتیں۔

''اجی میں کہتی ہوں یہ اونٹ آخر کس کروٹ بیٹھے گا؟ جس روز بھی یہ ڈھول کا پول کھل گیا نائمہ ہتھے سے اکھڑ جائیں گی۔ سنبھالنا مشکل ہو جائے گا۔''

''خرم کو آگے کر دیں گے۔ خود ہی پٹ پٹا کر منا لے گا۔'' متین احمد ہنس کر کہتے۔

''اے ہائے ایسا غضب مت کر دیجیے گا۔'' وہ دہل کر منع کرتیں۔ ''نائمہ کا غصہ معلوم نہیں ہے کیا؟ لڑکے کو زندہ چھوڑ دیں گی بھلا؟''

''اماں بس دیکھتی رہو، آگے، آگے ہوتا ہے کیا۔ یہ سب ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں کیا ماں، بیٹا، کیا دادی، پوتا اور کیا ساس، بہو..... سب ایک ہو جائیں گے اور ہم تم ایک دوسرے کا منہ دیکھتے رہ جائیں گے۔'' متین احمد ان کو تسلی دیتے۔

''معلوم نہیں کیا، کیا گل کھلاتے رہتے ہیں۔'' وہ برا مان کر کہتیں۔

''خود ہی ریشم کو یہاں بلوایا، ترکیبیں لڑائیں ملوانے کی..... اب خود ہی اس طرح کی باتیں بھی کرتے رہتے ہیں ہم کیا کریں، یہاں تو ڈرامے پہ ڈراما ہو رہا ہے۔''

☆☆☆

شمسہ بیگم نے ایک بہت بڑی ذمے داری اپنے سر لے تو لی تھی مگر اب چاروں اطراف کے تفکر نے بھی انہیں گھیر رکھا تھا۔

بابر اور روبی بھی گھوم پھر کر واپس آنے والے تھے۔ دوسری طرف انہیں شرمین اور اس کی دادی اماں کا بھی خیال تھا۔ سوچتی تھیں کہ اگر نائمہ مان گئیں اور پھر شرمین کی دادی اماں نہ مانیں تو کیا ہوگا؟ خاور کی مایوسی تو اسے جیتے جی مار ڈالے گی۔ اس لیے زیادہ بہتر ہے کہ کسی صورت ان کا عندیہ بھی لے لیا جائے تاکہ بات صاف ہو جائے۔

بہت غور و خوض کرنے کے بعد ایک دن انہوں نے ریشم کو ڈاکٹر کو دکھانے کا بہانہ کیا اور دونوں ماں، باپ بیٹے کو لے کر شرمین کے ہاں آئیں تاکہ سب لوگوں سے ملاقات بھی ہو جائے۔

یہاں تو ریشم کی آمد خوشخبری کی طرح اندر باہر گھوم گئی۔ آن کی آن میں ہر کوئی بھاگا چلا آیا۔ سب نے انہیں ہاتھوں ہاتھ لیا، ذکیہ خالہ دوڑی چلی آئیں۔

www.urdutube.net www.bookstube.net www.urdumovies.net

بچے کو گود میں بھر کر لپٹایا..... بسنتی کے ہاں بھی سب کو خبر ہوئی۔ ریشم بھی سب سے مل کر بہت خوش ہو رہی تھی۔

کچھ دیر کے بعد ذکیہ خالہ، بچے کو خان صاحب سے ملوانے لے گئیں اور ریشم بسنتی کے گھر چلی گئی۔ شرمین، پیاری بوا کے ساتھ مل کر باورچی خانے میں جا گھسی۔

''شرمین کی کہیں بات چیت وغیرہ طے ہوئی یا نہیں؟'' شمسہ بیگم نے موقع غنیمت جان کر دادی اماں سے پوچھا۔ ان کی صورت اتر گئی، رنجیدہ ہو کر جواب دیا۔

''بات کہاں سے طے ہو جائے گی کوئی ڈھنگ کا کہیں سے ذکر تو آئے، آج کل دنیا کے دستور بدل چکے ہیں، جانے کیا ہو گیا ہے کہ اچھی خاصی لڑکیوں کو بھی کوئی نہیں پوچھتا۔''

''بس دنیا اسی کا نام ہے، کہیں کچھ ہے کہیں کچھ..... اللہ سب کو نیکی کی توفیق دے۔ کیا آپ کے عزیزوں میں بھی کوئی لڑکا نہیں ہے جہاں بات چیت چلے؟'' شمسہ بیگم مطمئن ہو کر بولیں۔

''ہمارے قریبی عزیز رشتے دار تو کوئی ہیں نہیں جو چند ایک ہیں تو اسد اللہ کی شہادت کے بعد ان کا آنا جانا نہیں ہے۔ ویسے بھی دور دراز کے شہروں میں ہیں۔'' دادی اماں نے برجستہ جواب دیا۔

''تب تو آپ بڑی فکر میں مبتلا ہوں گی، بچی ماشاء اللہ سیانی ہے۔'' شمسہ بیگم نے کہا۔

''جی ہاں..... اس میں کیا شک ہے۔'' دادی اماں ایک دبی ہوئی آہ بھر کر بولیں۔

''اسی ایک فکر میں راتوں کی نیند جاتی رہی ہے، اللہ سے لو لگائے بیٹھی ہوں۔ دن رات اسی کے دعا کرتی رہتی ہوں کبھی تو سنے گا۔''

''کیوں نہیں..... وہ ان داتا سب کی سننے والا ہے۔'' شمسہ بیگم نے خلوص دل سے کہا۔

''آپ نے کبھی کسی مخلص سے ذکر تو کیا ہوتا..... انسان ہی انسان کی دوا ہوتا ہے۔''

''کہیں کا آنا جانا تو میرا ہے نہیں، ذکیہ سے کئی مرتبہ ذکر کر چکی ہوں۔ وہ بیچاری بھی کم فکر مند نہیں..... محلے میں کہیں کوئی رشتے کرانے والی ہو تو اس سے رابطہ کرنے کو کہہ رہی ہیں ذکیہ..... دیکھو پھر کیا ہوتا ہے۔'' دادی اماں نے سادگی سے جواب دیا۔

اب شمسہ بیگم سے رہا نہ گیا۔ اِدھر اُدھر دیکھ کر رازداری سے پوچھا۔

''یہ جو..... ڈاکٹر خاور ہیں، یہ کیسے لگتے ہیں آپ کو؟''

''کون ڈاکٹر خاور.....؟ یہ اپنی ریشم کے دیور.....؟'' دادی اماں نے جھجک کر پوچھا۔

''جی ہاں یہی خاور، ہمارے بھتیجے اور یہ خرم سے بڑے ہیں۔'' دادی اماں جواب دینے کے بجائے ہکا بکا ہو کر ان کی صورت تکنے لگیں۔ ان کے منہ سے کوئی بات ہی نہیں نکل پائی۔

''آپ کی رائے پوچھ رہی ہوں، آپ کو بھلے معلوم ہوئے یا نہیں؟'' شمسہ بیگم نے ان کی کیفیت نوٹ کی اور انہیں دلاسا دیا۔

''اللہ ان کی ماں کی ممتا ٹھنڈی رکھے، ہماری عمر کے ان کی بہت اچھے، بہت خوبیوں کے مالک ہیں مگر آپ کیوں پوچھ رہی ہیں؟'' اب ذرا حوصلہ ہوا تو بولیں۔

''کچھ مطلب ہے جبھی تو پوچھ رہی ہوں۔ آپ ذرا سوچ کر جواب دیجیے۔ شرمین بیٹی کے لیے کیسے رہیں گے؟'' شمسہ بیگم نے مسکرا کر جواب دیا۔

دادی کے بوڑھے چہرے پر پھوار سی برس گئی۔ وہ اپنے دل ہی دل میں سوچنے لگیں۔

''کیسی انہونی بات کر رہی ہیں یہ، بھلا اتنے بڑے اور قابل ڈاکٹر ہم غریبوں کو کیوں پوچھنے لگے۔'' پھر ہمت کر کے شمسہ بیگم سے پوچھا۔

''کسی نے آپ سے اس بارے میں کوئی تذکرہ کیا ہے؟'' پل بھر کو شمسہ بیگم قدرے جھجکیں، بھاوج کا سخت گیر سراپا نگاہوں کے سامنے لہرایا مگر پھر اللہ کے بھروسے کہہ گزریں۔

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdunovels.net

''اے کہے گا کون، میں کیا خود کم ہوں ان کی پھوپی.....'' وہ اقرار میں سر ہلا کر بولیں۔

''ہاں یہ تو آپ نے سچ کہا، کہاوت مشہور ہے۔ ''ماں، بیٹی دو ذات، پھپی، بھتیجی ایک ذات، ویسے میں بھی ان کی والدہ وغیرہ نے کوئی بات کہلوائی ہے۔'' شمسہ بیگم ان کی سادگی پر مرمٹیں، محبت آمیز لہجے میں بولیں۔

''جب موقع ہوگا، انشاء اللہ وہ بھی ضرور آپ کے پاس حاضری دیں گی۔ سچی بات ہے مجھے تو آپ کی پوتی دل و جان سے بہت پسند ہے اس لیے احتیاطاً آپ سے تذکرہ کردیا۔''

''اللہ آپ کو سکھی رکھے، تندرستی قائم رکھے۔'' دادی اماں نے انہیں دل سے دعا دی۔ وہ متاثر ہو کر بولیں۔

''میرے کہہ دینے کا مقصد یہ ہے کہ اگر کہیں سے ذکر وغیرہ آئے تو آپ ذہن میں میری بات کو بھی رکھیے گا۔ اللہ اور اس کے حبیبؐ نے چاہا تو جلد ہی کوئی سبیل نکلے گی اور ہم آپ کے پاس حاضر ہوں گے۔'' ان کی آنکھوں میں تشکر کے آنسو جمع ہو گئے تھے مگر انہوں نے غیر معمولی ضبط سے کام لیا اور آہستہ سے بولیں۔

''بی بی یہ تمہاری قدردانی اور محبت ہے، جب جی چاہے آؤ، تمہارا اپنا گھر ہے، ہمارے سر آنکھوں پر آؤ۔''

بات یہیں تک پہنچی تھی کہ ذکیہ خالہ، مکرم کو گود میں لیے لیے آگئیں۔ ان کے پیچھے بسنتی اور ریشم بھی تھیں۔

تبھی پیاری بوا اور شرمین نے مل کر سب کی خاطر تواضع کا بہت معقول انتظام کرلیا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد سب لوگ کھانے پینے میں مصروف ہو گئے۔

☆☆☆

بابر اور روبی کے آنے میں چند روز باقی تھے، سبھی کو ان کے آنے کی خوشی اور چاہت تھی مگر سب سے زیادہ خوشی کا اظہار معصومہ کی طرف سے ہو رہا تھا۔

نائمہ بیگم کا زیادہ وقت تو مکرم کی معصوم، معصوم پیاری، پیاری حرکتوں سے لطف اندوز ہوتے گزر رہا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ انہوں نے معصومہ کی سرگرمیوں پر زیادہ غور کرنا بھی ضروری نہیں سمجھا۔

روبی کے جہیز میں آرائشِ خانہ کا بہت سا سامان تھا جو ہنوز پیک حالت میں ہی پڑا تھا۔ معصومہ نے بڑی ہمت اور جرأت سے کام لے کر یہ تمام پیکنگ کھولی، ملازموں اور ریشم کی مدد سے ساری کوٹھی کو از سرِ نو ترتیب دے ڈالا۔ ڈرائنگ روم میں روبی کے جہیز کے نئے قالین، صوفہ سیٹ، کچھ مختلف آرائش کے سامان کے ساتھ، ساتھ قیمتی پینٹنگز بھی نکلوا کر سجائیں۔ ضروری اضافے کیے ڈائننگ ہال اور لاؤنج میں چونکہ نائمہ بیگم زیادہ توجہ نہ اعتراض کیا اس لیے معصومہ کی بہت حوصلہ افزائی ہوتی رہی اور وہ مزید خوش ہو، ہو کر آرائشِ خانہ میں مصروف رہی اور ترامیم و اضافے کرتی رہی۔ اسے اس خیال سے خاصی خوشی ہو رہی تھی کہ بھائی اور بھابی

سچائی

شہرِ نگاراں میں رہتا تھا
شہرِ خموشاں جب پہنچا
حدِ نگاہ تک دیکھا میں نے
آبادی ہی آبادی تھی
نہ کوئی خواب جاگ رہا تھا
نہ کوئی خواہش بول رہی تھی
خاموشی کی چادر اوڑھے
ساری بستی سو رہی تھی
درختوں پہ بیٹھے کچھ پرندے
اپنی بولی میں کہہ رہے تھے
تخت مٹی، تاج مٹی، سب مٹی ہو جاتا ہے
مٹی کے بچھونے پہ بندہ مٹی اوڑھ کے
سو جاتا ہے

شاعرہ: نجمہ ناز اصغر، کراچی

آ کر دیکھیں گے تو بہت خوش ہوں گے اور اس کی تعریف کریں گے۔

خلافِ معمول خاور بھی کہیں، کہیں اس کے مدد گار رہے اور مختلف معاملات میں اسے اپنے مشوروں سے نوازتے رہے۔ اتفاق سے دونوں گھروں کے بڑوں میں سے کسی نے اسے روکا اور نہ ٹوکا۔ وہ ہنسی خوشی اپنے کام میں مگن رہی۔ چنانچہ جب وہ ساری سجاوٹ کر چکی تو کوٹھی اندر سے واقعی جگمگا اٹھی۔

اپنی کارگزاریوں پر وہ اترانے لگی۔ ریشم کو بھی یہ سب تیاریاں دیکھ، دیکھ کر روبی سے ملنے کا بے پناہ اشتیاق پیدا ہو گیا تھا۔

بالآخر وہ وقت بھی آ گیا اور وہ دونوں اپنے گھر اترے۔ دونوں تقریباً ڈیڑھ دو ماہ کی سیر و تفریح کے بعد آئے تھے اور اتنے خوش و خرم اور اتنے حسین و دلکش لگ رہے تھے کہ نائمہ بیگم نے بے اختیار دونوں کی بلائیں لے ڈالیں۔ دوپہر کا وقت تھا، اچانک ہی آ پہنچے تھے اس لیے شمسہ بیگم کے ہاں کسی کو خبر ہی نہیں تھی۔

نائمہ بیگم بیٹے اور بہو کو پیار کر کے نماز ظہر کے لیے کھڑی ہو گئیں۔ معصومہ، روبی کا ہاتھ پکڑ کر خوشی خوشی ڈرائنگ روم میں لائی اپنی کارگزاری دکھانے کے لیے تاکہ بھاوج سے داد وصول کر لے۔

روبی کچھ دیر تک آنکھیں پھاڑ، پھاڑ کر چاروں طرف دیکھتی رہی پھر اچانک ہی غم و غصے کی شدت سے اس کا بدن کانپنے لگا۔ برداشت نہ ہو سکا تو چلا کر بولی۔

''یہ..... یہ..... میرے جہیز کا سامان کس بدبخت نے نکالا ہے؟ کس نے یہ جرأت کی ہے؟ آج میں اس کا حشر بگاڑ دوں گی۔ کیا لاکھوں کا جہیز اس لیے لائی تھی کہ اس کی یہ گت بنائی جائے؟ کیا مجھے کسی مٹ پونجیے خاندان کی سمجھا ہے کہ میں کسی سے دب کر رہوں گی؟'' اس کی چیخم دھاڑ کی آوازیں ہر جگہ گونج گئیں۔

اچانک اس پر مزید جنون طاری ہو گیا۔ اس نے ایک بھاری گلدان اٹھا لیا، وہ بالکل آپے سے باہر ہو چکی تھی۔ چیخ کر بولی۔

''لو میں خود ہی ختم کیے دیتی ہوں، نہ ہو گا بانس نہ بجے گی بانسری.....'' کہتے، کہتے اس نے گلدان پوری قوت سے سامنے سجے ہوئے شوکیس پر دے مارا۔

ایک زوردار دھماکے کے ساتھ شوکیس کا شیشہ ٹوٹا اور نوکیلی کرچیاں دور، دور تک بکھر گئیں۔

معصومہ چیخ مار کر باہر بھاگی۔

''اماں..... اماں..... دیکھیں بھابی جان کیا کر رہی ہیں؟'' نائمہ بیگم اس کی چیخ پر ننگے پاؤں بھاگتے ہوئے آئیں۔

مگر یہاں تو ایک طوفانِ بدتمیزی مچا ہوا تھا۔ ہر طرف ٹوٹے ہوئے ظروف، کانچ، ریزوں اور ٹکڑوں کے سوا کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا۔

نائمہ بیگم کو تو جیسے سانپ سونگھ گیا۔ ان کی قوتِ گویائی جیسے سلب ہو کر رہ گئی۔ اس المناک واقعے کے بعد انہیں صحیح معنوں میں چپ لگ گئی۔ معصومہ الگ سہم کر رہ گئی۔ کیا سوچا تھا اور کیا ہو گیا تھا۔

نائمہ بیگم جو اپنے کمرے میں گھسیں تو باہر نکلنا ہی بھول گئیں۔ نئی، نئی سوچوں نے انہیں نڈھال کر کے رکھ دیا۔ یوں لگنے لگا چند گھنٹوں کے اندر، اندر گویا کسی نے ان کا خون نچوڑ لیا ہو۔

روتے، روتے معصومہ نے کسی نہ کسی صورت ڈرائنگ روم کی صفائی تو کروا دی تھی مگر اماں کی غیر معمولی خاموشی اور عجیب سے سکوت نے اسے اندر ہی اندر بری طرح سہما ڈالا تھا۔ وہ کئی بار وقفے، وقفے سے ان کے کمرے میں جھانک آئی تھی مگر وہ چپ چاپ لیٹی رہیں۔ آج انہوں نے دوپہر کا کھانا بھی نہیں کھایا تھا نہ شمسہ بیگم کی طرف گئیں۔ مکرم کو بھی نہ بلوایا۔ معصومہ بہت خوف زدہ تھی ان کی طرف سے۔

شمسہ بیگم کو بھی روبی کی حرکت کا علم ہو گیا تھا۔ وہ دانستہ اس طرف نہ آئیں۔ آخر کو بیٹی کا سسرالی معاملہ تھا۔

گرمی کی طویل دوپہر بیت گئی۔ شام جھک آئی۔ چائے کا وقت آ گیا مگر نائمہ بیگم اپنے کمرے سے باہر نہ

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdunovels.net

آئیں۔ ایک جامد سناٹا ان کے جسم و جاں پر طاری تھا۔ گہری خاموشی اور سکوت کا عالم تھا۔

آج کا دن اپنے دامن میں جانے کیا کچھ لیے ہوئے تھا۔ معصومہ نے ایک بار پھر ڈرتے، ڈرتے ان کے کمرے میں جھانکا مگر وہ دوپہر کی طرح ہی بے سدھ پڑی تھیں۔

اس دفعہ اس سے رہا نہ گیا۔ وہ تیز قدموں سے پھوپی کی طرف آئی، وہ بیٹھی ہوئی مکرم کو کپڑے پہنا رہی تھیں۔

''پھوپی جان.....!'' اس نے گھبرا کر انہیں پکارا۔ ''اماں جان کو دیکھیے چل کر۔ سارا دن گزر گیا ہے ایک کھیل اڑ کر ان کے منہ میں نہیں گئی ہے، کمرے میں لیٹی ہیں۔'' شمسہ بیگم نے پریشانی کے عالم میں ماتھے پر ہاتھ مارا اور بولیں۔

''الٰہی! اب کون سے کوتک باقی رہ گئے ہیں ہونے کو؟'' پھر معصومہ سے دریافت کیا۔ ''اور تم..... تمہاری بھاوج کہاں گئیں ڈراما رچا کر؟''

''اپنے کمرے میں سو رہی ہیں۔'' اس نے بسور کر جواب دیا۔

''اچھا تم یہیں رکو..... ہم دیکھتے ہیں۔'' شمسہ بیگم نے معصومہ کو ہدایت دی اور جلدی، جلدی مکرم کو تیار کرنے لگیں۔ آج کا دن انہیں بہت بھاری لگ رہا تھا۔

اتنے میں خاور بھی اندر داخل ہوئے مگر پھوپی نے ان سے کوئی بات نہیں کی..... معصومہ کو بھی آنکھ کے اشارے سے منع کیا..... معلوم نہیں وہ سمجھی یا نہیں.....

خاور، مکرم کو گدگدانے لگے تو وہ ہنسنے لگا۔

شمسہ بیگم اسے اٹھاتے ہوئے گویا ہوئیں۔

''لاؤ، آج ان کی خاص ضرورت ہے۔''

خاور کچھ نہ سمجھے، وہ مکرم کو گود میں بھر کر چل دیں۔ نائمہ بیگم کے کمرے میں آئیں تو دماغ میں سو اندیشے رینگ رہے تھے۔

''اے نائمہ.....'' انہوں نے اندر گھستے ہی انہیں زور سے پکارا۔

غزل

کرتی نہیں ہوں بات میں اس بات کے سوا
چارہ نہیں ہے کوئی ملاقات کے سوا
میں بن پیے مدہوش ہوں جب تک وہ ساتھ ہے
پھر یاد کچھ رہتا نہیں اس ساتھ کے سوا
ہوں لمس ہاتھ کا لیے مسرور کس قدر
اب ہاتھ ملاتی نہیں اس ہاتھ کے سوا
کل بھی ملے تھے دیکھا تھا پر بات نہ ہوئی
کیسے ہو، ٹھیک ہوں شکر اس بات کے سوا
مجبوریوں کی قید میں احساس کھوئے جو
سب کل گئے مجھے تیرے جذبات کے سوا
ان بے خواب آنکھوں میں سپنوں کو توڑ کر
ٹھہری اداسیاں بھی ہیں برسات کے سوا

از: خولہ عرفان، کراچی

''آج کتنا سوؤ گی؟ یہ دیکھو کون آیا ہے تمہیں جگانے کے لیے۔'' مگر انہوں نے آنکھ کھول بھی نہیں دیکھا۔

اتنے میں مکرم انہیں سامنے دیکھ کر مچل اٹھا اور ان کے پاس جانے کے لیے ان کی طرف گرنے لگا۔

شمسہ بیگم نے موقع غنیمت جان کر اسے بیڈ پر بٹھایا۔ وہ دونوں ننھے منے ہاتھ ان کی کمر پر مارنے لگا۔

''نائمہ.....'' شمسہ بیگم نے ایک دفعہ پھر انہیں محبت سے پکارا۔

مگر وہ ان کی پکار سے زیادہ مکرم کے ہاتھوں کے لمس سے اٹھ بیٹھیں پھر اچانک ہی معلوم نہیں کیا ہوا، انہوں نے ہمکتے ہوئے مکرم کو اٹھا کر بازوؤں میں بھر لیا اور بچوں کی طرح پھوٹ، پھوٹ کر رونے لگیں۔

شمسہ بیگم بوکھلا اٹھیں، ان کی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ کیا کریں؟ انہوں نے اپنی آج تک کی زندگی میں جو نہیں دیکھا تھا، وہ آج دیکھ رہی تھیں۔ واقعی آج کا دن عجیب دن تھا۔

www.urdutube.net www.bookstube.net www.mdumovies.net

کمرے میں نائمہ بیگم کے زور شور سے رونے کی آوازیں ابھر رہی تھیں اور مکرم ان کے گلے سے چپکا ہوا تھا۔

جوں، جوں وقت گزر رہا تھا، ان کے رونے میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا، شدت بڑھتی جا رہی تھی، حتیٰ کہ شمسہ بیگم ڈر سی گئیں، وہ ان کے قریب مسہری پر ہی بیٹھ گئیں اور ان کا شانہ ہلا کر بولیں۔

''نائمہ.....! یہ کیا ہو رہا ہے؟''

''تم تو بچوں سے بدتر ہو گئیں؟''

''یہ اس قدر شدت سے رو کیوں رہی ہو؟''

''کہیں ایسا بھی دنیا میں ہوتا ہے؟''

''کوئی دیکھ لے تو کیا کہے گا؟ خدا کے لیے چپ ہو جاؤ۔''

''چپ ہو جاؤ نائمہ..... دیکھو ہمارا بھی دل گھبرانے لگا ہے۔'' ان کی آخری بات سن کر نائمہ بیگم نے اپنی سرخ انگارہ آنکھیں ان پر گاڑیں اور بھرائی ہوئی آواز میں بولیں۔

''آپ نے بھلا کسی اور کو ہم سے زیادہ قسمت کا ہارا دیکھا ہے۔ شمسہ آپا! کوئی دوسرا ہوگا ہم جیسا بدنصیب.....؟''

''اے ہے..... خدا کے خوف سے ڈرو نائمہ تم۔'' شمسہ بیگم نے دہل کر جواب دیا۔

''ایسا تمہارے ساتھ نصیبوں نے کیا ظلم کر دیا؟'' انہوں نے اچانک بڑی دردمندی سے سوال کیا۔

''آپ ہی بتائیں، ہم نے اپنی اولاد جیسی بہو کے ساتھ کیا برا سلوک کیا ہے؟ وہ کیوں ہم سے برگشتہ رہتی ہے؟'' ان کے سوال سے شمسہ بیگم ٹھٹک کر رہ گئیں۔ انہیں اپنا آپ چور سا محسوس ہونے لگا مگر نائمہ بیگم ان کے احساسات سے بے خبر کہتی چلی گئیں۔

''ضرور ہم سے کوئی بہت بڑی خطا ہوئی ہے شمسہ آپا..... ہم سے کوئی گناہ سرزد ہوا ہے جس کی سزا ہمیں اس شکل میں مل رہی ہے، خدا کے لیے ہمیں مشکل سے نجات دلائیں۔'' شمسہ بیگم نے ہمت کر کے پوچھا۔

''آخر کیا ہے تمہارے دماغ میں؟ کھل کر بتاؤ تو سمجھ میں آئے؟'' وہ کسی سوچ سے بلبلا کر بولیں۔

''آپا! ہم نے ایک دن معصومہ سے پوچھا تھا وہ کہہ رہی تھیں کہ اپنی ڈاکٹر شاکرہ سے اس لڑکی کا پتا معلوم ہو سکتا ہے جو بچوں کو پڑھانے یہاں آیا کرتی تھی۔'' ان کے آنسو اب تک متواتر بہہ رہے تھے، خوشامد سے بولیں۔

''آپا! آپ اس سے ملوا دیں ہمیں، ہم نے اسے بہت بری طرح جھڑکا تھا بلکہ گالیاں بکی تھیں، ضرور اس معصوم کا صبر پڑ رہا ہے ہم پر..... ہمارا صبر و قرار لٹ کر رہ گیا ہے.....''

شمسہ بیگم کے دل کی کلی کھل گئی۔ ہونٹوں پر مسکراہٹ آ گئی۔ انہوں نے دل کھول کر انہیں بولنے دیا۔ جب وہ بول، بول کر تھک گئیں تو انہوں نے کمالِ بے نیازی سے جواب دیا۔

''اگر تمہارے دکھوں کی درماں وہی لڑکی ہے تو اس سے مل لینا کوئی مشکل ہے؟ ہم اپنی سی کوشش کر لیں گے..... مگر.....'' انہوں نے بات کو دانستہ ادھوری چھوڑ دیا۔

''مگر.....؟ مگر کیا.....؟ کہیں اس لڑکی کی شادی تو نہیں ہو گئی؟''

شمسہ بیگم نے چونک کر ان کی طرف دیکھا اور دل میں سوچا۔

''تو یہ..... اس انداز سے سوچ رہی ہیں؟'' پھر لاتعلقی سے ہاں میں ہاں ملائی۔

''ہو سکتا ہے شادی ہو گئی ہو مگر تمہیں کیا فکر اس کی شادی کی.....''

''پھر..... ہمارے خاور کا کیا بنے گا؟'' نائمہ بیگم نے جیسے کسی چوٹ سے بلبلا کر بے اختیار کہا۔

تیر ٹھیک نشانے پر لگا تھا۔ شمسہ بیگم پُراسراریت سے مسکرانے لگیں۔

عین اسی وقت ریشم، مکرم کے لیے پانی کا فیڈر

www.urdutube.net www.bookstube.net www.urdumovies.net

1987ء سے خدمت میں مصروف

پھلبہری

قابل علاج مرض ہے

LEUCODERMA-VITILIGO

تمام جلدی بیماریوں کا موثر اور بے ضرر علاج

STEROIDS FREE MOST PROGRESSIVE TREATMENT

ملٹی ایوارڈ ہولڈر

اجمل زیدی

برص کے دوران پاکستان کا مستند پروگرام

ASIAN EXCELLENCE PERFORMANCE AWARD

AWARD OF BEST ACHIEVEMENT

AWARD PILLAR OF LEUCODERMA

اسلام آباد

9-اپریل تا 30 مئی
9-اگست تا 30 ستمبر
9-دسمبر تا 30 جنوری

G-8/1 مکان نمبر 62 سٹریٹ نمبر 20 سیکٹر
سرینا چوک (اشیلی چوک) اسلام آباد
(051) 2854595 - 2255880
موبائل 0300-8566188
فون 2261536

پشاور

پرنسل لیبز

یکم فروری تا 11 فروری
یکم جون تا 11 جون
یکم اکتوبر تا 11-اکتوبر

قیام

جی ٹی روڈ نزد ہشتنگری چوک پشاور شہر
فون (0521) 2218215-9
موبائل 0300-8566188

لاہور

گلف سینٹر

14-فروری تا 27 فروری
14-جون تا 27 جون
14-اکتوبر تا 27-اکتوبر

قیام

آفس نمبر 16
لیبرٹی چوک روڈ
موبائل: 0300-8566188

کراچی

لیوکو سینٹر

13-مارچ تا 27 مارچ
13-جولائی تا 27 جولائی
13-نومبر تا 27 نومبر

قیام

آفس 706، 7 فلور، شاہراہ لیاقت
تیسری منزل شاپ ہوٹل K.F.C کراچی
فون 021-7012068-9
موبائل 0300-8566188

ملتان

پرنسل سلور سینٹر

28 مارچ تا 6-اپریل
28 جولائی تا 6-اگست
28 نومبر تا 7 دسمبر

قیام

(061) 4518061-62
4562803 (0300-8566188)

E-mail: syedajmalzaidi@hotmail.com - syedajmalzaidi@yahoo.co.uk

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

لیے ہوئے کمرے میں داخل ہوئی۔

اسے دیکھ کر نائمہ بیگم نے اپنے بہتے آنسو پونچھ لیے اور تند سے سرگوشی میں بولیں۔

''آپا! یہ بھی کسی کی اولاد ہے اور اب کسی کی بہو بھی..... کس قدر خوش بخت ہے وہ ساس اور بیٹا، جس کی یہ بہو اور بیوی ہے۔'' قریب آکر اس نے دیکھا مکرم، نائمہ بیگم کے کندھے سے لگے، لگے سو گیا تھا۔ ریشم نے اسے سہولت سے وہیں مسہری پر لٹا دیا۔

شمسہ بیگم نے ریشم کا ہاتھ پکڑ کر بٹھالیا اور بولیں۔

''آج تو ہماری آپا تمہاری بہت تعریف کر رہی ہیں۔'' نائمہ بیگم نے برملا اقرار کیا۔

''ہاں یہ ہے ہی تعریف کے قابل، نہ میرا اس سے رشتہ ناتا۔ مگر روز میری خدمت پر کمر بستہ رہتی ہے، کبھی سر میں تیل ڈال رہی ہے، کبھی چٹیا گوندھ رہی ہے، سچ کہا ہے کسی نے گدڑی میں لعل ہوتے ہیں، یہ چلی جائے گی تو بہت یاد آئے گی۔''

شمسہ بیگم نے لوہا گرم دیکھ کر چوٹ لگائی۔ سر پر گویا کفن باندھ کر بولیں۔

''چلی کیوں جائے گی۔ تمہاری اصلی بہو ہے تمہی رکھو اپنے پاس..... اے ہائے..... یہ خرم کی دلہن ہے، رحمت علی خان دراصل متین احمد کے دوست تھے، مرتے دم اپنی بیٹی متین احمد کے سپرد کی اور خرم سے نکاح کر گئے تھے۔'' شمسہ بیگم نے سچ جھوٹ ملا کر پوری کہانی سنا ڈالی۔ پھر ہنس کر اضافہ کیا۔

''اور تمہاری وہ ہونے والی بہو شرمین بھی کہیں نہیں گئی۔ انشاء اللہ کل ہی سب کے ساتھ خاور کا رشتہ لے کر جاؤں گی۔'' نائمہ بیگم جو آنکھیں پھاڑے ریشم کو دیکھے جا رہی تھیں۔ بے اختیار بانہیں پھیلا کر بڑھیں اور اسے گلے سے چمٹا لیا۔ انہیں اس بات سے کوئی غرض نہیں تھی کہ کب اور کن حالات میں خرم نے بیاہ بھی رچا ڈالا تھا۔ شاید اس سے آگے انہوں نے کچھ نہیں سوچا کہ شمسہ بیگم کون، کون سی کہانیاں سنا بھی چکی ہیں۔

اور اسی رات کو..... روبی کے کمرے میں روبی، معصومہ، بابر اور خاور کے قہقہے گونج رہے تھے۔

''خاور..... پھوپی جان نے بھی کیسے، کیسے پاپڑ بیلے ہیں تم لوگوں کے لیے..... ساری زندگی ان کے احسان مند رہنا۔'' بابر بولے۔

''لیکن..... بھابی جان.....! یہ سب تو ٹھیک ہے مگر اب آپ اماں جان کو کس طرح منائیں گی؟ ان کا دل آپ کی طرف سے تو واقعی بہت ٹوٹ چکا ہے..... انہیں بھلا کیا معلوم..... آپ انہیں دولت مندوں سے متنفر کرنے کے لیے کیا، کیا اور کیسے، کیسے ڈھونگ رچا رہی تھیں۔'' معصومہ فکرمندی سے گویا ہوئی۔

''اس بات سے تم بے فکر رہو، خاور اور شرمین کا کل رشتہ پکا ہوتے ہی میں انہیں تمام حقیقت سے خود آگاہ کر دوں گی۔'' روبی نے شوخی سے جواب دیا۔ مسکراتے ہوئے خاور نے مارے خوشی کے آگے بڑھ کر روبی کو شانوں سے پکڑ کر پورے کمرے میں ایک زوردار چکر دے ڈالا۔ اس وقت ان کا چہرہ اندرونی مسرتوں کا آئینہ دار ہو رہا تھا۔ دفعتاً بابر ان دونوں کے درمیان آتے ہوئے شرارت سے بولے۔

''ارے ڈاکٹر صاحب..... ذرا اپنی خوشیوں میں ہماری خوشی کا بھی خیال رکھیے..... احتیاط لازم ہے۔'' سب لوگ حیرت سے انہیں دیکھنے لگے۔ وہ مسکرا کر بولے۔

''اناڑی ڈاکٹر صاحب..... آپ جلد ہی چچا بننے والے ہیں، اور یہی خوشخبری سنا کر ہم اماں جان کو منائیں گے۔''

ان سب سے دور دروازے کے قریب خرم اور ریشم..... ہاتھوں میں ہاتھ لیے کھڑے سب کی شرارت دیکھ اور سن رہے تھے، مسکرا رہے تھے اور ان دونوں کا جنگل کا پھول اپنی دادی جان کی گود میں لیٹا کھلکھلا رہا تھا۔

ختم شد

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

دروازے پر دستک مسلسل ہو رہی تھی..... دستک کے دوران جھنجلائی ہوئی سرگوشی ابھرتی..... اور سرگوشی کے ساتھ دستک تیز ہو جاتی..... دستک دینے والا تھک نہیں رہا تھا۔ وہ واپس جانے کے لیے نہیں آیا تھا۔ دستک اب دھڑ دھڑاہٹ میں اور سرگوشی غراہٹ میں تبدیل ہو گئی تھی۔

بوسیدہ دیواروں والے اس کمرے میں، ہلتے ہوئے دروازے کی کنڈی لگائے، چٹخنی چڑھائے،

دیوار

عقیلہ حق

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

خوفزدہ نظروں سے چاروں طرف دیکھتی..... دیوار سے لگی، اپنے آپ میں سمٹی، وہ کپکپا رہی تھی۔ کسی بھی لمحے دروازہ ٹوٹ سکتا تھا۔

بے بسی اور خوف اس کے کمزور وجود کے گرد اپنا گھیرا تنگ کر رہے تھے۔ آنسو اس کے چہرے سے ہوتے ہوئے اس کے گریبان میں چھپ کر دہاڑیں مار رہے تھے۔

پناہ اور پناہ گاہ کا فرق اسے رُلا رہا تھا۔

اس کا دل چاہا اپنے سینے میں کوئی خنجر اتار لے.....

یک دم اس کی نظر کونے میں رکھے ہوئے ٹین کے صندوق پر پڑی..... وہ ایک غیر مرئی قوت کے تحت اس صندوق کی طرف بڑھی اور بے تابی سے ڈھکن کھولتے ہی..... بے قراری سے صندوق کے اندر ہاتھ مارنے لگی..... جیسے کچھ ڈھونڈ رہی ہو..... اور پھر.....

☆☆☆

''تو کیوں اس قدر مار کھاتی ہے..... اس ہڈ حرام اور نشئی مرد کو ٹھوکر مار اور میرے پاس آجا.....''

مسز احمد نے بختاں کے جسم پر جا بجا نیل اور زخموں کے نشانات دیکھ کر ہمدردی اور غصے کے ملے جلے جذبات کے ساتھ کہا۔

''میں نے حاجی صاحب کو بتایا تھا کہ تیرا میاں اس قدر ظلم کرتا ہے ان کو بھی بہت افسوس ہوا۔ کہنے لگے کہ اللہ رحم کرنے والوں کو، صلہ رحمی کرنے والوں کو پسند کرتا ہے اس بچی سے کہنا..... ہمارے گھر کے دروازے کسی مظلوم کو پناہ دینے کے لیے ہر وقت کھلے ہیں۔'' مسز احمد نے اپنے شوہر حاجی احمد علی کے بارے میں بتایا جسے سن کر عقیدت و احترام سے اس کا سر جھکتا چلا گیا۔

☆☆☆

مسز احمد کے تین بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں، ان کے سب بچوں کی شادیاں ہوگئی تھیں اور وہ سب امریکا میں سیٹل تھے..... برسوں اپنی مصروفیات کی وجہ سے ماں، باپ سے ملنے نہ آتے تھے۔ سو مسز احمد اور حاجی احمد علی تنہا تھے..... حاجی احمد علی کا زیادہ تر وقت مسجد اور رفاہی کاموں میں گزرتا..... مسز احمد تنہائی کی ماری ہوئی عورت تھیں..... اور بختاں ان کی قابلِ بھروسا ملازمہ..... ایک ایسی ملازمہ جس پر وہ آنکھ بند کر کے بھروسا کرتی تھیں۔

آج کل کے دور میں با اعتماد ملازم اللہ کی نعمت ہوتے ہیں۔ اور مسز احمد دل سے چاہتی تھیں کہ بختاں رات دن کے لیے ان کے پاس رہ جائے تاکہ وہ گھر کی طرف سے بے فکر ہو کر..... اللہ کی طرف لگ جائیں..... لیکن بختاں.....

☆☆☆

''تجھے آج پھر دیر ہوگئی۔ بتا کہاں رک گئی تھی۔'' اس نے غصیلی نظروں سے اسے دیکھا۔

''بتا ناں چپ کیوں ہے؟'' شیدے نے اس کی لمبی چوٹی کو اپنے ہاتھ میں لپیٹ کر ایک زوردار جھٹکا دے کر پوچھا۔

بختاں علی الصباح جب شیدا گہری نیند میں مدہوش ہوتا کام پر نکل جاتی..... نیلم کالونی سے..... خیابانِ صبا تک وہ پیدل ہی جاتی تھی..... اور پھر تین بنگلوں میں کام.....

بڑے گھر والوں کے چھوٹے پن کو سہتے، سہتے..... شام تک وہ نڈھال ہو جاتی..... جو کبھی کوئی باجی بچا ہوا سالن، رات کی روٹی، بچا کھچا فروٹ دیتی تو ایک دو کام وہ ایکسٹرا کروا لیتیں..... اور بختاں سوکھی دو روٹیوں کے لیے مزید دو گھنٹے کام میں جُت جاتی۔

آج بھی شام والی باجی نے سارا کام نمٹوا کر اس سے کہا کہ وہ رات کی بچی ہوئی بریانی لے جائے لیکن ہاتھ کے ہاتھ ریفریجریٹر ضرور صاف کر دے..... ایک پلیٹ بغیر بوٹی کی بریانی اور تین باسی نان کے لیے اس نے بیگم ارشد کا ڈبل ڈور کا

www.urdutube.net www.bookstube.net www.urdumovies.net

ریفریجریٹر جو اللہ کی نعمتوں سے لبالب بھرا ہوا تھا۔ ڈیڑھ گھنٹے میں صاف کیا اور اس دوران وہ اللہ کی تقسیم پر حیران بھی ہوتی رہی اور صبر بھی کرتی رہی۔ وہ جانتی تھی کہ شیدا غصے میں پاگل ہو رہا ہوگا..... اسے یقین تھا کہ آج وہ اس کو دھنک کر رکھ دے گا..... لیکن وہ کیا کر سکتی تھی۔

کٹے بالوں اور گوری رنگت والی، پڑھی لکھی ماڈرن سی باجی اندر سے بہت سخت گیر تھی۔ ایک سیکنڈ میں کسی غریب کو کیسا بے مول کر دیتی ہیں..... وہ جانتی بھی تھی اور سہتی بھی تھی۔

''باجی آپ مجھے بیس روپے دے دیں۔'' بختاں نے نرم صوفے میں دھنسی، کاجو کھاتی مسز ارشد سے منمناتے ہوئے کہا۔

''کیوں.....؟'' مسز ارشد جو تھوڑی دیر پہلے غریب اور مظلوم عورتوں کے ایک ادارے کا افتتاح کر کے آئی تھیں..... نے کھردرے لہجے میں پوچھا۔

''باجی دیر بہت ہوگئی..... شیدا مارے گا.....'' اس کی مجبوری نے الفاظ کا روپ دھارا۔

''ایک تو بھئی تم لوگ اور تمہارے مسئلے..... یہ تو کبھی ختم نہیں ہوتے..... ہمارے پاس کون سے درخت لگے ہوئے ہیں۔ بہت محنت کرتے ہیں ہم لوگ بھی خیر.....'' مسز ارشد نے ایک طویل سانس لے کر اپنے پیر نرم و دبیز اٹالین قالین پر رکھے۔

''تم ذرا کولڈ کریم سے پہلے میرے پیروں کا مساج کر دو۔'' مسز ارشد نے اپنے امپورٹڈ ہینڈ بیگ میں سے بیس کا نوٹ نکال کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے ایک کام اور بتایا۔

اور بختاں ذہنی طور پر شیدے کی لاتیں اور گھونسے کھانے کے لیے تیار ہوگئی۔

''کھانا دے..... یا اب گھنٹے بھر ماتم ہی کرتی رہے گی۔'' شیدا جب مارتے، مارتے تھک گیا تو کونے میں گٹھڑی کی طرح پڑی بختاں کے پیٹ پر لات مارتے ہوئے بولا..... اور اس کی پھٹی چادر کے کونے میں بندھے نوٹ کھول کر گننے لگا۔

☆☆☆

بختاں کی شادی شیدے سے اپنے باپ کے دنے پر ہوئی تھی۔ اس کے باپ کا دل گاؤں کی خوب صورت عورت پر آیا تو اس نے سولہ سالہ بختاں کو دنے میں اس کے چالیس سالہ بھائی کو تھما دیا۔

باپ پر عشق سوار تھا۔ سو اس نے بختاں کی ماں کے مرنے کے صرف ایک ہفتے بعد ہی بختاں کو شیدے کے ساتھ بیاہ دیا اور خود اس عورت کو بیاہ لایا جس کے لیے اس نے اپنی بیوی کو انتہائی سختیوں سے مار ڈالا تھا۔ باپ اپنی من چاہی بیوی کے نخرے اٹھانے میں مصروف ہوگیا اور وہ شیدے کی ماریں کھانے لگی۔

شیدا نشئی ہونے کے ساتھ ساتھ بدحرام بھی تھا۔ لہٰذا پہلے زیور، برتن بکے پھر نوبت فاقوں سے ہوتی ہوئی بھیک مانگنے تک آگئی..... تو وہ کراچی چلی آئی۔ نہ جانے کتنے برس ہوگئے نہ وہ کبھی واپس گاؤں گئی نہ ہی کوئی کبھی گاؤں سے اس کی خبر گیری کو آیا۔ یوں وہ باپ کے ہوتے ہوئے بھی یتیم ہوگئی۔

قسمت کی مار ایسی کہ اولاد بھی نہ ہوئی۔ لیکن ہاں یہ ضرور ہوا کہ شیدا چھوٹی موٹی برائیوں کو چھوڑ کر شہر کی بڑی لعنتوں میں گرفتار ہوگیا۔

☆☆☆

''اللہ کرے تو مر جائے شیدے..... تجھے کوڑھ ٹپکے..... تو بس کے نیچے آئے..... تیرے ہاتھ پیر گل گل کر گریں..... ارے اتنے بم دھماکے ہوتے ہیں تو کبھی بم دھماکے میں کیوں نہیں مر جاتا۔ روز لوگ سڑکوں پر مرتے ہیں تو کیوں کسی سڑک پر نہیں مر جاتا۔ نشہ، شراب، جوا اور اب طوائفوں کے کوٹھے پر بھی جانے لگا۔ اے میرے مالک.....! میں نے آج تک کوئی خوشی نہیں دیکھی تو مجھے زندگی میں ایک خوشی

www.urdutube.net www.bookstube.net www.urdunovels.net

دے، دے..... تو اس شیدے کو اٹھالے تو اس سے میرا پیچھا چھڑا دے۔'' عورت جو نشئی مرد کے جوتے کھا کر بھی سرتاج، سرتاج کی رٹ لگائے رکھتی ہے، آج اتنی بے کس و مجبور ہوئی کہ اس کے منہ سے اپنے ہی سرتاج کے لیے بددعائیں نکلنے لگیں۔

''بس کردے بختاں کتنی دیر سے تو اپنی زبان خراب کیے جارہی ہے۔'' شیدا ابھی بختاں کو اچھی طرح مار پیٹ کر اس کی تنخواہ چھین کر باہر گیا تھا اور اب صحن میں بیٹھی بختاں سینہ کوبی کررہی تھی..... ملانی جی کی آواز پر وہ یک دم جیسے خاموش ہوگئی۔

چند لمحوں کی خاموشی کے بعد جب اسے شیدے کی گالیاں یاد آئیں تو وہ پھر سے رونے لگی اور ہاتھ اٹھا کر اسے پھر کوسنے لگی۔

''پھر..... شروع ہوگئی تو..... میں منع کررہی ہوں ناں..... بختاں.....'' ملانی جی نے محبت سے اس کے بکھرے بال سمیٹتے ہوئے اس کے برابر میں بیٹھتے ہوئے کہا۔

''ارے ملانی جی..... آپ اللہ کی نیک بندی ہو..... نماز پڑھتی ہو..... قرآن پڑھتی ہو..... آپ یہاں بیٹھو.....'' بختاں کو روتے، روتے خیال آیا کہ ملانی جی اپنے سفید براق کپڑوں کی پروا نہ کرتے ہوئے اس کے ساتھ کچے فرش پر ہی آبیٹھی ہیں..... اس نے جلدی سے انہیں موڑھا نکال کر دیا۔ اس کی محبت اور معصومیت پر ایک لمحے کے لیے ملانی جی کے چہرے پر ایک خوب صورت مسکراہٹ رینگ گئی۔

''اتنی محبت کرنے والی بختاں کسی کو کوس بھی سکتی ہے؟'' ملانی جی نے اس سے محبت بھرے انداز میں سوال کیا۔

''بیٹا مرد جیسا بھی ہو..... عورت کے لیے سائبان ہوتا ہے۔ مجازی خدا ہوتا ہے۔ اس کی عزت و آبرو کا رکھوالا ہوتا ہے۔ اپنے مرد کی قدر کرو.....''

''ایسے مرد کی قدر کروں؟'' بختاں نے ملانی جی کی بات کاٹی۔

''ہاں مرد جیسا بھی ہے..... اس کی قدر کرو.....'' ملانی جی نے جھلنگا سی چارپائی پر بیٹھتے ہوئے بختاں کو سمجھایا۔

''ملانی جی آپ نہیں جانتیں۔ وہ مجھے مارتا ہے، پیٹتا ہے، گندی گندی گالیاں دیتا ہے..... میرے پیسے چھین لیتا ہے۔ میرے.....'' کہتے کہتے وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

''میں سب جانتی ہوں دیوار سے دیوار ملی ہے..... میں سب سنتی ہوں بیٹا..... میں بیس سال کی عمر میں بیوہ ہوگئی تھی۔ مجھ سے زیادہ کون جان سکتا ہے، وہ سائبان جس کا نام مرد ہے..... شوہر ہے..... اس کے بغیر عورت کیسے کڑکتے موسم میں جلتی دھوپ میں ننگے سر اور ننگے پیر کھڑی رہ جاتی ہے۔ کیسے اس مرد کی گندی نگاہ کو بھی برداشت کرتی ہے جس کے بارے میں وہ تصور بھی نہیں کرسکتی..... ارے میری بچی..... اسے کوسنے کے بجائے اس کے راہِ راست پر آنے کی دعا کیا کرو.....''

''آپ نہیں جانتیں ملانی جی..... وہ بہت بے غیرت ہے۔ وہ کبھی نہیں سدھرے گا..... وہ کیا میری حفاظت کرے گا۔ ارے وہ تو خود کسی دن مجھے جوئے میں ہار جائے گا۔ مجھے بیچ ڈالے گا۔'' وہ سسک رہی تھی۔

''دنیا کا ہر مرد اس سے اچھا ہوگا..... بہتر ہوگا۔ ارے اس لعنت سے جان چھوٹے گی تو میں بھی چند دن خوشی اور عزت سے گزار لوں گی۔'' ملانی جی اسے کیا سمجھا رہی تھیں پر بختاں سن کب رہی تھی اس کی تو اپنی سوچوں کے گھوڑے دوڑ رہے تھے۔

☆☆☆

بیس بائیس سال کا سن گندمی رنگت..... پانچ فٹ سے نکلتا قد، متناسب بدن، کمر پر جھولتی لمبی ریشمی سیاہ چوٹی.....

''یہ کون ہے گدڑی میں لعل.....؟'' ارشد

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdunovels.net

صاحب نے معمولی کپڑوں میں ملبوس ڈسٹنگ کرتی ملازمہ کو دیکھتے ہوئے اپنے آپ سے سوال کیا۔

''بختاں، صاحب کے لیے ناشتا لگاؤ.....'' مسز ارشد نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔

''بختاں، اچھا تو یہ بختاں ہے.....'' ارشد صاحب کی رال ٹپکی۔

عورت میں ایک صفت اللہ نے ایسی رکھی ہے کہ ہزار کے مجمع میں بھی اگر کوئی شخص اس کی طرف دیکھ رہا ہو تو اس کی نظر جا کر اسی پر ٹھہرے گی.....اور جس نظر سے دیکھ رہا ہے اس کے اندر الارم سا بجنے لگتا ہے.....اور اس کے اندر بھی الارم سا بج گیا۔ اس نے سینے پر اپنا پھٹا ہوا دوپٹا پھیلا لیا.....اور پھر سارا دن وہ ارشد صاحب کے گھر میں ان کی ہوس بھری نظروں سے بچنے کی کوشش کرتی رہی.....

☆☆☆

''نہیں باجی اللہ کا شکر ہے۔ مجھے ضرورت نہیں ہے۔'' بختاں نے آرام سے کپڑوں کا شاپر واپس کرتے ہوئے کہا۔

''نہیں تم رکھو..... ارشد بہت صاف ستھری طبیعت کے مالک ہیں، انہیں گھن آتی ہے.....گندگی سے..... وہ تمہیں دیکھ کر ناراض ہوتے ہیں.....تم کپڑے رکھ لو اور کل سے نہا دھو کر صاف ستھرے کپڑے ہی پہن کر آنا۔'' مسز ارشد نے زبردستی اپنے پرانے سوٹ بختاں کو تھماتے ہوئے حتمی انداز میں کہا۔

مسز ارشد کافی کھلے گریبان اور تنگ فٹنگ کی قمیص پہنتی تھیں اور اس کی اترن میں بختاں کو اپنا آپ چھپانا مشکل ہو جاتا۔

☆☆☆

''شیدے تو کوئی کام کیوں نہیں کر لیتا۔'' آج جب بختاں کو شیدے کا موڈ روز کی نسبت قدرے بہتر لگا تو اس نے ڈرتے، ڈرتے اس سے کہا۔

''کام.....چل کر لیتا ہوں.....'' شیدا اتنے آرام سے مان جائے گا یہ تو اس نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔

ارشد صاحب کی حرکتیں اب اس کے لیے ناقابلِ برداشت ہوتی جا رہی تھیں.....وہ دو روٹیوں اور ایک جوڑے کپڑے کے لیے اپنی عزت کا سودا کرنے والوں میں سے نہیں تھی۔ وہ دل سے چاہتی

قارئین متوجہ ہوں

پرچا نہیں ملتا

کچھ عرصے سے بعض مقامات سے شکایات مل رہی ہیں کہ ذرا بھی تاخیر کی صورت میں قارئین کو پرچا نہیں ملتا۔ ایجنٹوں کی کارکردگی بہتر بنانے کے لیے ہماری گزارش ہے کہ پرچا نہ ملنے کی صورت میں ادارے کو خط یا فون کے ذریعے مندرجہ ذیل معلومات ضرور فراہم کریں۔

☆ بک اسٹال کا نام جہاں پرچا دستیاب نہ ہو۔
☆ شہر اور علاقے کا نام۔
☆ ممکن ہو تو بک اسٹال کا PTCL یا موبائل فون نمبر

رابطے اور مزید معلومات کے لیے
ثمر عباس
03012454188

جاسوسی ڈائجسٹ پبلی کیشنز
سسپنس، جاسوسی، پاکیزہ، سرگزشت
C-63 فیز II ایکسٹینشن ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی مین کورنگی روڈ، کراچی

مندرجہ ذیل ٹیلی فون نمبروں پر بھی رابطہ کر سکتے ہیں
35802552-35386783-35804200
ای میل: jdpgroup@hotmail.com

تھی۔ گو کہ اس کو یقین تھا کہ شیدا نہیں مانے گا لیکن پھر بھی، وہ چاہتی تھی کہ شیدا کوئی کام کرلے تو وہ پہلی فرصت میں مسز ارشد کے گھر کا کام چھوڑ دے۔

''اچھا تو کام کرے گا؟'' بختاں کی آواز خوشی سے کپکپائی۔ ''کیا کام کرے گا؟'' وہ بے قرار تھی۔

''جو تو کہے.....'' شیدے نے حاتم طائی کی قبر پر لات ماری۔

''تو ایسا کر ٹھیلا لگالے.....''

''کیا مطلب.....؟''

''ہاں..... ہاں ٹھیلا لگالے..... ہر مال دس، دس روپے کا۔''

شیدا، بختاں کی خوشی پر بے ساختہ ہنس دیا۔

''ہنس مت شیدے، آج میں بہت خوش ہوں۔''

''لیکن بختاں ٹھیلا لگانے کے لیے پیسہ کہاں سے آئے گا۔'' شیدے نے سب سے اہم نکتہ اٹھایا۔

''تو فکر مت کر شیدے..... وہ ڈھائی ہزار روپے میرے پاس جمع پڑے ہیں باقی کے لیے میں اپنی اکلوتی بالیاں بیچ دوں گی.....'' بختاں نے ٹوٹے صندوق کی تہ سے مڑے تڑے دس اور بیس کے نوٹ ڈھائی ہزار کی شکل میں اور اپنی ماں کی واحد نشانی سونے کی بالیاں شیدے کی ہتھیلی پر رکھتے ہوئے کہا اور شیدا اسے دیکھتا رہ گیا۔

☆☆☆

''واقعی ملانی جی صحیح کہتی ہیں، شیدا اتنا بھی برا نہیں ہے۔ اب وہ کام کرے گا اور میں صبح جاتے ہی مسز ارشد کو منع کردوں گی کہ بیگم صاحب کسی اور کو رکھ لو اور اپنے میاں کو رسی سے باندھ کر رکھو.....''

بختاں نے نیاز کے لیے آٹے کے گلگلے بناتے ہوئے جیسے اپنے آپ سے کہا۔

وہ بہت خوش تھی..... اور شیدا.....

☆☆☆

''تم ہماری بیٹی کی طرح ہو..... تم ہمارے پاس رہو..... یہاں تم کو کسی قسم کی کوئی پریشانی نہیں ہوگی۔'' حاجی صاحب نے روتی بلکتی..... ہراساں سی بختاں کے سر پر شفقت بھرا ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

وہ مغرب کی نماز پڑھنے جارہے تھے تو بختاں اپنے کپڑوں کا صندوق لے کر مسز احمد کے پاس چلی آئی اور جب حاجی احمد علی نے اس کی دکھ بھری داستان سنی تو فوراً ہی اسے رہنے کی اجازت دے دی۔

حاجی احمد علی نے اسے سختی سے منع کردیا کہ اب اسے کہیں کام کرنے کی ضرورت نہیں..... بس وہ ان کے گھر کے کام کرے اور اس کی وہ تنخواہ جو تین گھروں سے اس کو ملتی ہے وہ اس کو دے دیں گے۔

☆☆☆

''کیا ہوگیا تھا آپ کو..... اتنی تنخواہ دینے کی کیا ضرورت تھی.....'' رات کو جب عشا کی نماز کے بعد بختاں اپنے کوارٹر میں چلی گئی تو مسز احمد نے حاجی صاحب کو ٹوکا۔

''ارے بیگم کیا ہر وقت حساب کتاب کی بات کرتی ہیں کچھ چیزیں صدقہ سمجھ کر کردیا کریں..... غریب، مظلوم بدحال اور پریشان عورت ہے۔ ہم پر کیا فرق پڑتا ہے اگر 1000 یا 500 زیادہ دے دیں گے..... اور آپ کو بھی تو سہولت ہوگئی..... گھر سنبھالنے کے لیے ذمے دار عورت مل گئی اور آپ کا اکیلا پن بھی کسی حد تک کم ہوجائے گا، حاجی احمد علی نے آرام سے بیوی کو سمجھایا تو وہ خاموش ہوگئیں..... کہ بات تو بالکل صحیح تھی.....

☆☆☆

کیا موجیں ہورہی ہیں شیدے بھائی کی.....'' اللہ دتہ نے گھٹیا شراب اپنے اندر انڈیلتے شیدے کو چھیڑا۔

''کس کا موبائل چھینا ہے یا کوئی خزانہ ہاتھ لگ گیا ہے۔'' اختر نے اپنے پیلے، پیلے دانت نکالے۔

''اوئے باؤلوں..... پرس اور موبائل تم چھینو،

www.urdutube.net www.bookstube.net www.urdumovies.net

میرے تو گھر میں گنگا بہتی ہے۔ یہ تو میری بیوی نے دیے ہیں سالی کہہ رہی تھی محنت کرو..... ٹھیلا لگاؤ..... گدھی کہیں کی۔'' شیدے نے زمین پر تھوکا۔

''اوئے خیر..... میرا یار..... اتنے روپے دبا کر بیٹھا ہے اور یار موج نہ اڑائیں..... یہ تو ظلم ہے بھئی..... چل پھر آج بائی کا گانا سنتے ہیں۔'' ارشد بھی باچھیں پونچھتا اٹھ آیا۔

شیدے نے ان سب کو ایک تحقیر آمیز نظر سے دیکھا اور پھر اپنی مونچھوں کو تاؤ دیتا ہوا کھڑا ہو گیا۔

''بائی کے پاس صرف گانا سننے جاتے ہو تم لوگ؟'' شیدے نے ان سب کو گھرکا۔

اور پھر ان کی کھسیانی ہنسی میں شیدے کا قہقہہ بھی شامل ہو گیا۔

☆☆☆

''تجھ پر خدا کی مار ہو..... اللہ کرے تو مر جائے منحوس..... تیرے ساتھ رہنے سے بہتر ہے میں اکیلی رہوں، تجھے نہیں پالوں گی' اب تیرے اور میرے راستے الگ ہوئے..... یا اللہ تو اسے اٹھا لے..... اس مٹی کے ڈھیر کو..... جو صرف مجھے دکھ دیتا ہے..... تکلیف دیتا ہے..... یا اللہ اس کی زندگی میرے لیے صرف تکلیف کا باعث ہے..... یا اللہ تو تو اپنے بندوں کو ان کی ہمت سے زیادہ دکھ نہیں دیتا..... مجھے اس دکھ سے نجات دے دے..... اس کمبخت کو اٹھا لے۔'' وہ بلک رہی تھی۔

''کتنا خوش تھی میں..... کہ یہ کام کرے گا۔ ہائے میرے اللہ میری جمع پونجی اور میری ماں کی واحد نشانی بھی طوائف کے کوٹھے پر لٹا آیا..... یہ بے غیرت..... یہ بدنصیب.....''

نشے میں دھت پڑے شیدے کو بختاں نے نفرت سے دیکھا اور اللہ سے فریاد کرتی رہی۔

☆☆☆

''اللہ کا شکر ہے میں اب سکون سے ہوں۔ یہ

ماں

میری ماں.....!
تیری نظریں دعاؤں کی طرح
گھیرے میں لیے رہتی تھیں مجھے
تیری پُرنور ہستی سے شام و سحر
ضیا پاتی تھی میری ہستی
میں تیری الفت کے کھلونوں سے بہلنے والی
میں جو اٹھلا کے اُڑی پھرتی تھی
تیری شفقت کی ردا میں چھپائے خود کو
پھر اچانک ہی میری ماں! ہر ماں کی طرح
وہی قصہ اُس کا دہرایا تو نے
اپنے ہاتھوں سے کرے ہجر کا قصہ لکھا
اپنی پلکوں میں چھپا کر آنسو
مجھ کو ڈولی میں بٹھایا تو نے
میں اپنے نئے گھر میں تجھے کھوجتی تھی
بہت یاد کرتی تھی میری ماں..... میں تجھے شام و سحر
جب تیری خوشبو گلشن کی صبا لاتی تھی
تیری ممتا کی مہک آنگن میں اتر آتی تھی
میری ماں! کئی بار کرے ہجر میں سنبھالا مجھ کو دیا
تیری ہستی نے سہارا میری دنیا کو دیا
ایک جانفزا احساس میرے ساتھ تو تھا
مگر اب تیری ہستی کو تراشوں کیسے؟
میں تجھے جنت کی حوروں میں تلاشوں کیسے؟
تو نے میری دنیا کو اپنی ضیا سے محروم کیا
کرے ہجر کو، پیاسے صحرا کو مقدر کر کے
کیا پتا تھا تو یوں چلی جائے گی
مجھے تیری دعاؤں کی ضرورت پہلے سے
کہیں زیادہ ہے
میری ماں.....!

شاعرہ: نیر رانی شفق، ڈی جی خان

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

الگ بات ہے کہ سارا دن گھر میں کام کرتے، کرتے میری ہڈیاں ٹوٹ جاتی ہیں.... لیکن حاجی صاحب..... اور باجی دونوں ہی میرا..... اتنا خیال رکھتے ہیں کہ تھکن، تھکن نہیں لگتی۔ اب تو انشاء اللہ میں مرتے دم تک شیدے کی شکل بھی نہیں دیکھوں گی..... آج بھی حاجی صاحب کتنی محبت سے کہہ رہے تھے..... بس اب بختاں یہیں رہے گی..... ہماری بیٹی کی طرح..... اللہ حاجی صاحب کو لمبی زندگی دے۔'' وہ کوارٹر میں بیٹھی اپنے صاحب کے لیے دعائیں کررہی تھی کہ دستک ہوئی۔

''بختاں دروازہ کھول۔'' دروازے پر ہلکی دستک کے ساتھ سرگوشی ابھری۔

''حاجی صاحب..... اس وقت.....؟'' بختاں نے حیرت سے گھڑی کی سوئیوں کو رات کے دو بجاتے دیکھ کر اپنے سے کہا۔

☆☆☆

''نہ جانے بختاں کہاں، کہاں کی ٹھوکریں کھا رہی ہوگی..... بے وقوف کو کتنا سمجھایا تھا کہ اپنی چار دیواری کے باہر صرف بھیڑیے گوشت نوچنے کے لیے کھڑے ہیں۔ گھر سے نہ نکل..... اپنا مرد جیسا بھی ہو..... اپنا ہی ہوتا ہے..... آج کل تو اللہ معاف کرے، سگے رشتوں کا بھروسا نہیں وہ نہ جانے کس پر بھروسا کر بیٹھی ہے۔ یا اللہ اسے عقل دے..... اسے سمجھ دے..... میرے مالک اس کی عزت و آبرو کی حفاظت فرما..... میرے مالک.....'' ملانی جی نے تہجد کے نفل پڑھ کر دعا کے لیے ہاتھ بلند کیے تو روز کی طرح بختاں کے لیے دعا کرنا نہ بھولیں..... اور تہجد کے وقت کی دعا کبھی رد نہیں ہوتی۔ یہ تو ہم سب ہی جانتے ہیں۔

☆☆☆

''میری رانی..... میری جان..... بختاں دروازہ کھول..... کہاں ہے تو..... اب صبر نہیں ہوتا..... دروازہ کھول.....'' حاجی صاحب کی سرگوشیاں مسلسل بڑھ رہی تھیں۔

''حاجی صاحب..... آپ تو مجھے بیٹی کہتے تھے..... آپ میرے باپ کی جگہ ہیں..... اللہ کے واسطے واپس چلے جائیں۔''

بختاں کے لب خاموش تھے لیکن اس کا دل دہائیاں دے رہا تھا۔

''اری پگلی، کوئی منہ بولا باپ اور بھائی نہیں ہوتے..... یہ سب غیر شرعی ہے۔'' ملانی جی کی ایک نصیحت عملی طور پر سامنے آئی۔

''دروازہ کھول بختاں.....'' حاجی صاحب کی سرگوشی عرابت میں بدلی۔

''کم بخت..... کم نسل..... اپنے میاں کی نہیں..... تو ہماری کیا ہوگی..... اس میں سرخاب کے پر تھوڑی لگے تھے جو میں اسے اپنے گھر میں رکھتا اور اس کو اتنی زیادہ تنخواہ دیتا..... ارے اس کی جوانی نے تو مجھے اپنی جوانی یاد دلادی..... کیسا حسن کیسا روپ ہے اس کا.....'' حاجی صاحب کی سوچوں نے چادر میں لپٹی بختاں کی عزت تار تار کردی۔

☆☆☆

مسز احمد کسی شادی میں گئی ہوئی تھیں..... حاجی صاحب پر شیطانیت کا وہ غلبہ تھا کہ کسی بھی لمحے دروازہ ٹوٹ سکتا تھا۔

''نہیں، نہیں ایسی زندگی سے تو موت بہتر ہے۔ میں اپنے سینے میں خنجر مار لیتی ہوں لیکن ہائے..... شیدے تو کہاں ہے؟''

بختاں کو شیدا یاد آیا..... چاہے نشئی تھا..... لیکن اگر اس وقت ہوتا کم از کم حاجی صاحب کی اتنی ہمت نہ ہوتی.....

''ہائے شیدے.....'' آنسو اس کے گالوں پر پھیلے۔

''رک جا یہیں میں دیکھتا ہوں۔'' وہ جو دروازہ کھولنے کے لیے آگے بڑھی تو شیدے نے پلنگ پر

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

سے اٹھتے ہوئے اسے روکا۔

''نہ جانے کون ہوگا..... ہر ایرے غیرے کے سامنے نہ آیا کر.....'' شیدے نے غرا کر کہا۔

''سارا دن تیرے میرے گھر میں کام کرتی ہوں اور اب تجھے خیال آیا ہے۔'' بختاں طنزیہ ہنسی۔

''ہاں وہ الگ بات ہے.....! لیکن اس وقت تو میرے گھر میں ہے..... اور میرے سامنے کوئی تجھ کو نظر اٹھا کر دیکھے تو سالے کی آنکھیں نکال کر اس کی ہتھیلی پر رکھ دوں گا۔'' شیدے نے دروازے کی کنڈی کھولنے سے پہلے .... آنکھ کے اشارے سے اسے اندر جانے کو کہا۔

''اونہہ بڑا آیا..... رکھوالا.....'' بختاں اپنے آپ سے کہتی منہ بناتی گھر کے واحد کمرے میں چلی گئی۔

''بختاں دیکھ دروازہ کھول دے..... ورنہ تیرا وہ حشر کروں گا کہ ساری دنیا دیکھے گی۔'' حاجی صاحب کی دھمکی اسے حقیقت میں واپس لے آئی۔

اس نے ہلتے دروازے کو دیکھا..... اور پھر صندوق میں تیزی سے اِدھر اُدھر ہاتھ مارنے لگی۔ اور پھر اس کے ہاتھ میں موبائل آ گیا..... وہ موبائل جو اس نے اپنے باپ سے بات کرنے کے لیے شیدے سے چھپا کر خریدا تھا۔

''کوئی پریشان کرے تو 15 پر نمبر ملا دینا۔'' مسز احمد کی نصیحت یاد آئی وہ تیزی سے نمبر ملانے لگی۔ لیکن دوسری طرف کال ریسیو نہیں ہو رہی تھی۔ وہ بار، بار نمبر ملا رہی تھی اور پھر کال ریسیو ہو گئی۔

''ہیلو..... شیدے میں بختاں..... تیری بختاں مجھے آ کر لے جا شیدے۔'' اس نے جلدی، جلدی شیدے کو پتا بتایا..... اور فون بند کر دیا۔ اصل میں اس نے 15 پر کال ملا دی تھی..... شیدا اس کے لیے کیا تھا آج کڑی دھوپ میں کھڑے ہو کر اسے اچھی طرح احساس ہو گیا تھا۔

ایک خوفزدہ ماں کے دل کی صدا

میرے بچے تجھے گھر سے نہ نکلنے دوں گی
مجھ میں ہمت نہیں ہے تجھے کھو دینے کی
مجھ میں طاقت ہے کہاں تجھ سے بچھڑ جانے کی
میں نے پالا ہے تجھے خونِ جگر سے اپنے
ہنس کے جھیلا ہے ہر دکھ تیرے سکھ کی خاطر
تو میرے گلشنِ ہستی کا وہ گل ہے جس سے
اپنی دنیا کو نکھارا ہے ہر اک پل میں نے
ہاں سکھائی تھی تجھے میں نے بلند پروازی
تیری ہمت کو بڑھایا تھا سدا میں نے ہی
اپنے پیروں پہ کھڑا ہونا سکھایا تجھ کو
کب خبر تھی مجھے، دن ایسا بھی آئے گا کبھی
اپنے آنگن کی بہاروں میں خزاں کے ڈر سے
صرف گولی ہی سے کیا خود سے چھپاؤں گی تجھے
گھر سے نکلا اور اگر آیا نہ واپس تو پھر.....؟
بس اسی خوف سے گھر میں ہی تجھے رکھوں گی
میرے بچے تجھے گھر سے نہ نکلنے دوں گی

کلام: شائستہ زریں، کراچی

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

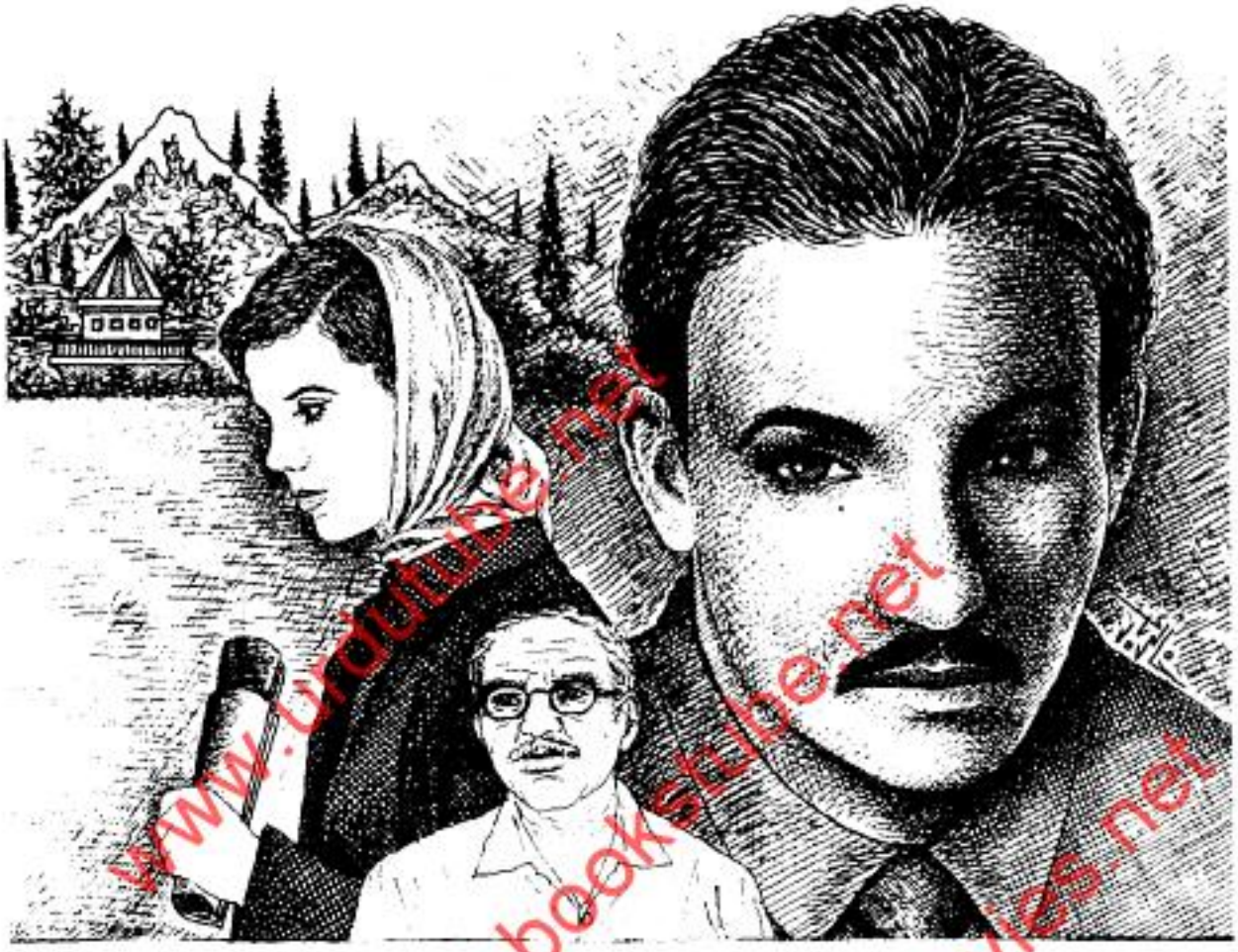

ناولٹ

چلو ہم ساتھ چلتے ہیں

ثمینہ اکرم

''آخر یہ چیز کیا ہے بسمہ خالد.....؟'' احیان نے کچھ جھنجلا کر ہاتھ میں پکڑا پیپر ویٹ میز پر رکھا اور اپنے بزنس پارٹنر عماد کو دیکھا، جو پریشانی کی کیفیت میں اپنی ناپسندیدہ بلیک کافی کا دوسرا کپ پی رہا تھا اور اسے ذرا بھی اس چیز کا احساس نہیں تھا۔

''وہ خاصی ''پیچیدہ'' ہوئی چیز ہے، یہ نا چیز لفظوں میں نہیں بتا سکتا.....'' عماد نے طنزیہ لہجے میں کہہ کر لمبی سانس لی اور اضطراری کیفیت میں اپنے ماتھے کو دو

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

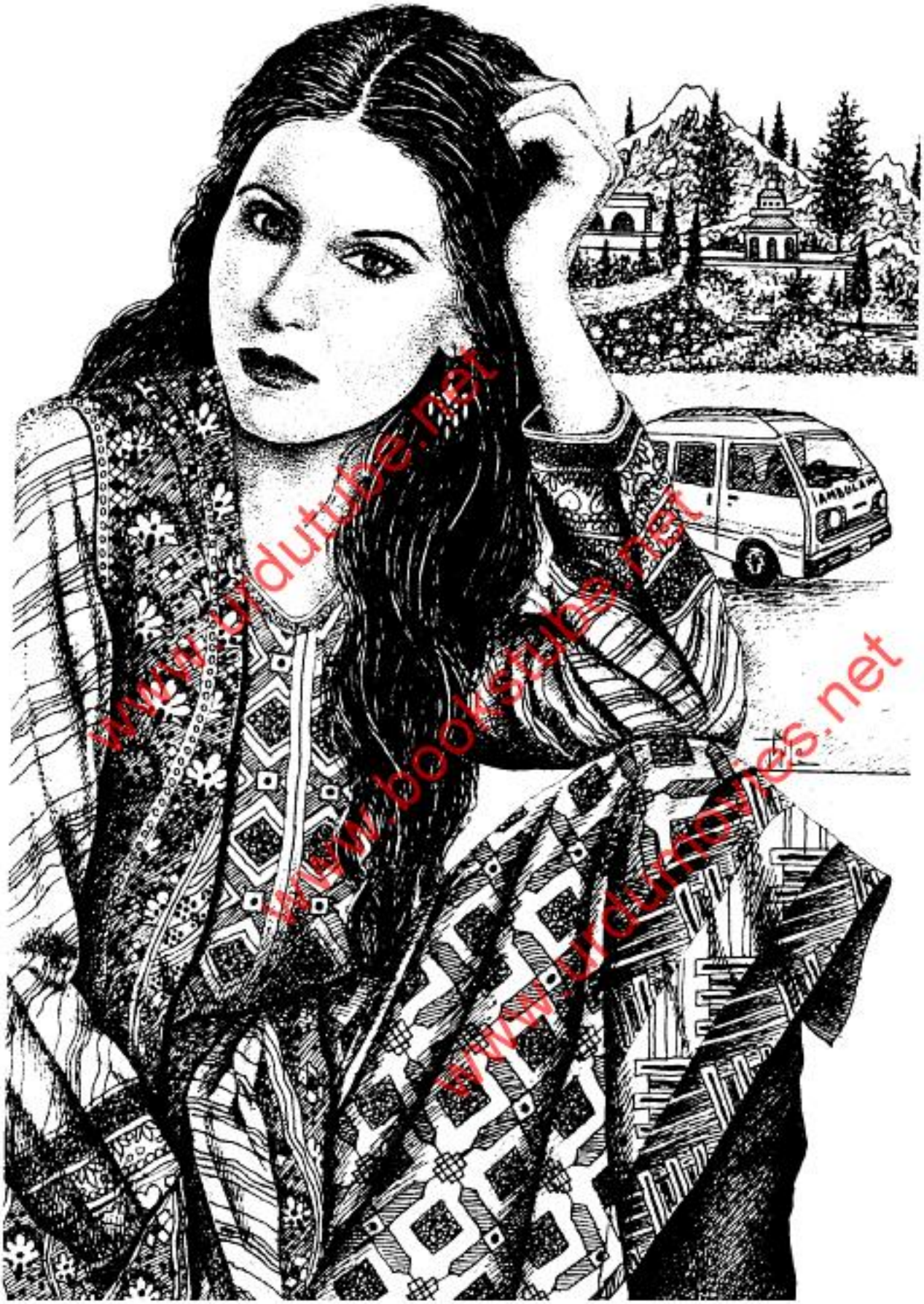

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

انگلیوں سے ملنے لگا۔ احیان نے کھا جانے والی نگاہوں سے اپنے بزنس پارٹنر کو دیکھا جس نے اتنی ایمرجنسی نافذ کی تھی کہ اسے اپنا چھ مہینوں کا امریکا کا ٹرپ مختصر کر کے تین ماہ میں واپس آنا پڑا۔ دونوں نے نیا، نیا ہی بزنس اسٹارٹ کیا تھا۔

''یار کچھ تو بتاؤ، آخر پتا تو چلے اس محترمہ کے بارے میں.....'' احیان کو اب عماد پر غصہ آنے لگا۔

''ٹیکسٹ پیشی پر عدالت میں جا کر دیکھ لینا، قد تو اس کا ساڑھے پانچ فٹ لیکن زبان پوری چھ فٹ لمبی ہے اور جب شالیمار ایکسپریس کی طرح چلتی ہے تو کہیں انجن بھی فیل نہیں ہوتا اس کم بخت کا۔'' عماد اپنی مخالف پارٹی کی وکیل پر بری طرح تپا ہوا تھا۔

''تو تم بھی کوئی ڈھنگ کا وکیل کر لیتے.....'' احیان نے منہ بنا کر مشورہ دیا۔

''تم نے اس مکار لڑکی کی قینچی کی طرح چلتی زبان نہیں دیکھی، ہمارے اچھے خاصے گھاگ وکیل کو کرا ہائے عدالت میں انگلیوں پر نچا رہی ہے.....'' عماد جل کر بولا۔

''اچھا گھوڑا ڈھونڈا ہے تم نے، جو فوراً ناچنے کو بھی تیار ہو جاتا ہے۔'' احیان کو عماد کے وکیل پر غصہ آیا۔

''یار قصور اس بیچارے کا نہیں ہے، وہ آتی ہی اتنی تیاری کے ساتھ ہے.....'' عماد نے اپنے وکیل کی سائڈ لی۔

''تو تم نے ایسا نالائق وکیل ہائر ہی کیوں کیا، جو منہ اٹھا کر بغیر تیاری کے اپنا مذاق بنوانے آ جاتا ہے.....'' احیان کے پاس بھی ہر بات کا جواب تھا۔

''تو ٹھیک ہے تم ڈھونڈ لو، خود تو امریکا جا کر بیٹھ گئے۔'' عماد غصے میں بلیک کافی کا تیسرا کپ بنانے لگا۔

''میرا تو دماغ ہی کام نہیں کر رہا، کروڑوں کا معاملہ ہے یار، ڈیڈی تو قتل کر دیں گے مجھے۔'' احیان کو ایک اور خوف لاحق ہوا۔

''اور میرے پاپا تو ڈی چوک میں کھڑا کر کے ڈائریکٹ پھانسی دیں گے مجھے۔'' عماد جھنجلا کر کھڑا ہوا۔

''کتنا منع کیا تھا ڈیڈی نے علیحدہ بزنس کرنے سے.....'' احیان کو ساری چیزیں ایک، ایک کر کے یاد آنے لگیں۔

''اور مجھے تو پاپا نے کہا تھا انشاء اللہ روتے ہوئے واپس آؤ گے.....'' عماد اب باقاعدہ آفس میں ٹہلنے لگا۔

''معاف کرنا یار، تمہارے پاپا کی زبان خاصی ''کالی'' واقع ہوئی ہے.....'' احیان نے اپنے بیسٹ فرینڈ کو چڑایا۔

''تمہارے ڈیڈی کی زبان سے جتنے پھول جھڑتے ہیں، وہ بھی دیکھ رکھے ہیں میں نے.....'' عماد نے طنزیہ نظروں سے اسے دیکھا جو رات ہی پاکستان پہنچا تھا۔ احیان نے اس کا طنز خاصے تحمل سے برداشت کیا اور قدرے سنجیدگی سے پوچھا۔

''ٹیکسٹ پیشی کب ہے.....؟''

''ٹیکسٹ منڈے..... لیکن میں ہرگز نہیں جاؤں گا اپنا خون جلانے.....'' عماد پریشانی کے عالم میں ایک دفعہ پھر سیٹ پر بیٹھ کر کافی پینے لگا۔

☆☆☆

''تم لوگوں کو ضرورت ہی کیا تھی، اپنی فیکٹری کے لیے وہ متنازعہ زمین خریدنے کی۔'' اس دن وہ شام کو اپنا غم غلط کرنے داجی کی اسٹڈی میں پہنچ گیا۔ جنہوں نے سارا قصہ سننے کے بعد آرام سے اپنا سگار لگایا لیکن اس سے زیادہ تو احیان غصے سے سلگ اٹھا۔

''آپ تو ایسے کہہ رہے ہیں جیسے اس زمین پر سارے وارثوں کے بڑے، بڑے پوسٹرز لگے ہوئے تھے اور ہم حاضری رجسٹر اٹھا کر دن بائے دن سب کی اٹینڈنس لگاتے اور پھر آگے کارروائی کرتے۔'' وہ جل کر کھڑا ہوا اور اپنی پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈال کر ٹہلنے لگا۔

داجی نے مسکرا کر اپنے سب سے لاڈلے اور چھوٹے پوتے کو دیکھا جس کا بزنس ایڈمنسٹریشن کی ڈگری کے بعد پہلا تجربہ ہی خاصا تلخ واقع ہوا تھا۔ اس

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

لیے تو اسے آج کل بات بے بات غصہ آ رہا تھا۔

''پھر بھی..... یہ آہستہ، آہستہ اس زمین کے اتنے وارث کہاں سے اگنے لگے.....'' داجی نے عینک کا شیشہ صاف کرتے ہوئے اسے مزید چڑایا۔

''ہمیں تو خود تب پتا چلا جب باقی وارثوں نے کیس کیا ہمارے اوپر..... '' اس نے منہ بنا کر مزید کہا۔ ''دن میں تارے دکھا دیے ہیں انہوں نے ہمیں۔''

''اب اس مسئلے کا کوئی حل.....؟'' داجی کو تشویش لاحق ہوئی۔

''جو بھی حل نکالتے ہیں وہ فسادی لڑکی، ایک منٹ میں اس کے بخیے ادھیڑ دیتی ہے.....'' احیان تپ کر بولا۔

''کون لڑکی.....؟'' داجی حیران ہوئے۔

''مخالف پارٹی کی وکیل محترمہ بسمہ خالد مغل صاحبہ.....'' احیان نے ایسے چبا، چبا کر اس کا نام دُہرایا، جیسے حقیقت میں اسے دانتوں تلے چبا رہا ہو۔

''بسمہ خالد مغل.....'' داجی بری طرح چونکے۔ ''فاروق ایسوسی ایٹس'' کے چیمبر میں بیٹھتی ہے ناں؟''

''آپ کیسے جانتے ہیں.....؟'' احیان کو حیرت کا جھٹکا لگا کیونکہ اسے علم تھا پچھلے دس سال سے داجی بزنس سے بالکل کٹ کر گھر تک محدود ہو کر رہ گئے تھے۔

''وہ نئی ہے ناں.....؟'' داجی کے لبوں پر ایک پُراسراری مسکراہٹ ابھری۔

''ہاں..... ہاں سو فیصد وہی ہے۔ موسٹ جونیئر لیکن حد درجہ شارپ.....''

''تم ملے ہو اس سے.....؟''

''نہیں.....''

''تو جاؤ، جا کر ملو اس سے اور کہنا شاہ جی نے بھیجا ہے.....'' داجی کی بات پر اس نے الجھ کر انہیں دیکھا۔

''آگے سے اس نے پوچھ لیا کہ کون شاہ جی.....؟''

''نہیں پوچھے گی.....'' داجی اب کھل کر مسکرا رہے تھے۔ احیان کو ان کی ذہنی حالت پر کچھ شک ہوا۔

''ایک لفظ بھی نہیں پوچھے گی.....'' داجی کی بات پر وہ مزید مشکوک ہوا۔

''کوئی خفیہ شادی وادی تو نہیں کر رکھی آپ نے.....؟'' اس کے شکی لہجے پر داجی بے اختیار ہنسے۔

''گدھے اس کی عمر چوبیس پچیس سال ہوگی اور میری سب سے بڑی پوتی عمارہ اس وقت تیس سال کی ہے۔''

''لیکن.....؟'' وہ شش و پنج کا شکار ہوا۔

''تمہارا پرابلم حل ہو جائے گا۔ ہنڈرڈ پرسنٹ گارنٹی ہے.....'' داجی نے اسے مزید لالچ دیا۔

''عماد بتا رہا تھا بہت اصول پسند ہے.....'' احیان نے ہلکا سا جھجک کر کہا۔

''کہا ناں..... کچھ نہیں کہے گی.....'' داجی اب پُرسکون تھے۔

''کفنوا مت دیجیے گا کسی چکر میں.....'' اس کا دل تو نہیں مان رہا تھا لیکن معاملہ کروڑوں کا تھا اس لیے اپنے دل کو ایک سائڈ پر رکھ کر سوچنا ہی پڑا۔

اس کے داجی سید مجتبیٰ علی شاہ کے دو بیٹے سجاد علی اور مراد علی تھے۔ بڑے بیٹے سجاد علی کی صرف ایک بیٹی عمارہ تھی جو شادی کے بعد لاہور میں مقیم تھی۔ جبکہ چھوٹے بیٹے مراد علی کے تین بیٹے حمزہ، بلال اور احیان تھے۔ جن میں حمزہ اور بلال شادی شدہ اور باپ کے ساتھ بزنس میں مکمل ہاتھ بٹا رہے تھے لیکن احیان کو شروع سے اپنی راہیں خود نکالنے کا شوق تھا اور وہ مراد صاحب کی مخالفت کے باوجود اپنے دادا کی مکمل حمایت کے ساتھ علیحدہ بزنس اپنے بہترین دوست عماد کے ساتھ شروع کر چکا تھا۔ حیدر فیکٹری کے لیے خریدی جانے والی زمین ان کے لیے وہ نوالہ بن چکی تھی جسے نہ وہ نگل سکتے تھے اور نہ اگل.....

سجاد علی اور مراد علی کی بیویاں آپس میں سگی بہنیں تھیں اور شہر میں ایک پرائیویٹ انگلش میڈیم اسکول بڑی کامیابی کے ساتھ چلا رہی تھیں۔ مراد علی کو اپنے سب سے چھوٹے بیٹے احیان سے کافی شکایتیں تھیں۔ وہ ضد کر کے پڑھنے کے لیے باہر گیا اور واپس آ کر اپنا علیحدہ بزنس شروع کرنے کا اعلان کر کے اس

www.urdutube.net www.bookstube.net www.urdunovels.net

نے اپنے باپ اور تایا کو حیران کم اور پریشان زیادہ کر دیا تھا۔ دادا کی سپورٹ کی وجہ سے احیان کے اکثر مسائل آسانی سے حل ہو جاتے تھے لیکن متنازعہ زمین کے مسئلے نے دونوں دوستوں کی راتوں کی نیندیں حرام کر رکھی تھیں۔ دونوں ہی اپنے والدین سے یہ بات چھپائے ہوئے تھے اور اپنے طور پر حل کرنے کی کوششوں میں مصروف تھے۔

☆☆☆

اس نے سر اٹھا کر سرخ اینٹوں سے بنی قدیم اور جدید امتزاج کی حامل عمارت کو سرسری سی نگاہ سے دیکھا۔ اس پانچ منزلہ عمارت کی دلکشی میں ایک محسوس کی جانے والی متانت اور سنجیدگی تھی۔ اس کے سامنے لش گرین گھاس اور پودوں سے آراستہ خوب صورت لان تھا جس کی کانٹ چھانٹ اور پودوں کی ترتیب سے اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ اس پر خصوصی توجہ دی جاتی ہے۔ اس نے ایک توصیفی نگاہ لان پر ڈالی.... اس کی سلور ہنڈا سوک اب اس بلڈنگ میں داخل ہو رہی تھی۔

اس کے داخلی دروازے کے پاس ایک خاص ترتیب میں سفید سنگ مرمر کے گملے رکھے گئے تھے جس نے اردگرد کے ماحول کی خوب صورتی کو دگنا کر دیا تھا۔ لان کے انتہائی بائیں طرف وسیع و عریض پارکنگ تھی۔ جہاں اس وقت ویک اینڈ ہونے کی وجہ سے گاڑیوں کی تعداد خاصی کم تھی۔

احیان نے انتہائی سنجیدگی سے اپنی گاڑی کا دروازہ کھولا۔ باہر نکل کر پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول کر اپنا لیپ ٹاپ والا بیگ اور اس کے اوپر رکھا چشمہ اٹھایا۔ اس کے چہرے پر دنیا جہان کی اکتاہٹ تھی۔ کسی ناپسندیدہ شخصیت سے ملاقات کا تصور جتنا بیزار کن ہوتا ہے اس سے کئی گنا بیزاری احیان کے چہرے پر ٹپک رہی تھی۔

بلیک کلر کے اٹالین سوٹ میں اس کا قد خاصا لمبا اور شخصیت میں محسوس کی جانے والی بے نیازی تھی۔ باہر نکلتے ہی اس نے آنکھوں پر سلور کلر کا چشمہ لگایا اور بریف کیس اٹھا کر گاڑی کو لاک کیا۔ سفید سنگ مرمر کی روش پر بیزاری سے چلتے ہوئے وہ اس عمارت کی طرف بڑھا۔ گلاس وال کا بنا دروازہ اندر کی جانب دھکیل کر وہ جیسے ہی عمارت میں داخل ہوا اے سی کی خوشگوار ٹھنڈک میں کسی دلفریب ایئر فریشنر نے اس کا استقبال کیا۔

ریسپشن پر لڑکی نے اس ڈیشنگ پرسنالٹی کے حامل شخص کو اندر آتے دیکھا تو فوراً ایکٹو ہو کر کھڑی ہو گئی۔ اس کے چہرے پر بڑی پروفیشنل قسم کی مسکراہٹ پھیلی۔ وہ اب سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

''فاروق ایسوسی ایٹس کا آفس کس فلور پر ہے؟''

وہ وہاں پہلی دفعہ آیا تھا۔

''تھرڈ فلور پر رائٹ کاریڈور میں.....'' اس نے مسکرا کر اس کی رہنمائی کی۔

''آپ کو وہاں کس سے ملنا ہے؟'' اس لڑکی نے بڑے خوشگوار انداز سے پوچھا۔

''ایڈووکیٹ بسمہ خالد سے.....'' وہ سپاٹ سے انداز میں کہہ کر لفٹ کی جانب بڑھ گیا۔

''بہت ہی روڈ بندہ ہے.....'' ریسپشن پر موجود لڑکی نے برا سا منہ بناتے ہوئے سوچا اور اپنے کمپیوٹر کی طرف متوجہ ہو گئی۔

''واہ..... احیان مراد اب تم پر یہ وقت بھی آنا تھا.....'' لفٹ میں سوار ہو کر اس نے خود کو کوسا۔

''دھیان سے جانا، بسمہ خالد بولتے ہوئے کسی کا لحاظ ذرا کم ہی کرتی ہے.....'' لفٹ سے باہر نکلتے ہوئے اسے اپنے بزنس پارٹنر عماد کی بات یاد آئی تو دل میں کوفت کا احساس مزید بھر گیا۔

قطار میں بنے ہوئے آفسز پر ناموں کی تختیاں پڑھتے ہوئے وہ فاروق ایسوسی ایٹس کے سامنے آن کھڑا ہوا۔ وہ یہاں آنا نہیں چاہتا تھا لیکن آ چکا تھا۔ جیسے ہی وہ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا کاؤنٹر پر موجود خاتون ریسپشنسٹ نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔ سامنے ایک اور کاریڈور تھا، جہاں دائیں بائیں

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

چھوٹے چھوٹے آفسز بنے ہوئے تھے یہ سب اس چیمبر میں بیٹھنے والے ایڈووکیٹس کی پرائیویسی کے خیال سے بنائے گئے تھے۔ سامنے ایک میٹنگ ہال تھا۔

''بسمہ خالد کا آفس کہاں ہے.....؟'' اس کے سنجیدہ سے انداز پر اس نے دائیں کاریڈور کی طرف اشارہ کیا۔ وہ فوراً اس سائڈ پر مڑا تو پہلے ہی دروازے پر اس کا نام دیکھ کر اس نے ہلکا سا ناک کیا اور اندر داخل ہوا۔ سامنے ایک نازک سی ینگ لڑکی کو دیکھ کر اسے جھٹکا سا لگا۔

''یہ چھٹانک بھر لڑکی بھی کسی کو ناکوں چنے چبوا سکتی ہے؟'' اس کے ذہن میں پہلی سوچ یہی ابھری تھی۔

''مجھے ایڈووکیٹ بسمہ صاحبہ سے ملنا تھا.....'' احیان کے لیے اتنی کم عمر وکیل کو ہضم کرنا مشکل ہو رہا تھا۔ اس لیے اس نے اپنی تسلی کرنے کے لیے پوچھ ہی لیا۔

''جی میں ہی ہوں بسمہ.....'' اس نے لیپ ٹاپ سے نظر ہٹا کر اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

''مجھے احیان مراد کہتے ہیں، میں نے کل ریسپشن پر بارہ بجے اپائنٹمنٹ کے لیے اپنا نام لکھوایا تھا.....'' اس نے وال کلاک پر ایک نظر ڈال کر اسے جتایا۔

''اوہ یس.....'' اس نے ہلکا سا ہاتھ اپنی پیشانی پر مار کر اپنی یادداشت کو کوسا اور جلدی سے میز پر رکھا اپنا چشمہ ٹشو سے صاف کرنے لگی۔

''آئی ایم سوری، میرے ذہن سے ہی نکل گیا.....'' اس نے چشمہ لگاتے ہوئے سنجیدگی سے وضاحت دی تو احیان کو محسوس ہوا کہ گلاسز کی وجہ سے وہ اب اتنی بھی کم عمر دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ جتنی گلاسز کے بغیر لگتی تھی۔

''اٹس اوکے.....'' اس نے بھی فارمل انداز میں کہہ کر اس کے آفس کا انٹیریر دیکھا۔ جس میں سفید اور گرے رنگ نمایاں تھا۔ اس کی سیٹ کے پیچھے ایک دیوار گیر شیشے کی الماری تھی جو قانون کی موٹی، موٹی کتابوں سے بھری ہوئی تھی۔

''چائے لیں گے یا کافی.....؟'' اس نے بڑے فارمل انداز سے گفتگو کا آغاز کیا۔

''نو تھینکس.....'' احیان نے صاف گوئی سے جواب دیا۔

''جی فرمائیں آپ کسی کیس کے بارے میں بات کرنا چاہتے ہیں؟'' بسمہ نے ہلکے پھلکے انداز سے پوچھا تو احیان کو اپنے پارٹنر کی ساری باتیں مبالغہ آرائی پر مشتمل لگنے لگیں جو اس نے اس معصوم سی لڑکی کے بارے میں پھیلا رکھی تھیں۔

''میں آپ سے کسی نیو کیس کے سلسلے میں بات کرنے نہیں آیا۔'' اس نے سنبھل کر بات کا آغاز کیا۔

''میرا تعلق اسٹار گروپ آف کمپنیز سے ہے.....'' اس بات پر وہ زبردست انداز سے چونکی اور اس کا چہرہ ہلکا سا تناؤ کا شکار ہوا۔

''دیکھیں اگر آپ اس متنازعہ زمین کے کیس کے بارے میں بات کرنے آئے ہیں تو آئی ایم سوری آپ ہمارے کلائنٹ نہیں ہیں۔'' اس نے بے رخی کے سارے ریکارڈ ایک لمحے میں توڑے۔ احیان کا چہرہ خفت کے گہرے احساس سے سرخ ہوا۔ اسے پہلی دفعہ اندازہ ہوا، اتنے معصوم چہرے کے پیچھے کتنی خطرناک زبان چھپی ہوئی ہے۔

''میں اس موضوع پر بات کرنے ہرگز..... نہیں آیا.....'' اس نے بہ مشکل تحمل بھرے انداز سے کہا۔

''پھر.....؟'' اس کا انداز سراسر احیان کو توہین آمیز لگا۔

''مجھے شاہ جی نے آپ کے پاس بھیجا ہے.....'' اس نے اپنی جیب سے وہ طلسم نکال کر اس پر پھونک ہی دیا جس کے بارے میں داجی کا خیال تھا کہ سامنے دروازے کھل جا سم سم کی طرح کھلتے جائیں گے۔

''کیا.....؟'' بسمہ کو شاک لگا۔ اس نے سخت تعجب اور بے یقینی سے اس کی جانب دیکھا۔ جس نے گویا کمرے میں صور پھونک دیا ہو۔

''آپ کو شاہ جی نے بھیجا ہے؟'' اس نے بڑی سرعت سے خود کو سنبھالا۔ اب اس کے لہجے میں ترشی کے

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdunovels.net

بجائے نرمی اور نظروں میں تلخی کے بجائے عقیدت تھی۔

''جی..... آپ کو کوئی شک ہے تو ان کو کال کر کے پوچھ سکتی ہیں.....'' احیان کو اس کے یوں گرگٹ کی طرح رنگ بدلنے پر حیرت ہوئی۔

''میرے پاس ان کا کوئی کانٹیکٹ نمبر نہیں ہے۔'' اس کے جواب نے اب احیان کو حیران کیا۔ جبکہ وہ ایک لمحے کے توقف کے بعد گویا ہوئی۔

''ان کا اسٹار گروپ آف کمپنیز سے کیا تعلق ہے؟'' وہ اب حقیقتاً پریشان دکھائی دے رہی تھی۔

''ان کا نہیں میرا تعلق ہے.....'' احیان کے منہ سے پھسلا۔

''آپ کا ان کے ساتھ کیا ریلیشن ہے.....؟'' اس نے بے چینی سے پہلو بدل کر پوچھا۔

''میرے گرینڈ فادر ہیں وہ.....'' احیان کی بات پر اس کے چہرے کی رنگت متغیر ہوئی۔

''اوہ آئی ایم سوری.....'' وہ بہ مشکل مسکرائی۔

''میرے خیال میں ہمیں اب اس کیس پر بات کر لینی چاہیے۔ میں کیا ہیلپ کر سکتی ہوں آپ کی؟'' وہ فوراً اٹھی اور دیوار میں ایک ترتیب سے بنے کیبنٹس میں سے ایک فائل نکال کر لے آئی۔

''میں نے آپ سے کہا تھا ناں، میں اس کیس پر بات کرنے نہیں آیا.....'' گیند اب احیان کے کورٹ میں تھی، اس نے بڑی مہارت سے شارٹ لگایا اور کھڑا ہو گیا۔ بسمہ نے حیرانی سے اس شخص کو دیکھا۔ جبکہ اس کے چہرے کی حیرانی اور بوکھلاہٹ احیان کو لطف دے رہی تھی اور وہ سوچ رہا تھا کہ کاش عماد بھی اس کے ساتھ ہوتا اور اپنی آنکھوں سے یہ منظر دیکھتا تو شاید اس کی اتنے دنوں کی اذیت میں کمی آ جاتی۔

''بیٹھ جائیں، مجھے اندازہ ہو چکا ہے، شاہ جی نے آپ کو میرے پاس کیوں بھیجا ہے؟'' وہ اب بڑے پُراعتماد انداز سے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولی۔

''کس وجہ سے بھیجا ہے.....؟'' احیان نے سراسرا سے چڑایا۔

''یہی کہ مجھے اس کیس پر نظرِ ثانی کرنی چاہیے اور جس حد تک ہو سکے آپ کی کمپنی کے لیے نرم گوشہ رکھنا چاہیے۔'' وہ اب مسکراتے ہوئے اس کا سکون درہم برہم کر رہی تھی۔

''ایسا کچھ نہیں ہے.....'' احیان نے نظریں چرائیں۔

''جھوٹ بولنے کے بھی کچھ آداب ہوا کرتے ہیں۔ جن میں سرِفہرست مدِمقابل کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنا ہے۔'' اس کا طنزیہ لہجہ احیان کو سلگا گیا۔

''جی..... اس کا عملی مظاہرہ تو آپ اکثر کورٹ میں کرتی ہوں گی، اسی جھوٹ پر ہی تو آپ کی روزی روٹی کا انحصار ہے۔'' حساب برابر کرتے ہی وہ آفس سے گولی کی طرح نکلا اور بسمہ کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔

☆☆☆

''یار کہیں تمہارے داجی کا اس کی والدہ کے ساتھ ماضی میں کوئی افیئر تو نہیں چلتا رہا.....؟'' عماد نے فرائڈ رائس اپنی پلیٹ میں نکالتے ہوئے شرارت سے کہا۔ وہ دونوں اس وقت میریٹ میں موجود تھے اور احیان اسے سارا قصہ سنا چکا تھا۔

''تمہیں وہ اتنی اچھی لگتی ہے جو اپنی والدہ کے کسی پرانے عاشق کا نام سنتے ہی اپنے سارے اصول بدل ڈالے؟'' احیان نے برا سا منہ بنایا۔

''پھر..... مجھے تو یہ بات ہضم نہیں ہو رہی، پوچھو ناں داجی سے۔'' عماد کا تجسس عروج پر تھا۔

''پتا تو ہے تمہیں داجی کا..... جو بات نہ بتانی ہو، جتنا مرضی دیوار سے سر پھوڑ لو، نہیں بتاتے۔'' احیان نے اسے یاد دلایا تو وہ مسکرا دیا۔ وہ جانتا تھا کہ وہ غلط نہیں کہہ رہا۔

''کچھ بھی ہے یار، اب مجھے کچھ تسلی ہے، معاملہ ہینڈل ہو جائے گا.....'' عماد نے سنجیدگی سے کہا۔

''ہونا بھی چاہیے..... اس زمین کے معاملے میں دھوکا تو ہمارے ساتھ بھی ہوا ہے، ہمیں کون سا پتا

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

تھا۔'' احیان نے رشین سلاد پلیٹ میں نکالتے ہوئے جواب دیا۔

''یہ بسمہ خالد ہی ہے ناں، فاروق صاحب کے ساتھ.....'' عماد کھانا کھاتے ہوئے ایک دم چونکا۔

''کہیں اس بابے نے کوئی لائن تو فٹ نہیں کر رکھی، اس لڑکی کے ساتھ.....'' احیان نے اس کی نظروں کے تعاقب میں مڑ کر دیکھا۔ بسمہ مسکراتے ہوئے ساٹھ سالہ فاروق احمد کے ساتھ اسی ہوٹل کے ہال میں ایک ریزرو ٹیبل کی طرف بڑھ رہی تھی۔

''نہیں یار..... اس ٹائپ کی نہیں ہے وہ.....'' عماد نے فوراً ہی تردید کی۔

''وہ نہ سہی، فاروق احمد تو ہوسکتا ہے ناں.....'' احیان شرارت سے مسکرایا۔

''یار سب جانتے ہیں اس نے بسمہ کو اپنی بیٹی بنا رکھا ہے، اس کی بیٹی کی کلاس فیلو تو تھی یہ، ورنہ فاروق احمد کہاں کسی نئے وکیل کو گھاس ڈالتا ہے۔'' عماد کی معلومات مکمل تھیں۔

''تم نے بڑا ریسرچ ورک کر رکھا ہے اس زبان دراز پر۔'' احیان ہنسا۔

''تم تو امریکا میں جا کر بیٹھے ہوئے تھے، یہاں سب کو مستقل تو میں ہی دے رہا تھا۔ تم نے اس کی کورٹ میں چلتی زبان نہیں دیکھی۔'' عماد کو ایک پرانا زخم یاد آیا۔

''فیس تو فیس بات کرنے میں وہ جتنی ''سنگین'' لگتی ہے، تمہیں اس کا اندازہ نہیں.....'' احیان نے منچورین پلیٹ میں نکالتے ہوئے تبصرہ کیا۔

''ویسے وہ جتنی ذہین اور حسین ہے۔ یہ دونوں خوبیاں کسی بھی عورت کو مردوں کے لیے واقعی سنگین بنا سکتی ہیں۔'' عماد اب کھل کر ہنسا۔

''پتا نہیں ڈیڈی نے اتنا بڑا بزنس کیسے سنبھالا ہوا ہے، یہاں تو سر منڈاتے ہی اولے پڑ رہے ہیں.....'' احیان کا پہلا ہی تجربہ تلخ تھا۔

''تو کس نے کہا تھا ایڈونچر کرنے کو، حمزہ اور بلال بھائی بھی تو انکل کے ساتھ ہی بزنس کر رہے ہیں۔'' عماد نے اس کے دو بڑے بھائیوں کا نام لے کر یاد دلایا۔

''مجھے پسند نہیں، میں اپنے بل بوتے پر کچھ کرنا چاہتا ہوں.....'' احیان کے زندگی گزارنے کے اپنے اصول تھے۔

''ویسے اس ملاقات کا کوئی اثر بھی ہوگا یا اس زمین سے ہاتھ دھونے پڑیں گے.....'' عماد کا ذہن اب بھی اسی کیس میں الجھا ہوا تھا۔

''اللہ بہتر جانتا ہے۔ ہم نے بھی تو کروڑوں کا سودا اندھوں کی طرح کر لیا۔ کسی سے مشورہ تک کرنا مناسب نہیں سمجھا۔'' احیان کو آج کل اپنے اوپر کچھ زیادہ ہی غصہ آ رہا تھا۔

اس کی بات پر عماد نے فوراً تائید کرنے کے لیے اثبات میں سر ہلایا۔

''ایکسکیوزمی..... آپ عماد درانی ہیں ناں.....؟'' بسمہ کی آواز پر وہ دونوں ایک دم چونکے، وہ پتا نہیں کب ان کے سر پر پہنچی، انہیں گفتگو کے دوران احساس ہی نہیں ہوا۔ اس وقت رائل بلیو سوٹ میں اس کی شفاف رنگت دمک رہی تھی۔

''یس..... مس بسمہ..... ہیو آ سیٹ پلیز.....'' عماد بوکھلا کر کھڑا ہوا۔

''تھینکس..... ! مجھے سید مجتبیٰ علی شاہ صاحب کا نمبر چاہیے تھا۔'' وہ دیکھ احیان کی طرف لیکن مخاطب عماد سے تھی۔ احیان اس وقت بے نیازی کے سارے ریکارڈ توڑتے ہوئے بڑے آرام سے کھانا ... کھانے میں مگن تھا۔

''جی ضرور.....'' عماد نے جلدی سے اپنے سیل فون سے ان کا نمبر دیکھ کر اسے لکھوایا۔

''تھینکس.....'' وہ مسکراتے ہوئے خاصی دلکش لگتی تھی، احیان کو پہلی دفعہ احساس ہوا۔

''یار تم نے ایک دفعہ بھی اسے بیٹھنے کو نہیں کہا۔ ایٹی کیٹس اور مینرز بھی کسی چیز کا نام ہیں.....'' وہ جیسے ہی وہاں سے گئی عماد، احیان پر برس پڑا۔

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

''ہاں تو تمیز اسے ہونی چاہیے، میرے دادا کا نمبر وہ تم سے مانگ رہی ہے.....'' احیان چڑ کر بولا تو عماد کو ہنسی آگئی۔

''اچھا تو اصل دکھ تمہیں اس بات کا ہے.....'' عماد اب تسلی سے سویٹ ڈش پر ہاتھ صاف کر رہا تھا۔ جبکہ احیان نے کھا جانے والی نظروں سے اپنے اس بہترین دوست کو دیکھا اور بیزاری سے سر جھٹک کر کھانے کی طرف متوجہ ہوگیا۔

''ویسے نمبر کس لیے لیا ہے اس نے.....؟'' عماد ہلکا سا پریشان ہوا۔

''اللہ بہتر جانتا ہے.....'' احیان نے مسکرا کر جواب دیا۔

''جا کر داجی سے پوچھنا ضرور.....'' عماد کی سوئی وہیں اٹکی ہوئی تھی۔

''جی جناب ضرور، جو حکم سرکار کا.....'' احیان نے ہلکے پھلکے انداز میں کہا اور کھانے کی طرف متوجہ ہوگیا۔

☆☆☆

''تھینکس گاڈ..... پرابلم حل ہوگئی۔'' وہ جیسے ہی آفس میں داخل ہوا، عماد نے پُرجوش انداز میں اسے اطلاع دی۔

''وہ کیسے.....؟'' وہ سخت حیران ہوا۔

''ہاشمی صاحب آئے تھے۔ انہوں نے بتایا کہ دوسری پارٹی مصالحت کے لیے تیار ہوگئی ہے، ہمیں اپنی ہنٹ واپس مل جائے گی۔'' عماد نے حقیقتاً اسے اچھی خبر سنائی تھی۔

''لیکن یہ سب کیسے ہوا؟''

''ایڈووکیٹ بسمہ آج ہاشمی صاحب کے چیمبر آئی تھی، اپنے موکل کے ساتھ۔''

''پھر.....؟'' احیان کو یقین نہیں آیا۔

''ہمیں اپنی ہنٹ واپس مل جائے گی، باقی اس زمین کے مالکان آپس میں جو بھی طے کریں یہ ان کا معاملہ ہے۔'' عماد نے تفصیلاً بتایا۔

''تھینکس گاڈ.....'' احیان کو پورے تین ماہ بعد اپنے اعصاب پُرسکون ہوتے محسوس ہوئے۔ ''مجھے داجی کو خود یہ خبر سنانی چاہیے۔'' وہ فوراً اپنی گاڑی کی چابی اٹھا کر نکلا۔

جیسے ہی اس کی گاڑی ''مجتبیٰ کاٹیج'' کے سامنے پہنچی۔ مین گیٹ کھلا اور اندر سے ایک سلور گرے سوئفٹ گاڑی نکلی۔ جسے بسمہ ڈرائیو کر رہی تھی۔ احیان کو اسے دیکھ کر حیرت کا جھٹکا لگا۔ بسمہ نے ایک سرسری نگاہ اس پر ڈالی اور اپنی گاڑی نکال کر لے گئی۔

''یہ محترمہ کس سے ملنے آئی تھیں.....''؟ اس نے اپنی گاڑی ایک منٹ کے لیے گیٹ پر روکی اور چوکیدار سے پوچھا۔

''بڑے صاحب سے.....'' چوکیدار نے مؤدبانہ انداز سے جواب دیا۔

''کب آئی تھیں.....؟'' احیان نے حیرانی سے دریافت کیا۔

''دو گھنٹے پہلے.....'' چوکیدار کے جواب نے اسے مزید حیران کیا۔

''اوکے.....'' اس نے ہلکا سا سر کو خم دیا اور گاڑی پورچ کی طرف لے گیا۔

''وہ دو گھنٹے داجی سے کیا باتیں کرنے آئی تھی.....؟'' وہ یہی سوچتا ہوا داجی کے کمرے میں پہنچ گیا جو بڑے مزے سے اپنی راکنگ چیئر پر بیٹھے ''عشق کا شین'' پڑھنے میں مگن تھے۔ اس کے سوال کو انہوں نے بے پروائی سے سنا اور اس سے بھی زیادہ بے پروائی سے جواب دیا۔

''کہا ناں، ویسے ہی ملنے آئی تھی.....'' داجی کی بات پر وہ جھنجلا اٹھا۔

''داجی..... آپ مجھے بے وقوف سمجھتے ہیں؟'' اس نے ہلکا سا چڑ کر جواب دیا۔ اس گھر میں وہی تھا جو انہیں اس لہجے میں جواب دے سکتا تھا ورنہ تو مجتبیٰ علی شاہ کے دونوں بیٹوں اور ان کی آل اولاد کو ان کے سامنے بے تکلفی سے بھی بات کرنے کی جرأت نہیں ہوتی تھی۔

''سمجھنے کی کیا بات ہے، وہ تو تم ہو.....'' داجی

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

نے مسکراتے ہوئے کتاب بند کی۔ ''تم پوچھنا کیا چاہتے ہو؟''

''آپ اس لڑکی کو کیسے جانتے ہیں.....؟'' وہ ناراضی سے گویا ہوا۔

''میرے ایک دوست کی بیٹی ہے.....'' انہوں نے صاف اسے بہلایا۔

''سوال ہی پیدا نہیں ہوتا.....'' احیان نے فوراً ہی ان کی بات کو مسترد کیا۔ ''اس کی جتنی عمر ہے اس لحاظ سے آپ اس کے دادا یا نانا کے دوست تو ہو سکتے ہیں۔ اس کے فادر کے نہیں.....احیان کی دلیل پر داجی نے بے ساختہ سر پر ہاتھ پھیرا۔ وہ ہمیشہ کی طرح انہیں لاجواب کر چکا تھا۔

''احیان کیوں پریشان کر رہے ہو مجھے.....؟'' داجی ہلکا سا جھنجلائے۔

''میں پریشان کر رہا ہوں یا آپ.....؟'' اس نے شکایتی نگاہوں سے انہیں دیکھا۔

''تمہارے کیس کا فیصلہ تمہارے حق میں ہو گیا، بس بات ختم!'' انہوں نے اسے پھر سے بہلانا چاہا۔

''ختم کہاں.....؟ ابھی تو شروع ہوئی ہے، پلیز بتائیں ناں۔'' وہ ضد پر اتر آیا۔ اس سے پہلے داجی کوئی اور بہانہ بناتے ان کی اسٹڈی کا دروازہ کھلا۔

''بابا، شام میں فیضان صاحب کے پوتے کا ولیمہ ہے، آپ کو بہت اصرار کر کے بلایا ہے انہوں نے.....'' مسز مراد کی اچانک آمد نے احیان کو جھنجلاہٹ میں مبتلا کیا جبکہ داجی کے حلق سے بڑی پُرسکون سانس خارج ہوئی۔

''ممی کو بھی ابھی آنا تھا.....'' احیان ان کو سلام کرتے ہوئے جی بھر کر دل ہی دل میں کوفت کا شکار ہوا۔

''شکر ہے بہو، تم نے یاد دلا دیا، ورنہ میرے تو ذہن میں ہی نہیں تھا.....'' داجی نے مسکرا کر اپنی چھوٹی بہو کو دیکھا۔ جو کم، کم ہی ان کے پورشن کو رونق بخشتی تھیں لیکن جب بھی آ جاتیں تو پھر دو گھنٹے سے پہلے جانے کا نام نہیں لیتی تھیں۔ سارے معاملات، خاندانی ایشوز ایک ہی سیشن میں بھگتا دیتی تھیں۔

''یہ فیضان صاحب کا وہی پوتا ہے ناں جو اسکول میں احیان کا کلاس فیلو تھا.....؟'' داجی نے یونہی بات بڑھانے کو کہا۔ جبکہ احیان منہ بناتے ہوئے اپنے سیل فون پر کسی کو ٹیکسٹ کرنے لگا۔ مسز مراد ان کی اسٹڈی کا تنقیدی جائزہ لیتے ہوئے چونکیں۔

''جی.....جی وہی.....'' انہوں نے تائید میں سر ہلایا۔ ''یہ گلشن آپ کی اسٹڈی کی ڈھنگ سے صفائی نہیں کرتی، دیکھیں ذرا کونے میں جالا لگا ہوا ہے۔''

''تم جالوں کو چھوڑو، اس نالائق کے لیے کوئی لڑکی ڈھونڈو، کب تک یونہی پھرتا رہے گا.....'' داجی کے شرارتی انداز پر احیان نے کوفت سے پہلو بدلا۔

''لڑکی سے مجھے یاد آیا۔ کچھ دیر پہلے بڑی پیاری سی لڑکی پورچ کی طرف جا رہی تھی، میں نے اپنے

رات کا مسافر

کی کے شمارے میں سسپنس کے آخری صفحات پر

قارئین کے محبوب قلم کار

طاہر جاوید مغل کا نیا شاہکار

جذبات کے بھنور میں الجھے ایک نوجوان کی سرکشی، جس کے پیروں میں ایک وعدے کی زنجیر اسے نکلنے نہ دیتی تھی.....

رنگین و سنگین پڑاؤ کی دلربا داستان

ٹیرس سے دیکھا تو ملازمہ نے بتایا۔ آپ سے ملنے آئی تھی۔'' مسز مراد کی بات پر احیان کے چہرے پر بڑی طنزیہ مسکراہٹ ابھری۔ داجی ایک دفعہ پھر گھیرے میں آ چکے تھے۔

''وہ.....'' داجی نے لمبا سا وہ ادا کیا۔ ''میرے ایک فرینڈ کی پوتی ہے۔'' داجی کے بیان بدلنے پر احیان نے ناراضی سے ان کی طرف دیکھا۔

''کیا کرتی ہے.....؟'' مسز مراد نے دلچسپی سے پوچھا۔

''ایڈووکیٹ ہے، پریکٹس کر رہی ہے آج کل.....''

''اوہ..... کہیں بات وات طے ہے اس کی.....؟'' ان کی دلچسپی میں مزید اضافہ ہوا۔

''میرا خیال ہے، ابھی نہیں.....'' داجی نے مسکرا کر احیان کو دیکھا جس کے چہرے کے زاویے بری طرح بگڑ رہے تھے۔

''تو بات کریں ناں احیان کے لیے۔ اچھا ہے یہ بھی ٹھکانے لگے۔'' ممی کی بات پر احیان کو جھٹکا لگا۔

''حد کرتی ہیں ممی آپ بھی، میں اتنا گیا گزرا ہوں؟ ایک ٹیرس سے جھانک کر آپ نے لڑکی کو دیکھا اور میرے لیے پسند کر لیا۔'' اس کے تلخ انداز پر وہ مسکرا دیں۔

''وہ دور سے اتنی پیاری لگ رہی تھی تو قریب سے تو یقیناً بہت خوب صورت ہوگی.....'' مسز مراد کی بات پر ایک استہزائیہ مسکراہٹ اس کے چہرے پر دوڑی۔

''ممی اچھی زندگی گزارنے کے لیے لائف پارٹنر کا صرف ظاہری طور پر خوب صورت ہونا ضروری نہیں ہوتا۔ اس کا مزاج، عادتیں اور رویہ زیادہ اہم ہے۔'' وہ جھنجلا کر اٹھا اور سر جھٹک کر کمرے سے نکل گیا۔

''اسے کیا ہوا.....؟'' مسز مراد نے حیرانی سے اپنے سسر صاحب کا متبسم چہرہ دیکھا۔

''کچھ نہیں..... بزنس کی وجہ سے اپ سیٹ ہے.....'' انہوں نے بہانہ بنایا، جو ان کے ہی گلے پڑ گیا۔

''تو اسے کس نے کہا ہے اپنی ڈیڑھ اینٹ کی الگ مسجد بنا کر بیٹھ جائے، اچھا خاصا اپنے باپ کا چلتا ہوا بزنس چھوڑ کر خود تجربے کرنے بیٹھ گیا ہے۔''

''پتا تو ہے تمہیں اس کے مزاج کا، سب بچوں سے مختلف ہے.....'' داجی کے لہجے میں احیان کے لیے محبت ہی محبت تھی۔

''اس کا مختلف ہونا ہی تو پریشان کرتا ہے ہمیں۔ حمزہ اور بلال بھی تو ہیں.....'' انہوں نے منہ بنایا تو وہ مسکرا دیے۔

''تم چھوڑو اسے، یہ بتاؤ مراد آ گیا اسکاٹ لینڈ سے.....؟'' داجی نے ان کی توجہ دوسری جانب مبذول کی۔

''نہیں..... رات دس بجے کی فلائٹ ہے ان کی.....'' مسز مراد نے سنجیدگی سے جواب دیا اور ان کی اسٹڈی کے پردے ہٹائے۔ دھوپ کا ایک طوفان سا کمرے میں گھس آیا۔ سامنے ہی احیان کی گاڑی گیٹ سے نکل رہی تھی۔

☆☆☆

''ویسے یار بڑا احسان کیا ہے بھئی خالد نے ہم پر.....'' وہ دونوں گالف کلب سے نکل رہے تھے۔ عماد کی بات پر احیان نے تپ کر اسے دیکھا۔

''ایسا کون سا احسان کر دیا ہے، جو تم صبح شام اس کے نام کی تسبیح کر رہے ہو؟''

''یہ بات کیا کم ہے اس نے اپنا وہ کیس بیچ میں چھوڑ دیا۔ جسے وہ آسانی سے جیت سکتی تھی۔'' عماد نے ریموٹ سے اپنی گاڑی کا دروازہ کھولا۔

''تو کیا کمال کیا؟'' احیان کا مزاج خواہ مخواہ ہی برہم تھا۔

''کمال یہ کیا کہ ہمارے وکیل کو اس کیس کے سارے ویک پوائنٹ بتا دیے۔ جس کے نتیجے میں دوسری پارٹی کو مجبوراً ہم سے مصالحت کرنی پڑی۔'' عماد کی بات پر اس کا دماغ بھک کر کے اڑا۔

''تمہیں کس نے بتایا.....؟'' اس نے بے تابی سے پوچھا۔

www.urdutube.net www.bookstube.net www.urdumovies.net

''شہریار ہاشمی نے.....'' عماد نے اپنے وکیل کا نام لیا تو احیان کو اس کی بات کا یقین آ ہی گیا۔ اندر کی کہانی تو اسے آج معلوم ہوئی تھی۔ ورنہ وہ تو یہی فرض کیے بیٹھا تھا کہ معاملہ بہت آسانی سے طے ہو گیا تھا۔ اسی لیے تو وہ بسمہ خالد کا احسان ماننے کو راضی نہیں تھا۔

''سچ مانو، میں تو بہت مشکور ہوں اس کا.....'' عماد کی بات پر وہ چڑ سا گیا۔

''ایسا کرو ایک تسبیح خریدو اور اس پر اس کے نام کا پہاڑا پڑھنے لگو.....''

''خیر ہے تم کیوں اتنا بھڑک رہے ہو۔ کس نے تمہاری دم پر پاؤں رکھ دیا؟'' عماد ہنسا۔

''پتا نہیں یار، آج کل خواہ مخواہ ہی غصہ آنے لگا ہے مجھے.....'' احیان نے کھل کر اعتراف کیا۔

''تو میری جان، کچھ ریسٹ ویسٹ کرو۔ یہ لڑکیوں کی طرح بات بے بات غصہ کرنا تم جیسے مرد پر سوٹ نہیں کرتا.....'' عماد اس کی گھوریوں کی پروا نہ کرتے ہوئے اپنی

گاڑی میں بیٹھ کر اسے اسٹارٹ کر چکا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ تپ کر اسے جواب دیتا، وہ شرارت سے گاڑی لے کر نکل گیا۔

☆☆☆

آج کافی دن کے بعد وہ بڑی فرصت سے شاپنگ کے لیے نکلا تھا۔ جناح سپر سے ہو کر وہ سینٹورس شاپنگ مال کی طرف نکل آیا۔ دو گھنٹے ٹھیک ٹھاک شاپنگ کر کے وہ باہر نکلا تو سامنے ہی بسمہ بہت سے شاپرز اٹھائے پارکنگ کی طرف ہی آ رہی تھی۔ اس کی گاڑی احیان کی گاڑی کے بالکل ساتھ تھی۔

''کیسے ہیں آپ؟ شاہ جی کیسے ہیں؟'' وہ مسکرائی۔

''بہتر ہیں.....'' احیان نے سنجیدگی سے جواب دیتے ہوئے اس کی طرف دیکھا جو اپنی شاپنگ گاڑی کی پچھلی سیٹ پر رکھ رہی تھی۔

''ویسے پروفیشنل لائف میں، میں آپ سے اس بد دیانتی کی توقع نہیں رکھتا تھا۔'' احیان نے اسے چڑانے کے لیے اچانک مخاطب کیا۔

''کیا مطلب.....؟'' اس کی آنکھوں میں الجھن در آئی۔

''آپ نے اپنے سابقہ کلائنٹ کے سارے ویک پوائنٹس دوسری پارٹی کے وکیل کو بتا دیے، اٹس ناٹ فیئر.....'' احیان کے طنزیہ انداز پر وہ مسکرائی۔

''ہوں.....'' وہ دونوں بازو سینے پر باندھ کر اس کے تھوڑا قریب آئی۔ ''آپ کو کس نے کہا ایسا.....؟''

''شہریار صاحب نے.....'' احیان کا اطمینان دیدنی تھا۔

''انہوں نے یہ نہیں بتایا پروفیشنل لائف میں جہاں مجھے یہ محسوس ہو کہ اگلی پارٹی کے ساتھ حقیقتاً زیادتی ہو رہی ہے، میں اپنا کیس وہیں ڈراپ کر دیتی ہوں۔'' بسمہ نے بڑے پُراعتماد انداز سے اس کی آنکھوں میں جھانکا۔

''دوسری پارٹی کی زیادتی کا آپ کو شاہ جی سے ملنے کے بعد پتا چلا ہوگا۔'' احیان کے چہرے پر طنزیہ مسکراہٹ ابھری۔

''نہیں.....'' وہ سنجیدگی سے گویا ہوئی۔ ''حقیقت پتا چلنے کے بعد ہی میں ان سے معذرت کرنے گئی تھی.....''

''فرض کریں، ہم لوگ غلط ہوتے، تب بھی آپ شاہ جی کے کہنے پر وہ کیس چھوڑ دیتیں۔'' احیان کو اس سے بحث میں اب مزہ آنے لگا۔

''نہیں.....'' بسمہ نے اسے حیران کیا۔

''شاہ جی نے آپ کو میرے پاس بھیجا تو میں سمجھ گئی کہ کسی نہ کسی پوائنٹ پر میں غلط ہوں۔ ورنہ وہ ایسا نہ کرتے۔'' اس کی بات پر احیان کو جھٹکا لگا۔

''آپ کیسے کہہ سکتی ہیں.....؟''

''وہ کم از کم مجھ سے کسی غلط بات پر فیور نہیں مانگ سکتے.....'' اس نے گاڑی کا دروازہ ایسے بند کیا کہ ایک لمحے کو احیان کو لگا جیسے وہ اس کے منہ پر طمانچہ مار کر گئی ہو۔ وہ اب گاڑی اسٹارٹ کر رہی تھی۔ احیان

www.urdutube.net www.bookstube.net www.urdumovies.net

جھنجلا کر اپنی گاڑی کی طرف بڑھا اور آندھی کی طرح اڑاتا ہوا اپنے گھر پہنچا۔ سامنے داجی لان میں چہل قدمی کر رہے تھے۔ وہ انہیں سرسری سا سلام کر کے اندر کی جانب بڑھ رہا تھا جب داجی نے اسے پیچھے سے مخاطب کیا۔

''تم ناراض ہو مجھ سے؟'' وہ چلتے، چلتے مڑا۔

''میں ایسی جسارت کر سکتا ہوں بھلا.....؟'' وہ واقعی ان سے خفا تھا۔

''جسارتیں تو تم خاصی بڑی، بڑی کرنے لگے ہو، تمہیں خود بھی پتا نہیں چلتا.....'' داجی کے گلے پر وہ ہلکا سا جھنجلایا۔

''آپ کو وہ لڑکی مجھ سے زیادہ عزیز ہے..... ہے ناں؟'' بے اختیار ہی اس کی زبان پھسلی تو وہ مسکرا دیے۔

''کسی کی پرسنل لائف کو اس کی اجازت کے بغیر ڈسکس کرنا مجھے مناسب نہیں لگتا۔'' داجی کے سنجیدہ انداز پر وہ ٹھٹکا۔

''اس نے منع کیا ہے آپ کو؟''

''نہیں.....'' وہ لان چیئر پر بیٹھتے ہوئے بولے۔ ''میرا اپنا بھی تو اخلاقی طور پر کچھ فرض بنتا ہے۔''

''اوکے.....'' کچھ دیر سوچنے کے بعد اس نے ہتھیار ڈال ہی دیے کیونکہ یہ بات تو طے شدہ تھی وہ داجی سے ان کی مرضی کے خلاف کچھ نہیں اگلوا سکتا۔ اگلے کئی دن تک وہ اور عماد اپنی فیکٹری کے لیے کوئی اور جگہ ڈھونڈنے میں مصروف رہے۔ آخر کار انہیں ایک مناسب جگہ مل ہی گئی لیکن اس دفعہ دونوں خاصے محتاط تھے۔ اس لیے معاملہ خیر اسلوبی سے سر انجام پا گیا۔ انہی مصروفیات کی بنا پر اس کی کئی دن تک داجی سے ملاقات نہیں ہوئی اور بسمہ تو بالکل ہی ذہن سے نکل چکی تھی۔ اس دن وہ رات بارہ بجے کے قریب گھر پہنچا تو حیران رہ گیا۔

پورچ میں داجی کی گاڑی اسٹارٹ کھڑی تھی اور ملازم ان کا چھوٹا سوٹ کیس گاڑی میں رکھ رہا تھا۔ جبکہ داجی پریشانی کے عالم میں کسی سے فون پر بات کر رہے تھے۔ اسے دیکھتے ہی انہوں نے فون بند کر دیا۔

''داجی کہیں جا رہے ہیں کیا.....؟'' احیان کو سخت حیرانی ہوئی کیونکہ بہت عرصے سے انہوں نے باہر نکلنا خاصا کم کر دیا تھا اور اب رات گئے اس طرح سوٹ کیس کے ساتھ نکلنا واقعی تعجب کی بات تھی۔

''ہاں ایک ایمرجنسی ہو گئی ہے.....'' وہ اپنی گاڑی کی طرف بڑھے۔ ''مری کے لیے نکل رہا ہوں۔''

''مری، اس وقت؟ کوئی پرابلم ہے تو میں ساتھ چلوں.....؟'' وہ پریشان ہوا۔ داجی ایک لمحے کو ٹھٹکے۔ کچھ سوچا پھر اثبات میں سر ہلایا۔

''میں گاڑی میں ہوں۔ تم ایک دو سوٹ لے آؤ اپنے۔ ہمیں رہنا پڑے گا وہاں۔'' اپنی بات کہہ کر وہ جلدی سے گاڑی میں بیٹھ گئے۔ احیان الجھن بھرے انداز میں اپنے کمرے کی بڑھا دو تین سوٹ اپنے بیگ میں ڈالے اور لیپ ٹاپ اٹھا کر باہر نکل آیا۔

رات کی تیرگی میں گاڑی گھر سے نکلی، اس نے جلدی سے عماد کو ٹیکسٹ کر کے بتایا کہ وہ داجی کے ساتھ گاؤں جا رہا ہے باقی معاملات وہ دیکھ لے۔ ایف سیون سیکٹر سے گاڑی اسلام آباد ایکسپریس وے پر پہنچ چکی تھی۔ داجی کا چہرہ سپاٹ اور انداز میں کوئی بات ایسی تھی کہ وہ کئی دفعہ انہیں مخاطب کرتے، کرتے رہ گیا۔

شکر پڑیاں اشارے سے گاڑی ایچ ایٹ سیکٹر کی طرف مڑ گئی۔ وہ تھوڑا سا حیران ہوا، یہ مری کا روٹ تو نہیں تھا۔ کار اسلام آباد کے شفا انٹرنیشنل اسپتال کے سامنے جا کر رک گئی۔ احیان نے سوالیہ نگاہوں سے داجی کی طرف دیکھا جو عجلت بھرے انداز میں گاڑی سے نکلے اور اسے وہیں بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ دس منٹ کے بعد ان کی واپسی بسمہ خالد کے ساتھ ہوئی۔ جس کا چہرہ شدتِ گریہ سے سرخ اور آنکھوں سے آنسو قطار کی صورت بہہ رہے تھے۔

احیان کو غیر متوقع طور پر اسے دیکھ کر جھٹکا لگا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس سے اگلی ملاقات اتنے عجیب

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

طریقے سے ہوگی۔ وہ داجی کے کندھے سے لگی گاڑی کی طرف آتے ہوئے مسلسل رو رہی تھی..... ایسا لگتا تھا جیسے وہ ابھی ابھی کسی گہرے صدمے سے دوچار ہوئی ہو۔

''احیان تم ڈرائیور کے ساتھ اگلی سیٹ پر چلے جاؤ.....'' داجی کے سنجیدہ انداز پر وہ فوراً خاموشی سے گاڑی سے اترا اور اگلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔

''ایمبولینس کے ڈرائیور سے کہو، وہ ہماری گاڑی کے پیچھے رہے.....'' داجی نے اپنے ڈرائیور کو اگلا حکم صادر کیا جسے سنتے ہی احیان کا دماغ بھک کر کے اڑا۔ وہ ابھی تک یہ سارا معما سمجھنے سے قاصر تھا۔

''اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے.....'' پچھلی سیٹ پر بیٹھے داجی نے یقیناً یہ دلاسا بسمہ کو دیا تھا۔

گاڑی اب اسلام آباد ایکسپریس وے سے مری کی جانب بھاگ رہی تھی۔ اس کے پیچھے خاموشی سے دوڑتی ہوئی ایمبولینس اس بات کی گواہ تھی کہ اس میں آنے والا مردہ جسم اپنی زندگی کی بازی ہار چکا ہے اور یقیناً اس کا بسمہ کے ساتھ کوئی خاص تعلق ہے۔ رات کے سناٹے میں اس لڑکی کی سسکیاں ماحول کو عجیب سا بنا رہی تھیں۔ سردیوں کا موسم تو آج کل اپنے عروج پر تھا۔ اس وقت بھی ٹمپریچر منفی میں تھا۔ رات کی تیرگی میں دائیں بائیں بلند و بالا پہاڑ بعض دفعہ بہت ہیبت ناک لگتے ہیں۔ احیان اپنے اردگرد کے مناظر سے بے نیاز پچھلی سیٹ پر بیٹھے دو لوگوں کے بارے میں سوچ رہا تھا۔

''کون ہے یہ لڑکی اور اس کا داجی سے کیا رشتہ ہے؟'' سوچ، سوچ کر اس کا دماغ تھک چکا تھا۔

''ایمبولینس میں رکھی میت کس کی ہے.....؟''

''اس میت کا داجی سے کیا تعلق بنتا ہے.....؟''

وہ انہی سوچوں میں الجھا ہوا تھا کہ سڑک پر دوڑتی ہوئی گاڑی کو ایک دم جھٹکا لگا اور ڈرائیور نے جلدی سے بریک لگا دی۔ فوراً گاڑی سے اترا احیان نے چونک کر دیکھا سڑک کے کنارے پر ایک چھوٹا سا ہوٹل تھا۔ جس کے برآمدے میں دو آدمی لکڑیوں کا الاؤ جلائے بیٹھے تھے۔

''کیا ہوا احمد بخش.....؟'' داجی کی آواز میں تشویش کا عنصر شامل ہوا۔ انہوں نے شیشہ نیچے کر کے ڈرائیور سے پوچھا جو گاڑی کا جائزہ لینے میں مگن تھا۔

''صاحب جی گاڑی کا پچھلا ٹائر پنکچر ہو گیا ہے.....'' احمد بخش کے دانت سردی کی شدت سے بج رہے تھے۔ پیچھے آنے والی ایمبولینس بھی رک گئی۔

''آپ لوگ سامنے والے ہوٹل میں چلے جائیں، میں کچھ کرتا ہوں.....'' ڈرائیور کے مشورے پر احیان نے جیسے ہی گاڑی کا دروازہ کھولا۔ بارش کی ایک تیز بوچھاڑ نے اس کا استقبال کیا۔ سردیوں کی اس یخ بستہ رات میں پہلی دفعہ احیان کو بارش سخت بری لگی۔ ہڈیوں کو منجمد کرنے والی ہوا نے اچھی خاصی کپکپی کی کیفیت پیدا کر دی تھی۔

وہ، داجی اور بسمہ سڑک پر بنے اس چھوٹے سے ہوٹل میں چلے آئے۔ دو منٹ کی واک نے ان تینوں کو اچھا خاصا بھگو دیا تھا۔ رات کے دو بجے اس ہوٹل کا مالک تین لوگوں کو آتا دیکھ کر حیران ہوا۔

''چائے ملے گی.....؟'' داجی کے پوچھنے پر اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

''واش روم کس طرف ہے.....'' داجی کی بات پر ہوٹل کے مالک نے ایک طرف اشارہ کیا۔

''بسمہ بیٹا، آپ بیٹھیں.....'' داجی نے سامنے رکھی کرسیوں کی طرف اشارہ کیا تو وہ افسردہ سے انداز میں اس طرف چل پڑی۔ احیان سامنے لگے واش بیسن کی طرف آ گیا اور نل کھول کر جیسے ہی ہاتھ دھونے کے لیے نیچے کیے۔ اس کو جھٹکا سا لگا۔ یخ ٹھنڈا پانی ایک لمحے کو سارے حواس معطل کر گیا۔ اس نے جھٹکے سے ہاتھ پیچھے کیے۔ اور مزید دھونے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔

جیسے ہی وہ واپس آیا۔ اسے ایک دم جھٹکا لگا۔ بسمہ سامنے موجود کرسیوں پر نہیں تھی۔

''کہاں گئی وہ.....؟'' احیان پریشانی سے ہوٹل سے باہر نکلا۔ موسلا دھار بارش میں وہ سڑک کے پاس

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

رکی ایمبولینس کا دروازہ پکڑے بری طرح رو رہی تھی۔ سردیوں کی اس ٹھنڈی، یخ رات میں دھواں دھار ہونے والی بارش کے درمیان ایمبولینس کے پاس کھڑی وہ لڑکی اپنے ہوش و حواس میں نہیں لگ رہی تھی۔ اس کے کندھوں تک آتے بال اور سیاہ شال بری طرح بھیگ چکی تھی۔

''پاگل ہوگئی ہو کیا.....؟'' احیان نے ناراضی سے اس کا بازو پکڑ کر اپنی طرف کیا۔ اس لمحے اس کی آنکھوں میں اس قدر اذیت، وحشت اور سراسیمگی تھی کہ احیان نے خوفزدہ ہو کر اس کا بازو چھوڑ دیا۔

اس کے چہرے پر پھیلا کرب وہ رات کی اس تاریکی میں بھی دیکھ سکتا تھا۔ وہ رو نہیں رہی تھی بلکہ لمحہ، لمحہ ختم ہو رہی تھی۔ وہ اذیت کی اس انتہا پر تھی جہاں انسان کا رابطہ اپنے اردگرد کے ماحول اور موسموں سے بالکل کٹ جاتا ہے۔

''ماما پلیز اٹھ جائیں.....'' وہ ایمبولینس کا دروازہ پکڑے دیوانوں کی طرح رو رہی تھی۔ احیان کو ساری فضا ہی سوگوار محسوس ہوئی۔ ایسے لگا جیسے آسمان بھی اس کے غم میں کھل کر رو رہا ہو۔ ہر بوند اشک بار تھی۔

''ٹیک اٹ ایزی پلیز.....'' اس نے بے ساختہ ہی جذبۂ ہمدردی سے ملغوب ہو کر اسے اپنے بازو کے ساتھ لگایا اور وہ تو ویسے ہی ہوش و حواس سے بیگانہ تھی۔ اس کے بازو پر ہاتھ رکھے بری طرح رو رہی تھی۔

''احیان..... بسمہ.....'' داجی نے ہوٹل کے برآمدے کے سرے پر آ کر بلند آواز میں پکارا... احیان نے آہستگی سے اس کا بازو پکڑا اور اسے زبردستی پکڑ کر اپنے ساتھ ہوٹل کی طرف لے آیا۔ وہ بری طرح کپکپا رہی تھی۔ اس کے ہونٹ سردی کی شدت سے نیلے ہو رہے تھے۔

''بسمہ.....'' داجی کی آواز میں پنہاں دکھ اس وقت وہ سمجھنے سے قاصر تھی۔ جس قیامت سے وہ گزر رہی تھی۔ وہ لوگ اس کا اندازہ نہیں کر سکتے تھے۔

''بے وقوف لڑکی، سارے کپڑے گیلے ہو گئے ہیں تمہارے.....'' داجی کے لہجے میں شفقت کی فراوانی تھی۔

''سوری انکل.....'' اس نے ہاتھ کی پشت سے اپنی آنکھوں کو بے دردی سے رگڑا۔

''احیان، اس کا بیگ نکال کر لاؤ گاڑی سے.....'' وہ پانچ منٹ کے بعد واپس آیا تو وہ کافی حد تک سنبھل چکی تھی۔ ڈرائیور گاڑی کا ٹائر تبدیل کر چکا تھا اور اس وقت سبھی لوگ خاموشی سے چائے پی رہے تھے۔ جب تک انہوں نے چائے ختم کی، وہ اپنا ڈریس تبدیل کر کے آ چکی تھی۔ اب وہ سیاہ سوٹ پر سیاہ رنگ کی شال اوڑھے ہوئے اس تاریک رات کا کوئی سوگوار سا حصہ لگ رہی تھی۔

ڈرائیور نے گاڑی میں بیٹھتے ہی ہیٹر چلایا تو گرمائش نے اندر کا ماحول خاصا بہتر کر دیا تھا۔ رات نے مری کے بلند و بالا پہاڑوں کی دلکشی کو چھپا دیا تھا۔ ڈرائیور اب بڑی مہارت سے گاڑی چلا رہا تھا۔ وہ لوگ جب مری پہنچے تو رات کے دو بج رہے تھے۔ بسمہ کا گھر مری کے قریب بھوربن کے علاقے میں واقع ایک چھوٹے سے گاؤں میں تھا۔ گاڑیاں اونچی نیچی بل کھاتی سڑکوں پر چلتی ہوئی ایک چھوٹے سے گھر کے سامنے جا کر رک گئیں۔ اس گھر کے مکینوں کو شاید اس حادثے کی اطلاع دے دی گئی تھی۔ اس لیے گاڑیوں کی آوازیں سنتے ہی دو تین مرد باہر نکل آئے۔ جبکہ ایک بوڑھی سی خاتون نے آگے بڑھ کر بسمہ کو گلے لگایا اور وہ ایک دفعہ پھر بے آواز رونے لگی۔ میت کو بڑے آرام سے اتارا جا رہا تھا۔ ان کے کافی رشتے دار باہر نکل آئے تھے۔

''شاہ جی، آپ اُدھر آ جائیں.....'' بسمہ کے کسی بزرگ رشتے دار... نے احترام کے ساتھ گھر کی بیٹھک کی طرف اشارہ کیا۔ احیان، داجی کی پیروی میں اندر داخل ہوا۔ اندر کا ماحول خاصا گرم تھا۔ آتشدان میں آگ جل رہی تھی اور چھوٹے سے کمرے میں دو پلنگ، دو کرسیاں اور میز رکھی ہوئی تھی۔ کمرے میں آرائشی چیزیں بالکل نہیں تھیں۔

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

''آپ لوگ ریسٹ کریں۔ ہم لوگوں کو میت کے حوالے سے کچھ انتظامات کرنے ہیں.....'' وہ بزرگ معذرت کر کے بیٹھک سے نکل گئے تھے۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد گرما گرم چائے، ابلے انڈے اور ڈرائی فروٹس کی ٹرے اندر آ گئی۔ چائے کی طلب تو دونوں کو تھی لیکن باقی چیزوں کو انہوں نے ہاتھ بھی نہیں لگایا تھا۔ اسی دوران چند اور مرد بھی شاہ جی سے ملنے کے لیے آئے اور احیان نے اندازہ لگایا وہ داجی سے بڑے احترام اور عقیدت بھرے انداز میں مل رہے تھے۔

''احیان تم سو جاؤ۔'' ان کے کمرے سے نکلتے ہی داجی نے سنجیدہ لہجے میں کہا تو وہ خاموشی سے لیٹ گیا۔ دماغ میں ان گنت سوالوں نے ہلچل مچا رکھی تھی لیکن اس ذہنی اور جسمانی مشقت کا یہ نتیجہ نکلا کہ وہ اگلے ہی پندرہ منٹوں میں گہری نیند میں تھا۔ اگلی صبح نو بجے جا کر ہی اس کی آنکھ کھلی۔ واش روم میں گرم پانی سے بھری بالٹی اور ایک چھوٹا ٹب رکھا ہوا تھا۔

اسے پہلی دفعہ پہاڑی علاقوں میں رہنے والے لوگوں کی مشکلات کا اندازہ ہوا۔ شاور لے کر وہ باہر نکلا تو سامنے چھوٹے سے ٹینٹ میں چند لوگ اکٹھے تھے۔ دس بجے جنازہ تھا۔ بسمہ کے سارے ہی رشتے دار اکٹھے ہو چکے تھے۔ داجی بھی اس وقت چند بزرگوں کے گھیرے میں تھے۔ احیان ایک سائڈ پر بیٹھ گیا۔

''ہمیں وہ تین دن یہاں رہنا ہوگا۔'' جنازے کے بعد داجی کی سنجیدگی سے دی گئی اطلاع پر وہ حیران ہوا۔

''وہ کیوں.....؟''

''بسمہ کے کچھ معاملات ہیں، جن کو نبٹانا ضروری ہے.....'' داجی کی بات پر اسے یاد آیا کہ رات سے اس نے دوبارہ اس کی شکل نہیں دیکھی تھی، وہ یقیناً خواتین والے حصے میں ہوگی۔ داجی نے بھی شاید اس کی سوچ کو پڑھ لیا تھا۔

''اس کی طبیعت رات سے خاصی خراب ہے، ڈاکٹر نے اعصاب کو پُرسکون کرنے کے لیے نیند کا انجکشن لگایا ہے، وہ ابھی سو رہی ہے۔'' داجی اسے اطلاع دے کر خود کچھ اور مہمانوں کے ساتھ ایسے مصروف ہوئے کہ پھر اگلے دن ہی ہاتھ آئے۔ وہ اس وقت تک جی بھر کر بور ہو چکا تھا۔ لیپ ٹاپ کی بیٹری ختم ہو چکی تھی اور وہ ساتھ لانا بھول گیا تھا۔ تنگ آ کر وہ اگلے دن باہر نکل آیا۔ آج موسم خاصا خوشگوار تھا۔ موسم سرما کی نرم دھوپ نے تمام پہاڑوں پر بسیرا کر رکھا تھا۔ وہ پتھروں پر چلتا ہوا خاصا دور نکل آیا۔ گاؤں کے جنوبی سائڈ پر چھوٹا سا قبرستان تھا۔ صنوبر اور چیڑ کے درختوں کے نیچے دور، دور تک کافی سنگِ مرمر کی بنی ہوئی قبریں تھیں۔ جو شاید یہاں کے بھیگے موسموں کی وجہ سے بنائی گئی تھیں۔ ایک تازہ تازہ بنی ہوئی قبر پر فاتحہ کرتی لڑکی کو دیکھ کر اسے کافی حیرت ہوئی۔

''بسمہ آپ.....؟'' وہ اسے پہچان چکا تھا۔

''کیسے ہیں آپ.....؟'' وہ پھیکے سے انداز سے مسکرائی۔

''میں تو ٹھیک ہوں، آپ کی والدہ کی ڈیتھ کا بہت افسوس ہوا۔'' اس نے لگے ہاتھوں افسوس کی رسم نبھائی۔

''وہ میری والدہ نہیں، دادی تھیں.....'' اس کی اطلاع پر اسے جھٹکا لگا۔

''اوہ..... مجھے پتا نہیں تھا.....'' وہ شرمندہ ہوا۔

''کیوں، شاہ جی نے نہیں بتایا آپ کو.....؟'' اس کے سادہ سے انداز میں احیان کو طنز کی آمیزش محسوس ہوئی۔ وہ اب چل پڑی تھی۔

''بتایا تو تھا لیکن میں نے شاید غور نہیں کیا۔'' اس نے جلدی سے صفائی دی۔

''آپ کے پیرنٹس کہاں ہوتے ہیں.....؟'' وہ چلتے، چلتے رکی۔ استعجابیہ انداز سے اسے دیکھا۔

''میرا خیال ہے شاہ جی نے آپ کو شاید ان کے بارے میں کچھ نہیں بتایا.....'' اس نے بالکل درست اندازہ لگایا۔ وہ کل کی نسبت آج خاصی کمپوزڈ تھی۔

''ایسا نہیں ہے.....'' اس نے فوراً جھوٹ بولا۔ ''ایکچوئلی میرے ذہن سے نکل گیا، شاید آج کل

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

بزنس کی طرف زیادہ دھیان تھا میرا۔'' وہ اس کے ساتھ چل رہا تھا۔ وہ اونچے نیچے پہاڑی راستے پر بڑی مہارت اور تیزی سے چل رہی تھی۔ جبکہ احیان کو چلنے میں ذرا دشواری ہو رہی تھی۔

''اچھا.....'' اس نے تبصرہ نہیں کیا۔ احیان کو مایوسی ہوئی۔

''آپ کے اور بہن بھائی نظر نہیں آئے اس موقع پر.....''

''میں اکلوتی ہوں.....'' اس نے اطلاع دی۔

''اوہ.....'' وہ حیران ہوا۔

''دادی آپ کے کیا لگتے ہیں.....'' وہ چلتے، چلتے رکی اور دونوں بازو سینے پر باندھ کر بڑے آرام سے بولی۔

''کچھ بھی نہیں۔''

''کیا مطلب.....؟'' اسے جھٹکا لگا۔

''اگر دنیا میں انسانیت، ہمدردی اور انسان دوستی کی بنیاد پر بنائے جانے والے رشتوں کا کوئی نام ہے تو سمجھ لیں، شاہ جی کے میرے ساتھ یہی رشتے ہیں۔'' وہ سنجیدگی سے کہہ کر اپنے گھر کی طرف بڑھ گئی۔ وہ وہیں کھڑا سوچتے کا سوچتا رہ گیا۔

''یار یہ کیا فلم چل رہی ہے یہاں.....؟'' اس نے تنگ آ کر عماد کو فون ملا لیا۔

''لگتا ہے دادی کا اس کی دادی مرحومہ کے ساتھ کوئی نہ کوئی تعلق ضرور رہا ہے.....'' عماد کی بات نے اسے ہلکی سی الجھن میں مبتلا کیا دل ایک دم بدمزہ ہو گیا۔ سست سے قدموں سے وہ اس کے گھر تک پہنچا، بیٹھک کا دروازہ باہر کی جانب کھلتا تھا۔ جیسے ہی دروازہ کھول کر وہ اندر داخل ہوا۔ بسمہ، دادی کے سامنے والے پلنگ پر دل گرفتہ سے انداز میں بیٹھی تھی۔ وہ اسے کچھ سمجھا رہے تھے۔

''اپنی دادی سے ہی کچھ سیکھ لو، کتنی باہمت خاتون تھیں وہ۔ تم ابھی سے حوصلہ ہار رہی ہو۔'' دادی کی بات پر احیان نے چونک کر دادی کا چہرہ دیکھا۔ عماد کی بات میں اسے کوئی نہ کوئی سچائی محسوس ہوئی۔

''ان کے جیسی تو میں مر کر بھی دوبارہ پیدا نہیں ہو سکتی.....'' وہ خاصی دل گرفتہ لگ رہی تھی۔ احیان کو اس موقع پر اپنا آپ خاصا آکو رڈ لگ رہا تھا لیکن وہ ڈھیٹ بن کر خود ہی دادی کے پلنگ پر بیٹھ گیا۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ ایسے گفتگو کر رہے تھے جیسے کوئی اور کمرے میں موجود ہی نہ ہو۔

''تمہیں اگر عطاالرحمٰن پسند نہیں ہے تو میں خود تمہارے تایا سے بات کر لیتا ہوں۔'' دادی کی بات پر وہ الجھا۔

''مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہی.....'' وہ واقعی کسی گہری الجھن میں مبتلا تھی۔ لگتا ہی نہیں تھا کہ یہ وہی بسمہ خالد ہے جو کورٹ میں پیچیدہ سے پیچیدہ مسئلے کی تہ تک ایک منٹ میں پہنچ جاتی تھی۔ وہ اپنی ذاتی زندگی کے معاملے میں اس قدر شش و پنج کا شکار تھی۔

''ٹھیک ہے، پھر آپ جاؤ، ریسٹ کرو، مجھے کچھ سوچنے دو.....'' دادی کی بات پر وہ اثبات میں سر ہلا کر کمرے سے نکل گئی۔ دادی اب اس کی طرف متوجہ ہوئے جو دنیا جہان کی بیزاری اپنے چہرے پر سجائے بیٹھا تھا۔

''تمہیں کیا ہوا.....؟'' وہ اس کے مزاج آشنا ہونے کا دعویٰ یونہی تو نہیں کرتے تھے۔

''کچھ نہیں.....کب چلنا ہے یہاں سے دادی.....؟'' وہ واقعی سخت بور ہو چکا تھا۔

''بس دو، چار دن اور.....'' ان کی بات پر اسے کرنٹ ہی تو لگا تھا۔

''کیا.....؟ دو، چار دن اور.....؟'' وہ ایک دفعہ پھر بدمزہ ہوا۔

''تم اگر بور ہو رہے ہو تو میں تمہیں واپس بھجوا سکتا ہوں اسلام آباد، میں ایک دو دن بعد آ جاؤں گا۔'' ان کی بات پر وہ جھنجلا اٹھا۔

''مجھے سمجھ نہیں آ رہی دادی، جب آپ نے مجھے ڈھنگ سے کوئی بات تو بتانی نہیں ہے تو میں کیا یہاں بیٹھ کر مکھیاں ماروں؟''

www.urdutube.net www.bookstube.net www.urdunovels.net

''اچھا، پوچھو، کیا پوچھنا ہے.....؟'' ان کی اگلی بات نے احیان کو حیران کیا۔

''یہ بسمہ آپ کی کیا لگتی ہے.....؟''

''کچھ بھی نہیں.....''

''تو پھر ہم یہاں کیوں بیٹھے ہوئے ہیں.....؟'' وہ بیزار سے انداز میں کھڑا ہو گیا۔

''کسی کا مسئلہ حل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اگلے بندے کے ساتھ آپ کا کوئی تعلق یا رشتے داری ضرور ہو؟'' داجی کے سنجیدہ انداز پر وہ چونکا۔

''کوئی نہ کوئی تو لنک ضرور ہوتا ہے، ورنہ ہم کیوں کسی کے لیے ایسے خوار ہوں۔'' احیان نے طنزیہ انداز سے انہیں دیکھا۔

''تمہیں کس نے کہا، میں خوار ہو رہا ہوں.....'' داجی کی بات پر وہ سٹپٹا سا گیا۔

''میں تو ہو رہا ہوں.....'' وہ یہ بات صرف سوچ سکتا تھا، کہنے کی صورت میں داجی کی دل آزاری یقینی تھی۔ اس لیے وہ چپ رہا۔

''بسمہ تمہارے تایا کی فیکٹری کے ایک مزدور کی بیٹی ہے.....'' داجی کی بات پر اسے کرنٹ سا لگا۔ ''آج سے بیس سال پہلے جب بسمہ صرف چار سال کی تھی، اس کے والد فیکٹری میں ایک کرین سے ٹکرانے کی وجہ سے اپنی ٹانگوں سے محروم ہو گئے تھے۔'' داجی نے آخر اپنی پوٹلی کھول ہی دی تھی۔

''پھر.....؟'' وہ سخت حیران ہوا۔

''تمہارے تایا نے اس کی مدد کرنے سے انکار کر دیا تب بسمہ کی دادی زیتون بیگم روتی ہوئیں میرے پاس آئیں۔'' داجی مضطرب انداز میں کھڑے ہوئے۔

''پھر کیا ہوا.....؟'' وہ بے تاب انداز میں گویا ہوا۔

''اس کی دادی نے بتایا کہ رشتے داروں نے بھی ان کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا ہے..... حتیٰ کہ بسمہ کے چچا اور تایا بھی کسی قسم کی مالی سپورٹ کرنے کو تیار نہیں۔'' داجی نے سنجیدگی سے اس کہانی کے کچھ اور پہلو کھولے۔

''اوہ.....'' اسے افسوس ہوا۔

''بسمہ کی والدہ کا انتقال اس کی پیدائش پر ہی ہو گیا تھا۔ اس کی دادی اور باپ پر ہی اس کی ساری ذمے داری تھی.....''

''پھر.....؟''

''بس میں نے اس کے والد کی ماہانہ بنیادوں پر مدد کرنے کا فیصلہ کر لیا، جب تک اس کے والد زندہ رہے، ان کا میرے ساتھ رابطہ رہا۔'' داجی نے مزید بتایا۔

''اب کیا ان کا انتقال ہو چکا ہے.....؟''

''ہاں آج سے کچھ سال پہلے جب بسمہ نے گریجویشن کیا تھا۔'' داجی کی بات پر اسے مزید افسوس ہوا۔ ''تب اس کی دادی نے دوبارہ مجھ سے رابطہ کیا اور کہا کہ بسمہ لاء پڑھنا چاہتی ہے۔ میں نے اس کا ایڈمیشن کروا دیا اور اس کے فادر کی وفات کے بعد بھی اس کی جاب ہونے تک امداد کا سلسلہ جاری رکھا۔''

''اچھا..... تو یہ بات ہے.....'' احیان کو ساری بات سمجھ میں آ گئی۔

''لیکن جیسے ہی بسمہ پریکٹیکل لائف میں آئی تو اس کی دادی نے بتایا کہ اب انہیں مزید سپورٹ کی ضرورت نہیں.....''

''تو آپ کبھی نہیں ملے تھے اس سے.....؟'' وہ جلدی سے بولا تھا۔

''نہیں.....'' داجی کی بات نے اسے حیران کیا۔ ''کبھی ضرورت ہی پیش نہیں آئی۔ حتیٰ کہ میری تو کبھی بسمہ سے بھی بات نہیں ہوئی تھی۔ اصل میں اس کی دادی نے بہت عرصے کے بعد اسے بتایا تھا کہ گھر کے مالی معاملات کس طرح سے چلتے رہے ہیں۔''

''تو اب اسے کیا مسئلہ ہے.....؟'' احیان نے الجھن بھرے انداز سے پوچھا۔

''زیتون خاتون کے انتقال کے بعد اب ان کے سارے ہی رشتے دار اٹھ کر آ گئے ہیں اور اب بسمہ بھی مالی طور پر مستحکم ہے تو اس کے تایا اپنے بیٹے کا رشتہ کرنا چاہتے ہیں بسمہ سے۔'' انہوں نے اصل بات بتائی جسے سنتے ہی احیان کو غصہ آ گیا۔

www.urdutube.net www.bookstube.net www.urdumovies.net

''اور آپ ان خود غرض اور مفاد پرست لوگوں میں شادی کرنے کا مشورہ دے رہے ہیں اسے.....''

''میں نے اسے کبھی مشورہ نہیں دیا، ہمیشہ اس کی رائے کا احترام کیا ہے، وہ میرے لیے بالکل عمارہ کی طرح ہے۔'' داجی نے اپنی اکلوتی پوتی کا نام لیا۔

''کوئی ضرورت نہیں ہے ایسے لوگوں کے ساتھ کوئی بھی رشتہ قائم کرنے کی، جنہوں نے اتنے مشکل وقت میں اس کا ساتھ چھوڑ دیا تھا۔'' احیان کا بے لاگ تبصرہ بسمہ نے بیٹھک میں داخل ہوتے ہوئے بقائمی ہوش و حواس سنا تھا۔ وہ جو کھانے کی ٹرے لیے اندر آ رہی تھی۔ اسے سامنے دیکھ کر احیان ایک دم سٹپٹا سا گیا۔

''داجی کھانا..... '' بسمہ کی بات پر احیان بری طرح چونکا۔ بسمہ نے انہیں ''شاہ جی'' سے ''داجی'' کہنا کب شروع کیا۔ اسے پتا ہی نہیں چلا۔

''میز پر رکھ دو بیٹا، میں ہاتھ دھو کر آتا ہوں.....'' داجی فوراً واش روم کی طرف بڑھے۔

''کچھ باتیں کہنا جتنا آسان ہوتا ہے ان پر عمل درآمد کرنا اتنا ہی مشکل.....'' وہ احیان سے مخاطب ہوئی۔

''میں صرف اتنا جانتا ہوں، آپ کے لیے کوئی بھی چیز مشکل نہیں ہونی چاہیے نہ کمرہ ہائے عدالت میں اور نہ زندگی کے میدان میں۔'' احیان کی بات پر اس نے چونک کر اس شخص کا چہرہ دیکھا..... اس کی آنکھیں بالکل داجی کی طرح تھیں۔

''یہ کوئی عدالت کا کٹہرا نہیں ہے جہاں میں دلائل کے ساتھ مخالف گروپ کو لاجواب کر دوں۔ ذاتی زندگی میں انسان کو بہت کچھ دیکھنا پڑتا ہے۔'' بسمہ کی بات پر ایک استہزائیہ مسکراہٹ احیان کے چہرے پر ابھری۔

''اپنی ذاتی زندگی کو دوسروں کی پسند ناپسند پر داؤ پر لگانا بھی کوئی عقلمندی نہیں.....'' وہ داجی کو واش روم سے باہر نکلتے دیکھ کر خود بھی ہاتھ دھونے کے لیے بڑھ گیا لیکن جاتے، جاتے وہ بسمہ کو کسی گہری سوچ میں مبتلا کر گیا تھا۔

''آؤ بیٹا، تم بھی ہمارے ساتھ کھاؤ ناں.....'' داجی نے محبت بھرے انداز میں اس سے کہا۔ وہ چونکی۔

''نہیں داجی مجھے بھوک نہیں ہے۔'' وہ کمرے سے نکل گئی۔

''تم کرو گے بسمہ سے شادی.....؟'' داجی نے کھانا کھاتے ہوئے بڑے عام سے انداز میں اچانک پوچھا، اس کے ہاتھ سے نوالہ گر گیا۔

''کیا کہا آپ نے.....؟'' احیان کو اپنی سماعتوں پر یقین نہیں آیا۔

''میں نے پوچھا ہے کہ تم بسمہ سے شادی کرو گے.....؟'' داجی نے ایک دفعہ پھر مکمل اطمینان سے پوچھا، دوسری طرف بسمہ جو سوئٹ ڈش لیے ہوئے دوبارہ بیٹھک کی طرف آ رہی تھی داجی کی بات سن کر سے جھٹکا سا لگا، وہ دروازے کے پردے کے پیچھے ہی رک گئی۔

''داجی مذاق کر رہے ہیں آپ.....؟'' احیان سنبھل کر بولا۔

''تمہارا اور میرا مذاق کا رشتہ ہے کیا.....؟'' داجی ٹھیک ٹھاک برا مان گئے۔

''آئی ایم سوری داجی، مجھے یہ پروپوزل کچھ مناسب نہیں لگ رہا اپنے لیے.....'' اس نے صاف گوئی سے جواب دیا۔ باہر کھڑی بسمہ کو دھچکا سا لگا۔

''اس لیے کہ اس کا باپ مزدور تھا.....؟'' داجی کی بات پر احیان نے خاموشی سے سر جھکا لیا۔

''مجھے تو آج پتا چلا تم بھی اپنے والدین کی طرح ہی اسنیبس کانشس ہو، مجھے تم سے کوئی گلہ نہیں، یہ تمہاری زندگی ہے تم اپنے لیے بہتر فیصلہ کر سکتے ہو۔'' احیان کی مسلسل خاموشی اس بات کی گواہ تھی کہ داجی بالکل درست کہہ رہے ہیں۔ دروازے کے پردے کے پیچھے کھڑی بسمہ کو ایسے لگا جیسے مری کے سارے پہاڑ اڑتے ہوئے اس کے وجود سے آ ٹکرائے ہوں اور اس کا وجود ہزاروں حصوں میں تقسیم ہو رہا ہو..... وہ اذیت کی انتہا پر تھی۔

دوسرا اور اختتامی حصہ اگلے ماہ

www.urdutube.net www.bookstube.net www.urdunovels.net

ناخ

رفعت شبانہ

اماں کمرے میں اکیلی بیٹھی کھڑکی کی جانب خالی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے جانے کیا، کیا سوچے جا رہی تھیں۔ وقت کتنی جلدی کتنا آگے نکل گیا تھا اور سب بچے مرغی کے بچوں کی طرح دانہ چگ کر اپنی، اپنی منزلوں کی جانب رواں دواں ہو گئے اور وہ وہیں اکیلی رہ گئیں۔

اماں کچھ دیر کے لیے ماضی میں چلی گئیں..... صبح، صبح اس دو منزلہ عمارت میں افراتفری کا سماں ہوتا..... کوئی اسکول، کوئی کالج تو کوئی آفس کے لیے تیاری کر رہا ہوتا..... سب کے ناشتے تیار ہو رہے ہوتے اور اماں ہر بچے کی فرمائشیں پوری کر رہی ہوتیں۔

جلال اور جلال کو انڈے پراٹھے چاہیے ہوتے تھے جو آفس جانے کے لیے تیار ہو رہے

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

ہوتے، بیوی کو سب کا جلدی جلدی ناشتا تیار کرتے ہوئے دیکھ رہے ہوتے۔ وہ آخر میں جاتے تھے وہ ان کے لیے انڈا ابالنے کے لیے رکھ دیتیں اور پھر ایک بچی کے بال گوندھ رہی ہوتیں تو دوسری کی پونی بنا رہی ہوتیں..... کسی کا بستہ سیٹ کر رہی ہوتیں، غرض آٹھ بچے تھے ان سب کی فرمائشیں اور ضرورتیں پوری کر کے سب کو بھیج کر پھر میاں کو بھی روانہ کر کے سکون سے بیٹھتیں اور کچھ دیر بعد دوپہر کے کھانے کا انتظام کر رہی ہوتیں۔ ان کا کوئی مددگار نہیں تھا..... کیونکہ بچیاں چھوٹی تھیں اور لڑکے کالج جانے کی عمروں کے تھے۔

اب اس گھر کے در و دیوار پر اداسی چھائی ہوئی تھی۔ ہر کمرا خالی اور ویران لگتا..... کبھی اس گھر کے ہر کمرے میں لوگ بسا کرتے تھے..... ہر طرف قہقہوں کی آوازیں آیا کرتیں..... کبھی لڑائی جھگڑے، چھوٹے، چھوٹے ہنگامے..... بہن بھائیوں کے آپس کے معصومانہ جھگڑے..... سب اماں کی نگاہوں میں گھومنے لگے۔

''اماں اس جلال نے میرا بستہ پھینک دیا۔'' بلال چیخ کر اماں کو متوجہ کرتا۔

''اماں اپنی بھی تو بات بتاؤ، تم نے بھی تو میرے جوگرز چھپا دیے تھے۔'' جلال بھی اپنی شکایت کرتا..... اماں اسی طرح تمام دن لڑائی جھگڑوں کی صلح کراتی رہتیں۔

''اماں میں نے اپنی دوست کے گھر جانا ہے..... بلال بھائی سے بولیں وہ مجھے چھوڑ دیں.....'' عظمیٰ تیار ہو کر اماں کے سامنے آئی۔

''میں نہیں جاؤں گا..... تم نبیل کے ساتھ چلی جاؤ..... ایک میں ہی تم کو نظر آتا ہوں پورے گھر میں جیسے مجھے اور کوئی کام نہیں ہے۔'' بلال نے غصے سے جواب دیا۔

''اماں میں کیسے جاؤں..... نبیل بھائی جا رہے ہیں اور نہ ہی بلال بھائی.....'' عظمیٰ منمنائی۔

''چلو ساجد تم نادر کو بلاؤ، وہ عظمیٰ کو چھوڑ دے گا اور کون سا تم کو اتنی دور جانا ہے..... نادر کے ساتھ پیدل چلی جاؤ۔'' اماں نے مشورہ دیا۔

غرض کہ ہر طرف رنگینیاں اور چہچہاہٹ تھی..... تعلیم حاصل کرنے کے بعد آہستہ، آہستہ بیٹیوں کی شادیاں ہوتی گئیں اور وقت گزرنے کے ساتھ، ساتھ تینوں بچیاں اپنے، اپنے گھروں کی ہو گئیں۔ بیٹوں کی جاب لگنے کے بعد ان کی بھی شادیاں ہو گئیں اور خیر سے پانچ بہویں اس گھر میں دلہن بن کر آ گئیں۔ وہ اپنے بال بچوں کے ساتھ ایک خوش حال زندگی گزار رہی تھیں۔ آخری بیٹے کی شادی سے قبل شوہر کا انتقال اچانک ایک ٹریفک حادثے میں ہو گیا تھا اور اب وہ اپنے اس گلشن میں سب کے ساتھ رہتے ہوئے بھی تنہا تھیں۔ بیٹوں کی نوکریاں لگیں اور کچھ جمع جتھا تھا جو اب مکان تین منزلہ بنا لیا گیا تھا۔ سب سے پہلی منزل پر وہ دونوں بلال کے ساتھ رہتے تھے اور اب شوہر کے انتقال کے بعد وہ ان بیٹا، بہو کے ساتھ تھیں۔ نادر تیسری منزل پر اپنی بیوی بچوں کے ساتھ خوشحال زندگی گزار رہا تھا۔ نبیل قریب ہی رہتا تھا اور وہ اماں کی خیریت آتے جاتے پوچھتا رہتا تھا۔

جلال ان کا دوسرے نمبر کا بیٹا تھا۔ اس کی بیوی کو سب کے ساتھ رہنا پسند نہیں تھا اس لیے وہ ایک پوش ایریا میں رہنے لگے تھے۔ کبھی کبھار فون پر بات کر لیا کرتے تھے اور سال میں دو تین چکر لگا لیا کرتے تھے۔ لیکن ان کی گفتگو زیادہ تر زبانی کلامی ہوتی اور ساری گفتگو اماں پر آ کر ختم ہوتی تھی۔

☆☆☆

''ارے اماں بڑی خاموش بیٹھی ہیں، لائٹ تو جلا لیں مغرب کا وقت ہونے والا ہے۔'' آنے والی نادر کی بیوی شمع تھی جس کی آواز سے اماں چونک گئیں اور اپنے خیالوں سے پلٹ آئیں۔

''اماں رات کو جلال بھائی آئے تھے وہ کیا کہہ رہے تھے؟''

''کوئی خاص بات نہیں کہہ رہے تھے۔ بس خیریت پوچھنے آئے تھے۔'' اماں نے بہو کی طرف نظر

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

اٹھا کر کہا۔

''اماں آپ کو لے جانے کے لیے تو نہیں کہا۔'' شمع نے کریدا..... انہوں نے گردن ہلا کر نفی میں جواب دیا۔ اور ذرا توقف کے بعد بولیں۔

''میں کہیں نہیں جا رہی ہوں' یہ میرے مرحوم شوہر کا گھر ہے میں یہیں رہوں گی۔''

''ارے، ارے اماں میں تو یونہی کہہ رہی تھی اگر چلی بھی جاتیں تو تھوڑا ان کے بچوں کا دل رہ جاتا۔ میں کچھ دن بعد نادر کو بھیج کر واپس بلوا لیتی۔'' شمع ایک دم گھبرا گئی۔ اپنی بات کہہ کر وہ مزید لگاوٹ سے بولی۔

''ویسے بھی اماں آپ کے بغیر ہمارا دل بھی نہیں لگتا..... ہمارے بچے بھی آپ کی غیر موجودگی میں اداس ہو جاتے ہیں۔'' شمع نے وضاحت کی..... ویسے بھی اماں نادر اور بلال کے بچوں کے ساتھ بہت خوش رہتی تھیں اور اپنی ہر بات زیادہ تر شمع ..... سے شیئر کرتی تھیں اور شمع کی ہر بات مانتی بھی تھیں..... اور شمع، عفت کی بیٹی تھی جو اماں کی چھوٹی بہن تھیں۔ اس طرح شمع اماں کی بھانجی بھی تھی۔

''میں کہیں نہیں جا رہی ہوں، میرا کہیں بھی دل نہیں لگتا..... میں اسی گھر میں ٹھیک ہوں..... اور کیا میں تم پر بوجھ ہوں جو تم لوگ مجھ سے بیزار ہو گئے ہو؟'' اماں نے اب غصے سے کہا۔

''نہیں اماں ایسی کوئی بات نہیں ہے میں تو ویسے ہی کہہ رہی ہوں۔ ارے میری اماں آپ تو ناراض ہو رہی ہیں۔ میں تو آپ کو کہیں نہیں جانے دوں گی۔'' شمع ایک دم اماں سے لپٹ گئی۔

☆☆☆

''ارے دیکھنا، دروازے کی بیل بج رہی ہے کوئی آیا ہے۔'' اماں نے حنا کو آواز دی۔

دروازے پر نبیل تھا۔

''اماں نبیل بھائی آئے ہیں.....'' بلال کی بیوی حنا نے اماں کو بتایا۔

''السلام علیکم اماں.....''

''جیتے رہو بیٹا تم اس وقت.....؟''

''اماں مسجد سے آ رہا ہوں۔'' نبیل نے جواب دیا۔

''بیٹا تم تو قریب ہی رہتے ہو..... لیکن آج ایک ہفتے کے بعد اپنی شکل دکھا رہے ہو، کہاں تھے تم اتنے دن سے.....؟''

''دراصل آفس سے آنے کے بعد فرصت ہی نہیں ملتی..... تھکا ہارا آ کر لیٹ جاتا ہوں۔ آج جمعہ تھا تو جلدی گھر آ گیا۔'' اس نے نہ آنے کا عذر سنا دیا۔

''اماں آج مسجد میں مولوی صاحب نے بڑا اچھا درس دیا تھا۔ وہ بھی ماں' باپ کے حقوق پر.....'' مولوی صاحب کے درس نے اس کے اوپر خاصا اثر کیا تھا جبھی ماں کے پاس فوراً چلا آیا تھا۔

''اماں مولوی صاحب بتا رہے تھے کہ قرآن پاک میں ہے کہ ماں، باپ کے ساتھ احسان کرو اگر تیری موجودگی میں ان میں یا دونوں میں سے ایک بڑھاپے پر پہنچ جائے تو ان کے آگے اُف تک نہیں کہنا..... ان کی آواز پر آواز بلند نہ کرنا۔ ان کے ساتھ احترام سے بات چیت کرنا اور عاجزی کے ساتھ ان کے آگے جھکے رہنا اور دعا کرتے رہنا کہ اے میرے رب ان پر ویسا رحم کر جیسا انہوں نے میرے بچپن میں میری پرورش کے وقت کیا۔ اماں اس کے علاوہ یہ بھی کہا کہ بھول کر بھی کبھی کسی سے اپنے ماں، باپ کے متعلق برا نہ کہو..... یہ گناہ کبیرہ ہے۔ اور حقوق العباد کی..... ادائیگی میں کوتاہی اللہ کو سخت ناپسند ہے۔''

ساجد جو ابھی ابھی دفتر سے آیا تھا وہیں اماں کے پاس بیٹھا، نبیل کی باتیں سن رہا تھا۔ فوراً بولا۔

''ہاں بھائی' ماں باپ کی خدمت کرنا بہت بڑی نیکی ہے۔''

''ہے تو نیکی لیکن خالی باتیں کرنے سے کچھ نہیں ہوتا کچھ خدمت بھی کر لو..... اماں کی.....'' نبیل نے طنزیہ کہا اور اماں سے باتوں میں مصروف ہو گیا۔ نبیل اور ساجد کی کافی نبھتی تھی ساجد اسے اکثر ماں کی طرف سے غفلت برتنے پر طنز کرتا تھا۔

www.urdutube.net www.bookstube.net www.urdumovies.net

''یہ میری دوائیں ختم ہوگئی ہیں بازار جاؤ تو لیتے آنا۔'' انہوں نے نبیل کو دوا کا پرچہ پکڑا دیا۔

''وہ اماں ابھی تو مجھے وقت نہیں ہے۔ ایک دوست کی عیادت کو جا رہا ہوں۔ ٹائم ملا تو لا دوں گا آپ ایسا کریں کل پر رکھ لیں ورنہ یہ ساجد تو خالی بیٹھا رہتا ہے اس سے منگوا لیں۔''

ساجد کو فوراً غصہ آ گیا۔

''میں کہاں گھر پر رہتا ہوں، دفتر کے بعد پارٹ ٹائم کرتا ہوں..... سارا دن تو مصروف رہتا ہوں تم تو عصر کے بعد سے ہی گھر آ جاتے ہو۔''

''چھوڑو آپس میں نہ لڑو میں منگوا لوں گی تم دونوں چپ ہو جاؤ۔'' اماں نے دونوں بھائیوں کو الجھتے ہوئے دیکھا تو بولیں۔

تھوڑی دیر خاموشی کے بعد ساجد پھر بھائی سے مخاطب ہوا۔

''بھائی تمہارا گھر کتنے عرصے میں مکمل ہو جائے گا اور تم کب شفٹ ہو رہے ہو؟''

''بھئی ابھی تو اس میں کافی کام باقی ہے۔'' نبیل نے ساجد کو جواب دیا۔

''ارے اماں، سنا ہے کل آپ پندرہ دن کے لیے نبیل بھائی کے گھر جا رہی ہیں؟ ہے ناں بھائی.....؟'' ساجد نے جان بوجھ کر نبیل سے پوچھا۔

''مجھے نہیں پتا ابھی تو ہمارے بچوں کے امتحان ہونے ہیں تو کنزیٰ بھی کہیں نہیں جاتی اور نہ مہمانوں کو پسند کرتی ہے۔'' نبیل ایک دم گھبرا گیا اور فوراً بولا۔

''پر تمہاری ساس بھی تو آئی ہوئی ہیں۔''

''تمہارا کیا مطلب ہے اب میں کسی کو اپنے گھر آنے سے منع کر دوں اور وہ آتی ہیں تو بچوں کو سنبھال لیتی ہیں۔ ابھی پچھلے ہفتے عظمیٰ باجی (نبیل کی بڑی بہن) آ گئی تھیں سارا دن انہی کے چکر میں ختم ہو گیا اب ہم بچوں کو سنبھالیں یا آنے والوں کو دیکھیں۔'' ساجد کی بات پر نبیل ایک دم غصے میں آ گیا اور بولا۔

اماں نبیل کی لمبی تقریریں سن کر پریشان ہو گئیں اور بولیں۔

''تم خواہ مخواہ پریشان ہو رہے ہو..... ساجد کو تو عادت ہے مذاق کرنے کی، میں تمہارے گھر نہیں آ رہی ہوں اور عظمیٰ کو بھی سمجھا دوں گی۔''

''ارے اماں تم تو ناراض ہو جاتی ہو، میں اس لیے تھوڑی کہہ رہا ہوں۔'' نبیل شرمندہ ہو گیا اور کچھ منٹوں کے بعد خدا حافظ کہہ کر وہاں سے چلا گیا۔

''اماں یہ نبیل بھائی بھی بہت لمبی، لمبی تقریریں کرتے ہیں۔ زیادہ تر زبانی جمع خرچ ہے اور عمل سے کوسوں دور ہیں۔'' ساجد کو ویسے ہی کافی غصہ آ رہا تھا۔

''چھوڑ بیٹا تیرا بڑا بھائی ہے۔'' اماں نے ساجد کو پیار سے ڈانٹ کر چپ کرا دیا۔

''اماں میں کیوں نہ بولوں..... ابھی تم کنزیٰ بھابی کو ایک لفظ کہہ کر تو دیکھو سارے وعظ ان کے ختم ہو جائیں گے۔ دوسروں کو نصیحت کرتے رہتے ہیں، کوئی کام کہہ دو تو ٹال مٹول سے کام لیتے ہیں۔ دوائیں لانے سے منع کر دیا اور اپنی ساس اور بیوی کے غلام بنے رہتے ہیں۔ کل ہی مارکیٹ سے اپنی ساس کی دوائیں لے کر آ رہے تھے اور تم کو منع کر دیا..... ماں کے کام کے لیے ان کے پاس وقت نہیں ہے اور کرتے ہیں ماں باپ کے حقوق کی بات..... ہونہہ منافق کہیں کے۔'' ساجد کا غصہ ختم نہیں ہو رہا تھا۔

اماں ساجد کی بات سنتی رہیں، وہ بھی جہاں دیدہ خاتون تھیں انہیں سب کی حقیقت معلوم تھی لیکن وہ بات نہیں بڑھانا چاہتی تھیں۔

☆☆☆

''ارے عظمیٰ آئی ہوئی ہے، کیا حال چال ہے کب آئیں.....؟'' حنا نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے اپنی نند کا حال پوچھا۔

''بھابی ابھی ابھی آئی ہوں، اماں کی طبیعت کا سنا تھا تو سوچا مل کر آ جاؤں۔'' وہ خوش دلی سے بولی۔

''دیکھو اماں بیچاری خود تو کسی سے کچھ کہتی نہیں ہیں ہم لوگوں کے ساتھ رہتی ہیں تو ہم خبر گیری کرتے

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdunovels.net

رہتے ہیں اب دیکھو..... جلال بھائی آئے تھے دو دن پہلے..... کچھ دیر بیٹھ کر خالی باتیں بنا کر چلے گئے ان کو بھی اماں کے لیے وقت نکالنا چاہیے ان کی بھی تو ذمے داری ہے۔ کیوں عظمیٰ میں کیا غلط کہہ رہی ہوں؟'' حنا نے نند کو مخاطب کر کے کہا۔

''ہاں بھابی، آپ بالکل ٹھیک کہہ رہی ہیں لیکن احساس دلانے پر بھی کسی کو خیال نہیں آئے تو پھر کہنا بیکار ہے۔'' تھوڑی دیر عظمیٰ رک کر چائے پی کر جانے لگی تو حنا نے روکا بھی.....

''بھئی کھانا کھا کر جانا۔'' لیکن عظمیٰ جلدی میں تھی اس کا ڈرائیور بھی آ گیا تھا اس لیے وہ چلی گئی۔

☆☆☆

''اماں..... اماں ارے اماں کیا سو رہی ہیں؟ دیکھیں تو دن نکل آیا اور دس بج رہے ہیں۔'' بلال نے گھبراتے ہوئے اماں کو پکارا۔

''ہاں بیٹا، ڈاکٹر کی دوا سے نیند آ گئی تھی۔'' اماں ہڑبڑا کر اٹھ گئیں۔

''اچھا اماں یہ گرم، گرم دودھ پی لیں.....'' بلال روز صبح جاتے ہوئے اور رات کو واپسی پر اماں کو اپنے ہاتھ سے دودھ کا گلاس پلاتا تھا۔ اماں، بلال کو بہت دعائیں دیتی تھیں۔ بلال بھی بیوی سے چھپ کر اماں کو کچھ نہ کچھ کھلاتا رہتا اور تمام باتوں سے اماں کو آگاہ رکھتا..... آفس سے آنے کے بعد وہ زیادہ تر اپنی فیملی اور اماں کے ساتھ رہنا پسند کرتا تھا کبھی انہیں اخبار کی خبریں پڑھ کر سنا دیتا کبھی ٹی وی کھول کر حالاتِ حاضرہ سے اماں کو آگاہ کرتا اور اماں کو مصروف رکھنے کی کوشش کرتا۔

بلال اماں کو دودھ دے کر جیسے ہی کچن میں خالی گلاس رکھنے گیا حنا نے بلال کو ہاتھوں ہاتھ لیا۔

''خوب کرلو خدمت..... کتنا دودھ پلاؤ گے..... اپنے بچوں کا تو تم کو خیال نہیں سارا خرچہ اماں پر کرتے ہو..... ہائے میری قسمت ہی خراب ہے اماں سب کی ہیں لیکن سارا بوجھ ہم پر ہی ہے۔'' بلال نے بیوی کی چیخ پکار پر ادھر ادھر دیکھا اور چپ کراتے ہوئے کہا۔

حصّہ

کسی کے حصے گھر آیا کسی کے حصے دکاں آئی
میں گھر میں سب سے چھوٹا تھا میرے حصے میں ماں آئی

مرسلہ: ایمان چوہدری، فیصل آباد

''کیوں بکواس کرتی ہو تم کچھ نہیں جانتی ہو..... خاموش رہو اور اپنا کام کرو اور مجھے اپنا کام کرنے دو، وہ میری ماں ہیں کوئی اپنا فرض ادا کرے یا نہیں کرے، مجھے اپنا فرض ادا کرنے دو..... میری عاقبت خراب کرنے کی کوشش نہ کرو۔''

''چلو تم اپنا فرض ادا کرتے رہو لیکن وہ نبیل بھائی اور جلال بھائی کہاں ہیں ویسے تو لمبی، لمبی تقریریں کرتے ہیں۔ بڑی نصیحتیں کرتے ہیں لیکن ماں کی خدمت کرنا یاد نہیں آتی، ان کو اپنا فرض یاد نہیں آتا۔''

''سب نے اپنی، اپنی قبر میں جانا ہے تم میری قبر خراب نہ کرو اور ہاں اپنی بھی قبر کے لیے تیاری کرلو۔ ہر وقت دوسری بھابیوں کے ساتھ مل کر برائیاں کرتی رہتی ہو۔'' بلال جھنجلا کر بولا۔ حنا بڑبڑاتی ہوئی اپنے کمرے میں چلی گئی۔

☆☆☆

''بلال نہ جانے اماں کے کمرے میں کیا کھسر پھسر کر رہا ہے۔'' حنا نے سوچا۔

''کر رہی ہوں گی بہوؤں کی برائیاں یا پھر کوئی فرمائش.....'' حنا کے دماغ میں اچانک آیا کہ۔ کیوں نہ آج اماں کو رنگے ہاتھوں پکڑا جائے۔ آج تک اماں میرے ہاتھ نہیں آئی ہیں۔'' یہ سوچ کر وہ دوسرے کمرے میں کھڑکی کے پاس جا کر کھڑی ہو گئی۔ کھڑکی کھلی ہوئی تھی اور بلال، اماں سے بات کر رہا تھا۔ بلال کی پیٹھ کھڑکی کی طرف تھی اور دیوار کے سہارے اماں بیٹھی ہوئی تھی دونوں حنا کو نہیں دیکھ سکتے تھے۔ حنا نے سوچا آج بڑی بی کی ساری چالاکی نکال دوں گی اور ان کی باتیں سب کو بتا دوں گی ایسا کرتی ہوں کہ موبائل

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

میں ریکارڈ کر لیتی ہوں اور سب کو سناؤں گی کہ دیکھو ہم تو خدمت کرتے ہیں اور یہ ہمیں کیا صلہ دے رہی ہیں۔

حنا نے ذہن میں شیطانی منصوبہ تیار کر لیا تھا اور بہانے سے جا کر موبائل اندر رکھ آئی تھی اور خود آ کر وہیں کھڑکی کے پاس کھڑی ہو گئی۔

''بچوں کی فیس کے لیے چھالیا کے ڈبے میں.... بیس ہزار رکھے ہیں خاموشی سے نکال لو۔ پچھلی دفعہ پچیس ہزار رکھے تھے لیکن اس مرتبہ دواؤں پر زیادہ خرچ آ گیا اب اتنے ہی لے لو۔ تمہارے باپ کی پنشن کے پیسوں سے اور جو دوسرے بھائی دیتے ہیں ان سے بچاتی ہوں۔''

''نہیں اماں نہیں..... میں نہیں لوں گا۔ تم ہر دفعہ اتنی بڑی رقم دے دیتی ہو ورنہ ان سب کو پڑھانا میری کم آمدنی میں تو ممکن نہیں تھا۔''

''ہاں بیٹا، ہر بھائی تمہارا اچھا کما رہا ہے صرف تو ہی ان سب میں مالی طور پر کمزور ہے۔ اس لیے میں تیرے لیے پس انداز کر کے یہ پیسے رکھتی ہوں۔ اگر کسی اور بیٹے یا بہو کو معلوم ہو جائے تو یہ سب میرے دشمن ہو جائیں گے۔'' بلال ماں کو گلے لگانے لگا تو وہ ایک دم کراہ اٹھیں۔

''بیٹا کل سے میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے، میری کمر میں بڑی تکلیف ہے، اب ایک گردہ زیادہ تکلیف دے رہا ہے۔'' اماں کراہتے ہوئے بولیں۔ ''بیٹا اب تو اس گردے میں زیادہ تکلیف ہونے لگی ہے۔'' انہوں نے اپنی کمر پر ہاتھ رکھا۔

''ہاں اماں ایک گردہ تو تم نے مجھے دے دیا تھا۔ اگر نہ دیتیں تو میں مر جاتا ناں.....'' بلال نے اماں سے کہا۔

''نہ بیٹا نہ ایسی بات نہ کر، یہ بات صرف مجھے اور تیرے مرحوم باپ کو اور تجھے پتا ہے اور کسی کو بھی نہیں بتانا۔ تو میرا پہلا، پہلا بیٹا تھا تجھے بچانا تھا اور میرا گردہ تجھ سے میچ بھی ہو گیا۔ اس وقت اللہ نے تجھے زندگی دی بس یہ سمجھ لے کہ مجھے دوسری زندگی ملی..... اب کبھی ایسا نہیں کہنا۔'' انہوں نے اسے گلے لگایا۔

''پچھلی دفعہ جب ڈاکٹر کے پاس گئی تھی نادر کے ساتھ تو ڈاکٹر کچھ تفصیل بتانے والا تھا پر میں نے اس کو اشارے سے منع کر دیا تھا کہ نادر کے سامنے نہیں..... کسی کو نہ پتا چلے..... بس بیٹا میں تو اب زندگی کے آخری مراحل میں ہوں تم سب خوش آباد رہو..... میری یہ تمام جائداد تم سب میں برابر تقسیم ہو گی.....'' انہوں نے تمام قانونی مراحل پورے کر لیے تھے۔

''اور دیکھو میرا جو دوسرا پلاٹ ہے اس کے کاغذات میں نے تم کو دے رکھے ہیں وہ کسی نہیں بتانا وہ پلاٹ بس اپنے بچوں کے مستقبل کے لیے رکھ لینا۔''

اماں نے تمام تفصیلات سے بلال کو آگاہ کیا۔

دوسری طرف حنا ایسے کھڑی تھی جیسے جسم میں لہو نہ ہو وہ اس وقت حیرت زدہ تھی، اس نے اپنے آپ کو کنٹرول کیا اور جب بلال کمرے سے باہر آیا تو اماں کے کمرے میں جا کر پہلے سے رکھا موبائل نکال لائی اور نارمل طریقے سے بلال سے ادھر اُدھر کی باتیں کرنے لگی جیسے اس نے کچھ سنا ہی نہیں ہو۔ آج اس نے اماں کی پسند کا کھانا بنایا اور کافی دیر ساس کے ساتھ بیٹھی ان کے پیر دباتی رہی۔

بلال حیرت سے اسے تکتا رہا پر بولا کچھ نہیں۔

رات کو حنا جب سونے کے لیے لیٹی تو اس کا ذہن ماضی کی طرف چلا گیا۔ اماں ان کی شادی پر کتنی خوش تھیں۔

اماں اکثر بلال کو وزن اٹھانے یا بھاری کام کرنے سے بھی منع کرتی تھیں، یہ بات اس کی سمجھ میں نہیں آتی تھی کہ اماں کے اور بھی بیٹے تھے لیکن اماں بلال کا زیادہ خیال رکھتی تھیں اس کے کھانے..... اور پانی پر ہر وقت زور دیتی تھیں کہ پانی زیادہ پیو..... اور وہ کبھی بلال پر ناراض بھی نہیں ہوتی تھیں۔

اس نے کئی، کئی مرتبہ بلال کو الماری کی خفیہ دراز میں کچھ رکھتے اور نکالتے دیکھا لیکن وہ کبھی شیئر نہیں کرتا تھا اور اس کو ہمیشہ لاک کر کے رکھتا تھا۔ اس نے بھی کبھی کھوج کی کوشش نہیں کی لیکن آج کی بات کے بعد اس

www.urdutube.net www.bookstube.net www.urdunovels.net

کا تجسس بڑھ گیا۔

ایک دن بلال کو آفس کے کسی کام کے لیے حیدر آباد جانا تھا اس نے سوچا کہ کیوں نہ کچھ کیا جائے..... اس نے اپنے تجسس کی خاطر اس دراز کی خفیہ طور پر چابی بنوائی تھی اور چھپا کر رکھ دی تھی۔

بلال کے جانے کے بعد اس نے کمرا اندر سے لاک کر دیا اور چابی سے دراز کھولی تو اس میں پلاٹ کے کاغذات، میڈیکل رپورٹس کچھ دواؤں کے نسخے..... اماں کا وصیت نامہ اور بینک کے چیک تھے۔ انشورنس اور سیونگ سرٹیفکیٹ وغیرہ تھے۔ اس نے سب کچھ پڑھ کر واپس اسی طرح رکھ دیا اور لاک کر دیا۔

حنا کے ذہن سے تمام پردے اترنے لگے اس کی نظر میں اماں ایک قابلِ پرستش ہستی نظر آئیں اور اپنا وجود ایک کچرے کا ڈھیر اسے اپنے آپ سے شرم محسوس ہونے لگی۔ اب اس نے اپنی زندگی کو ایک نئے رخ پر ڈالنے کی کوشش کی۔

''جاؤ دادی بلا رہی ہیں۔ وہ پانی مانگ رہی ہیں، ان کو پانی جا کر دو۔ تو لیا جا کر دو۔ دادی ناراض ہو جائیں گی۔ ان سے پوچھو کچھ چاہیے تو نہیں.....'' دوسرے دن اس نے بچوں سے کہا۔

بچے حیران تھے اور دیکھ رہے تھے کہ امی کو کیا ہو گیا پہلے تو دادی کے پاس جانے سے روکتی تھیں۔

حنا بار، بار موبائل آن کرتی اور اکیلے میں وہ تمام باتیں سنتی جو اماں اور بلال کے درمیان ہوئی تھیں اور بار، بار اپنے وجود کو ایک معمولی کیڑا سمجھتی اور افسوس کرتی اپنے آپ پر..... وہ سوچتی یہ سچ ہے کہ بدگمانی کے پودے بڑی جلدی پھلتے پھولتے ہیں۔ تیسرے دن بلال واپس آ گیا تھا۔ وہ اس کے لیے شال لے کر آیا تھا اور بچوں کے لیے بھی گفٹ لے کر آیا۔

''اماں کے لیے کیا لائے ہو؟'' حنا نے بلال سے پوچھا۔

''ماں کو صرف میری ضرورت ہے جس طرح مجھے اماں کی ضرورت ہے..... بس تم یہ شال لے کر خوش ہو جاؤ۔'' بلال نے کہا۔

''بلال یہ شال میں اماں کو دے دوں؟'' حنا نے کچھ سوچ کر شال کو دیکھا اور بلال سے کہا۔ بلال نے کمرے میں جاتے، جاتے رک کر اس کو حیرت سے دیکھا اور اس کی دماغی حالت کا اندازہ لگانے کی کوشش کی، ایک لمحہ خاموش سا رہا اور پھر کہنے لگا۔

''تمہاری مرضی.....'' حنا نے سوچا کہ صبح کو اپنے ہاتھوں سے میں اماں کو اوڑھا دوں گی۔ دوسرے دن وہ صبح سویرے اٹھ گئی گھر کے دوسرے کام..... آج اس نے اماں کے اٹھنے سے پہلے نمٹا دیے تھے اس دوران وہ دو دفعہ اماں کے کمرے میں جھانک کر آ چکی تھی۔

''اماں، اماں اب تو اٹھ جائیں..... آج آپ کو کیا ہو گیا..... دس بج رہے ہیں..... چلیں اٹھیں..... ناشتا کریں اور دیکھیں میں آپ کے لیے کیا لے کر آئی ہوں۔'' یہ کہہ کر اس نے شال اماں کے اوپر ڈالی لیکن اماں کا وجود بے حس اور بے حرکت تھا۔ اس نے اماں کو ہاتھ لگایا تو اماں کی گردن ایک طرف ڈھلک گئی۔

یہ دیکھ کر وہ چیخنے لگی اور اس دوران بلال اور دیگر لوگ بھی جمع ہو گئے۔ بھابیاں اور بچے سب نیچے آ گئے تھے۔

آج حنا نے اماں کی خدمت کا دل سے سوچا تھا اپنی زندگی کو بدلنے کا ارادہ کیا تھا اور اماں کے احسانات اتارنے کے لیے لائحہ عمل تیار کیا تھا لیکن اس سے پہلے اماں اپنا لائحہ عمل تیار کر چکی تھیں انہوں نے اس کے احسان کو لینا ہی پسند نہیں کیا اور اسے موقع ہی نہیں دیا کہ زندگی بھر کی بدسلوکی اور برے رویے کی وہ تلافی کر سکے۔

وہ بلک، بلک کر بین کر رہی تھی۔ ساری بھابیاں اس کے اس طرح رونے پر حیرت زدہ تھیں کہ حنا جو کبھی اماں کو گھاس بھی نہیں ڈالتی تھی آج کس قدر بری طرح رو رہی ہے، یہ تو صرف حنا ہی جانتی تھی کہ حیرت زدہ وہ لوگوں کو نہیں کر رہی بلکہ اماں نے اسے حیرت زدہ بلکہ شرمندہ کر دیا تھا۔ اس نے تو اماں کو گھاس نہیں ڈالی لیکن اماں اپنی تمام پونجی اس کے آگے ڈال کر چلی گئی تھیں۔

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdunovels.net

رنگِ خلش

رفاقت جاوید

کتنی عجیب بات ہے کہ ہماری زندگی کے حسین لمحے بھی خلش کی نذر ہو جاتے ہیں اور ہم جوں جوں اس احساس کو من کے اندر گہرائیوں میں دفن کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو خلش کے بے حساب رنگوں کی پردہ کشائی ہمیں مضطرب کرنے لگتی ہے اور مکافاتِ عمل کا کبھی نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔۔۔ گناہ جانے چھوٹا ہو یا بڑا۔۔۔ سزا تو لازم و ملزوم ہے۔ اس کے باوجود امید شجر سے کیا رشتہ و تعلق رکھنا دوا بھی ہے اور عبادت و ریاضت بھی ہے، تسلی و تشفی اور وجدان بھی ہے۔

ممکن ہے ایسا وقت ہو ترتیب وقت میں
دستک کو تیرا ہاتھ بڑھے میرا در نہ ہو

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

''عالیہ! رشتہ تو مجھے ہر لحاظ سے پسند ہے۔ لوگ بھی اپنے ہی جیسے ہیں..... نمرا کی یہی تو شرط ہے... کہ رزقِ حلال پر پلنے والا لڑکا ہو..... دوسرا اپنی ہی ذات پات کے ہیں..... نمرا کے لیے اس خاندان میں ایڈجسٹ ہونا مشکل نہیں ہوگا..... اور پھر ہم دونوں بھی اس خاندان سے مراسم بڑھانے میں کسی قسم کی کمی محسوس نہیں کریں گے۔ بڑے گھر میں بیٹی کا رشتہ کرنا یوں سمجھو کہ بیٹی کو جیتے جی ہی درگور کرنا ہے۔ جس سے ملاقات بڑے گھر کے بڑے بزرگوں کی اجازت کے بغیر ناممکن ہو جاتی ہے۔'' رحمان نے نمرا کے کئی رشتوں پر غور و خوض کرنے کے بعد بیوی سے کہا۔

''رحمان جی! آپ جیتے، میں ہاری..... میں نے اپنی بچی کے لیے بہت دلنشیں سپنے دیکھے تھے۔ لگتا ہے کہ بیٹی بھی اپنا مقدر ان ہیرٹ کرتی ہے..... ماں کی زندگی حسرت و یاس میں ہی بیت گئی۔ بھلا بیٹی مہارانی کیسے بن سکتی ہے؟'' عالیہ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔

''بیگم..... اگر تم اور میں رستے کا تعین ہی ایک دوسرے سے مخالف سمت میں کریں گے تو یہ رستہ کسی بھی موڑ پر ایک نہیں ہو سکے گا۔ اور رستے جدا ہونے کا مطلب تم اچھی طرح جانتی ہو کہ ہم نمرا کے لیے اچھا فیصلہ نہیں کر سکیں گے۔ بچوں کے رشتوں میں کامیابی والدین کی ذہنی ہم آہنگی سے ہوا کرتی ہے۔ بعض اوقات میں دوسروں کی شخصیت کی کچھ خوبیوں اور خامیوں کو نظر انداز کر دیتا ہوں تو تم مجھے جھنجوڑ کر چوکنا کر دیتی ہو..... یہی حال تمہارا ہے، ٹھنڈے دل سے ہمیں اپنی بیٹی کے لیے سوچ، سمجھ کے بعد فیصلہ کرنا ہے..... طعنے تشنے دے کر ایک دوسرے سے دور ہونا بیٹی کی بدنصیبی کو آواز دینے کے برابر ہے۔ اس وقت ہمیں ایک جان ایک قالب اور یک زبان ہونے کی ضرورت ہے۔'' رحمان نے ملائمت سے سمجھاتے ہوئے کہا۔ ''اور تم اپنے دل سے عادل کے خیال کو یکسر نکال دو..... ہمیں پاگل داماد نہیں چاہیے۔''

''آپ نے درست فرمایا ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو ایک بات کہوں؟'' وہ سوچتے ہوئے بولی۔

''کہو عالیہ..... جو بھی ڈر اور خدشات تمہارے دل میں اس رشتے کے بارے میں ہیں، مجھ سے شیئر نہیں کرو گی تو کس سے کرو گی۔'' وہ نرمی سے بولے۔

''آپ نمرا کے رشتے کے متعلق بہت سینسیٹو ہیں..... میری کسی بات پر کان نہیں دھرتے..... اس لیے میں نے تو خود سے یہی عہد کر لیا ہے کہ اب اس معاملے میں کچھ نہیں بولوں گی۔'' وہ روہانسی ہو گئی۔

''ماں نہیں بولے گی تو اور کون ہوگا جو مخلص اور بہترین مشورہ دے گا..... میری باتوں کو نیگلیکٹ مت لو..... اس وقت مجھے تمہارے سہارے کی ضرورت ہے۔'' وہ سنجیدگی سے بولے۔

''ایک اور اعتراض بھی ہے مجھے..... لڑکا نمرا کا کلاس فیلو ہے۔ اسی کا ہم عمر، ابھی تک جاب لیس ہے یعنی ماں، باپ کے ٹکڑوں کا محتاج..... بیوی کی معمولی خواہش بھی پوری کرنے سے قاصر.....

☆☆☆

مجھے نمرا کے لیے چار چھ سال بڑا لڑکا چاہیے۔ جو سیٹ بھی ہو اور اپنے والدین کا محتاج بھی نہ ہو..... اپنے فیصلے کرنے کے قابل ہو نا کہ والدین کے اشاروں پر ناچنے والا ہو۔'' وہ مستحکم لہجے میں بولی۔

''دوسرا مسئلہ قابلِ تشویش ہے..... اس طرف میرا دھیان ہی نہیں گیا کہ وہ تو ابھی تک جاب لیس ہے۔ چھوٹی، موٹی تو کر رہا ہے مگر مستقل نہیں ہے۔ تم درست کہہ رہی ہو..... اچھا ہوا کہ تم نے چپ کا روزہ توڑا..... یقین جانو مجھے ان کے گھر کے ماحول کا قطعاً اندازہ نہیں ہوا۔ اور دوسرا پوائنٹ تو اتنا ویلڈ ہے جس پر ہماری بیٹی کا فیوچر منحصر ہے۔ اس ملک میں بیروزگاری کا دور دورہ ہے۔ خوش فہمیوں میں رشتہ نہیں ہو سکتا..... انکار کر دو تم..... ایسا

www.urdutube.net www.bookstube.net www.hindimovies.net

سلیقہ وطریقہ تو مجھ میں ہے نہیں۔ تم ہی دانشمندی سے گھما پھرا کر انہیں ٹال سکتی ہو۔ ان کی عزت بھی رہ جائے اور ہمیں بھی شرمندگی نہ ہو۔'' وہ دھیمے لہجے میں بولے۔

''اب دوسرے رشتے کو دیکھ لیتے ہیں۔ لڑکا انجینئر ہے، برسر روزگار ہے، ہاں خاندان خوب لمبا چوڑا پھیلا ہوا ہے۔''

''مگر رحمان جی اکلوتا بیٹا ہے۔'' اس نے ان کی بات کاٹی۔ ''میری نمرا میں اتنی ہمت کہاں کہ خاندان بھر کو مرتے دم تک نبھاتی رہے اور جوتے الگ کھاتی رہے۔ میری بچی تو اس خاندان کی ملازمہ بن کر رہ جائے گی۔''

''اچھا تو تیسرے کے بارے میں محترمہ کے کیا خیالات ہیں؟'' وہ سسکتے ہوئے بولے۔ ''امید ہے یہ تمہیں ضرور بھا جائے گا۔''

''بھئی لڑکے کی ماں حیات نہیں..... چار عدد جوان بچے چھوڑ گئی ہیں..... نمرا ہوگی بڑی بہو..... دو عدد نندوں اور ایک عدد دیور کی خدمتیں اور شادیاں کرتے ہی جوانی ٹاپ جائے گی..... کیوں رحمان جی.....؟ کیا انہوں نے اپنے بچے میری نمرا کے لیے پیدا کیے تھے؟'' وہ نخوت سے بولی۔

دونوں میاں، بیوی نمرا کے لیے آئے ہوئے دو تین رشتوں پر تبصرے کر رہے تھے۔ عادل کے رشتے کو انکار کرنے کے بعد عالیہ چاہتی تھیں کہ بس جلدی ہی کہیں نمرا کا رشتہ طے ہو جائے۔ ادھر رحمان ہر رشتے کی باریکیاں کھول کر بیٹھ جاتے تھے۔ اس وقت بھی یہی ہو رہا تھا جب ہر رشتے میں عالیہ کو بے تحاشا منفی پہلو دکھائی دینے لگے تو رحمان اب کی بار چڑ کر بولے تھے۔

''تو پھر عالیہ ایسے کرو..... گھر داماد کے بارے میں سوچو..... اور انتظار کرو کسی میں تمہیں فیملی بڑی لگی اور کسی میں خوشحالی کا فقدان..... چلو تمہارے تمام دلائل دل کو جا لگے ہیں لیکن زندگی میں ایسے ہی ہوتا ہے۔ شادی ایک ان دیکھے پیچ کا نام ہے۔ جس میں ہاتھ ڈالیں تو کبھی ڈائمنڈ نکل آتا ہے تو کبھی کوئلہ..... کبھی ریشم ہاتھ لگ جاتا ہے تو کبھی ٹاٹ کا کھردرا ٹکڑا..... جہاں تک میرا خیال ہے: دور رشتہ بہت موزوں رہے گا..... لڑکا انجینئر ہے، ملٹی نیشنل کمپنی میں وی پی کے عہدے پر فائز ہے۔ دو ڈھائی لاکھ تنخواہ تو ضرور ہوگی۔ ماں، باپ کے پاس جو بھی جمع پونجی ہے وہ اسی کی ہے۔ نہ کوئی دوسرا حصے دار ہے، نہ ہی کوئی اور دردسر ہے..... اور تمہاری یہ خواہش بھی پوری ہوتی نظر آ رہی ہے کہ نمرا سے چھ سات سال بڑا بھی ہے۔'' وہ اسے نرمی سے سمجھاتے ہوئے بولے۔ ''اور ہیں بھی دیکھنے میں بے حد سادہ اور شریف لوگ..... باطن میں کیا کچھ پوشیدہ ہے وہ تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ ہاں ہماری ذات کے نہیں ہیں۔''

''میں تو چاہتی ہوں بس میری بچی خوش رہے۔'' وہ ایک آہ بھر کر بولی۔ ''سچ سسرال تو ایسا کرب اور درد ہے کہ اپنا سر کاٹ کر ٹرے میں رکھ کر ان کی خدمت میں پیش کیا جائے تو بھی اسے فریب، مکاری اور چالبازی کا نام دیں گے۔'' وہ دکھی لہجے میں بولی۔ ''میری مثال آپ کے سامنے ہے۔ ساس، سسر، نندوں، دیوروں کے علاوہ بھی باقی سسرالی رشتوں کے لیے میں نے کیا کچھ نہیں کیا..... مگر کیا انہوں نے قدر جانی.....؟ اپنا حق سمجھ کر میری خدمت، توجہ اور پیار کو وصول کرتے رہے۔ اب تو دل یہ چاہتا ہے کہ نمرا پہلے دن سے ہی شوہر کے ساتھ الگ گھر میں بیاہ کر جائے اور پھر سب سے دنیاداری اور خاطر جوئی اتنی ہی کرے جتنی دوسری طرف سے ملنے کے امکان ہوں۔ میری طرح ہر ایک کو خوش کرنے کے چکروں میں اپنے دن کا چین اور رات کا آرام قربان نہ کرے۔ یہی میری نصیحت ہوگی۔''

www.urdutube.net www.bookstube.net www.urdumovies.net

''ماشاءاللہ، خوب ٹریننگ کررہی ہو..... اللہ کی بندی اسے سسرال کو جیتنے کے گُر سکھاؤ۔ تاکہ مقابلے بازیاں اور بدتمیزیاں سکھا کر اس کی اور دوسروں کی زندگی حرام کردو۔'' وہ تلخ لہجے میں بولے۔

''سر جھکانے والی بہو قابل مذمت ہوتی ہے، جوتوں اور گھونسوں کے قابل..... جس کی گردن تنی ہو، اسے کوئی ہاتھ لگا کر..... یا کچھ سنا کر تو دیکھے..... سب آپ جناب میں رہتے ہیں، اپنی عزت کے بچاؤ کی خاطر.....'' وہ تنک کر بولی۔

''اگر تمہارے بھی یہی خیالات رہے تو مجھے تو نمرا کا مستقبل کچھ تاریک سا ہی لگ رہا ہے۔'' وہ متذبذب لہجے میں بولے۔

''شکل اچھی نہ ہو تو بات ہی حسین کرلیتے ہیں۔ میری نمرا راج کرے گی دوسروں پر، نہ کہ دوسرے راج کریں اس پر۔'' وہ چڑ کر بولی۔

''ویسے آپس کی بات ہے کہ تم عورتوں نے ڈھکوسلا ڈھار کھا ہے مظلومیت اور ستم ظریفی کا۔ مظلوم تو مرد ہے بیچارہ..... جو اتنی ڈرامے باز ہستی کے ہتھے چڑھ کر دنیا کے سامنے تماشا بن جاتا ہے۔'' وہ قہقہہ لگاتے ہوئے بولے تو وہ بھی ہلکا سا مسکرا کر ادھر اُدھر دیکھنے لگی۔

''اچھا تو واپس سیدھی پٹڑی پر آجاؤ۔'' اب وہ سنجیدہ ہوچکے تھے۔ ''آخری رشتے کے نقوص ذرا سوچ سمجھ کر بتانا۔ لڑکا یونائٹڈ نیشنز میں جاب کررہا ہے۔ تنخواہ دو لاکھ سے زائد ہے۔ مع گاڑی۔ عمر شادی شدہ بہنیں..... ایک عدد عمر رسیدہ ماں..... باپ کا انتقال ہوچکا ہے۔ لڑکا اکلوتا ہے اس کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کیجیے۔'' وہ ہاتھ کو مائیک کی شکل دے کر اس کے لبوں کے نزدیک کرتے ہوئے پھر سے شگفتہ لہجے میں بولے۔

''اور اس کا نام بھی تمہاری پسند کا ہے، سلمان خان..... ہر لحاظ سے سننے میں بہترین لگ رہا ہے۔''

''ان کا گھر بار، رہن سہن اور طور اطوار دیکھ لیتے ہیں۔'' وہ ہاتھ کو پرے ہٹاتے ہوئے بولی۔ ''بڑھیا اسی اکلوتی بہو کے پلے پڑ جائے گی۔ یہ تاریک پہلو ہے۔''

''تو پھر بیگم ایسا کرو کسی یتیم خانے کا دروازہ کھٹکھٹاتے ہیں۔ جس بچے کا آگے پیچھے ہی کوئی نہ ہوگا وہی تمہارے لیے آئیڈیل ثابت ہوگا۔'' وہ کسیلی نگاہ اس پر ڈال کر زہر آلود لہجے میں بولے۔ ''یا پھر ایک اور بھی طریقہ ذہن میں آیا ہے۔ شادی کے فوراً بعد ہی ماں کو زہر کھلا دیتے ہیں تاکہ وہ بیٹے کی ماں ہونے کا مزہ تو چکھ لے۔ جس پر وہ فخر و غرور سے تنی ہوئی تھی۔ اور پھر اس کے سر سہرا سجنے کی آرزو کا خمیازہ بھی بھگتنا ضروری ہے ناں۔''

☆☆☆

''نمرا، کب سے فون کررہی ہوں..... کہاں ہو؟'' حمیرا نے خفگی سے کہا۔

''سمجھا کرو، گھر میں بہت اہم مہمان تشریف فرما ہیں۔ ان کے ساتھ ڈرائنگ روم میں تھی۔ حمیرا مجھے لوگ بہت خوب لگے ہیں، سلمان بھی بہترین لڑکا لگا۔ دل کو بھا گیا ہے، تم بھی اسے پاس کردو گی۔'' وہ مسرت آگیں لہجے میں بولی۔

''نمرا اللہ تعالیٰ تمہاری جھولی کو خوشیوں سے بھر دے۔ تمہارے لیے سب بہتر ہونے کے روشن امکان واضح ہیں۔ عادل بہت اپ سیٹ ہے۔ میں نے اس کے دل سے تمہارا خیال نکالنے کی حتی الوسع کوشش کی..... لیکن اس کی سوئی ایک ہی جگہ پر اٹک کر رہ گئی ہے۔ مجھے اس پر بے پناہ ترس اور پیار آنے لگا ہے۔'' وہ رندھی ہوئی آواز میں بولی۔ ''ایسی محبت تو اب صرف فلموں اور کہانیوں تک ہی محدود رہ گئی ہے۔ نہ جانے یہ اس دنیا کے کس حصے کا

www.urdutube.net www.bookstube.net www.urdumovies.net

باشندہ ہے کہ تمہارے نام کا ورد کبھی الفت و راحت میں تو کبھی تنفر و جنون میں جیتے نہیں تھکتا۔ وائس چانسلر نے اسے اپنے آفس بلا کر اسے فارغ کرنے کی وارننگ دے دی ہے۔ اب تو وہ بیچارہ ہتھے سے ہی اکھڑ گیا ہے۔ اس کی عادتِ سیماب میں شوریدگی بڑھ گئی ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں خود کو کوئی جانی نقصان ہی ... نہ پہنچا لے۔'' وہ افسردگی سے بولی۔

''یہی تو مجھے اعتراض ہے کہ وہ نارمل نہیں پاگل ہے۔ اسے پاگل خانے جمع کرا آؤ..... اگر تمہارا دل اتنا ہی پسیج گیا ہے تو تم اس سے شادی کیوں نہیں کر لیتیں؟'' وہ قدرے برہمی سے بولی۔

''تمہارے مشورے پر غور و خوض کیا جا سکتا ہے۔ تم جانتی ہو کہ مجھے اس سے بالکل لگاؤ نہیں..... ہاں ہمدردی ضرور ہے۔ حالانکہ وہ تمہارے لیے تو اِک انمول ہیرا ثابت ہوتا..... میرے لیے تو کھوٹا سکہ ہی ہے۔ اس کے باوجود مجھے اس کی جان کی پروا ہے۔ مجھے اسے سہارا دینا پڑے گا۔'' وہ شدتِ احساس سے بے دم ہو کر بولی۔

''فار گاڈ سیک..... اس کا غصہ بھی برا اس کا پیار بھی لعنت..... اس سے دور رہو..... مجھے تو اس پر رتی بھر اعتبار نہیں..... اس کی دشمنی اور دوستی دونوں ہی قابلِ ندامت اور قابلِ مذمت ہیں۔'' وہ زہر آگیں لہجے میں بولی۔

''میں نے تو فیصلہ کر لیا ہے نمرا.....'' حمیرا نے لاچاری سے کہا۔ ''وہ بہت بے ضرر اور صلح جو انسان ہے۔ تم نے اس دولت کو لات مار دی جو ڈھونڈنے سے بھی حاصل نہ ہو۔ فرعون کا خزانہ لٹانے سے بھی اس کا حصول ممکن نہیں۔''

''یہ دلوں کے سودے اور لین دین کی باتیں ہیں۔'' وہ دکھی لہجے میں بولی۔

''اگر تم نے اپنے دل کی بیہودہ اور قابلِ مذمت آواز پر اپنی سوچ کو قربان کر ہی ڈالا ہے تو میں منع کرنے والی کون ہوتی ہوں۔ میری دعائیں تمہارے ساتھ ہوں گی۔ اب میرے اختیار میں صرف یہی رہ گیا ہے۔'' وہ آزردگی سے بولی۔

''حمیرا دیکھو جو بندہ مجھے اپنے لیے پسند نہیں..... بھلا میں اپنی بہن کے لیے اس کا انتخاب کیسے کر سکتی ہوں۔ تم نے میرا سکون غارت کر ڈالا ہے۔ پلیز حمیرا میری بات غور سے سنو..... آج اس سر پھرے پر ترس کھانے کا مطلب جانتی ہو..... آنے والے کل میں دنیا کے لیے قابلِ رحم بن جاؤ گی۔ اپنے جیسے مثالی و ہم آہنگ خاندان کی بہو بننے کا سوچو..... اس خاندان میں بے حساب مسائل ہیں۔ جن سے ہمیں نابلد رکھا گیا ہے۔''

''او کے..... میرے مسئلے سے باہر نکل کر اپنی طرف آ جاؤ۔ اب جو رشتہ آ رہا ہے، اس میں تمہاری مرضی اور پسند کا دخل بہت اہم ہے۔ زندگی تمہاری ہے۔ اسے دوسروں کے رحم و کرم پر چھوڑنے کی غلطی مت کرنا۔ اپنا بوجھ اپنے کندھوں پر اٹھانا سیکھو..... ورنہ تمہارا بوجھ دوسرے لوگ اپنے کندھوں سے اتارنے میں دیر نہیں لگائیں گے۔'' وہ سختی سے بولی۔

''تھینک یو حمیرا..... تمہارے مشوروں پر چلتی تو آج ایک پاگل کے ساتھ میں بھی پاگلانہ حرکتیں اور باتیں کر رہی ہوتی۔'' وہ آہستگی سے بولی۔

''اسے بار، بار گل مت کہو نمرا..... میں نے اسے اپنانے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ بس اس کی طرف سے آمادگی اور رضامندی کا انتظار ہے۔ اشارتاً اسے اپنے دل کا پیغام دینے کی کوشش کروں گی۔ اب دیکھتے ہیں کہ وہ کتنا سمجھ پاتا ہے۔'' وہ سنجیدگی سے کہہ رہی تھی۔

''اور قربانی کی بے زبان گائے صاحبہ ذرا دھیرے، دھیرے اور دیان و گیان سے..... پگلی وہ کلیئر بات سمجھ نہیں پاتا۔ تمہارے اشارے کنائے کیا خاک سمجھے گا؟ اس کے سامنے کھل کر اعلان کرو..... اس کے پلے کچھ

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

نہیں پڑے گا۔ اپنی بات پر مُصر رہے گا کہ مجھے نمرا چاہیے بس نمرا چاہیے۔ یہ تجربہ کر دیکھو..... اگر میں جھوٹی ثابت ہوئی تو مجھے ہمیشہ کے لیے خیر باد کہہ کر اس کی ہو جانا..... اگر تمہیں میری باتوں میں سچائی نظر آئی تو پھر تم اسے الوداع کہہ دینا بغیر کسی حیل وحجت کے۔'' وہ بھی سنجیدگی سے بولی۔

''میرا خیال ہے نمرا..... تم تھوڑی جیلس ہو گئی ہو۔ بھئی تمہیں وہ سوٹ نہیں کیا۔ میرے ساتھ معاملہ اس کے برعکس ہے۔ میرے خاندان میں وہ خوب فٹ بیٹھے گا کیونکہ اسٹیٹس میں فرق نہیں۔'' وہ الجھ کر بولی تو نمرا خاموش ہو گئی۔

☆☆☆

سلمان اور اس کی ماں بہنیں اپنے چند قریبی رشتے داروں کے ہمراہ نمرا کو انگوٹھی پہنانے سرِشام ہی ان کے گھر پہنچ گئے۔ سلمان تو خوشی سے پھولا نہیں سما رہا تھا۔ نمرا جیسی شریکِ حیات عالیہ جیسی خوش مزاج ساس اور رحمان جیسا فرشتہ خصائل سسر اسے خدائی انعامات سے کم نہیں لگے تھے۔ اور ان کی طرف سے بھی یہی ردِعمل اپنائیت وانسیت میں لمحہ بہ لمحہ اضافہ کیے جا رہا تھا۔

لش پش کرتی ہوئی ڈائمنڈ کی انگوٹھی سلمان نے اس کے نازک اور دودھ کے مانند گورے بائیں ہاتھ کی درمیانی انگلی میں پہنا کر ہلکی سی سرگوشی کی۔ ''اس کے ذریعے میرا پیغام دل تک تو پہنچ ہی گیا ہوگا۔'' نمرا اس کی بات پر ذرا سا مسکرائی۔ اور ساس نے لڈو اس کے منہ کی طرف بڑھایا تو اس نے نخرے ونزاکت سے لب کھولے اور لڈو کا معمولی سا حصہ لے کر آہستہ آہستہ چباتے ہوئے دل ہی دل میں بولی۔

''اس لڈو کا ذائقہ کتنا مختلف ہے۔ سنا تھا کہ منگنی کے لڈو میں محبت وچاہت کی چاشنی کی آمیزش سے اس کا ذائقہ بہت انوکھا اور نرالا ہو جاتا ہے۔ آج میں نے ایسا ہی محسوس کیا ہے۔''

اگلا مرحلہ سلمان کو انگوٹھی پہنانے کا تھا۔ لرزتے ہوئے ہاتھوں سے نمرا نے اس کا ہاتھ پکڑے بغیر اسے انگوٹھی پہنائی تو اس کی حیا وشرم دیکھ کر رحمان کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں۔ سعود کی بے حیائی، بے باکی اور بے پروگی ان کے ذہن میں درد کی لہروں سمیت دارد ہوئی۔

''کاش سعود تم بھی میری بیٹی ہوتے۔'' ان کے دل میں اضطراب اور بے تابی سما گئی۔ اس کے فوراً بعد نمرا وہاں سے اٹھ کر اپنے کمرے میں آ گئی اور سلمان کا منہ لٹک گیا۔

''چچا جی..... آپ پریشان ہونے کی قطعاً ضرورت نہیں..... آپ کو قید بامشقت کی سزا تو سنا دی گئی ہے۔ بس اب ہے آپ کو کھٹکھٹائی زنجیروں میں قید کرنے کا اولین کام..... وہ بھی بزرگوں نے سوچ رکھا ہے۔'' حمیرا نے سلمان کو چھیڑتے ہوئے کہا تو وہ مسکرایا۔

''بیٹا سلمان! بھائی صاحب اگلے مہینے کے آخری ویک اینڈ کی بات کر رہے ہیں۔ تمہیں چھٹی لینے میں پرابلم تو نہیں ہوگی؟'' سلمان کی والدہ محترمہ صاحبہ نے بیٹے کے قریب آ کر سرگوشی کی۔

''اسی مہینے کا آخری ویک اینڈ بہتر رہے گا۔'' وہ بے اختیاری سے بولا تو لاؤنج میں موجود تمام لوگ ہنسنے لگے۔ وہ نادم سا ہو کر گویا ہوا۔ ''دراصل چھٹی زیادہ نہیں مل پائے گی اس لیے میں نے عرض کی تھی۔ اس کارِ خیر سے جلد از جلد سبکدوش ہو جائیں تو بہتر رہے گا۔''

''بیٹی والے ہیں، کچھ تیاری وغیرہ کے لیے انہیں وقت چاہیے۔ ان کی مجبوری ہے حالانکہ میں نے صاف صاف کہہ دیا ہے کہ جس نے اپنے جگر کو ہماری جھولی میں ڈال دیا وہاں جہیز بے معنی وبے وقعت ہو جاتا ہے۔'' ماں

www.urdutube.net www.bookstube.net www.urdumovies.net

نے سنجیدگی سے کہا تو سلمان نے سر اثبات میں ہلا دیا۔

''رحمان بھائی، اوکے کر دیا ہے سلمان نے.....'' ماں خوشی سے بولی تو کمرے میں موجود سب کے ہاتھ دعائے ..... خیر کے لیے اٹھ گئے۔ مہمان ڈنر کے بعد خوشی، خوشی اپنے گھر چلے گئے۔ عالیہ اور رحمان تھکن کے باوجود اپنے بیڈ پر بیٹھے گفت وشنید کرنے لگے۔ پیسے کا جوڑ توڑ، تھوڑا بہت بینک سے قرض۔ کچھ چھوٹے بھائیوں سے مدد..... دونوں نے مل کر تمام لسٹ تیار کر لی..... کہ کہاں، کہاں سے پیسہ نکالا جا سکتا ہے۔ آخر بیٹی کی شادی تھی۔ جہیز دینا بھی لازم تھا۔ سعود کی کمی بدستور عالیہ کو رُلاتی رہی۔ جس کا ذکر کرنا مناسب نہ لگا تھا۔

گھر کی خاموشی میں اِک خوشگوار سی رونق اور گہما گہمی کا احساس ہونے لگا تھا۔ حالانکہ ابھی تک گھر میں وہی تین لوگ تھے۔ شاپنگ نے ماحول کو بدل کر رکھ دیا تھا۔ نمرا اور عالیہ صبح ناشتے سے فارغ ہو کر جونکتیں تو شام کو رحمان آفس سے فارغ ہوتے ہی انہیں مخصوص جگہ سے پک کرتے اور تینوں کسی معمولی اور سستی جگہ سے کھانا پکڑتے اور گھر واپس آ جاتے۔ یہ خوشیوں بھرے دن یادگار بنتے جا رہے تھے جبکہ سعود کی کمی کا احساس تینوں کو اندر ہی اندر گھائل کر رہا تھا۔

مختار راجا نے رحمان کو جو چند دن پہلے سعود کی رپورٹ دی تھی۔ وہ کافی تسلی بخش تھی کہ اس کا ویزا ری نیو ہو گیا تھا۔ اور وہ ابھی تک مختار کے گھر میں رہائش پذیر تھا۔ وہ آگے کیا کرنا چاہتا تھا، رحمان کی بیٹے سے بات نہیں ہوئی تھی۔ وہ اس کی غلطیوں کو معاف کرنے کا سوچ کر آگ بگولہ ہو جایا کرتے..... اس لیے مختار بھی ابھی انہیں اس کے بارے میں تفصیل بتانا نہیں چاہتے تھے جو نا قابلِ یقین تھی۔ ایک معجزاتی عمل کا زبانی کلامی یقین کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ رحمان نے اپنے بیٹے کو جس حد تک غلاظت کے ڈھیر پر ہوش وخرد سے بیگانہ دیکھا تھا۔ اب کانوں پر بھروسا حماقت ہی لگتا..... اپنی آنکھوں پر یقین کر کے ذہن وقلب کو اعتماد میں لینے کی ضرورت تھی۔

☆☆☆

''مختار! اس نانجار کو بتا دینا کہ اس کی بہن کی شادی کی ڈیٹ اگلے مہینے کی پچیس تاریخ کو فکس کی ہے۔ میں اسے بتانا ضروری سمجھتا ہوں، آخر وہ نمرا کا بھائی ہے۔ باقی اسے یہاں آنے سے روکے رکھنا۔ تم ہمیشہ کی طرح بہت فراخ دل اور صابر وشاکر انسان ہو جو اسے اتنے دنوں سے سینے سے لگائے بیٹھے ہو۔ میں تو اس پیپی کو اپنا بیٹا کہتے ہوئے ڈوب مرتا۔'' رحمان نے مختار سے بات کرتے ہوئے اپنا بلڈ پریشر ہائی ہوتا محسوس کیا۔

''رحمان تم اس کی فکر کرنا چھوڑ دو..... یوں سمجھو کہ وہ میرا دوسرا بیٹا ہے۔ اللہ کرے گا ٹھیک ہو جائے گا۔ آخر تمہاری اور بھابی کی تربیت میں پروان چڑھا ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ اس کا اثر ابدی نہ ہو..... جوانی بڑی ظالم شے ہے۔ اچھے بھلوں کو رذیل کر دیتی ہے۔ یہ تو ابھی بہت چھوٹا ہے۔ شیطان کے چکمے میں آ گیا۔ اسے معاف کر دو۔ جو ہوا سو بھول جاؤ۔ میں سعود کو اگلے مہینے کے شروع میں پاکستان بھیج رہا ہوں۔ گرمی کے بجائے نرمی سے کام لینا، جوان بچوں کو ہینڈل کرنے کے طریقے سیکھ لو، فائدے میں رہو گے۔ ان کے ساتھ ڈنڈے کا استعمال ہماری تربیت کی ناکامی ہے۔ اس کی نوبت ہی نہیں آنی چاہیے۔ سانپ بھی مر جائے لاٹھی بھی سلامت رہے، جوان اولاد کے ساتھ یہی گُر ہمیں ان گنت پریشانیوں سے دور رکھتا ہے۔ بس تھوڑے کو بہت سمجھو اور خط کو تار سمجھو..... اور تمہیں کیا سمجھاؤں۔'' وہ ہنس کر بولے تھے۔

''خدا کے لیے ہمیں ان نئے رشتے داروں کے سامنے شرمندہ مت کرنا۔ بس اسے وہیں بیراگیری پر لگائے رکھو۔ میں تمہارا احسان زندگی بھر نہیں بھولوں گا۔ مجھے نہیں چاہیے سعود جیسا بیٹا..... اور اس کی ماں کو کچھ خبر نہیں کہ اس

www.urdutube.net www.bookstube.net www.urdumovies.net

کے ساتھ ہوا کیا ہے۔ ایک ہی دکھ اس کے لیے کافی ہے کہ وہ ہم سے خفا ہو کر بغیر بتائے واپس چلا گیا۔ آگے کے حالات سے بے خبری ہی بہتر ہے۔ سب قسمت کا لکھا ہے۔ بہت بے بسی ہے۔'' وہ تلخی انداز میں بولے۔

''کیا بھائی، بہن کی ڈولی کو کندھا دینے نہیں آئے گا؟ کیسی عجیب باتیں کرتے ہو..... ویسے تم میں ہمیشہ سے اونٹ کی خصلتیں نمایاں رہی ہیں..... عفو و درگزر کرنا سیکھو..... انتقامی جذبے نفرت و غصے سے بھرپور باتیں اور رشتوں سے کنارہ کشی بہت عظیم دکھ ہے۔ عمر کے اس حصے میں ان خباثتوں سے باہر نکل آؤ۔ ورنہ بلڈ پریشر اور شوگر لیول ہائی ہونے میں دیر نہیں لگے گی اور ہارٹ اٹیک تو سوتے ہوئے میں اپنا کارنامہ دکھا جائے گا۔'' وہ نرماہٹ سے سمجھاتے ہوئے بولے۔

''مختار تم پر بھی مغربی رنگ چڑھ گیا ہے جو اس کی حمایت ہو رہی ہے۔'' وہ تاسف بھرے لہجے میں بولے۔

''رحمان اپنا رویہ بدلو..... لعن طعن کے دن گئے۔ اس حقیقت کو جتنی جلدی تسلیم کرلو گے اضطرابی کیفیت سے چھٹکارا پالو گے۔ میری ریکویسٹ پر غور کرو۔'' وہ تحمل سے بولے۔

''اس نامراد کا حلیہ ناقابلِ برداشت اور اس کے اعمال ناقابلِ معافی ہیں۔ ہم اپنی بیٹی کی خوشیوں کے رنگوں میں بھنگ کی ملاوٹ نہیں کرنا چاہتے۔ اس کی سسرال والے نیک طینت، نمازی، حاجی اور پرہیزگار لوگ ہیں۔ اس نمونے کو دیکھ کر رشتہ توڑ دیں گے۔ خاندان بھر میں بہت رسوائی ہو جائے گی۔ کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہیں گے ہم۔ تم یہاں کے کلچر کو کیوں بھول گئے ہو؟ ایسا کرو تم اور بھابی کیوں نہیں آجاتے؟ اگر تمہارا بزنس اجازت دیتا ہے تو شادی سے دو ہفتے پہلے آجاؤ، خوب مزہ رہے گا۔ تم سے ملے ہوئے بھی ایک عرصہ بیت گیا۔ یہاں سے ایسے گئے کہ کبھی لوٹ کر آنے کی خواہش ہی نہیں ہوئی۔'' وہ دکھ اور مسرت بھرے انداز میں بولے۔

''بزنس تو خیر پرانا ہو چکا ہے، میری غیر حاضری میں بھی اب فرق پڑنے والا نہیں..... تمہاری بھابی سے مشورہ کرکے میں تمہیں اپنا پروگرام بتادوں گا۔'' مختار رضامندانہ انداز میں بولے۔

''یار تم بدلے نہیں، کیا اب بھی سانس لینے سے پہلے بھابی کی اجازت چاہیے ہوتی ہے تمہیں؟'' رحمان نے شرارت بھرے لہجے میں دوست کو چھیڑتے ہوئے کہا۔

''تم نے بالکل ٹھیک کہا ہے..... ہاں، ہاں بالکل تمہاری طرح..... بھلا فطرت بھی کبھی بدلی.....'' مختار قہقہہ لگا کر بولے۔

''ماحول، جگہیں، رسم و رواج، تہذیب اور دوست احباب بدلنے سے فطرت بھی بدل ہی جاتی ہے۔'' رحمان نے سنجیدگی سے کہا۔

''تم کیوں نہیں بدلے، واقعی حیرت کی بات ہے۔ خیر مل بیٹھیں گے تو ایک دوسرے کی تبدیلیوں کو پوائنٹ آؤٹ ضرور کریں گے۔ بس تم میری خوشی کو چار چاند لگانے کا پروگرام بناؤ..... اور آجاؤ۔'' وہ ہنستے ہوئے بولے۔

سگنل ویک ہونے کی وجہ سے فون کٹ گیا تھا۔ مزید گفتگو نہ ہو سکی۔

☆☆☆

''میں نے تمہیں کل دس بار فون کیا۔ ذرا موبائل پر مسڈ کال دیکھو..... اور فوراً سوری بولو.....'' عادل نے حمیرا کو فون پر سخت بیزاری سے کہا۔

''سر میں کل نمرا کی منگنی کی رسم اٹینڈ کرنے گئی تھی۔ فون گھر پر ہی رہ گیا تھا ہمیشہ کی طرح..... آتے ہی میں نے آپ کی مسڈ کالز دیکھ لی تھیں۔ دیر ہو جانے کی وجہ سے آپ کو ڈسٹرب کرنا مناسب نہیں لگا۔ صبح بارہ بجے تک سوتی رہی۔ ابھی سوچ ہی رہی تھی آپ سے بات کرنے کا کہ آپ کا فون آگیا۔'' حمیرا نے دھڑکتے دل سے اسے نمرا کی

www.urdutube.net www.bookstube.net www.urdumovies.net

منگنی کی خبر بھی سنائی۔

''نمرا کی منگنی ہوگئی؟ یہ خوب رہی..... مجھے بے وقوف بنا کر چلی ہے کسی اور کی دلہنیا بننے..... حمیرا یہ نہیں ہوسکتا۔'' وہ قہر آلود لہجے میں بولا۔

''وہ تو سر ہو کر رہے گا۔ اس کی شادی کی ڈیٹ بھی فکس ہو چکی ہے۔ اب تو آپ اپنی توجہ کسی اور طرف مبذول کرلیں..... آپ جیسے ہینڈسم اور وجیہہ انسان کے لیے لڑکیوں کی کوئی کمی نہیں..... آپ کسی طرف اشارہ تو کریں..... اسے آپ کے قدموں میں لا کر کھڑا کردوں گی۔'' حمیرا نے عادل کو جنون و دیوانگی کی حد تک مستعد پا کر معاملہ فہمی سے کام لینا چاہا۔

''حمیرا تم جانتی ہو..... مجھے اس سے بے پناہ محبت ہے۔ اس کے ٹھکرانے کے باوجود وہ میرے دل کے نہاں خانوں میں آباد ہے۔ راتوں کے اندھیرے میں وہ میرے ساتھ ہوتی ہے۔ دن کے اجالوں میں وہ میرے دم قدم چلتی ہوئی مجھے اپنے ہونے کا احساس دلاتی ہے۔ میں اس کے بغیر خودکشی کرلوں گا..... اسے میرا پیغام پہنچا دو حمیرا..... پلیز.....'' وہ التجائیہ لہجے میں بولا۔ آنسو عورتوں کی طرح چھم چھم بہہ نکلے تھے۔ اور وہ ماہی بے آب کے مانند تڑپ رہا تھا۔

''سر..... وہ آپ سے نفرت کرتی ہے، آپ کیسے عجیب مرد ہیں کہ جو سامنے ہے وہ نظروں سے اوجھل ہے، حالانکہ وہ دل و جان سے فدا ہے۔ آپ کو اپنانا چاہتا ہے مگر اس کی محبت کی حدت کو محسوس کرنے سے قاصر ہیں آپ۔'' وہ دکھی لہجے میں بولی۔ مگر ایسی گول مول بات اس کے سر کے اوپر سے گزر گئی۔

''حمیرا صرف ایک بار اس سے ملوا دو اکیلے میں..... اسے منا کر چھوڑوں گا..... میں نے پچھلے دو سالوں سے

مئی 2015 میں ہماری ایک سوغات

خوبصورت کہانیوں کا مجموعہ

سسپنس ڈائجسٹ

ماہنامہ

مزید

خطوط کی محفل.....

محفلِ شعر و سخن اور

مرزا امجد بیگ کا مدلل انداز

رات کا مسافر

ساحل سے پیار کے لوٹنے والے ایک مسافر کی لمبی مسافت کا احوال

طاہر جاوید مغل کے قلم سے آخری صفحات پر موجود

قطب الدین ایبک

تاریخ کے سنہرے اوراق کا جادو..... ابتدائی صفحات پر

ڈاکٹر ساجد امجد کا انداز بیان

سودائے جنوں

مسلمانوں کی جہد مسلسل کا دلخراش ماجرا..... ڈاکٹر

عبدالرب بھٹی کے قلم سے تلخ حقائق کی نقاب کشائی

ماروی

اپنے محبوب کے ہمقدم سنگریز رستوں پر گامزن چاہتوں کی

خواب ناک داستان..... محی الدین نواب کا شاہکار

بڑے، بڑے پھنے خانوں کو سیدھا کیا ہے..... نمرا کیا چیز ہے؟ اگر اس نے مان کے نہ دیا تو اسی کے سامنے خود کو گولی سے اڑا دوں گا۔ میں تو تم لوگوں کے درمیان نہیں ہوں گا اس کا حشر دیکھنے کے لیے میری بات یاد رکھنا زمانہ اس پر تھوکے گا۔''

اس کے دل میں جو بھی آرہا تھا وہ بولے جا رہا تھا۔ حمیرا ڈر کے مارے کانپ اٹھی۔ اس وقت وہ اسے بالکل اپنے ہوش و خرد سے بیگانہ معلوم ہو رہا تھا۔

''سر! میں آپ کو نمرا سے بہ آسانی ملوا سکتی ہوں۔ لیکن آپ کا اس سے ملنے کے بعد کا ردعمل کافی بھیانک اور روح فرسا ہے۔ اس لیے میری توبہ بھلی..... ایسا قبیح فعل کرنے سے پہلے ہی میں مر جاؤں تو بہتر ہے، نمرا میری بہت پیاری دوست ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ اس نے آپ کے ساتھ بہت زیادتی کی ہے، آپ کو خوش خیالی کی دنیا میں پاگل و بے وقوف بنائے رکھا۔ یہ اس کا کمپلیکس تھا، احساس کمتری یا احساس برتری تھا کہ آپ کو ری جیکٹ کر کے کسی اور کے آنگن کی رونق بننے جا رہی ہے۔ اس کی رہا کاری اور خود غرضی سے مجھے انکار نہیں..... لیکن میں اسے کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچانا چاہتی۔'' ایسا لگ رہا تھا جیسے اس کی آواز کسی گہری کھائی سے نکل رہی ہو..... تمام شوخی رفو چکر ہو چکی تھی۔ تمام ہمدردی اور نرمی و عاجزی پر پانی پھر گیا تھا۔

''مطلب یہ ہوا کہ تم بھی دغا دے گئیں۔ حمیرا اگر تم نے مجھے اپنا یہ روپ دکھایا تو یقین جانو یہ ٹوٹا ہوا دل کبھی جڑ نہیں پائے گا۔ میں پہلے ہی اس کی کج روئی سے بہت مضطرب ہوں۔ انگ انگ درد سے چور ہو کر کراہ رہا ہے۔ تم نے تو اک مضبوط اخلاقی سہارا مجھے اس وقت دیا تھا..... جب میں شاکڈ تھا۔ اس کے انکار پر..... خود مرکزیت کا شکار ہو کر سفلی جذبات کے دھارے میں بہتا جا رہا تھا۔ ڈوبنے کو تھا کہ تم نے سہارا دے لیا۔ حمیرا مجھے مر جانے دیا ہوتا۔ یہاں کسی کو میری ضرورت نہیں۔'' وہ آنسو گرا رہا تھا۔ آواز بھاری ہو چکی تھی۔

''سر..... آپ اس کم ظرف لڑکی سے بدظن کیوں نہیں ہو جاتے۔ اپنی مردانگی کو بیدار کیجیے۔ غیرت و انا کو پکاریں۔ وہ آپ کے دل سے اتر جائے گی۔ اس کی گارنٹی دیتی ہوں۔'' اسے اس کی حالت پر بے پناہ ترس آیا اور غصہ بھی آیا۔ انوکھا مرد ہے کہ اس کی بے رخی و بے اعتنائی کے باوجود اسے یاد کر کے رو رہا ہے۔ اور اپنی زندگی کا ہر لمحہ جہنم رسید کرنے کے لیے تیار ہے۔ اس سے ملاقات کے بعد مسئلہ حل نہیں ہوگا بلکہ اس کی بے قراری، شکستگی اور کم مائیگی کا احساس اتنا بڑھ جائے گا کہ برداشت کرنا مشکل ہو جائے گا۔ بہتر ہے جو محبت کا چیپٹر اس نے کھولا تھا اسے ابھی بند کر کے مطمئن و پرسکون ہونے کی کوشش کرے..... میں جو اسے سہارا دینے کے لیے تیار ہوں۔ میں اس کی بیساکھی بنوں گی۔ نمرا تو بے وقوف نکلی..... جس نے اس سادہ انسان کو ری جیکٹ کر ڈالا۔ ایسی فطرت اور مزاج کے شوہر ہی تو اپنی بیوی کو بے پناہ خوشیاں دے سکتے ہیں مگر کم بخت کو میں نظر آؤں تو بات ہے۔ اسی کا درد پڑھنے سے فرصت ملے تو اپنے حقیقی اور سچے پُرخلوص مسیحا کو اپنے دل کے دروازے پر دستک دیتے ہوئے محسوس کرے۔'' وہ منہ میں بدبدائی جسے عادل نہ سمجھ سکا۔

''تو پھر وعدہ کرو کہ کب اور کہاں ملاقات کرو گی؟'' وہ ڈھٹائی سے بولا۔ یہی تو اس کی سب سے بڑی خامی تھی کہ ایک بات پر اڑ جاتا تو پھر کسی کی سننا گوارا نہیں کرتا تھا۔ نمرا کا اعتراض اس کے کانوں میں سچائی بن کر گونجنے لگا..... وہ گہری سوچ میں چلی گئی۔

''سوچنا پڑے گا۔'' وہ گلو خلاصی کرنے کے لیے بولی۔

''بس جلد ہی بتانا۔ انتظار میں سو نہیں پاؤں گا کہ تم کیا جانو.....'' وہ آہ بھر کر بولا۔

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.roumovies.net

''اس سے ملاقات مشکل اور نئی لڑکی ڈھونڈنا آسان لگ رہا ہے مجھے..... کیوں نہ ہم یہ نیک کام کریں..... آپ کی ممی کا بھی مسئلہ حل ہو جائے گا۔ بیٹے کا گھر آباد دیکھنے کی ہر ماں کو بہت چاہ ہوتی ہے۔ آپ اپنے ذہن کو کسی اور طرف مائل کرنے کی کوشش کریں۔ نمرا اب پرائی ہے بلکہ وہ کبھی آپ کی تھی ہی نہیں۔'' وہ نرمی سے بولی۔

''وہ میری ہے حمیرا..... وہ کسی کی نہیں۔'' وہ زور سے چیخا اور فون بند ہو گیا۔

''پاگل کہیں کا یہ تو حد درجے کا بے غیرت اور بے عزت نکلا..... سچ مچ ذہنی مریض ہے۔'' وہ بڑبڑاتی ہوئی اٹھی، اتنا دماغ کھپانے کے بعد اس کا سر چکرا گیا تھا۔ فریج کھول کر اس نے ٹھنڈے پانی کی بوتل نکالی اور ایک ہی سانس میں غٹاغٹ پیتی چلی گئی۔

''نمرا کا فیصلہ درست تھا۔ میں چلی تھی ہمدردی کرنے..... لعنت میری عقل پر اس سے شادی کرے گی میری جوتی..... یہ انسان تو دو گھنٹوں میں مجھے پاگل کر دے گا۔ آج کے بعد اس پاگل سے رابطہ بند.....'' نمرا کی باتیں اور نصیحتیں اس کے کانوں میں گونجنے لگیں۔ اس نے مستحکم اور اٹل فیصلہ کیا تو دل سکون و طمانیت سے بھر گیا۔

☆☆☆

شادی سے تین ہفتے قبل نمرا کے مایوں کی رسم گھر میں ہی نہایت سادگی سے منائی گئی۔ اس میں شرکت کرنے والوں کی تعداد بھی بہت کم تھی۔ اس کی کلاس فیلوز اور سہیلیوں میں سے صرف حمیرا کو مدعو کیا گیا تھا جو اس کے بہت قریب تھی۔ پیلے رنگ کے جوڑے میں اس کا گورا صندل اور سندور کی آمیزش میں چٹک نکھارے مارتا ہوا رنگ اور نکھر گیا تھا۔ دھلا ہوا، سرمے، کاجل اور لپ اسٹک سے عاری چہرہ پیلے رنگ کے دوپٹے کے ہالے میں ایسا پاکیزہ اور معصوم لگ رہا تھا کہ عالیہ عالم وارفتگی میں بار بار اس کی نظر اتارے جا رہی تھی۔ رحمان بھی مطمئن اور خوش نظر آ رہے تھے۔ حمیرا نے رات نمرا کے ساتھ ہی گزاری۔ دونوں طلوع سحر تک کالج اور یونیورسٹی کی پرانی یادوں کو کریدتے ہوئے کبھی اداس ہوتیں تو کبھی اپنی کئی بے وقوفیوں اور نادانیوں پر قہقہے لگانے لگتیں۔ اسی گفتگو کے دوران عادل کا نام بھی کئی بار اچھلا..... جسے نمرا نے مضحکہ خیز انداز میں پرے پھینک ڈالا تو حمیرا نے اسے چھیڑتے ہوئے کہا۔

''ویسے میں تمہاری دانشمندی، دور اندیشی اور چالاکی کی داد دیتی ہوں کہ تم نے خاموش رہ کر نہ تو اس کی محبت کا اقرار کیا نہ ہی انکار کو ضروری سمجھا..... اپنا مطلب نکالا اور اسے ٹھینگا دکھا کر ڈگری بھی حاصل کر لی بلکہ اپنی کلاس میں ٹاپ کر گئیں۔''

''حمیرا تمہیں غلط فہمی ہے، میرے والدین کی طرف سے سوچ بچار اور فیصلہ کرنے میں دیر ہو رہی تھی۔ مجھے تو ہر حال میں خاموش ہی رہنا تھا۔ ان کا فیصلہ ہاں میں ہوتا تو بھی مجھے خاموش ہی رہنا تھا۔ جب ابو جی نے میری آمادگی جاننا چاہی تو میں نے انہیں اپنے دل کی سچائی کھول کر بیان کرنا ضروری سمجھا..... کیونکہ میں ان سے چیٹنگ نہیں کرنا چاہتی تھی۔ میرے اور ابو کے خیالات ایک دوسرے سے خاصی مشابہت رکھتے تھے۔ جبکہ امی اس کے برعکس تھیں..... میں نے سر عادل کو دھوکا و فریب دے کر ڈگری حاصل نہیں کی۔ اگر وہ میرا جی پی اے بڑھا رہے تھے تو اس میں میرا تو کوئی قصور نہیں تھا۔ میں آج بھی اس بات کا اعتراف کرتی ہوں کہ سر عادل نے مجھے دوسروں کے سامنے شرمندہ بھی کیا اور مجھے میری نظروں میں گرا بھی دیا۔ میں جو بھی تھی جیسی بھی تھی اصل اور خالص تھی، خواہ مخواہ میری ڈگری میں غلاظت اور ندامت بھر دی۔ میں انہیں کبھی معاف نہیں کروں گی اور تم بھی دوسروں کی زبان بول رہی ہو کہ میں نے چالاکی اور ہوشیاری سے بے مثال کامیابی حاصل کر لی..... حمیرا تم نے آج کے بعد مجھے ایسی بات

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

کبھی تو خدا کی قسم تمہیں چھوڑ دوں گی ہمیشہ، ہمیشہ کے لیے..... مجھے کسی کی باتوں کی پروا نہیں..... لیکن تمہاری باتیں مجھے ہرٹ کرتی ہیں۔'' وہ احتجاجاً بولی۔

''آئی ایم سوری نمرا..... میں نے تو مذاقاً کہا تھا تم سیریس ہوگئیں۔'' حمیرا نے نادم ہوتے ہوئے کہا تو نمرا نے سنجیدگی سے اس کی طرف دیکھا۔

''وہ بندہ کھسکا ہوا ہے، کیا سمجھتا تھا کہ مجھے احسانات کے بوجھ تلے دبا کر زمین کی گہرائیوں میں اتار دے گا اور میری سوچ پر خود کو مسلط کر کے اپنی خواہش پوری کرنے میں کامیاب ہوجائے گا۔ یہ خوش خیالی تھی اس کی..... میرا نام بھی نمرا ہے جو کسی کے رعب داب میں آنے والی نہیں..... وہ راہِ راست پر گامزن رہتی ہے اور اسے اپنی عزت کروانا خوب آتا ہے۔'' وہ غصے اور خفگی سے بولی۔

''مجھے افسوس اس بات کا ہے کہ اس کے باوجود وہ بے غیرت انسان تمہیں ابھی تک بھلا نہیں پایا..... تمہیں یاد کرتے ہوئے بچوں کی طرح رونے لگتا ہے، میں نے بھی ہر حربہ استعمال کیا کہ وہ تمہیں دل سے نکال دے..... کیونکہ ایسے ہی پاگل لوگ جب انتقام لینے کی ٹھان لیتے ہیں تو پھر انہیں اپنی پروا رہتی ہے نہ دوسرے کی عزت و جلال کا خیال رہتا ہے۔ وہ تم سے کتنا پیار کرتا ہے، میں نہیں جان پائی مگر اب اندازہ کرسکتی ہوں۔ تمہاری نفرت بجا ہے۔'' وہ نخوت سے بولی۔

''آئی ڈونٹ نو حمیرا..... اسے پاگل پن، دیوانہ پن نہ کہوں تو اور کیا کہوں..... ؟ اس کے دل میں میرے لیے جتنی تیزی سے محبت حملہ آور ہوئی تھی اسی رفتار سے کافور بھی ہوسکتی ہے۔ میری شادی ہوجانے دو، پانی کے بلبلے کی طرح اس کی محبت کا نشہ بیٹھ جائے گا جس محبت کا ڈھنڈورا پٹوا دیا جائے وہ تو ذلت اور اذیت ہے۔ میں اسے کبھی معاف نہیں کروں گی۔ یونیورسٹی کے ہر فرد کی زبان پر عادل کی محبت و لگن کی اور میری بے وفائی و ریاکاری کی داستان ہوگی۔ عورت کی عزت بہت نازک ہوتی ہے، سلمان تک اس کی یہ باتیں پہنچ گئیں تو نہ جانے کیا قیامت آجائے۔'' وہ رو پڑی۔

''تم ٹھیک کہتی ہو..... اگر وہ نارمل ذہن کا مالک ہوتا تو اپنے احساسات و جذبات کو یوں بے مول و بے قیمت تمہاری جھولی میں ڈالنے کی کوشش نہ کرتا..... بچے کی طرح ضد کہ چاند کو مانگے چاند.....'' حمیرا نے بھی نفرت آمیز لہجے میں کہا۔ کبھی کبھار اس سے میری بات ہوجایا کرتی تھی۔ اس کی حالت پر مجھے اس پر بہت ترس آنے لگا تھا مگر میں نے محسوس کیا کہ اس کے اندر وحشت و درندگی کا بیج بھی اتنا ہی گہرا ہے جتنا تمہاری محبت کا..... اب میں نے اس سے رابطہ بند کردیا ہے۔ تمہارا فیصلہ سو فیصد درست تھا۔ بس میری دعا ہے کہ تم نے اب جو بے غرضانہ سودا کیا ہے۔ اس میں کبھی خسارہ نہ ہو پھر بھی حفظ ماتقدم کے طور پر سلمان کے گوش گزار دو، اس کی حماقت اور نادانی۔'' وہ دعائیہ انداز میں بولی۔

''حمیرا! حماقت میری تھی جو اس کم عقل کے بلانے پر فرسٹ ٹائم اس کے آفس چلی گئی اسے تو شہ مل گئی اپنی محبت جتانے کی..... پھر اس نے کیسے، کیسے مجھے ذلیل کرنے کی کوشش نہیں کی۔ تم تو جانتی ہو، فیل کر کے بھی اور پاس کر کے بھی..... دونوں طریقے سراسر ذلالت اور ندامت سے بھرپور تھے۔'' وہ افسردہ لہجے میں بولی۔ ''اس نے میری شرافت، صبر، مروت اور لحاظ کا غلط مطلب لیا۔ جب سوچتی ہوں تو دل کو کچوکے اور تازیانے لگنے لگتے ہیں۔''

''چھوڑو نمرا..... ہم گزرے ہوئے وقت کی خوب صورت اور ناقابلِ فراموش یادوں کو آواز کیوں نہ دیں۔'' حمیرا نے ہنستے ہوئے کہا۔

''ان یادوں کے ہمراہ سر عادل کی یاد بھی نہ چاہتے ہوئے ہمیں قبول کرنی پڑے گی۔ بیتے ہوئے وقت کی یاد دہانی سے ہم مٹھاس اور تلخی کو ایک دوسرے سے جدا نہیں کر سکتے۔ دونوں مل کر ذہن و قلب پر برستی ہیں۔'' نمرا نے دکھی لہجے میں کہا۔ ''یہ المیہ یونیورسٹی کے نام کے ساتھ ہی منسوب ہو چکا ہے۔''

''نمرا ہم نے تمام رات گپ شپ میں ہی گزار دی۔ اپنے ہی بھائیوں، بہنوں کا گوشت بھی کھایا۔ اور طبیعت بھی خراب کر لی۔ ابکائی آنے لگی ہے اب تو۔'' حمیرا نے ہنستے ہوئے غیبت گوئی کی طرف اشارہ کیا۔

''ابکائی تو خیر اوور ایکٹنگ محسوس ہو رہی ہے۔'' نمرا بھی ہنسنے لگی۔ ''میں ابھی قہوہ بنا کر لاتی ہوں۔ تم وضو کرو اور نماز پڑھ کر سونے کی کوشش کرتے ہیں..... ورنہ دن بھر طبیعت بہت بوجھل اور سست رہے گی۔''

''شادی میں دور کے مہمان ہمارے گھر ٹھہرا دینا کچھ دن ہمارے گھر میں بھی رونق اور گہما گہمی جم جائے گی۔'' حمیرا نے جمائی لیتے ہوئے کہا۔

''ہم نے اسی شہر میں بسنے والے رشتے داروں کو انوائٹ کیا ہے جو شادی ہال میں ہی آئیں گے اور کھانا کھا کر وہیں سے رخصت ہو جائیں گے۔ گھر میں ٹھہرانے والا ایک فرد بھی نہیں کیونکہ امی کے لیے بہت مشکل ہو جاتی۔ حالانکہ دل تو یہی چاہتا ہے کہ شادی والا گھر دور سے نظر آئے لیکن ہم ایسا نہیں کر سکتے۔ تمہاری شادی پر اپنے تمام ارمان پورے کر لوں گی۔'' نمرا نے پرسکون لہجے میں کہا اور اٹھ کر کچن کی طرف چل دی۔ حمیرا بھی وہاں سے اٹھ کر اس کے پیچھے چل پڑی۔

☆☆☆

''واٹ آ بیگ سرپرائز..... مختار تم نے بہت اچھا کیا..... آ کر دیکھو کہ چند سالوں میں پاکستان کتنا بدل گیا ہے۔'' رحمان نے خوشگوار لہجے میں کہا۔

''اس کا اندازہ تو مجھے ہے۔ اس لیے بچوں کے ساتھ اپنے ملک آنے کا کوئی شوق نہیں رہا۔ ایسے ورٹ کا کیا مزہ جس میں ڈر اور خوف ہر وقت سر پر منڈلاتا رہے۔ اب بھی ہم دونوں ہی آ رہے ہیں۔ سوچا شادی کے بہانے سب سے ملاقات ہو جائے گی۔'' مختار نے کچھ ناگواری سے کہا تو رحمان کو بہت برا محسوس ہوا۔

''یار..... ایسی بھی کوئی خوف و خطر اور ظلم کی بات نہیں..... جب یہاں رہو گے تو تمہیں حالات بے حد نارمل معلوم ہوں گے۔ دور رہنے والوں کے لیے تو ایسے ہے جیسے یہاں تو ہر وقت قیامت برپا رہتی ہے۔ خدا سمجھے اس میڈیا سے جنہوں نے اپنے ہی ملک کو ذلیل و رسوا کر کے رکھ دیا ہے۔'' رحمان نے افسردگی سے کہا۔

''بدنام اگر ہوں گے تو کیا نام نہ ہوگا۔ ذرا غور کرو کہ اب دنیا کا بچہ، بچہ ہمارے ملک کے نام سے آشنا ہے۔ خوش قسمتی سمجھو ورنہ ہمیشہ بے نام و نشان ہی رہتے۔ خیر..... آ کر ہی تمام باتیں ہوں گی۔ پرسوں شام پانچ بجے کی فلائٹ ہے ہماری..... کام کی مصروفیت میں بھول نہ جانا۔'' مختار نے شریر لہجے میں کہا تو رحمان بھی ہنسنے لگے۔ فون بند کر کے وہ کچن کی طرف بڑھ گئے۔ یہ مژدہ جانفزا عالیہ کو سنانے تاکہ سعود کے کمرے کو ان کے لیے سیٹ کر لے۔

''رحمان جی! کاش میرا بچہ بھی آ جاتا۔'' وہ گہری آواز میں بولی۔ ''مختار بھائی اسے ضرور ڈھونڈ نکالتے۔''

''چپ.....'' انہوں نے لبوں پر انگلی رکھ کر خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ ''رنگ میں بھنگ ڈالنا ہمارے فیور میں نہیں جاتا۔ ہم لڑکی والے ہیں، یہ مت بھولو۔ ہمارا تعلق مڈل کلاس سے ہے اور ان لوگوں کا حافظہ بہت تیز ہوتا ہے۔ سالوں پرانی بات کی یاد دہانی ایسے لفظ بہ لفظ کرنے میں ماہر ہوتے ہیں۔ جیسے کل کی بات ہو۔ اس لیے سعود کا کردار، مزاج اور ظاہرانہ پن یاد رکھو..... اور کبھی بھولے سے بھی اپنے دل میں اس خواہش کو ابھرنے نہیں دینا۔ وہ

www.urdutube.net www.bookstube.net www.urdumovies.net

اُسی ماحول کا دلدادہ تھا۔ وہیں نوکری کر رہا ہوگا۔ وہ ضرور خیریت سے ہے..... ورنہ اس کی طرف سے اتنی خاموشی نہ ہوتی۔ بس یہی دعا کیا کرو کہ بس جیسا بھی ہے زندہ سلامت رہے اور مشکلات و آزمائشوں سے بچا رہے۔ ہمارے لیے تو وہ غیر ہوگیا..... مگر ہے تو ہمارا اپنا خون۔'' وہ دکھی لہجے میں بولے تو عالیہ کے آنسو رخساروں کو بھگونے لگے۔

''رحمان جی! وہ میرے جسم کا حصہ ہے۔ چاہے جسم کا قابلِ مذمت حصہ ہی کیوں نہ ہو اسے کیسے فراموش کردوں..... آپ کو میں ہنستی ہوئی نظر آتی ہوں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ میں اسے بھلا کر اپنی زندگی میں مست ہوگئی ہوں۔ ہر پل وہ میرے ساتھ ہوتا ہے۔ آپ ماں کے دل کو نہیں جانتے۔ اس کی سوچ تک آپ کی رسائی نہیں.....'' وہ آنسو پونچھتے ہوئے بولی۔ ''اور پھر دوسرا ظلم یہ ہے کہ مجھ پر اس کا نام لینے پر بھی پابندی ہے۔ میں بھی اپنے خاندان بھر میں اس کی خوب تعریفیں کر کے اپنا دل ہلکا کرلیتی ہوں۔ ورنہ تو پھٹ ہی جاؤں۔''

''بیگم! تعریفوں کا سلسلہ جاری رکھو..... جس دن اس کی اصلیت سب کے سامنے آگئی تو پھر چلو بھر پانی میں ڈوب مرنے کا مقام ہوگا۔ اور تمہیں چلو بھر پانی بھی نصیب نہیں ہوگا۔ تم ماں ہو، اپنے بچے کی برائی کرنا تمہیں زیب دیتا ہے نہ ہی تم سے اس کی توقع کی جاسکتی ہے لیکن خدارا خاموش تو رہ سکتی ہو۔'' وہ سمجھانے کے انداز میں بولے۔

''آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ بس مجبور ہوں خود پر اختیار نہیں۔'' وہ نان توے پر گرم کرتے ہوئے بولی۔

''تقدیر بھی کیسے، کیسے رنگ دکھاتی ہے۔ بیٹی کی طرف سے دلی تسکین اور ذہنی اطمینان ہے تو بیٹے کی طرف سے دکھ، درد اور رنج کا پیمانہ ایسا ہمہ گیر کہ ہر خوشی بے وقعت معلوم ہونے لگتی ہے۔ ہاتھ بالکل خالی لگنے لگتے ہیں۔''

''اللہ پر بھروسا رکھو..... اس نے ہمارے لیے بہت بہترین سوچ رکھا ہے۔ اس میں ہی کوئی نہ کوئی مصلحت ضرور ہے۔'' وہ نرماہٹ سے بولے۔

''کھانا ٹیبل پر لگاؤں کہ ٹرالی پر لے آؤں؟'' وہ ڈونگے میں سالن نکالتے ہوئے بولی۔

''جس میں تمہیں آسانی ہو.....'' لہجہ ہمدردانہ تھا۔ ''اگر حکم ہو تو کچن میں ہی کھانا کھالیتا ہوں۔''

''رہنے دیں..... آپ کی خوشامدوں کو اچھی طرح جانتی ہوں۔ دوست آرہا ہے ناں..... اب ان کی خدمت گزاری اور خاطر جوئی کے لیے میری کچھ تو خوشامد کرنی ہی پڑے گی۔'' وہ اپنا بھیگا ہوا چہرہ دوپٹے کے پلو سے صاف کرتے ہوئے بولی۔ ''ویسے مہمانوں کے لیے تو میری جان بھی حاضر ہے۔''

''اطلاعاً عرض ہے کہ اس کی ضرورت نہیں..... مختار میرا کولیگ اور بچپن کا ساتھی ہے۔'' وہ مسرت و راحت آگیں لہجے میں بولے۔ ''میری جان بھی اس کے لیے حاضر ہے۔ میری ریکوئسٹ پر شادی اٹینڈ کرنے آرہا ہے۔''

''امی مجھے مدد کے لیے بلالیا ہوتا۔'' اسی اثنا میں نمرا کچن کے دروازے میں کھڑی ہوکر خوشگوار لہجے میں بولی۔

''مہمان بیٹی، ہماری میزبانی کو انجوائے کرے۔'' رحمان نے اسے پیار بھری نظروں سے دیکھ کر کہا۔ ''تمہاری جدائی اور دوری ہمیں ہر پل اشکبار رکھے گی۔''

''تو پھر میں نہیں جاؤں گی آپ سے دور..... میں تو عمر بھر آپ کے زیرِ سایہ رہنے کی خواہشمند تھی۔ آپ نے ہی جلد بازی دکھادی۔'' وہ نظریں جھکا کر بولی۔

''بیٹی ماں، باپ کے گھر میں نہیں اپنے گھر میں ہی بھلی لگتی ہے۔ ہمارے پیغمبروں نے بھی اپنی بیٹیاں دوسروں کے گھروں کی زینت بنا ڈالیں۔ ہم تو بہت ناتواں اور ارزاں حیثیت کے لوگ ہیں۔'' ان کے لہجے میں دکھ سما گیا تھا۔

☆☆☆

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

''حمیرا بیٹی! آج نمرا کے پاس تمہاری موجودگی بہت ضروری ہے۔ اسی لیے تو میں شادی سے دو دن پہلے مایوں کی رسم کرنے پر زور دے رہی تھی کہ مایوں کی دلہن کو اکیلا نہیں چھوڑ سکتے۔ لیکن کیا کروں.....؟ میری کوئی بات سننے والا تو ہو..... یہ سن کر نندیں، بھابیاں اور دیورانیاں تو کاٹ کھانے کو دوڑیں کہ ہمارا رواج مہینہ بھر پہلے مایوں بٹھانے کا ہے۔ کیونکہ لڑکی پر شادی کے جوڑے میں روپ خوب آتا ہے۔ میری نمرا کا پہلے ہی روپ بھر بھر جاتا ہے۔ اسے دن رات ابٹن رگڑنے کی ضرورت تو ہے نہیں۔ بس سب نے مجبور کر دیا۔ میں نے تو پھر تین ہفتے پہلے اسے بٹھالیا بس اب بیٹا میں وقتاً فوقتاً تمہیں تنگ کرتی رہوں گی۔ کیونکہ نمرا کو اکیلا چھوڑنا درست نہیں۔'' عالیہ نے حمیرا کو فون پر نمرا کے پاس رہنے کے لیے کہا۔

''بصد شوق..... آپ تنگ کریں..... میری خوش نصیبی ہے آنٹی..... ورنہ آپ کے بہن بھائیوں کی بیٹیوں کی کمی تو ہے نہیں..... یہ سن کر مجھے حیرت ہوئی ہے کہ مایوں کے بعد دلہن کو تنہا چھوڑنے میں کیا قباحت ہے؟'' وہ حیران کن لہجے میں بولی۔ ''ضرور پرانی سوچ ہوگی۔''

''بیٹا ہم بزرگوں کی زبانی سنتے آئے ہیں کہ مایوں کے جوڑے میں دلہن پر ہر طرح کے بھوت پریت، جن اور پریاں عاشق ہوتی ہیں۔ وہ ہر وقت اس کے تنہا رہنے کا انتظار کرتی ہیں۔ اگر ایک لمحے کو بھی وہ انہیں اکیلی نظر آجائے تو اس پر حملہ آور ہو جاتی ہیں۔ دلہن مر بھی سکتی ہے۔ بے ہوش بھی جا سکتی ہے اور عمر بھر کے لیے اپاہج بھی ہو سکتی ہے۔'' عالیہ کے لہجے میں خوف عود کر آیا تھا۔ حمیرا اس کی معصومیت پر قہقہہ لگا کر ہنسنے لگی۔

اس نے عالیہ کو سمجھانے کی کوشش کی نہ ہی دلائل دیے۔ آنے کا وعدہ کر کے اس نے فون بند کر دیا۔ جب سے اس نے عادل سے شادی کرنے کے ارادے کو دل سے کھرچ کر نکال دیا تھا۔ وہ پھر سے نمرا کے بہت قریب ہو گئی تھی۔ اور عالیہ سے حالاتِ حاضرہ، سیاست اور ملکی حالات پر زور شور سے گفتگو ہونے لگی تھی۔ ان دنوں موضوع بدل چکا تھا۔ تمام وقت شادی کے پروگرام بنانے میں گزر جایا کرتا تھا۔

☆☆☆

رحمان، مختار کو ریسیو کرنے ائرپورٹ جانے کے لیے تیار کھڑے تھے کہ عالیہ بھی پرس اٹھائے ساتھ جانے کے لیے چل پڑی۔ رحمان نے حیرت سے بیوی کی طرف دیکھ کر استفہامیہ لہجے میں کہا۔

''تمہارا تو ایسا کوئی پروگرام نہیں تھا۔ نمرا گھر پر اکیلی ہوگی یا وہ بھی ساتھ چل رہی ہے۔ وہ بھی پہلے مایوں کے جوڑے میں.....؟''

''حمیرا آنے ہی والی ہے۔ فکر کی بات نہیں۔ آپ مجھے مارکیٹ ڈراپ کر دیں۔ نمرا کا ویڈنگ ڈریس تیار ہو گیا ہے اور جیولر کا بھی فون تین چار بار آچکا ہے۔ سوچا دونوں کام آج ہی کیے دیتی ہوں۔ آپ کی جب بھی ائرپورٹ سے واپسی ہوگی۔ مجھے فون کر لیجیے گا میں آپ کو شاپ کا پتا بتا دوں گی، وہیں سے مجھے پک کر لیجیے گا۔ ایک پنتھ دو کاج..... کیسا لگا میرا پروگرام.....؟'' وہ خوش ہوتے ہوئے بولی۔

''بہت خوب، ورنہ کل میری شامت آئی ہوتی۔ بھئی اب بازار کے چکر ختم کرو، گھر میں مہمان آرہے ہیں، کچھ ان کی خاطر تواضع کا سوچو..... مگر پلیز جان کی قربانی سے باز ہی رہنا۔'' وہ قہقہہ لگاتے ہوئے بولے تو دونوں مین ڈور سے باہر نکلنے سے پہلے واپس پلٹے۔ نمرا کے کمرے میں رحمان نے جھانکا۔ وہ لیپ ٹاپ پر بزی تھی۔

''بیٹا..... مین ڈور لاک کر لو..... حمیرا بھی پہنچنے والی ہے۔ تمہیں اکیلے میں ڈر تو نہیں لگے گا؟''

عالیہ نے بھی اندر جھانک کر کہا تو نمرا لیپ ٹاپ سائڈ ٹیبل پر رکھ کر اٹھ گئی۔

www.urdutube.net www.bookstube.net www.urdumovies.net

''امی پہلے بھی تو ہزاروں بار اسی گھر میں اکیلی رہی ہوں۔ آج مجھے ڈر کیوں لگنے لگا ہے'' عالیہ ذرا سا مسکرائی اور دونوں باہر نکل گئے۔ نمرا باہر ہی رک کر انہیں گاڑی میں بیٹھتے ہوئے پیار سے دیکھنے لگی تو عالیہ نے اندر جانے کا اشارہ کیا تو وہ ہاتھ ہلاتی ہوئی مین ڈور لاک کر کے پھر اپنے کمرے میں آ گئی۔

☆☆☆

حمیرا الماری میں سردیے کبھی ایک ہینگر باہر نکالتی تو کبھی دوسرا..... کیا مجال ہے کہ ایک ڈریس بھی پسند آ رہا ہو۔ اور موبائل کی رنگ نے تو کمرے میں ہلچل مچا رکھی تھی۔

''اس موبائل کو دل چاہتا ہے کوڑے کے ڈھیر پر پھینک آؤں۔ کم بخت جب سے ایجاد ہوا ہے۔ دن اور رات کا سکون ہی غارت ہو گیا ہے۔ اب تو کوئی اور ہم سفر ڈھونڈنے کی ضرورت ہی نہیں..... یہی کم بخت اسی کا رول پلے کرتا ہے۔'' وہ بڑبڑاتی ہوئی ڈریسز کو وہیں چھوڑ کر مڑی اور سائڈ ٹیبل سے فون اٹھا کر نمبر دیکھے بغیر آن کر دیا یقین تھا کہ نمرا کا فون ہوگا۔ اس نے دوسری طرف سے ہیلو کی آواز کا بھی انتظار نہیں کیا تھا۔

''مجھے علم تھا کہ تمہارا ہی فون ہوگا۔ بس ایک گھنٹے میں تمہارے پاس ہوں گی..... تیار ہونے ہی جا رہی تھی اپنی نمود لہنیا کے لیے آئس کریم اور برگر بھی لیتی آؤں گی۔ آخر چند دنوں کی مہمان ہو۔ بس پہنچ رہی ہوں مجھے معلوم ہے تم اکیلی ہوگی..... پر ڈرنے کی کوئی بات نہیں۔ جب تک اپنے ہونے والے دولہا میاں کو فون کر لو۔ گپ لگاؤ' تمہیں تنہائی کا احساس ہوگا نہ ہی میری کمی محسوس ہوگی۔'' حمیرا روانی سے بولے جا رہی تھی کہ دوسری طرف سے فون کٹ گیا۔

''بالکل ہی ڈرپوک ہے۔'' وہ فون وہیں پر رکھ کر پھر الماری کی طرف بڑھ گئی۔

اِدھر عادل نے حمیرا کا تمام پروگرام اور نمرا کے حالات سن کر کچھ کہے بغیر فون رکھ دیا تھا۔ ذہن میں لاوا ابلتے کئی مہینے ہو گئے تھے۔ اب وہ پھٹنے کو تیار تھا۔ حمیرا کی خاموشی پر بھی بے پناہ قہر و جلال تھا کہ وہ بھی اب نہ تو فون کرتی تھی نہ ہی اس کی کال ریسیو کرتی تھی۔ ممی اپنے گھر اور یونیورسٹی کے درمیان گھن چکر بنی ہوئی تھیں۔ گھر پر شوہر کی بیماری، تیمارداری اور یونیورسٹی میں لیکچرز کی ڈیمانڈ اور سمسٹر کا اسٹارٹ اور اینڈ کو نپٹاتے ہوئے عادل سے ملنے نہ آ پائیں۔ فون پر ہی رابطہ تھا، وہ بھی کبھی کبھار..... یونیورسٹی سے عادل کو ریزائن کرنے پر مجبور کیا جا رہا تھا کیونکہ اس کی آئے دن کی چھٹیوں نے سمسٹر ہی لیٹ کر دیا تھا۔

عادل کو دنیا کے ہر بندے سے شکایت تو پہلے سے ہی تھی۔ اب اسے ریجکشن کا جان لیوا کرب ستانے لگا تھا۔ روز بروز زخموں کی تعداد میں اضافے کی وجہ سے طبیعت میں انتقام و بدلے کا جذبہ بتدریج بڑھتا جا رہا تھا۔ اس نے فون بند کیا اور غصے سے اسے سامنے والی دیوار پر دے مارا اور گاڑی کی چابی اٹھا کر باہر نکل گیا۔ لفٹ تک پہنچتے ہوئے اس نے خود کو ہوش دلانے کی کوشش کی مگر سر میں خناس بھرا ہوا تھا۔ آنکھوں میں خون اترا ہوا تھا۔ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر اس نے نمرا کو غلیظ اور بے ہودہ گالیوں سے نوازتے ہوئے گاڑی اسٹارٹ کی اور ہوا کی رفتار سے اڑاتا ہوا ریڈ لائٹس کراس کرتا ٹریفک پولیس کی پروا کیے بغیر نمرا کے گھر کے گیٹ پر گاڑی روک کر باہر نکلا۔ اوپر ہو کر گیٹ کے اندر ہاتھ ڈال کر اس نے گیٹ کھولا اور اندر چلا گیا۔ مین ڈور پر پہنچ کر اس نے بیل دی تو نمرا قلانچیں بھرتی ہوئی کمرے سے باہر نکلی اور مین ڈور کھولنے سے پہلے بڑبڑائی۔

''امی تو کہہ رہی تھیں کہ تم ایک ڈیڑھ گھنٹے میں پہنچنے والی ہو۔ آج تو تم نے کمال ہی کر دیا۔ دیر سے آنے والی حمیرا میں اتنی چستی اور پھرتی کیسے آ گئی۔ حیرت کی بات ہے۔'' وہ خود کلامی کرتی دروازے تک پہنچ گئی تھی۔ مین ڈور

www.urdutube.net www.bookstube.net www.urdumovies.net

کھولتے ہی اس کی چیخ حلق میں پھنس گئی۔ سامنے عادل خونخوار حلیے میں کھڑا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ اس سے کوئی سوال کرتی۔ عادل نے اسے ہلکا سا دھکا دیا اور تیزی سے اندر آ گیا۔ اور دروازہ لاک کر کے اس کا بازو مضبوطی سے پکڑا اور گھسیٹتا ہوا کمرے میں لے آیا۔ سکتے کے عالم میں وہ گم صم سی ہو گئی تھی۔

نہ تو چیخ سکی نہ ہی اس غصے کی وجہ پوچھ سکی۔ حملہ اتنا جلد اور شدید تھا کہ اس کا ذہن ماؤف ہو چکا تھا۔ اس کے منہ میں اسی کا پیلا مایوں کا دوپٹا ٹھونسا ہوا تھا اور وہ ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہی تھی۔

☆☆☆

حمیرا نے گیٹ کھلا دیکھا تو حیران و پریشان ہوتی ہوئی گاڑی پورچ تک لے گئی۔ مین ڈور کا ایک پٹ بند لیکن دوسرا ہلکا سا کھلا دیکھ کر وہ ششدر رہ گئی۔ تیزی سے اندر داخل ہوئی۔ نمرا کو آوازیں دیتی ہوئی اس کے کمرے تک چلی گئی۔ کمرے کا دروازہ بند تھا مگر لاکڈ نہیں تھا۔ حمیرا نے آہستہ سے دروازہ کھولا تو نمرا کو بستر پر نیم بے ہوشی کی حالت میں دیکھ کر چیخی۔

''نمرا، نمرا آنکھیں کھولو..... کیا ہوا ہے؟ مجھے کچھ تو بتاؤ۔ ورنہ مجھے کچھ ہو جائے گا۔'' نمرا نے بے بس و لاچار اجڑی ہوئی آنکھیں کھولی اور پھر بند کر لیں۔ عالیہ آنٹی کی باتیں حمیرا کے کانوں میں گونجنے لگیں، جنہیں وہم و توہمات سمجھ کر وہ ہنس دی تھی۔

''نمرا تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں..... جلدی اٹھو، میں تمہیں ڈاکٹر کے پاس لے چلوں۔'' وہ اس کے بالوں کو ماتھے سے ہٹاتے ہوئے بولی۔ ''پہلے کپڑوں میں سرسوں کا پھول لگ رہی ہو۔ تمہیں اچانک ہوا کیا ہے؟ ابھی تو میری تم سے بات ہوئی تھی۔ مگر اس وقت بھی تمہاری طرف سے کوئی رسپانس نہیں تھا۔ خاموشی تھی اور پھر تم نے فون بند کر دیا۔ کیا اس وقت بھی تمہاری یہی حالت تھی؟ ایک بار ایک دو لفظوں سے اپنا حال تو بتا تیں میں تیار ہوئے بغیر پہنچ جاتی۔'' وہ اسے جھنجوڑتے ہوئے بولی مگر نمرا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ پھٹی پھٹی نگاہوں سے چھت کو گھورتی رہی۔ حمیرا نے کمبل ٹھیک کیا اور اس کا سر آہستہ آہستہ دبانے لگی۔ کافی دیر بعد حمیرا نے اپنے موبائل پر ٹائم دیکھا۔ شام کے سات بج رہے تھے۔ ''شاید فلائٹ لیٹ ہو۔'' وہ بڑبڑائی۔ ''آنٹی بیچاری بازار میں خوار ہو گئی ہوں گی۔ انکل کا انتظار کرتے، کرتے۔'' اس نے ہمدردی و خلوص سے سوچا اور عالیہ کو فون کر دیا۔

''میں تمہیں فون کرنے ہی والی تھی۔ دراصل فلائٹ تین گھنٹے لیٹ ہے۔ اس لیے میں تو اس وقت ٹیکسی میں بیٹھ رہی ہوں۔ تھوڑی دیر میں پہنچتی ہوں۔ تم میرے آنے تک نمرا کے پاس ہی رہنا۔ اسے اکیلا نہیں چھوڑنا بلکہ آج نمرا کے پاس ہی رہ جاؤ۔ وہ بھی خوش ہو جائے گی۔ بابل کا دوار چھوڑنے پر بہت اداس ہے۔'' وہ تاکیداً بولی تو حمیرا نے اسے دل کھول کر تسلی دی۔ نمرا کی خراب طبیعت کا ذکر کرنا مناسب نہیں لگا۔ کیونکہ وہ اداس ہے۔ بیمار نہیں..... اسے یقین ہو چلا تھا تقریباً آدھے گھنٹے بعد عالیہ گھر پہنچ گئی۔ نمرا ابھی تک آنکھیں بند کیے ساکت و جامد لیٹی ہوئی تھی۔ عالیہ دیکھ کر تڑپ گئی۔ جلدی سے گرم دودھ میں شہد ملا کر لے آئی۔ اسے سہارا دے کر بٹھایا اور زبردستی اسے دودھ پلانے کی کوشش کرنے لگی لیکن نمرا کی طرف سے بے حد خاموشی تھی۔ عالیہ بلک اٹھی۔

''بیٹا اپنے گھر خوشی خوشی جاؤ، جانتی ہوں والدین کا در چھوڑنا آسان ہرگز نہیں..... لیکن یہ دکھ تو سہنا ہی پڑتا ہے۔ دیکھا... حمیرا تیری دوست کو حاسدوں کی نظر لگ گئی۔ میں نہ کہتی تھی کہ مایوں کے لباس میں دلہن پر جن بھوت عاشق ہو جاتے ہیں، میں کل ہی حضرت جی کو گھر بلا لوں گی۔ کسی نے جادو کر دیا ہو گا۔ کیونکہ بغض و عناد میں شریکہ مر رہا ہے۔ بس رات خیریت سے گزر جائے۔'' وہ اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے اوٹ پٹانگ بولے جا رہی تھی۔ اور

www.urdutube.net www.bookstube.net www.urdumovies.net

تمیرا اندر ہی اندر شرمندہ ہو رہی تھی کہ اس نے آنے میں دیر کیوں کر دی؟ آنٹی کی بات تو سچ ہو گئی کہ اکیلے پن میں اس کی طبیعت ہی خراب ہو گئی..... ہو سکتا ہے کسی جن یا چڑیل نے قبضے میں لے لیا ہو۔

☆☆☆

''گاڑی اتنی تیز رفتار تھی کہ ایکسیڈنٹ ہونا لازم تھا۔'' پولیس مین نے سائرہ کو افسردگی سے بتایا۔ ''بیگم صاحبہ آج کل کے لڑکوں پر، جوانی بھی عجیب ہی طریقے سے آئی ہے۔ نہ بڑوں کا لحاظ نہ چھوٹوں کی تمیز..... اس لیے جوان لڑکوں میں ایکسیڈنٹ کی تعداد خاصی بڑھ گئی ہے۔ کیونکہ وہ ہمارے اشارے پر رکنا اپنی توہین سمجھتے ہیں، گالی دے کر گزر جانا ان کا شیوہ ہے اور آج کی لڑکیاں تو ان سے چار ہاتھ آگے ہیں۔ بس جی ہم نے بھی اسی سڑک پر کیسے، کیسے مزاج کے لوگ دیکھے ہیں... قومیت، انسانیت اور شرافت نام کی چیز نہیں رہی کسی میں..... نفسا نفسی کا عالم ہے، بالکل ایسے ہی جیسے ہر کوئی چاہتا ہے کہ میں آگے جانے والی گاڑی سے آگے نکل جاؤں اور نکلتا ہی چلا جاؤں۔ تمام گاڑیاں میرے پیچھے ہوں، یہی حال ہے اس وقت ہمارے معاشرے کا..... کرسی پر بیٹھنے والوں کا.....''

سائرہ نے دکھ بھری نظروں سے اسے دیکھا اور خدا حافظ کہہ کر اپنی گاڑی میں آ کر بیٹھ گئی۔ عادل کی ٹوٹی پھوٹی گاڑی کو سڑک کے درمیان سے ہٹا دیا گیا۔ گاڑی کی موجودہ حالت دیکھ کر گمان ہوتا تھا کہ اس گاڑی میں سوار ایک فرد بھی زندہ نہیں بچا ہو گا۔ سائرہ نے ہاتھ جوڑ کر اللہ تعالیٰ کے غضب سے پناہ مانگی اور اس کا شکر ادا کرتی ہوئی اسپتال کی طرف چل دی۔ تمام راستے اس کے آنسو بہتے چلے گئے۔ عادل کی پیدائش سے قبل..... اور بعد کے دن فلم کی طرح ذہن کے پروجیکٹر پر تیزی سے سامنے آنے لگے۔

''اُف میرے بچے کا بچپن، لڑکپن اور جوانی حسرتوں کی آماجگاہ ہی بنی رہی..... میری ایک نادیدہ، انجانی معمولی سی غلطی کی سزا میرے اس لختِ جگر کو بھگتنی پڑے گی۔ کاش مجھے اس کا علم ہو جاتا۔ میرے رب میرے بچے کو عمرِ دراز بخش..... اور اسے بہترین صحت عطا فرما۔ اس کے ذہن و قلب کو اپنے نور سے روشن کر دے۔ اس کی حرکات و سکنات کو اپنی پسند کے مطابق ڈھال لے اور اسے سکون دے دے۔ اس کے اضطراری اور سیماب مزاج کا رخ تسکین و طمانیت کی طرف موڑ دے۔ آج تو نے اس کی زندگی بچا کر مجھ پر احسانِ عظیم کر دیا ہے۔ میرے مولا میں تیرا شکر ادا کرنے والی زبان سے ہی محروم ہوں، مجھے وہ زبان عطا کر دے۔ جو سوائے شکرانے کے اور کسی لفظ سے آشنا نہ ہو اور میرے گناہوں کی سزا میری اولاد سے ہٹا دے۔ میرے مالک تو، تو دلوں کے بھیدوں سے واقف ہے۔'' وہ اسی عالم میں دعائیں کرتی اسپتال کی پارکنگ میں پہنچ گئی اور بوجھل قدموں سے چلتی ہوئی آئی سی یو کے باہر نرس سے عادل کی رپورٹ معلوم کرنے لگی۔

☆☆☆

رحمان نے وی آئی پی لاؤنج کے ریسپشن پر اپنا انٹری کارڈ دکھایا۔ ائرپورٹ سیکیورٹی سسٹم کی تمام فارمیلٹیز پوری کرنے کے بعد وہ لاؤنج میں آ گئے۔ صوفے پر بیٹھے وہ سامنے لگے ہوئے پلازما کی اسکرین پر ٹاک شو دیکھتے ہوئے مہمانوں کی آمد کا انتظار کرنے لگے۔ بیرے نے چائے کی پیش کش کی تو انہوں نے مسترد کر دی اور نظریں پھر ٹی وی پر جم گئیں۔ انہیں وقت کا احساس ہی نہیں ہوا۔ جب مختار راجا کی آواز سماعتوں میں گونجی تو وہ اچھنبے سے کھڑے ہو گئے۔ مختار سے ملنے کے بعد راحت بھائی سے علیک سلیک ہوئی اور ان کا اور بچوں کا حال دریافت کیا تو مختار نے آگے بڑھ کر اپنائیت، لگاوٹ اور محبت سے بھرپور لہجے میں کہا۔

''رحمان میرا بیٹا بھی میرے ہمراہ ہے، ان سے ملیے ان کا نام بھی بہت ہی خوب صورت ہے ان کی شخصیت و

www.urdutube.net www.bookstube.net www.urdumovies.net

کردار کی طرح.....'' رحمان نے ان کے قریب کھڑے نوجوان کی طرف دیکھا۔

''آئی کانٹ بی لیوائٹ.....'' ان کے منہ سے بے اختیار نکلا..... سعود ایک مہذب پاکستانی شہری لگ رہا تھا۔ اس کا چہرہ اس کی اندرونی کیفیت کی غمازی کر رہا تھا۔ لبوں پر ندامت بھری مسکراہٹ اور آنکھیں جھکی ہوئی تھیں۔ رحمان سکتے کے عالم میں حواس باختہ سے ہو کر اسے دیکھے جا رہے تھے۔ آخر تھوڑے توقف کے بعد سعود کے لب بہ مشکل پھڑپھڑائے۔

''ابو جی آئی ایم ایکسٹریملی سوری..... میں نے آپ کو خوشیاں دینے کے بجائے بے حساب دکھ دیے۔'' آواز پر وہ ایک دم سے چونکے اور گردن کو جنبش دی۔ کافی دیر وہ خود کو نارمل کرنے کی کوشش میں لگے رہے۔

''رستہ کھو جانے والے بھولے بسرے جب راہِ مستقیم پر آتے ہیں تو باری تعالیٰ انہیں معاف فرما دیتے ہیں۔ ہم تو پھر اس کے بندے ہیں۔'' بہ مشکل بولتے ہوئے وہ صوفے پر آ کر بیٹھ گئے۔ سب ان کے سامنے ہی براجمان ہو گئے..... وہ دھیمے لہجے میں گویا ہوئے۔ ''اور میں تو بہت ناچیز اور حقیر انسان ہوں۔ میری مجال نہیں بیٹا کہ تمہیں معاف نہ کروں..... بلکہ میں اسی مراجعت پر تمہیں مبارک باد پیش کرتا ہوں لیکن تمہیں یہ بتا دوں کہ میری نبض رک گئی تھی، دل کی دھڑکن جواب دے گئی تھی۔ اللہ تعالیٰ کی شان کا یہ روپ دیکھ کر۔'' وہ اسے گلے لگا کر خوشی سے اشکبار ہوتے ہوئے بولے تو راحت بھابی اور مختار کی آنکھیں بھر آئیں۔

''رحمان تم جو بھی دیکھ رہے ہو اس میں ہمارا کمال نہیں..... اوپر والے کو اس معصوم اور بھولے بھالے بچے پر رحم آ گیا اور اس نے مجھے بھی ایک صبح ایسے ہی شاکڈ کر دیا تھا جیسے آج تم ہوئے ہو..... یہ اس کی اپنی چوائس تھی، میرا پریشر ہرگز نہیں تھا۔''

''مختار تم نے میری نسل کو تباہ و برباد ہونے سے بچا لیا۔ میرے نام کو ابدی بنا ڈالا۔ اللہ تعالیٰ یہ نیک کام تمہارے ہاتھوں کروانا چاہتا تھا۔ ورنہ انسان کی مجال کہاں کہ پتھر کو موم بنا ڈالے۔ مان گیا ہوں ماشاء اللہ مختار تم تو بہت عقلمند نکلے..... ہمیشہ کی طرح مجھے آج بھی پچھاڑ کر خوش ہو رہے ہو..... راحت بھابی آپ ہی اسے بیٹا کہنے کی سزاوار ہیں۔ محض پیدا کرنے والے ہی والدین کے رتبے کو حاصل نہیں کرتے۔ اس مرتبے پر آپ جیسے والدین بھی فائز ہو جاتے ہیں۔ جب وہ کسی کی بگڑی ہوئی اولاد کو راہِ راست پر لا کر ان کی زندگی کے مقصد کو بدل ڈالتے ہیں تو ان کا مقام فرشتوں اور پیغمبروں کے برابر ہو جاتا ہے۔'' وہ عقیدت مندانہ انداز میں بولے جا رہے تھے اور سعود ابھی تک باپ کے گھٹنوں پر سر رکھے معصوم بچے کی طرح بیٹھا ہوا تھا اور مختار اور راحت یہ منظر جو اک یادگار بن گیا تھا دیکھ کر محظوظ ہو رہے تھے۔

سامان کی کلیرنس ہونے کے بعد سب گاڑی میں آ کر بیٹھ گئے تو مختار نے خوشی سے مغلوب ہوتے ہوئے کہا۔

''میں اپنے بیٹے کی مزید پروگریس رپورٹ دینا چاہتا ہوں۔ میرے بیٹے نے یونیورسٹی دوبارہ جوائن کر لی ہے، اس میں میرا کوئی ہاتھ نہیں..... فیس کا انتظام اس نے بذاتِ خود کیا ہے، پڑھائی جاری رکھنے کا فیصلہ بھی اسی کا ہے۔ اس نے اپنے لیے ہر فیصلہ خود کیا..... جاب سے لے کر یونیورسٹی تک کا سفر اس نے اکیلے طے کیا ہے۔ کسی کا ساتھ تھا نہ ہی رہنمائی تھی۔ اپنا رہنما اور مسیحا اس کی اپنی ذات ہی تھی..... اور فقط اپنے مالک کی مددگاری شاملِ حال تھی کیونکہ نیت نیک اس نے باندھی تو رہنمائی مالک نے کر دی۔ اس لیے رحمان تم اس کے اس حلیے کو عارضی مت سمجھنا۔ وہاں کے اسلامک سینٹر کا ہر دلعزیز ممبر ہے میرا سعود۔'' سعود دلنشیں مسکراہٹ سے باپ کو دیکھے جا رہا تھا جیسے کہہ رہا ہوں آپ کو ایسے ہی بیٹے کی چاہ تھی جس کے پیدا ہونے کی آپ نے خواہش کی تھی۔

www.urdutube.net www.bookstube.net www.urdumovies.net

''یہ معجزہ اس ذات کی طرف سے مجھ ناچیز پر کیسے نازل ہوگیا؟'' رحمان نے اسٹیرنگ گھماتے ہوئے حیرت و اشتیاق سے کہا۔ ''مختار مجھے اپنی قسمت پر یقین کیوں نہیں آرہا۔ میری آنکھیں اور میرے کان بھی حیرت زدہ ہیں۔''

''آج تمہیں اللہ تعالیٰ نے چھپر پھاڑ کر بے حساب رزق سے نوازا ہے کیونکہ تم نے کروڑوں کے حرام سے اپنے لیے رزقِ حلال چھان لیا..... بھابی کے صبر و تحمل کے شیر نے اسے پروان چڑھایا۔ آپ دونوں کی یہ قربانیاں میرا مولا رائگاں کیسے کرتا..... وہ تو رزقِ حلال پر اکتفا کرنے والوں کا ساتھی ہے اور صبر کرنے والوں کو بہترین اجر سے نوازنے کا اس نے وعدہ کر رکھا ہے۔ اس نے اپنا وعدہ پورا کر دکھایا۔ سبحان اللہ، سبحان اللہ!'' مختار نے عقیدت مندانہ لہجے میں کہا تو رحمان کے اندر کی تلخی اور انتشار میں تخفیف ہوئی تو وہ توقف کے بعد بولے۔

''سعود..... بیٹا مجھے معاف کر دینا۔ میں نے تمہارے ساتھ جو سلوک کیا تھا وہ درست ہرگز نہیں تھا اس وقت میرا ایمان کمزور اور اعتقاد بہت دھیما پڑ گیا تھا جو خود کو ہی سے کچھ سمجھ بیٹھا اور تمہیں چلا تھا سدھارنے.....'' لہجے میں پچھتاوا اور شرمندگی تھی۔

''ابو آپ بے قصور تھے، میں نے کبھی آپ کو موردِ الزام نہیں ٹھہرایا..... اگر آپ کی جگہ کوئی اور باپ بھی ہوتا تو وہ ایسے خبیث بیٹے کو زہر دے کر مار ڈالتا۔ آپ سے ایسا کوئی جرم اور گناہ سرزد نہیں ہوا..... میں ہی قسمت کا مارا اور پاک ذات کا دھتکارا ہوا انسان تھا کہ اپنی جنت کو چھوڑ کر جہنم کا انتخاب کر لیا۔ اگر مختار نکل نہ ہوتے تو ابو میں عمر بھر جیل سے باہر نہ نکل پاتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کسی غیر مذہب سے دوستی مت لگاؤ، وہ آہستہ آہستہ تمہیں اتنا کمزور اور لاغر کر دے گا جیسے لکڑی کو گھن اندر ہی اندر چاٹ کر کھوکھلا کر دیتا ہے۔ ابو جی میں نے اس گناہ کی سزا بھگت لی ہے، آپ نے ہمیں زندگی کے نشیب و فراز میں سر اٹھا کر جینے کی تربیت دی تھی، خودداری اور غیرت کا درس دیا تھا، حسنِ سلوک، اخلاقیات اور وضع داری کی مثال قائم کر کے ہمیں راہِ راست پر چلانے کی بے پناہ کوشش کی تھی۔ پھر یہ کیسے ممکن تھا کہ آپ کی اس شاندار تربیت کی ضوفشانی ہماری شخصیت سے مفقود ہو جاتی۔ ابو اسی نور اور اسی روشنی کی چھاپ میرے گناہوں پر ثبت ہو کر مجھے پُرنور کر گئی۔ آپ کی محنت رائگاں نہیں گئی۔ اللہ تعالیٰ مجھے ثابت قدم رکھے..... یہی میری دعا ہے۔ اس کے علاوہ مجھے اور کچھ نہیں مانگنا..... جسے اپنے رب اور نبی پاکؐ کا قرب حاصل ہوگیا اس کی تو جھولی فضل و کرم اور رحمتوں سے بھر گئی ناں.....'' سعود اپنی ہی لے میں بولے جا رہا تھا۔ اسے محسوس ہی نہیں ہوا کہ وہ اپنے ابو کو غیر محسوس طریقے سے لیکچر دیے جا رہا ہے۔ اس کی زبان سے ادا کردہ ہر لفظ میں سچائی تھی۔ کہیں بھی جھوٹ اور مکاری نہیں تھی۔ خوشامد نہیں تھی۔ رحمان کی آنکھوں سے جو آنسوؤں کی جھڑی لگی تو رکنے کا نام نہیں لے رہی تھی۔ یہ وہ خوشی تھی جس میں دو جہانوں کی کامیابی ہی کامیابی تھی۔ آج رزقِ حلال کا مطلب کھل کر سامنے آگیا تھا۔ فخر کے بجائے رحمان میں عاجزی و انکساری نے ڈیرے جما لیے تھے۔ حالانکہ رحمان کے چہرے پر سجی داڑھی اور شلوار ٹخنوں سے اونچی اور سر پر ٹوپی اور ہاتھ میں تسبیح نہیں تھی مگر اعتقاد و ایمان رگ و ریشہ میں بسیرا کرتا تھا۔ ظاہرانہ روپ سے بڑھ کر انہیں اسلامی عقیدوں و اصولوں پر چل کر خود کو بہترین مسلمان کہلانا تھا۔ وہ اسی راستے پر گامزن تھے اور مختار بھی ایسی ہی فطرت کا تھا۔ فقط قواعد و ضوابط پر اکتفا کرنے والا وہ بھی نہ تھا۔ اپنے اخلاقیات و دینی سلوک و رویے کا ہمیشہ سے قائل تھا اور یہی ان کی اصل قوت تھی جو سعود کو اپنے دینِ خالص کی طرف واپس لے آئی تھی۔

جاری ہے

www.urdutube.net www.bookstube.net www.urdumovies.net

پرندہ

فرح طاہر

''سونے کا نوالہ کھلا کر شیر کی نظر سے دیکھنے والی بات سمجھ میں آتی ہے مگر یہ روکھی سوکھی کھلانے کے بعد شیر سے بھی زیادہ غضب ناک نظر سے دیکھنا بھلا کہاں کا انصاف ہے؟'' وہ جو بڑے انہماک سے قیص پر سوئی سے کڑھائی کر رہی تھی اس کی بات سن کر وہیں ہاتھ روک کر ناسمجھی سے اس کی طرف دیکھنے لگی۔

''اب یہ تمہارے دماغ میں کون سے کیڑے نے حرکت کی ہے جو کورٹ کچہری کرنے بیٹھ گئی ہو؟''

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

''تمہیں تو جیسے کچھ پتا ہی نہیں بہت معصوم ہو تم!'' خاصا جل کر جواب دیا گیا تھا۔

''کچھ بتا دو گی تو مجھے بھی پتا لگ جائے گا اور تمہاری بھڑاس بھی نکل جائے گی۔'' اب کی بار اس نے سوئی اور فریم ایک طرف رکھ کر پوری توجہ اس کی جانب مبذول کی تھی۔

''ابا نے کالج میں داخلہ لینے سے منع کر دیا ہے..... کہہ رہے ہیں بس میٹرک کر لیا یہ کافی ہے۔ اب گھر بیٹھ کر گھر داری سیکھو۔'' برا سا منہ بنائے اس نے ساری تفصیل اس کے گوش گزار کی تھی جسے سن کر اس نے گہری سانس بھرتے ہوئے دوبارہ سے فریم اٹھا کر سوئی ہاتھ میں پکڑ لی اور بولی۔

''تو کیوں پڑھنا چاہتی ہو اتنا زیادہ.....؟''

''میرا شوق ہے بہت سارا پڑھنا۔'' اپنے شوق کا اظہار کرتے وقت اس کی آنکھوں میں جگنو سے چمکے تھے۔

''شوق رول دیتے ہیں رعنا، مت اتنے اونچے شوق پالا کرو۔'' اس سے خود اس کی اپنی آواز میں دبی حسرتیں سسکتی محسوس ہوئی تھیں۔

''یہ تمہاری سوچ ہے ورنہ ایسا کچھ نہیں ہوتا۔'' اس کی بات کو رد کرتی وہ فوراً بولی۔

''تم شوق پال کے دیکھو، تمہیں حسین خوابوں کو پانے کی لگن محسوس ہوگی تو زندگی بھی حسین محسوس ہونے لگے گی۔'' زرین نے بس ایک نظر اس کے جوشیلے انداز کو دیکھا پھر سر جھٹکتی بولی۔

''میں ہمیشہ اپنی چادر دیکھ کر شوق پالتی ہوں۔ اگر تمہاری طرح اونچے شوق پالنے لگ گئی تو چادر سے نکلتے پاؤں میری شخصیت کو بدصورت بنا دیں گے۔'' اس نے اپنی سر اٹھاتی حسرتوں کو بڑی آسانی سے جھڑکا تھا۔ ''تمہارے لیے بھی یہی اچھا ہوگا جیسا ابا چاہتے ہیں ویسا کرو۔''

''وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ ہم اس چار دیواری میں بھی سانس نہ لیں۔'' اس کا انداز ایک دم تیزی لیے ہوئے تھا۔

''ہاں تو پھر مت لو سانس۔'' اس نے تو جیسے حد ہی کر دی۔

''زرین.....؟'' حیرت و دکھ کے ملے جلے تاثرات لیے اس نے کہا۔ ''تم میری سگی بہن ہو کر ایسی بات کیسے کر سکتی ہو جبکہ تم خود سب جانتی ہو۔'' پھٹی آنکھوں کے ساتھ وہ اسے حیرت سے دیکھے گئی۔

''سگی بہن ہوں تمہاری جبھی تمہیں سمجھاتی ہوں۔ تم خود کیوں نہیں سمجھ جاتیں..... ہم مولوی علیم اللہ کی بیٹیاں ہیں جنہیں خدا نے دو بیٹیاں دے کر گویا زندگی بھر کی آزمائش میں مبتلا کر دیا ہے۔'' اس نے بڑی تلخ حقیقت بیان کی تھی۔

''انہوں نے خود ہمیں اپنے لیے آزمائش بنا لیا ہے ورنہ خدا کبھی بیٹیوں کو آزمائش بنا کر پیدا نہیں کرتا۔'' وہ اس تلخ حقیقت کی تلخی کم کر رہی تھی۔ ٹھیک ہی تو کہہ رہی تھی وہ..... اس بار زرین نے اختلاف نہیں کیا اسے چپ دیکھ کر وہ مزید کہنے لگی۔

''تنگ آ گئی ہوں میں اس گھٹن زدہ ماحول سے۔ ابا کی بے جا سختیوں اور فضول کی روک ٹوک سے..... دیکھنا جس دن میری برداشت ختم ہوگئی چھوڑ کر بھاگ جاؤں گی اس ماحول کو بھی اور ابا کو بھی۔'' تنفر سے کہتی وہ اسے دہلا گئی تھی۔

''ایسی باتیں مت کیا کرو رعنا مجھے ڈر لگتا ہے۔''

''اونہہ!'' اس کے خوف کو کسی گنتی میں نہ لیتے ہوئے وہ سر جھٹکتی اٹھی اور کمرے سے نکل گئی۔ زرین کتنی ہی دیر اس کے نقش پا کو دیکھتی ہوتی رہی۔ خود کو اس کے وقتی غصے کا دلاسا دیتی دوبارہ سے اسی قمیص کی طرف متوجہ ہوگئی تھی جو اسے آج رات مکمل کر کے دینی تھی۔

☆☆☆

مولوی علیم اللہ حد سے زیادہ دقیانوسی انسان

www.urdutube.net www.bookstube.net www.urdumovies.net

تھے۔ مولوی صاحب لڑکیوں کو زیادہ پڑھانے لکھانے کے حق میں نہیں تھے۔ ان کے مطابق لڑکیاں زیادہ پڑھ لکھ جائیں تو ماں باپ کو آنکھیں دکھانے لگ جاتی ہیں یہی وجہ تھی انہوں نے زرین کو آٹھویں کے بعد گھر بٹھا لیا تھا پھر جب رعنا نے آٹھویں جماعت پاس کی تو اسے بھی گھر بٹھانا چاہا مگر اسے ضد اور بھوک ہڑتال جیسی مشقتوں کے بعد بالآخر نویں جماعت میں داخلہ لینے کی اجازت مل گئی۔

یہی وجہ تھی اس نے زرین سے دو جماعتیں زیادہ پڑھ لی تھیں۔ مولوی صاحب ان پر کڑی نگاہ رکھتے تھے۔ ان کی ان بے جا سختیوں اور روک ٹوک نے ان دونوں کا اعتماد بری طرح مجروح کر کے رکھ دیا تھا۔ وہ دونوں ہی اپنے ماحول سے سخت الرجک تھیں مگر چونکہ زرین نہایت کم گو اور صابر واقع ہوئی تھی اس لیے وہ اس ماحول سے بھی سمجھوتا کر لینے کو تیار تھی مگر رعنا..... وہ زرین کے بالکل برعکس تھی۔ حد سے زیادہ صاف گو اور اپنے ماحول سے ناپسندیدگی کا کھلم کھلا اظہار کر دینے والی۔ وہ ہر اس بات پر اڑ جاتی تھی جو اس کے مزاج کے خلاف ہوتی مگر اس بار اس کی تمام ضد اور بھوک ہڑتال سب بیکار گئی۔ مولوی صاحب نے کالج جانے کی اس کی شدید خواہش کو سختی سے رد کر دیا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ اب انتہائی خراب موڈ کے ساتھ منہ لٹکائے بیٹھی تھی۔

''سمجھ میں نہیں آتا جب ابا کو بیٹیوں کی چاہ ہی نہیں تھی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں بیٹیاں دی ہی کیوں؟'' وہ غصے میں کچھ بھی بولے جا رہی تھی۔

''پاگل ہوئی ہو کیا..... کچھ بھی اول فول بکے جا رہی ہو۔'' زرین نے اسے ٹوک دیا۔

''ٹھیک ہی تو کہہ رہی ہوں میں۔ بیٹیاں نہ ہوئیں ہم موم کی گڑیاں ہو گئیں جنہیں زمانے کی ہوا نہ لگے جن پر کسی کی نظر نہ پڑے۔'' وہ جب بھی غصیلے موڈ میں ہوتی بھرپور دل کی بھڑاس نکالتی۔ زرین اس کی بھی عادتوں سے خوب واقف تھی اس لیے اس بار اس نے اسے ٹوکا نہیں تھا وہ خود چاہتی تھی وہ اس کے سامنے اپنے دل کی ساری بھڑاس نکال لے تاکہ اس کا غصہ ختم ہو جائے مگر اس سے پہلے کہ وہ مزید کچھ کہتی اماں کی پاٹ دار آواز صحن سے بلند ہو گئی۔

''ارے رعنا، کہاں ہو تم..... ذرا یہ کپڑے تو چھت پر پھیلا آؤ۔'' رعنا کو فوراً ہی اعتراض کا ایک اور موقع ہاتھ لگ گیا تھا۔

''یہ دیکھو، اب یہ ہر چھوٹے کام کے لیے بھی چوبیس گھنٹے رعنا، رعنا ہوا کرے گی۔ رعنا کی شکل میں جیسے کل وقتی ملازمہ ان کے ہاتھ لگ جائے گی اب۔''

''اپنے گھر کا کام کرنے سے کوئی ملازم نہیں بن جایا کرتے رعنا۔'' زرین ذرا سا مسکرائی تھی۔

''ہاں، پتا ہے مجھے اپنے گھر کے نام پر تم سارا دن کون سے کام کر رہی ہوتی ہو۔'' اس پر تیکھی نظر ڈال کر اس نے باہر کی جانب قدم بڑھائے مگر چوکھٹ پر رک کر دوبارہ اس کی طرف پلٹتی بولی۔ ''مگر یاد رکھو تم..... میں چند روپوں کے عوض وہ سب نہیں کروں گی جن سب میں تم اور اماں سارا دن رات لگی رہتی ہو۔'' اس کا صاف اشارہ کڑھائی اور سلائی کے ان کپڑوں کی طرف تھا جو اماں اور زرین اجرت پر لوگوں کو تیار کر کے دیا کرتی تھیں۔ رعنا بڑبڑاتی ہوئی کمرے سے نکلی اور ٹب اٹھا کر سیڑھیاں پھلانگتی چھت پر چلی آئی۔

تار پر کپڑے پھیلاتے ہوئے یونہی اس کی نظر سامنے اٹھی تو وہ دنگ رہ گئی۔ سامنے کا مکان جو عرصے سے خالی پڑا تھا کی ایک کھڑکی پر ایک لڑکا بڑی فرصت سے کھڑا اسی کی طرف دیکھ رہا تھا جونہی اس کی نظر پڑی تو وہ دلکشی سے مسکرا دیا۔

''ہائے اللہ.....'' وہ ایک دم دیوار کی اوٹ میں ہوئی تھی۔ ''بدتمیز کیسے دانت نکال رہا ہے۔ ابھی جو اگر ابا دیکھ لیتے تو یہی چھت میرے لیے شہرِ خموشاں

www.urdutube.net www.bookstube.net www.urdumovies.net

بن جاتی۔'' دھڑکتے دل کے ساتھ بڑبڑاتی ہوئی وہ سیڑھیاں اتر آئی تھی مگر پھر اس کا کچا باغی ذہن اسی ایک پل میں اٹکا رہ گیا تھا وہ کتنی ہی دیر اکیلی بیٹھی چپکے، چپکے اس لڑکے کو سوچتی رہی تھی۔ شام کو اماں کے کہنے سے پہلے ہی وہ چھت پر سے کپڑے اتارنے چلی آئی۔

اس بار اس کی نظر نے جان بوجھ کر سامنے کے گھر تک کا سفر کیا تھا۔ وہ حیران رہ گئی وہ لڑکا اب بھی اسی جگہ کھڑا اس کی طرف دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔ اس کی آنکھیں پھٹی رہ گئی تھیں، اسے مسلسل اپنی طرف دیکھتے پا کر لڑکے نے ہاتھ ہلا کر جیسے اسے ہوش کی دنیا میں لانے کی کوشش کی وہ ہڑبڑا کر جیسے ہوش میں آئی اور تیزی سے تار سے کپڑے اتار کر دوبارہ نیچے چلی آئی۔ پھر اگلے دن نہ چاہتے ہوئے بھی وہ خود کو اس چور راستے پر قدم رکھنے سے روک نہیں سکی تھی اور پھر ابا کا رعب وجلال بھی اس کے ان بڑھتے قدموں کو روک نہ سکا تھا۔

سلیم کے ابو ایک فرم میں ملازم تھے۔ ماں کا انتقال اس کی پیدائش کے وقت ہی ہو گیا تھا۔ سلیم نے بی اے کیا ہوا تھا اور آج کل ملازمت کے لیے جدوجہد کر رہا تھا، بات اشارے کنایوں سے خطوط تک آ پہنچی تھی۔ وہ رعنا کو اور رعنا اسے دل وجان سے پسند کرنے لگے تھے اور اب دونوں شادی کر لینا چاہتے تھے مگر جب سلیم کے والد اس کا رشتہ لے کر مولوی صاحب کے پاس حاضر ہوئے تو مولوی صاحب نے اس رشتے سے انکار کر دیا۔ سلیم تک ان کا انکار پہنچ چکا تھا اور اب وہ اس انکار کی خبر رعنا تک پہنچانا چاہتا تھا۔

☆☆☆

رعنا اپنے مخصوص وقت پر دبے پاؤں چھت پر آئی تو پتھر میں لپٹا سلیم کا خط اس کے قدموں میں آن گرا..... جسے اس نے فوراً جھک کر اٹھایا اور بنا ادھر اُدھر دیکھے نیچے چلی آئی۔ سلیم خود کو نظر انداز کر کے نیچے جاتی رعنا کو حیرت سے دیکھتا رہ گیا۔

رعنا اپنی پشت پر اس کی نظروں کو خوب محسوس کر رہی تھی مگر وہ اسے اپنی اس بے رخی کی وجہ نہیں بتا سکتی تھی پھر وہ اسے بتاتی بھی تو کیسے کہ آج ابا صبح سے گھر پر ہیں اور کسی بھی وقت اسے پکار سکتے ہیں ایسے میں اسے فوراً نہ پا کر انہوں نے طوفان کھڑا کر دینا تھا۔

خط کو مٹھی میں دبائے وہ نیچے آ کر دبے پاؤں اپنے اور زرین کے مشترکہ کمرے میں آ گئی۔ زرین کمرے میں نہیں تھی۔ اس نے بے تابی سے خط کو کھولا۔ ابھی اس کی نظریں چند سطروں کو ہی پڑھ سکی تھیں کہ زرین کمرے میں داخل ہو گئی۔ اس نے ایک بار پھر تیزی سے خط کو توڑ مروڑ کر مٹھی میں قید کر لیا اور خود کو مصروف ظاہر کرنے کی خاطر پاس پڑا ابا سے چھپا کر لیا گیا پرانا رسالہ اٹھا کر پڑھنے لگی۔

''کیا پڑھا جا رہا ہے؟'' زرین اس کے برابر آن بیٹھی۔

''کیوں، تمہیں نظر نہیں آ رہا کیا؟'' اپنی چوری کو چھپانے کی خاطر اس نے بڑا تیکھا سا جواب دیا۔

زرین نے ایک دم بہت غور سے اس کی طرف دیکھا۔

''اب ایسے کیا دیکھ رہی ہو؟ کیا میرے سینگ نکل آئے ہیں؟'' اسے مسلسل اپنی طرف متوجہ دیکھ کر وہ جھنجلانے لگی تھی۔

''دیکھ رہی ہوں کہ آج کتنے دنوں بعد تم اپنے پرانے میں موڈ میں نظر آئی ہو ورنہ تم جس طرح چپ ہو کر رہ گئی تھیں میں سمجھی کہ تم نے اپنے حالات سے سمجھوتا کر لیا ہے پھر تم نے کالج جانے پر بھی اس طرح ضد نہیں کی جس طرح نویں جماعت میں داخلہ لیتے وقت کی تھی.....''

''اپنے ان حالات سے سمجھوتا تم کر سکتی ہو میں نہیں۔'' اس نے بڑی نخوت سے سر جھٹکا۔

www.urdutube.net www.bookstube.net www.urdumovies.net

آج کل جن ہواؤں میں وہ اڑ رہی تھی اس نے اسے اپنے ماحول سے، سب سے، یہاں تک کہ خود سے بھی بیگانہ کر کے رکھ دیا تھا اور زرین سمجھ رہی تھی کہ اس نے سمجھوتا کر لیا ہے۔ کتنی ہی بار اس نے اپنے اور سلیم کے تعلق کے متعلق زرین کو بتانے کا ارادہ کیا تھا مگر زرین کی ہر بات اماں کو بتا دینے کی عادت کا سوچ کر ہر بار اس نے اپنا راز شیئر کرنے کے خیال کو اپنے اندر ہی اتار لیا۔

دوپہر سے اب تک جانے کتنی ہی بار وہ سلیم کا خط پڑھ چکی تھی جس میں ابا کا ان کی شادی سے انکار بڑے صاف اور واضح لفظوں میں تحریر کیا گیا تھا۔ ہر بار اس انکار کو پڑھ کر اس کے دل میں پہلے سے کہیں زیادہ باغی خیالات پیدا ہو رہے تھے۔ وہ جانتی تھی ابا کبھی اس کی شادی سلیم سے نہیں کریں گے..... اور ابا ہی جیسے کسی مولوی سے شادی کرنا وہ ہرگز بھی نہیں چاہتی تھی۔ وہ صرف سلیم سے شادی کی خواہش مند تھی..... سارے دن کی سوچ بچار کے بعد اس نے وہ فیصلہ کیا جو عام حالات میں وہ صرف سوچ ہی سکتی تھی۔ رات کی تاریکی میں اس نے چپ چاپ اپنا گھر چھوڑا اور سلیم کے ساتھ فرار ہو گئی۔

☆☆☆

''مولوی سلیم اللہ کی بیٹی بھاگ گئی.....'' جس نے سنا حیران رہ گیا اور حیران تو خود مولوی صاحب بھی تھے انہیں بالکل سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ انہوں نے ایسا کون سا دروازہ کھلا چھوڑ دیا تھا جس سے چور آیا چوری کر کے بھاگ بھی گیا اور کسی کو خبر بھی نہ ہونے پائی۔

رعنا کہاں گئی کچھ پتا نہ لگ سکا۔ سلیم اور اس کے والد اسی رات وہ گھر چھوڑ گئے۔ مولوی صاحب کی غیرت پر ایک تازیانہ لگا اور وہ بستر سے لگ گئے۔ انا کا بت چکنا چور ہو جائے تو اس کی کرچیاں سمیٹنا تو درکنار ان کی طرف دیکھنا بھی مشکل ہو جاتا ہے۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ان کی بیٹی ایسا بھی کر سکتی ہے۔ ان کو اپنی تربیت پر بے حد ناز تھا مگر وہ شاید نہیں جانتے تھے کہ ماں باپ کا اعتماد بچوں کو غلط راہوں پر جانے سے باز رکھتا ہے اور والدین کی بے جا سختی وار بے اعتمادی اولاد کو بدگمان کر دیتی ہے۔ زخم اتنا گہرا تھا کہ ہر دم ہی رستا رہتا تھا۔ مولوی صاحب کا بوڑھا ناتواں وجود اتنے گہرے زخم کی تاب نہ لا سکا اور وہ خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ ایک طرف اماں کو بدنامی کا داغ لگا تھا تو دوسری طرف ان کا سہاگ اجڑ گیا تھا۔ ان کو تو جیسے چپ سی لگ گئی ایسے میں سارا ستم ٹوٹا بیچاری نازک سی زرین پر ابا سے کہیں زیادہ سختی اور روک ٹوک اماں نے اس پر کی تو وہ نازک سی لڑکی ٹوٹ پھوٹ کر رہ گئی۔

نہ جانے وہ کب تک اماں کے اس عتاب و نفرت کا نشانہ بنی رہتی کہ ایک دن رشتے کروانے والی خالہ زرین کا رشتہ لے کر اماں کے پاس آئیں۔

''صادقہ! قسم سے لڑکا بہت شریف ہے اور اونچے عہدے پر بھی فائز ہے اور ماں تو بہت ہی سیدھی سادی خاتون ہے، اللہ کا دیا سبھی کچھ ہے ان لوگوں کے پاس پھر بھی غرور نام کو نہیں ہے۔'' خالہ نے سارا پس منظر ایک سانس میں بتا ڈالا تھا۔

''مگر خالہ ہمارا تو اپنا گزر بسر مشکل سے ہو رہا ہے..... ایسے میں زرین کی شادی کرنا میرے لیے بہت مشکل ہے۔'' اماں کو خرچے کی فکر نے آ گھیرا تھا۔

''نہیں صادقہ تم خرچے کی بالکل فکر مت کرو۔ ان لوگوں کو جہیز نہیں چاہیے، وہ تو مجھے کہہ رہی تھی کہ میرے بیٹے کے لیے کوئی اچھی اور نیک لڑکی ڈھونڈ دو اس کے علاوہ ہمیں کچھ نہیں چاہیے۔'' خالہ نے فوراً ہی ان کی فکر ختم کی اور سروتے سے چھالیا کترتے ہوئے مزید کہا۔ ''نہ تو نند کا جھگڑا نہ دیور کا نٹا، تمہاری بیٹی عیش کرے گی عیش۔'' انہوں نے زرین کے مستقبل کی سنہری جھلک دکھائی تو اماں نے ٹھنڈی سانس لیتے ہوئے اس رشتے کے لیے

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

رضامندی دے دی۔

''ٹھیک ہے خالہ مجھے کوئی اعتراض نہیں.....'' اماں کے اقرار کے کچھ دنوں بعد زرین شاہد کی زندگی میں داخل ہوگئی۔

ہر غم کے ساتھ خوشی جڑی ہوتی ہے۔ جب غم کا موسم گزر جاتا ہے تو خوشی کا وجود جنم لیتا ہے۔ زرین کے غم کا دور گزرا تو خوشیوں نے اس کی زندگی میں قدم رکھ دیا۔

شادی کے بعد زرین کی ساس نے زرین کو پھولوں کی طرح رکھا اور شاہد بھی اس کا بے حد خیال رکھتے تھے۔ ایک ساتھ اتنی خوشیوں کو پانے کے بعد زرین خدا کے حضور جھک، جھک جاتی تھی۔ ابھی تک اس کا آنگن بچوں کی کلکاریوں سے نہیں گونجا تھا مگر قدرت نے اسے زیادہ انتظار نہیں کروایا تھا اور اپنی یہ نعمت بجل کی صورت اس کی جھولی میں ڈال دی تھی۔ وہ بجل کو پا کر پھولے نہیں سماتی تھی۔ اس نے دل میں عہد مصمم کرلیا تھا کہ وہ اپنی بیٹی کو وہ سب کچھ دے گی جو اس کے والدین اس کو نہیں دے سکے تھے۔

زرین نے بجل کو ہر طرح کی آزادی دی کبھی زیادہ روک ٹوک نہ کی اور یوں جوانی کو پہنچتے تک بجل نہایت نڈر اور بے باک ہوگئی۔ زرین ہمیشہ اپنی بیٹی کو اتنے اعتماد سے بات کرتا دیکھ کر خوش ہوتی تھی مگر زرین کی ساس ہمیشہ زرین کو سمجھاتیں کہ لڑکی ذات کو اتنی آزادی مت دو کہ وہ جان بوجھ کر غلط راہوں کو اپنا لے مگر زرین ہمیشہ ان کی باتوں کو ہنس کر ٹال دیتی اور کہتی۔

''اماں میں جو کرتی ہوں مجھے کرلینے دیا کریں، میں نہیں چاہتی کہ میری بیٹی کسی بھی طرح کی گھٹن کا شکار ہو.....'' اور اسی گھٹن کا شکار ہو کر کل کو رعنا کی طرح ماں باپ کا سر نہ جھکا دے۔ مجھے اپنی تربیت پر بہت بھروسا ہے اماں۔ میری بیٹی غلط راہ پر نہیں جاسکتی۔'' وہ باقی کا جملہ دل ہی دل میں پورا کرتی۔

''وہ تو ٹھیک ہے بچے..... مگر ہیرے کو تراش کر پھینک نہیں دیتے بلکہ اس کی نوک پلک بھی سنوارتے ہیں، اس کو ایک اچھے سانچے میں ڈھالنے کے لیے اولاد کو اچھے برے کی تمیز سکھا کر اس کو اتنا کھلا نہیں چھوڑنا چاہیے کیونکہ چادر کتنی بھی صاف ستھری کیوں نہ ہو اگر باہر اسے کھلا چھوڑو گی تو گرد پڑ ہی جائے گی۔ ویسے بھی اولاد پرندے کی طرح ہوتی ہے۔''

زرین نے رعنا کے واقعے کا اتنا اثر لیا تھا کہ وہ ہمیشہ ان کی بجل کے متعلق کہی گئی سبھی باتوں کو نظر انداز کردیا کرتی تھی مگر پرندے کی مثال اسے کبھی سمجھ نہ آئی تھی۔

بجل نے میٹرک اچھے نمبروں سے پاس کیا تو اس کے کہے بغیر ہی زرین نے اس کا داخلہ کالج میں کروادیا۔ کالج آکر وہ پہلے سے کہیں زیادہ پُراعتماد دکھائی دینے لگی تھی۔ شکل صورت سے تو ویسے بھی خدا نے اسے بڑی فیاضی سے نوازا تھا، اوپر سے اس کا نڈر اور بے باک انداز..... سب باتوں نے مل کر اسے تک چڑھا اور قدرے مغرور بنا دیا تھا۔ یہی وجہ تھی اس نے کالج میں صرف عدیلہ سے دوستی کی تھی خود عدیلہ بھی اس کی ہم مزاج تھی اس لیے دونوں کی دوستی ہر گزرتے دن کے ساتھ گہری ہوتی جارہی تھی۔

☆☆☆

اسے بک چوائس سے کچھ ضروری نوٹس لینے تھے اسی لیے جب چھٹی کے وقت عدیلہ کالج سے نکلنے لگی تو وہ بھی اس کے ساتھ باہر چلی آئی۔ عدیلہ کی گاڑی روڈ کے دوسری طرف کھڑی تھی اور خود اسے بھی روڈ کے دوسری طرف ہی جانا تھا۔ اسی لیے وہ اس کے ساتھ چلتی روڈ کراس کر آئی تھی۔ عدیلہ کا بھائی گاڑی کے باہر کھڑا اس کا منتظر تھا۔

''بھائی آج آپ مجھے کیسے لینے آگئے۔ آپ کو تو یہ کام بالکل پسند نہیں؟'' اس نے بھائی کو سامنے دیکھا تو حیرت سے سوال کیا۔

''ڈرائیور ممی کے ساتھ گیا ہوا تھا اس لیے مجھے

www.urdutube.net www.bookstube.net www.urdumovies.net

آنا پڑا۔'' اس کو جواب دیتے ہوئے اس کی نظریں مسلسل سجل پر جمی تھیں۔ جسے محسوس کرنے کے باوجود نظر انداز کرتی وہ بک شاپ کی طرف بڑھ گئی تھی۔

☆☆☆

اگلے دن عدیلہ اس کے سامنے بیٹھی اس کے لیے اپنے بھائی کی بے تابی کا ذکر زور شور سے کر رہی تھی اور وہ اس طرح بے پروائی سے بیٹھی وہ سب سن رہی تھی جیسے اسے پہلے ہی اس سب کی خبر ہو اور اسے خبر کیسے نہیں ہوتی کیونکہ خدا جب حسن دیتا ہے تو نزاکت بھی ساتھ ہی عطا کرتا ہے۔ وہ بھی اپنے حسن کی دلکشی سے خوب واقف تھی..... جانتی تھی کہ کوئی بھی اسے دیکھ کر اس طرح دیوانہ ہو سکتا ہے۔ اس نے عدیلہ کو خاص توجہ سے نہیں نوازا تھا مگر شاید عدیلہ کا بھائی واقعی سیریس تھا اور خود عدیلہ نے بھی ہار نہیں مانی تھی۔ ایک دن دو دن پھر بہت سے ایسے دن گزرنے لگے جن میں عدیلہ جان بوجھ کر اپنے بھائی کا ذکر کر کے اس کی توجہ اس طرف مبذول کرنے کی کوشش کرنے لگی..... آخر وہ کب تک نظر انداز کر سکتی تھی۔ چاہے جانے کی خواہش تو ہر ایک کو ہوا کرتی ہے اور یہاں تو اسے وقت سے پہلے وہ سب کچھ مل رہا تھا جس کی اس نے ابھی خواہش بھی نہیں کی تھی۔ عدیلہ کی مسلسل کوششوں نے اور خود اس کے بھائی کے کالج گیٹ پر سجل کو ایک نظر دیکھ لینے کی خاطر گھنٹوں باہر کھڑے رہنے نے اس کے دل میں خود بخود ان کے لیے نرم گوشہ پیدا کیا تو وہ خود کو عادل کی محبت میں گرفتار ہونے سے نہیں روک سکی تھی۔ اس کی رضامندی کو پا کر عدیلہ نے سب سے پہلے بڑے مان کے ساتھ اس کے کان کھینچے تھے۔

''تم نے بڑے پاپڑ بلوائے ہیں سجل، ذرا بھابی بن کر میرے گھر آ جاؤ گن، گن کر بدلے لوں گی تم سے۔''

اس کے شکوے کے جواب میں کچھ کہنے کے بجائے سجل ناز سے مسکرا دی تھی کیونکہ اس طرح مسکرانا اس کا حق بنتا تھا۔

☆☆☆

نئی نئی محبت کے خمار میں ڈوبی ابھی وہ عادل کے پیار کی ناؤ میں بیٹھی محبت کی حسین دنیا کی پوری طرح سیر بھی نہ کر پائی تھی کہ اپنی ناؤ طوفان کی زد میں آ کر ہچکولے لیتی محسوس ہونے لگی۔

''سجل بیٹا..... مجھے تم سے ضروری بات کرنی ہے۔'' شاہد صاحب نے کھانے کی میز پر کھانا کھاتے ہوئے سجل کو مخاطب کر کے کہا۔

ماں

ماں
تیرے جانے سے
میرا میکا
موتی، موتی ٹوٹ رہا ہے
سب میں الفت اب ہے کم، کم
آنکھیں اپنی ہیں بس نم، نم
پیار کی باتیں خواب ہوئی ہیں
وہ میل ملاقاتیں نایاب ہوئی ہیں
ہیں کی ہی گردان لگی ہے
سب کو اپنی، اپنی پڑی ہے
پیاری ماں
ملکِ عدم سے لوٹ آ دوبارہ
اور پھر سب کو باندھ دے
اپنے پیار کی زنجیروں سے

کلام: شگفتہ شفیق، کراچی

www.urdutube.net www.bookstube.net www.urdumovies.net

''جی پاپا.....'' کجل نے فوراً ہی سوالیہ نظروں سے ان کی طرف دیکھا۔

''ابھی تم کھانا کھاؤ..... جب فارغ ہو جاؤ تو میرے کمرے میں آنا۔'' شاہد صاحب کھانا کھا چکے تھے اس لیے رومال سے ہاتھ پونچھتے اٹھ کھڑے ہوئے۔

''اوکے پاپا۔'' اس نے سعادت مندی سے سر ہلا دیا۔

''پاپا آپ نے بلایا تھا؟'' کچھ دیر بعد وہ باپ کے کمرے میں ان کے سامنے کھڑی تھی۔

''ہاں... بیٹھو بیٹا۔'' انہوں نے بہت پیار سے اسے اپنے برابر میں بٹھایا پھر ذرا توقف کے بعد بولے۔ ''میری بیٹی اتنی جلدی بڑی ہو گئی مجھے پتا بھی نہیں چلا۔'' انہوں نے جیسے کچھ کہنے سے پہلے تمہید باندھی تھی وہ کچھ بھی نہیں سمجھی اسی انداز میں ہنستے ہوئے باپ سے شرارت کرنے لگی۔

''سوچ لیں پاپا..... دوسرے لفظوں میں آپ خود کو بوڑھا کہہ رہے ہیں۔'' اس کی شرارت پر وہ خود بھی مسکرا دیے تھے پھر سنجیدہ ہوتے ہوئے بولے۔

''ہاں بیٹا، جب اولاد جوان ہو جائے تو ماں باپ بوڑھے تو ہو جاتے ہیں۔''

''پاپا..... کیا ہوا ہے؟'' اس بار اس نے ان کی سنجیدگی کو محسوس کیا تھا۔

''بات دراصل یہ ہے بیٹا کہ اب میں تمہارے فرض سے سبکدوش ہو جانا چاہتا ہوں۔''

''مطلب.....؟'' اس نے حیرت و ناسمجھی کے ملے جلے تاثرات لیے ان کی طرف دیکھا تھا۔

''مطلب یہ بیٹا کہ اب میں تمہاری شادی کر دینا چاہتا ہوں۔'' انہوں نے اس کی الجھن کو دور کیا تھا۔

''میری شادی..... وہ بھی اتنی جلدی؟'' وہ بری طرح گھبرا گئی۔ ''ابھی تو میں پڑھ رہی ہوں پاپا.....'' ابھی وہ عادل سے بات کیے بغیر اس کا نام سامنے لانا نہیں چاہتی تھی اس لیے فی الحال پڑھائی کو آڑ بنایا مگر پاپا نے بھی فوراً ہی اس کی اٹھائی اس کمزور سی آڑ کو گرا دیا۔

''کجل بیٹا اچھے رشتے مقدر سے ملا کرتے ہیں۔ یہ تو ہم پر خدا کا کرم ہے کہ تمہارے لیے اتنا اچھا رشتہ آرام سے مل رہا ہے..... آفندی میرا بہت پرانا دوست ہے۔ اس کا بیٹا محب آفندی ابھی امریکا سے ایم بی بی ایس کی ڈگری لے کر آیا ہے۔ میں خود ملا ہوں محب سے بہت سلجھا ہوا ذہین اور شریف لڑکا ہے۔ میں بہت متاثر ہوا ہوں اس سے۔ خود آفندی کئی بار اشارے کنایوں میں مجھ سے تمہارے لیے بات کر چکا ہے۔ جلد ہی وہ گھر بھی آئیں گے۔'' انہوں نے پوری تفصیل بتاتے ہوئے آخر میں اس سے اس کی رضا جاننی چاہی تھی اور ساتھ ہی اپنی مرضی بھی بتا دی تھی۔

''ہمیں تو اس رشتے پر... کوئی اعتراض نہیں ہے۔ اب تم کہو کیا کہتی ہو؟'' اب وہ اس کی مرضی جاننے کے متمنی تھے۔ اسے یہ رشتہ منظور ہی نہیں تھا اس لیے دوٹوک انداز میں باپ کے سامنے انکار کر دیا۔

''پاپا مجھے یہ رشتہ منظور نہیں ہے۔''

''مگر کیوں؟'' انہوں نے حیرت بھری استفہامیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔

''پاپا..... کیوں سے جھگڑے کی ابتدا ہوتی ہے۔'' وہ اپنے اسی انداز میں اعتماد سے بولی تھی۔ انہیں اس کا انداز ایک آنکھ نہ بھایا۔

''مگر مجھے یہ رشتہ پسند ہے اس لیے تم بھی اس کے متعلق سوچ لو۔'' انہوں نے قدرے ناگواری سے حکمیہ انداز میں کہا تو وہ ایک جھٹکے سے ان کے پاس سے اٹھتی کمرے سے نکل گئی۔

اگلے دن کالج پہنچ کر اس نے عدیلہ کو اس رشتے کی خبر دی وہ کچھ پریشان سی ہو گئی پھر ذرا دیر کچھ سوچ کر اس نے کجل کا ہاتھ پکڑ کر اپنے سامنے

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

کھڑا کرتے ہوئے کہا۔

''میرے ساتھ چلو۔''

''مگر کہاں؟'' وہ حیران دکھائی دے رہی تھی۔

''میرے گھر.....'' اس کا انداز فیصلہ کن تھا وہ مزید حیران ہوئی۔

''اس وقت..... پہلا پیریڈ شروع ہونے میں بس کچھ ہی منٹ باقی ہیں۔'' اس نے جیسے اسے کچھ احساس دلانا چاہا تھا مگر اس نے ارادہ نہ بدلا۔

''ہمارے لیے ابھی یہ پیریڈ اتنا اہم نہیں ہے جتنا یہ مسئلہ۔ تم چلو فوراً میرے ساتھ۔'' اسے ساتھ لیے وہ کالج سے باہر آئی اور ٹیکسی میں بیٹھ کر اپنے گھر کی طرف چل دی۔ ٹیکسی عدیلہ کے گھر کے سامنے رکی تو ان کی محل نما کوٹھی کو دیکھ کر ایک گونہ اطمینان اس کے دل میں آن ٹھہرا۔ وہ عدیلہ کے ساتھ اس محل میں داخل ہوئی۔ ستائش بھری نظروں سے اطراف کا جائزہ لیتے وہ اس کے ہمراہ ڈرائنگ روم میں آ گئی۔ جہاں عدیلہ نے اسے ذرا دیر بیٹھ کر انتظار کرنے کو کہا اور خود شاید عادل کو اپنے آنے کی خبر کرنے وہاں سے چلی گئی تھی۔ ابھی اسے وہاں بیٹھے زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ پُرجوش سا عادل ڈرائنگ روم میں داخل ہوتا خوشی سے بولا۔

''زہے نصیب..... آج تو دل کے حکمرانوں نے ہمارے غریب خانے کو رونق بخشی ہے۔'' عدیلہ اس کے پیچھے ہی اندر داخل ہوئی تھی اس لیے اس کی خوشی پر فوراً ہی اس نے کہا تھا۔

''اتنے خوش مت ہوں بھائی..... سجل کو میں زبردستی اپنے ساتھ لائی ہوں تاکہ یہ آپ سے بات کرلے کیونکہ اس کے پاپا اس کا رشتہ کسی اور جگہ طے کر رہے ہیں۔'' اس نے جیسے دھماکا کیا تھا عادل چونک گیا۔

''ایسے کیسے کسی اور سے رشتہ طے کر سکتے ہیں وہ..... جب ہم دونوں میں کمٹمنٹ ہو چکی ہے؟'' اس

اچھا لگتا ہے

گہرے بادل
سڑک کنارہ
ہلکی، ہلکی بوندا باندی
دھیرے، دھیرے چلنا
بھیگتے جانا
خشک پتوں کو ہوا کا
چوم جانا
ان کا اڑ جانا
سنو اچھا لگتا ہے
چودھویں کا چاند
صبح کا ستارہ
میز پر بکھری کتابوں
کا ڈھیر
چائے کا آدھا کپ
منٹو کے افسانے
نمیرہ احمد کے ناول
گھڑی کی ٹک ٹک
بال پوائنٹ
تنہا بینچ پر
چپ، چاپ بیٹھنا
سوچتے رہنا
ہاں! سب اچھا لگتا ہے

از: سدرہ کلثوم مروت، لکی مروت

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

کی نظریں بجل پر جمی تھی۔

''خالی منگنی سے کچھ نہیں ہوتا عادل..... شادی کے لیے گھر رشتہ لے کر آنا پڑتا ہے۔'' بجل نے ذرا کھل کر اس کو بات سمجھانی چاہی تھی جس پر وہ فوراً بولا تھا۔

''ہاں تو رشتہ لے آنے پر مجھے تو کوئی اعتراض نہیں ہے..... میں تو تمہاری پڑھائی کا سوچ کر ایسا کوئی قدم نہیں اٹھا رہا تھا۔'' اس کا جواب سن کر بجل ایک دم پرسکون ہوگئی۔

''ٹھیک ہے، میں آج ہی گھر جا کر ممی پاپا کو تمہارے متعلق بتادوں گی۔'' دوسرے لفظوں میں اس نے اسے رشتہ بھیجنے کا اشارہ دیا تھا۔ عادل نے اس کا اشارہ سمجھ کر مسکرا کر سر ہلا دیا تو وہ مطمئن ہوگئی۔

باقی سارا وقت اس نے وہیں عدیلہ اور عادل کے ساتھ گزارا تھا۔ عادل کی ممی سے بھی اس سے ملاقات کی تھی۔ وقت خوشگوار مگر بہت جلدی ختم ہوگیا تھا پھر جیسے ہی کالج کی چھٹی کا ٹائم ہوا تو وہ واپسی کے لیے اٹھ کھڑی ہوئی۔ تب اس کے کہنے پر ہی عادل نے اپنی گاڑی میں اسے اس کے گھر سے ذرا فاصلے پر ڈراپ کیا تھا۔ خوشگوار موڈ میں وہ جب گھر میں داخل ہوئی تو خلافِ معمول گھر میں چھائی ہوئی خاموشی کو محسوس کر کے حیران ہوتی آگے بڑھی۔ سب سے پہلے اس کا سامنا باپ سے ہوا تھا جو خشمگیں نگاہوں سے اسے گھورتے اسی کے منتظر تھے۔

''کہاں سے آرہی ہو.....؟'' سوال بالکل غیر متوقع تھا۔

''کالج سے.....'' اس نے صفائی سے جھوٹ بولنا چاہا۔

''جھوٹ مت بولو..... میں خود تمہیں لینے کالج آیا تھا مگر تمہاری کلاس فیلوز نے بتادیا کہ آج تم نے کوئی کلاس اٹینڈ نہیں کی بلکہ صبح ہی کالج سے چلی گئی تھیں۔ ابھی تو تم مجھے یہ بتاؤ کہ تم اگر کالج نہیں گئی تو پھر کہاں گئی تھیں؟'' وہ جواب میں کچھ نہیں بولی تھی۔

''بجل میں تم سے کچھ پوچھ رہا ہوں..... بتاؤ کہاں گئی تھیں تم؟'' اس بار ان کا لہجہ پہلے سے کہیں زیادہ سخت تھا، بجل ڈر گئی۔ وہ جتنی بھی زیادہ نڈر اور بہادر رہی تھی مگر باپ کے سامنے بولنے کی جرأت وہ اپنے اندر نہیں کر پا رہی تھی۔ خود شاہد نے بھی آج سے پہلے کبھی اس سے اونچی آواز میں بات نہیں کی تھی اور آج جب وہ جوالہ مکھی بنے ہوئے تھے تو اس کے اپنے حواس معطل ہوئے جا رہے تھے۔

''تم ایسے نہیں بتاؤ گی۔'' چپ کھڑی بجل کو دیکھ کر ان کے غصے کا گراف مزید بلند ہونے لگا تو وہ تیزی سے اس کی طرف بڑھے تھے۔ انہیں بجل کی طرف غصے سے بڑھتے دیکھ کر سب سے خاموش تماشائی بنی کھڑی زرین ایک دم ان کے سامنے آئی تھی۔

''کیا کرتے ہیں شاہد..... جوان بچی پر ہاتھ اٹھائیں گے۔''

''تم ہاتھ اٹھانے کی بات کرتی ہو..... آج جتنی ذلت میں نے برداشت کی ہے اس کے بعد تو میں اسے قتل کرنے سے بھی دریغ نہیں کروں گا۔'' وہ شدید غصے میں تھے زرین بہت زیادہ ڈر گئی۔

''آپ بیٹھیں..... میں اس سے بات کرتی ہوں۔''

''تم کیا بات کرو گی زرین بیگم..... تمہاری ڈھیل ہی نے تو آج یہ دن دکھائے ہیں۔'' انہوں نے ایک تیز نظر اس کے حوالے کر کے دوبارہ بجل کی طرف دیکھا۔

''تم درمیان میں مت بولو..... اس سے جواب میں خود لوں گا۔'' وہ ہرگز بھی ٹلنے کے موڈ میں نہیں تھے اور خود بجل کی ہمت کب سے ان کی عدالت میں مجرم بنے کھڑے اب جواب دینے لگی تھی اس لیے جب انہوں نے دوبارہ اپنا سوال دہرایا تو اس نے دل کڑا کر کے انہیں سچ بتا ہی دیا۔

''میں عادل ہمدانی کے گھر گئی تھی۔'' اس کی

www.urdutube.net www.bookstube.net www.urdumovies.net

آواز میں ذرا سی لرزش نمایاں تھی مگر اس کے لفظوں میں کچھ تو ایسا تھا جس نے شاہد کے ساتھ، ساتھ زرین کو بھی اپنی جگہ ساکت کر دیا تھا۔

''کون عادل ہمدانی؟'' سرسراتے لہجے میں انہوں نے استفسار کیا تھا۔

''میری کلاس فیلو کا بھائی ہے، ہم دونوں شادی کرنا چاہتے ہیں۔'' اس کا تمام ڈر ایک دم جانے کہاں جا سویا تھا جبھی وہ کھل کر ان کے سامنے بول پڑی تھی۔

''یہ تم کیا کہہ رہی ہو نجل تم ہوش میں تو ہو؟'' جوان بیٹی کے منہ سے کسی اجنبی کا نام سن کر زرین حواس باختہ سی بول رہی تھی۔ اس بار شاہد صاحب نے اسے بولنے سے نہیں روکا تھا بلکہ انہوں نے خود ایک بار پھر نجل سے سوال کر دیا تھا۔

''کیسے جانتی ہو تم اسے؟'' ذرا دیر پہلے والے غصے کے بجائے اب ان کے انداز میں محسوس کی جانے والی برف کی سی ٹھنڈک اتر آئی تھی۔ نجل نے ان کے سوال کا جواب پہلے ہی دے دیا تھا مگر شاید انہوں نے غور نہیں کیا تھا اس لیے وہ دوبارہ بولی۔

''وہ میری دوست کا بھائی ہے۔'' چھوٹے سے جملے میں اس نے جیسے ساری کہانی سنا دی تھی۔ شاہد صاحب نے انگارہ آنکھوں سے ذرا دیر کو اس کی طرف گھورا پھر جیسے کسی نتیجے پر پہنچ کر وہ دم سادھے کھڑی زرین کی طرف پلٹے۔

''باپ کی عزت کا جنازہ تو یہ بڑی اچھی طرح نکال چکی ہے اب کسی عادل سے میں اس کی شادی ہرگز نہیں کرواؤں گا..... ویسے بھی آفندی کو زبان دے چکا ہوں۔ اب تم اس کی رخصتی کی تیاری کرو۔'' اتنا کہہ کر وہ جانے کو ذرا سا آگے بڑھے مگر دوسرے ہی قدم پر پلٹ کر دوبارہ سے بولے۔

''اب اس کا کالج جانا بھی بند ہے..... کل سے یہ کالج نہیں جائے گی۔'' بات مکمل کر کے وہ جواب

پیاری امی کے حضور

کھڑکی جنت کی تیری قبر میں کھلی رہے
آسماں تیری لحد پہ شبنم افشانی کرے
اے وہ ہستی جس کے وجود کا حصہ ہوں میں
اے وہ ہستی جس کے خونِ جگر سے سینچی گئی ہوں میں
اے وہ ہستی جس کے دامن میں پلیں رحمتیں ہزار
اے وہ ہستی جس کی دعا بلا دیتی ہے عرش بریں
اے وہ ہستی جس کی ناراضی ہمیں گوارا نہیں
اے وہ ہستی جس کے پاؤں تلے ہے جنت میری
اے وہ ہستی جو ہمارے درمیاں تھی امانت رب کی
پیاری امی آپ کا رتبہ وہاں بھی سب سے اعلیٰ رہے
اور یہاں آپ کے بچوں پہ رب کا سایہ رہے
بھائی بھی ہیں اور بہنیں بھی پر میری ماں
تجھ سا دہیر اب ہمیں ملے گا کہاں
تیری خودداری کا آتا ہے جب خیال
اش، اش کر اٹھتے ہیں تیرے سب عیال
اپنی خودداری کا ماں تو نے لوہا منوا لیا
جا خدا حافظ کہ تو نے خدا کو پا لیا
آنکھوں کی ٹھنڈک تیری کرتی ہے رب سے التجا
نقشِ پا تیرے بنیں زندگی بھر ہمارے رہنما

کلام..... قرۃ العین
مرسلہ: حمیرا یاسمین، کراچی

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

سننے کے لیے رکے نہیں۔

زرین بے سدھ سی کھڑی کچھ بول ہی نہیں پا رہی تھی۔ اسے سمجھ ہی نہیں آ رہا تھا کہ اتنی احتیاط کے باوجود اس سے کہاں چوک ہوگئی جو آج اسے یہ دن دیکھنا پڑ رہا ہے۔ ساس صحیح کہتی تھیں کہ ہیرے کو تراش خراش کر اس کی بے حد حفاظت بھی کی جاتی ہے مگر اولاد پرندے کے مانند کیسے پل سکتی ہے، کیا قید میں یا پھر..... اس سے آگے اسے سمجھ نہیں آتی تھی۔ اس سے پہلے وہ کچھ بولتی سجل کی آواز اس کے کانوں میں پڑی۔

''ممی میں عادل کے سوا کسی سے شادی نہیں کروں گی یہ بات آپ پاپا کو سمجھا دیں اور اگر پاپا نے زبردستی کرنے کی کوشش کی تو میں یہ گھر چھوڑ کر چلی جاؤں گی۔'' زرین کی سانس ایک دم رکی تھی۔ وقت نے جیسے اپنا آپ دہرایا تھا۔ فرق صرف اتنا تھا کہ اب اس کے سامنے اس کی بہن رعنا کے بجائے اس کی بیٹی سجل کھڑی اسے دہلا رہی تھی۔ اپنا فیصلہ سنا کر وہ کب کی جا چکی تھی اب کمرے میں صرف زرین تنہا کھڑی رہ گئی تھی۔

☆☆☆

ایک سرد جنگ تھی جو گھر میں جاری تھی۔ تین دن سے سجل کا کالج جانا بھی بند ہو چکا تھا اور اس کا سیل فون بھی باپ نے اپنے قبضے میں کر کے گویا اس کے لیے ہر راستے کو بند کر دیا تھا۔ خود جب سے اس نے گھر چھوڑ کر جانے کی دھمکی دی تھی زرین ہر وقت اس کا پہرہ دیتی دکھائی دیتی تھی۔ اس ساری صورتِ حال نے سجل کو بری طرح پریشان کر دیا تھا اوپر سے اس کے نکاح کے سلسلے میں گھر میں ہوتی تیاریوں کو دیکھ کر وہ مزید پریشان ہوگئی تھی۔ چاہنے کے باوجود بھی وہ عادل سے رابطہ نہیں کر پا رہی تھی مگر یہ تو طے تھا کہ اس نے شادی صرف عادل ہی سے کرنی تھی۔ ان سب تیاریوں سے اسے کوئی غرض نہیں تھی۔ ایک دن مزید اس نے چپ کر کے یہ سب برداشت کیا تھا پھر کسی نتیجے پر پہنچ کر اس نے بڑی خاموشی سے اپنا سامان پیک کرنا شروع کر دیا۔ وہ اب اس گھر کو چھوڑنے کا فیصلہ کر چکی تھی۔ اس کو دیکھنے کی نیت سے کمرے میں آتی زرین اسے اس طرح پیکنگ میں مصروف دیکھ کر ایک پل کو وہیں جم سی گئی تھی۔

''یہ تم کیا کر رہی ہو سجل؟'' دوسرے ہی پل حواسوں میں آتے ہی وہ چیل کی طرح اس کی طرف لپکی تھی۔

''جو کچھ آپ لوگ میرے ساتھ کرنے جا رہے ہیں یہ میری برداشت سے باہر ہے، اسی لیے میں یہ گھر چھوڑ کر جا رہی ہوں۔'' زرین نے بس ایک پل کے لیے اس کے بے تاثر چہرے کو دیکھا دوسرے ہی پل اس نے کھینچ کر اس کے منہ پر تھپڑ دے مارا تھا۔

''چٹاخ.....'' اس کا اپنا حوصلہ جیسے جواب دے گیا تھا۔ گال پر ہاتھ رکھے سجل نے بڑی بے یقینی سے ماں کی طرف دیکھا تھا۔ جس نے آج تک پیار سے بھی اسے نہیں جھڑکا تھا۔ بس ایک پل..... اس کے بعد وہ دوبارہ اپنے سامان کی طرف متوجہ ہوئی تیزی سے پیکنگ کرنے لگی۔ زرین نے آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے پرے دھکیلا تھا۔

''اس دن کے لیے نہیں بڑا کیا تھا سجل کہ تم ہمارے سروں پر خاک ڈالو۔'' اس پر جیسے کوئی اثر ہی نہ ہوا تھا۔

''ٹھیک کہتے ہیں تمہارے پاپا..... میری ڈھیل نے ہی آج ہمیں یہ دن دکھائے ہیں۔'' اس کا انداز افسوس سے پُر تھا۔ ''کاش میں اماں کی بات سن لیتی۔'' وہ مزید کہہ رہی تھی۔ ''مگر میں نے تمہیں اتنی ڈھیل اس لیے نہیں دی تھی کہ تم غلط راہوں کو اپنا کر ہمارا سر نیچا کر دو، سجل میں تمہیں ہرگز بھی ایسا کرنے نہیں دوں گی۔'' اس کا انداز حتمی تھا تو دوسری طرف سجل نے بھی دوٹوک انداز میں کہا تھا۔

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

''کس غلط راہ کی بات کر رہی ہیں ممی آپ؟ یہ غلط تو نہیں ہے ممی۔ عادل کو میں نے پسند کیا ہے تو اس میں برا کیا ہے؟ پہلے بھی تو میری ہر چیز میں آپ لوگ میری پسند کو اہمیت دیا کرتے تھے پھر اس بار اتنا اختلاف کیوں کیا جا رہا ہے؟'' وہ ٹھیک کہہ رہی تھی آج سے پہلے زندگی کے ہر مقام پر اسے آزادی دی گئی تھی مگر اب اس مقام پر آ کر جو ایک دم اس کی آزادی اس سے چھیننے کی کوشش کی جا رہی تھی تو اس کا احتجاج کرنا بڑا فطری سا امر تھا۔

''میری زندگی کا اتنا اہم فیصلہ میری مرضی کے خلاف کیا جا رہا ہے۔ آپ کی نظر میں یہ آپ لوگوں کا پیار ہے میرے لیے؟'' اس نے سوالیہ نظروں سے ماں کی طرف دیکھا تھا۔ ''مگر میں بتا رہی ہوں ممی' مجھے صرف اور صرف عادل ہی سے شادی کرنی ہے۔'' کس قدر بے حیا ہو گئی تھی وہ اس کا اندازہ آج زرین کو ہوا تھا۔

''گڈے گڑیا کا کھیل سمجھ رکھا ہے تم نے شادی بیاہ کو جو ایسی ضد کر رہی ہو؟'' اس نے غصیلی نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا پھر مزید بولی۔ ''ہر ضد پوری کرنے کی نہیں ہوتی ہے اور نہ ہی تم اب بچی رہی ہو کہ نفع نقصان کی پروا کیے بنا ہم تمہاری ہر ضد اور فرمائش کو پورا کر دیں گے۔'' اس نے سر جھٹکتے ہوئے بیڈ پر پڑے اس کے بیگ کو اپنی طرح کھینچا تھا۔

''ہمارے لاڈ پیار کا ناجائز فائدہ مت اٹھاؤ تم.....'' سجل ایک دم طنزیہ ہنسی تھی۔

''عادل سے شادی میری ضد نہیں ہے ممی بلکہ میرے دل کی خواہش ہے اور اپنی اس خواہش سے میں کسی صورت دستبردار ہونے کو تیار نہیں ہوں۔ اس لیے آپ لوگ چاہیں تو اپنی خوشی سے میری اس خواہش کو پورا کر دیں ورنہ دوسری صورت میں اپنی خواہش کی خاطر اگر میں کوئی غلط قدم اٹھاتی ہوں تو اس کے ذمے دار خود آپ لوگ ہوں گے۔'' بڑی ڈھٹائی سے انہیں خطاوار ٹھہرا کر وہ خود بری الذمہ ہو گئی تھی۔ زرین منہ کھولے حیرت سے بت بنی اپنے سے کچھ فاصلے پر کھڑی سجل کو دیکھے جا رہی تھی۔ جس نے بڑی آسانی سے ان کی نادانستہ غلطیوں کی نشان دہی کر کے انہیں ہی غلط قرار دے دیا تھا۔

☆☆☆

''اولاد کو اچھے برے کی تمیز سکھا کر اس کو کھلا نہیں چھوڑ دینا چاہیے کیونکہ چادر کتنی ہی سفید کیوں نہ ہو باہر کھلا چھوڑ دینے سے اس پر گرد پڑ ہی جاتی ہے۔'' اس کی ساس کے کہے لفظوں نے اس کی سماعتوں پر دستک دی تو وہ گہری سانس بھر کر رہ گئی۔ اس کی اپنی کوتاہی کی بدولت اس کی سفید چادر پر بھی گرد پڑ چکی تھی۔ ماضی کے جس ڈر کی بدولت اس نے سجل کو ہر طرح کی آزادی دی تھی آج وہی آزادی ایک بار پھر ماضی کو دہرانے کو تیار کھڑی تھی۔ سجل کے تیور بتا رہے تھے کہ جیسا وہ کہہ رہی ہے وہ ویسا ہی کرے گی۔ ویسے بھی اب کچھ بھی کہنے کا اس پر کوئی اثر نہیں ہونے والا تھا اس لیے زرین بنا کچھ کہے کمرے سے نکل آئی۔ اب اس کا رخ اپنے کمرے کی طرف تھا جہاں اسے شاہد کو سمجھانے کا فریضہ انجام دینا تھا کیونکہ واقعی وہ اچھی طرح سمجھ چکی تھی کہ اولاد صرف ایک پرندے کے مانند نہیں ہوتی کہ جسے پنجرے ہی میں قید کر کے رکھا جائے بلکہ وہ تو ایک جیتا جاگتا انسان ہے ایک عقل و شعور رکھنے والا معاشرے کا ایک فعال اور کارآمد فرد کہ جس کی تربیت پر اگلی نسل کا دارومدار ہوتا ہے۔ شاید کہ زرین کی کوششیں بارآور ثابت ہوں اور وہ ایک اعتدال کا راستہ نکال لے۔

کاش والدین اپنی بہترین تربیت سے یہ موقع ہی نہ آنے دیں کہ اولاد کوئی انتہائی منفی اقدام اٹھانے کا سوچ بھی پائے.....اے کاش!

www.urdutube.net www.bookstube.net www.urdumovies.net

ناول

نارسائی

ام ایمان

"ہیں..... یہ کیا کر رہی ہو زویا؟" کومل نے حیرت سے اسے دیکھا جو بیگ میں سے میک اپ کا مختلف سامان نکال کر مہارت سے اس کا استعمال اپنے چہرے پر کر رہی تھی۔ جس تیزی سے اس نے وہ سب نکالا تھا لگانے کے بعد اب دوبارہ بیگ کے خفیہ خانے میں منتقل کر دیا تھا۔

"ہوں..... اب بتاؤ تم کیا کہہ رہی تھیں؟" ذرا سی توجہ سے وہ نوخیز کلی لمحوں میں کھل کر گلاب لگ

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

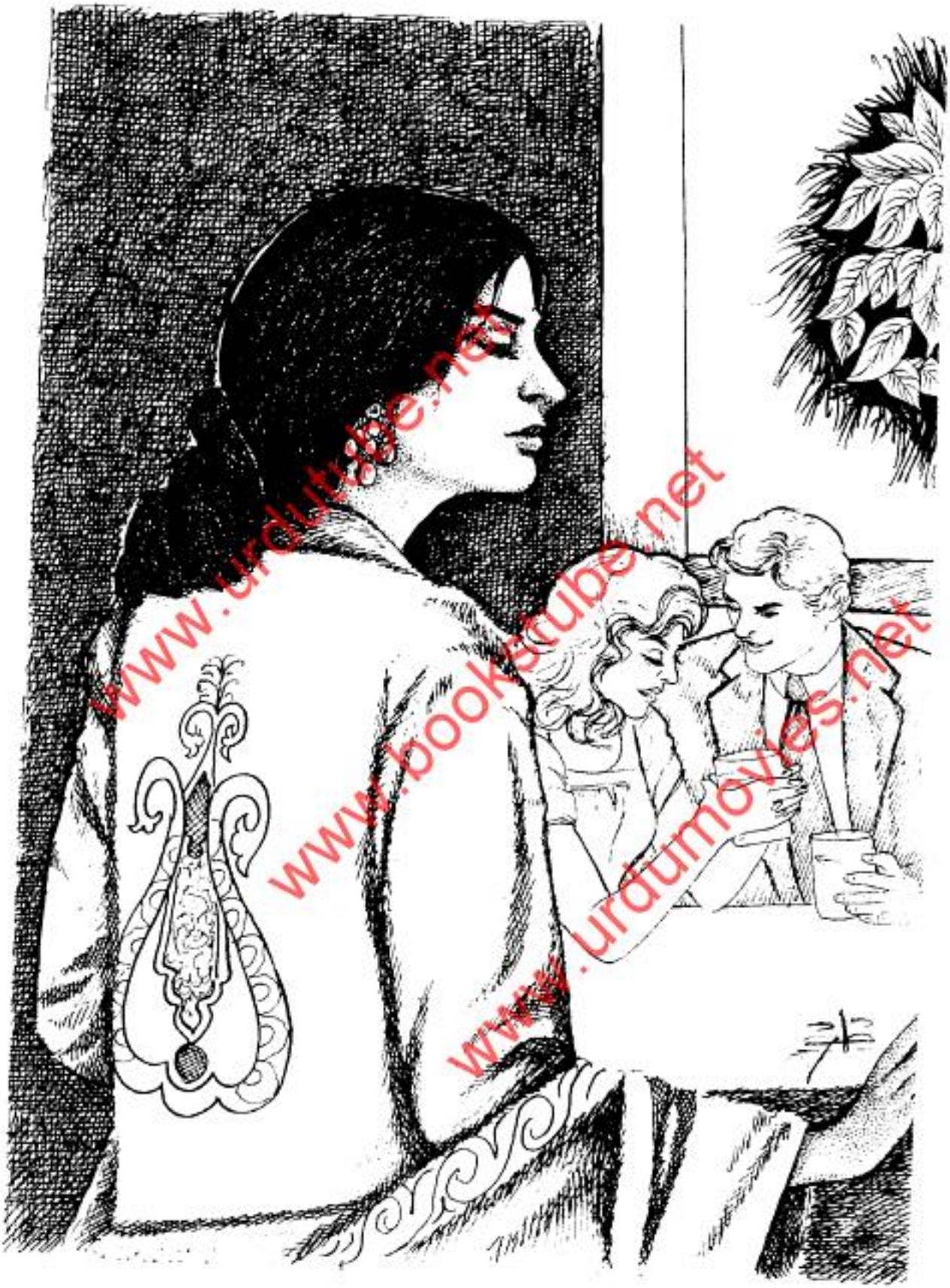

www.urdutube.net
www.booktube.net
www.urdumovies.net

رہی تھی..... بیگ کی زپ بند کر کے اس نے حیرت سے خود کو دیکھتی کومل سے سوال کیا۔

''میں یہ کہہ رہی ہوں کہ تم شاید بھول رہی ہو کہ ہم اس وقت کالج میں ہیں اور یونی فارم میں تو..... یہ میک اپ؟ تم تو کہیں آتی جاتی بھی نہیں ہو اور پہلے شاید کبھی تم نے یہ سب یوز بھی نہیں کیا۔'' کومل حیرت و بے ربطی سے ایک کے بعد ایک سوال کرنے لگی اور اس کی الجھن کو سمجھ کر زویا ایک عجیب سی ہنسی ہنس دی۔ کچھ لمحے اسے دیکھا پھر نفی میں سر ہلا دیا۔ اس کی عجیب و غریب حرکتوں پر کومل ایک بار پھر بری طرح پریشان ہو گئی۔

''کیا ہوا ہے زویا مجھے بھی کچھ بتاؤ گی یا یونہی پُراسرار حرکتیں کرتی رہو گی؟''

آج صبح معمول کے مطابق وہ کالج آئی تھی۔ دونوں نے معمول کے مطابق تمام کلاسز اٹینڈ کی تھیں۔ آج کا دن قدرے تھکا دینے والا اور مصروفیت لیے ہوئے تھا۔ کیمسٹری، فزکس کے لگاتار دو پریکٹیکلز کے بعد دس منٹ کی بریک تھی پھر لگاتار پیریڈز کے بعد اب آخری پیریڈ جو کہ بائیولوجی کا تھا کی ٹیچر نہیں آئی تھیں سو سب لڑکیاں گراؤنڈ میں یہاں وہاں سما کی دھوپ کا مزہ لینے پھیل گئی تھیں ویسے بھی کچھ دیر میں چھٹی ہونے والی تھی سو ایسے میں کومل اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتی ہوئی اسے کالج کی پچھلی طرف والے گراؤنڈ میں لے آئی تھی جہاں درختوں کے جھنڈ ہونے کے باعث دھوپ کم آتی تھی۔ اس وقت وہاں اکا دکا لڑکیاں موجود تھیں۔ وہ اس کو... لیے کونے میں.... آ کر بیٹھ گئی اور کومل حیران پریشان بس سوال ہی کیے جا رہی تھی۔

''تم چپ رہو بس کل آ کر بتا دوں گی کہ میں کہاں گئی تھی۔'' اس نے مبہم لہجے میں کہا تو کومل کی تیوری پر بل پڑ گئے۔

''کیا مطلب کہاں گئی تھیں؟ بیل بج گئی ہے گاڑی آنے والی ہے اور اب ہم گھر جانے والے ہیں، تم کہاں جا رہی ہو؟'' اچنبھے سے اس نے سوال کیا تو وہ ایک بار پھر ترنگ میں آ کر مسکرا دی۔

''یہی تو میں کہہ رہی ہوں کہ میں تم لوگوں کے ساتھ نہیں جا رہی مجھے کہیں اور جانا ہے اور اب یہ مت پوچھنا کہ کہاں..... یہ میں کل آ کر بتاؤں گی۔ وین میں سب کو بتانا کہ مجھے میرا کزن لینے آیا تھا میں اپنی نانی کے گھر گئی ہوں۔'' یہ کہتے ہی وہ جلدی، جلدی بیگ میں سے چادر نکال کر اوڑھنے لگی تو کومل کو بھی ساتھ ہی اٹھ کھڑا ہونا پڑا حالانکہ دماغ میں کئی سوال کلبلا رہے تھے۔ زویا جیسی اچھی، سلجھی ہوئی لڑکی اور ایسی مشکوک سرگرمیاں..... کومل سے یہ سب بالکل ہضم نہیں ہو رہا تھا۔ زویا اب تیز، تیز چلتی ہوئی گیٹ سے باہر نکلتے ہجوم میں شامل ہو گئی اور وہ سائڈ پر ہو کر کھڑی ہو گئی تاکہ ان کی وین کی باقی لڑکیاں بھی آ جائیں۔ آتے ہی تقریباً سب نے ہی زویا کا پوچھا۔ ابھی وہ اس کا دیا گیا جواب دینے ہی والی تھی کہ اس کے دماغ میں ایک دم دھماکا ہوا کہ اس کی تو نانی اماں حیات ہی نہیں تھیں نہ ہی ایسے کسی کزن کا وجود تھا۔

''وہ..... اس کی امی کی طبیعت خراب تھی تو اس کے پاپا اسے جلدی لے گئے۔'' ان سب کو تو اس نے مطمئن کر دیا تھا پر ذہن میں ان گنت سوال کلبلا رہے تھے۔ دس سال کا ساتھ تھا ان دونوں کا۔ کومل اس کی فیملی کو جانتی تھی کئی بار ان کے گھر جا چکی تھی، اچھے کھاتے پیتے اور شریف لوگ تھے۔ والد کی ایک اچھی پوسٹ پر جاب تھی جبکہ والدہ بھی پڑھی لکھی اور سلجھی ہوئی خاتون تھیں۔ یہ تو وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ اس کے ابو اکلوتے اور امی بھی اکلوتی تھیں۔ ننھیال اور ددھیال میں کوئی نزدیکی رشتے دار نہیں تھا تو پھر آج یہ نانی اماں اور کزن کہاں سے اگ آئے تھے۔ انہی خیالات میں کب اس کا گھر آ گیا پتا بھی نہ

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

چلا۔ وہ تو ساتھ اترنے والی لڑکی نے اسے ٹہوکا دیا تو وہ بھی ہڑبڑائی اور اپنے گھر والی سڑک دیکھ کر نیچے اتر گئی۔

☆☆☆

ڈور بیل کی تیز آواز پر صوفے سے ٹیک لگا کر بیٹھی خدیجہ ہڑبڑا کر جاگ گئی۔ جو بھی تھا بیل پر ہاتھ رکھ کر گویا بھول گیا تھا۔ اس نے بوکھلا کر جلدی سے سلیپر پاؤں میں اُڑسے اور تیزی سے دروازہ کھولنے چل دی۔

''اپنے آرام اور سکون کے علاوہ اور کوئی پروا ہے تمہیں کہ خاوند تھکا ہارا گھر آئے گا تو گھنٹا بھر دروازہ ہی پیٹتا رہے لیکن تمہیں کیا پروا۔''

اس کے دروازہ کھولتے ہی سعید احمد کا بیزار اور غصیلہ چہرہ دکھائی دیا۔ جو اس کی ہلکی سرخ آنکھیں ان کے انتظار میں اونگھ آجانے کے باعث انہیں کو دیکھ کر شروع ہو گئے تھے۔

''کھانا کھائیں گے؟'' ساری کڑواہٹ اپنے اندر اتار لینے کے بعد خدیجہ نے ڈرتے، ڈرتے سوال کیا۔ مبادا کوئی اور بہانہ کر کے مزید گرجنے لگیں۔

''ہاں تو باہر تمہارا باپ میرے لیے خوان سجا کے بیٹھا تھا جاہل عورت..... صبح کا ناشتا کر کے نکلا ہوا ہوں۔ درمیان میں صرف ایک کپ چائے اور گندا سا برگر ہی کھایا ہے اور اب نائم دیکھو رات کے گیارہ بج گئے ہیں اور پوچھ رہی ہو کھانا کھائیں گے۔'' اس نے بیوی کو لتاڑتے ہوئے اس کی نقل اتاری۔

''ہونہہ..... وہ اور عورتیں ہوتی ہیں جن کے دم سے گھر جنت بن جاتے ہیں یہاں تو تمہاری جہالت اور نحوست نے نرا جہنم بنا رکھا ہے گھر کو۔ میرا منہ کیا دیکھ رہی ہو جاؤ لے کر آؤ کھانا۔'' غصے میں دہاڑ کر کہا گیا تو کسی روبوٹ کی طرح خدیجہ چلتی ہوئی کچن میں آگئی۔ یہاں آکر روبوٹ میں جیسے کسی نے احساسات کے سیل ڈال دیے تھے۔ اس لیے آنسو روانی سے چہرہ بھگوتے چلے گئے۔ اس کی طرف سے کی گئی ہر کوشش اور ہر عمل اس شخص کو جو قسمت سے اس کا شوہر تھا... خوش کرنے میں ناکام رہا تھا۔ کھانا کھانے کے بعد اس نے سعید احمد کو دودھ کا گلاس دیا اور خود باہر آگئی۔ ایک نظر دونوں بچوں کے کمروں میں ڈالی۔ ہنی کا آدھا کمبل اوپر آدھا نیچے تھا۔ وہ ٹھیک کر کے دروازہ بند کرتی سنی کے کمرے کی جانب آگئی۔ وہ بھی بے خبر سو رہا تھا۔ بیرونی دروازے کا لاک اور کچن کا لاک چیک کرنے کے بعد وہ اپنے کمرے میں آگئی۔ سعید احمد اپنی جگہ پر لیٹ چکے تھے، وہ آہستہ سے چلتی بیڈ کی پائنتی کی طرف آگئی اور پاس بیٹھ کر ان کے پاؤں دبانے لگی کہ برسوں سے اس معمول میں کوئی فرق نہیں آیا تھا تاوقتیکہ وہ گہری نیند میں نہ چلے جائیں۔ کمرے میں گہری ہوتی سانسوں کی آواز نے یقین دلایا کہ وہ سو چکے ہیں تو اس نے ہاتھ روک دیے اور ایک نظر اپنے مجازی خدا کو دیکھا۔ سوتے ہوئے ان کا چہرہ کسی قسم کے غصے اور تیوریوں سے پاک ہوتا ان کے ساتھ گزارے سترہ سالوں میں بہت کم دن اس کی زندگی میں ایسے تھے جب اس نے اس شخص کو مسکراتے دیکھا تھا۔ صبح کا تھکا ہارا جسم اور دماغ کسی پُرسکون نیند کے منتظر تھے لیکن لفظ سکون کا لفظ برسا برس بیت گئے ان کو برتتے ہوئے اب وہ اس لفظ سے آشنا تو تھی پر جانتی نہیں تھی کہ ذہنی سکون نام کس چیز کا ہے۔ اس کا ذہن وقت و زمانے کی بھیڑ چال کو بھلاتا کئی سال پہلے کے اس کچے آنگن کی طرف چلا گیا جہاں بھلے غربت تھی پر سکون تو تھا۔

انسان بھی عجیب مخلوق ہے رب کی دی گئی بے شمار نعمتوں کو اپنا حق سمجھ کر وصول کرتا ہے اس کا احسان اتارنا تو ایک طرف شکر کا ایک کلمہ بھی اس کی زبان سے ادا نہیں ہوتا اور اپنے جیسے انسان کے کیے گئے احسان کو اس حد تک یاد رکھتا ہے کہ بعض دفعہ اس

www.urdutube.net www.bookstube.net www.urdumovies.net

احسان کا بدلہ اتارنے کی کوشش میں وہ انسانی جذبات جیسی گرانقدر دولت کو بھی اپنے پاؤں تلے روند ڈالتا ہے۔ خدیجہ اور سعید احمد کی زندگی کی کہانی بھی رشتوں اور احساسات کے جوڑ توڑ کی کہانی تھی۔

سعید احمد کے والدین ان کے بچپن میں کسی حادثے میں وفات پا گئے تھے۔ خدیجہ کے ابا ایک تعلیمی ادارے میں کلرک تھے انہوں نے یتیم بھتیجے کو اپنی زیر کفالت لے لیا تھا۔ اس وقت سعید احمد آٹھویں جماعت کا اور خدیجہ پانچویں کی طالبہ تھی۔ خدیجہ جو اپنے اکلوتے پن سے تنگ تھی دوسرا بہن میسر آنے پر بے طرح خوش تھی۔ حالات و واقعات کی اکھاڑ پچھاڑ اور انسانوں پر اس کا اثر جانے بغیر وہ خوش تھی کہ کبھی کبھار کسی موقع یا تقریب میں ملنے والا تک چڑھا کزن ان کے گھر ہمیشہ کے لیے آ گیا ہے۔ تک چڑھا تو وہ تھا اب بہت خاموش طبع ہو گیا تھا۔ وقت گزرنے کے ساتھ، ساتھ وہ ان کے گھر اور مکینوں سے مانوس ہوتا چلا گیا۔

سعید احمد کے یونیورسٹی آ جانے تک خدیجہ اس کے نزدیک صرف ایک چچا زاد تھی پر خدیجہ کے نزدیک یہ کھٹا میٹھا سا تعلق کوئی اور رنگ اختیار کر گیا تھا وہ اپنے اس مغرور کزن کو دل میں جگہ دے بیٹھی تھی۔ ابا اب ریٹائر ہو گئے تو اس نے چچا پر مزید بوجھ نہ بنتے ہوئے چھوٹی موٹی ٹیوشنز کر کے اپنا تعلیمی خرچ خود اٹھانا شروع کر دیا تھا۔ انہی دنوں یونیورسٹی میں اسے اپنی ایک کلاس فیلو بے طرح پسند آ گئی اور اس کی طرف سے ملنے والے مثبت ردعمل نے اسے آسمان تک پہنچا دیا۔ سعید احمد کا انجینئرنگ کا آخری سال تھا کہ اس کی چچی یعنی خدیجہ کی ماں کا انتقال ہو گیا۔ ادھر خدیجہ تو جیسے دنیا کی بھیڑ میں تنہا پڑ گئی۔ اس پر سعید احمد کی باتوں میں فاریہ کا تذکرہ اور بے حد تذکرہ اس کا دل مٹھی میں لے لیتا۔ فاریہ اور سعید احمد کے تعلقات اس نہج تک آ جائیں گے اب وہ اس رشتے کو کوئی نام دینا چاہتے تھے پر فاریہ کے والد اگرچہ اس محنتی نوجوان سے متاثر تو تھے پر اتنے نہیں کہ اپنی اکلوتی بیٹی کا ہاتھ ایک بے روزگار کے ہاتھ میں تھما دیتے سو تذبذب کا شکار تھے۔

انہی دنوں قسمت نے پلٹا کھایا اور سعید احمد کو اسکالرشپ مل گئی اور وہ فاریہ کو وعدوں اور امیدوں کے کئی جگنو تھما کر دو سال کے لیے اسپیشلائزیشن کے لیے باہر چلے گئے۔ خدیجہ نے بی اے کر لیا تھا اب مزید پڑھائی سے اس کا دل اچاٹ ہو گیا تھا۔ ابا بیمار رہنے لگے تھے وہ گھر پر رہ کر ان کی خدمت کرتی ایسے میں کبھی اس سنگدل کا خط آ جاتا تو دنوں اڑی، اڑی پھرتی حالانکہ اس نے خدیجہ کے جذبوں کو کبھی پزیرائی نہیں بخشی تھی وہ انجان تھا یا جان بوجھ کر انجان بن رہا تھا خدیجہ آج تک سمجھ نہیں پائی تھی۔ لمبے چوڑے خط میں اس کے نام کی صرف ایک لائن..... خدیجہ کیسی ہے؟ اسے بھی سلام کہیے گا اسے ہفتوں سرشار رکھتی۔ فاریہ اور سعید احمد کا رابطہ مسلسل تھا۔ اب تو بیٹی کی ضد سے ہار مان کر اس کے والدین بھی اس کی شادی سعید احمد سے کرنے کو تیار تھے کچھ امریکا پلٹ محنتی لڑکے کا روشن مستقبل نظر آ رہا تھا پھر اکیلا لڑکا تھا سے اپنی مرضی سے زندگی گزارنے پر مجبور کر سکتے تھے۔ ویسے بھی ان کا سب کچھ ان کی بیٹی کا ہی تھا۔ سعید احمد کو جب فاریہ کے والد کی رضامندی پتا چلی تو وہ اپنی تعلیم مکمل کر کے اڑ کر پاکستان پہنچنا چاہتا تھا تاکہ چچا جان کو بھیج کر اپنی محبت کو اپنے نام کروا لے لیکن زندگی اگر اسی نہج پر گزرتی جس پر انسان نے سوچ رکھا ہے تو خدا کے ہونے کو تو کوئی نہ مانتا۔ وہ بہت خوش، خوش وطن واپس لوٹا تھا پر لوٹتے ہی چچا کی بگڑتی طبیعت نے اس کے ہاتھ پاؤں پھلا دیے، اپنی آخری سانسوں میں انہوں نے مانگا بھی تو کیا..... اس کی زندگی ہی تو مانگ لی۔ اپنی بیٹی کا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے کر کہا

www.urdutube.net www.bookstube.net www.urdumovies.net

تھا کہ مرنے سے پہلے وہ دونوں کو نکاح کی ڈور میں باندھ دینا چاہتے ہیں اور چچا کے احسانات کے آگے اس کے وعدے، محبت، وفائیں اور خواب سب دھرے کے دھرے رہ گئے۔ نکاح کے تیسرے دن بیٹی کی زندگی سے شانت ہو کر چچا تو ملکِ عدم سدھار گئے پر اسے جیسے جلتے برزخ میں چھوڑ گئے تھے۔ اگلی بار جب وہ فاریہ سے ملا تو اس کی حیثیت بدل چکی تھی۔ ٹوٹے ہوئے لہجے میں ساری تفصیل اسے بتاتے وہ رو دیا تھا۔ روئی تو فاریہ بھی بہت تھی اور بغیر کچھ کہے وہاں سے اٹھ کر چلی گئی تھی۔ وہی ایک لمحہ پھیل کر اس کی پوری زندگی پر محیط ہو گیا۔ خدیجہ کا پیار، والہانہ لگاؤ، ہنی کی پیدائش، سنی کا دنیا میں آجانا کچھ بھی خدیجہ کے جرم کو کم نہ کر سکا..... وہ جرم جو اس نے اس کی زندگی میں آ کر کیا تھا سترہ سالوں کا طویل عرصہ دونوں نے برہنہ پا گزارا تھا۔ سعید احمد نے چاہت کو کھو دینے اور ان چاہے ساتھی کے زندگی میں شامل ہو جانے کے دکھ میں اور خدیجہ نے اس کے بدل جانے کی آس میں۔

سعید احمد نے کروٹ بدلی تو خدیجہ ماضی کے اس سفر سے واپس لوٹی جس کی یاد اسے یونہی رات، رات بھر جگاتی تھی۔

☆☆☆

''مگر زویا یہ غلط ہے جس طرح کی روش تم نے اپنائی ہے وہ سوائے بربادی کے کچھ نہیں..... اور میں تو حیران ہوں تم جیسی سنجیدہ اور معاملہ فہم لڑکی اس قسم کی فضولیات میں پڑ کیسے گئی؟'' کومل تو یہ جان کر ہی شاکڈ رہ گئی کہ کل وہ کسی لڑکے سے ملنے گئی تھی اور اب سخت لہجے میں اسے کافی کچھ سنا بھی ڈالا تھا۔

''او مائی گاڈ، تم نے اتنا بڑا قدم اٹھا لیا۔ تمہارے پیرنٹس کو پتا چل گیا تو اور..... اور اگر وہ تمہیں کہیں اور لے جاتا تو..... کون ہے؟ تمہیں کہاں ملا؟'' پریشان ہوتی کومل کو سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کن الفاظ میں تادیب کرے کہ وہ آئندہ پھر ایسا ویسا قدم نہ اٹھائے لیکن زویا کے کسی بھی عمل سے ظاہر نہیں ہو رہا تھا کہ اسے کوئی پچھتاوا ہے یا یہ کوئی غلط کام ہے؟ وہ پونی کو جھلاتے، چیونگم چباتے اِدھر اُدھر دیکھ رہی تھی جیسے کومل یہ سب باتیں اسے نہیں کسی اور کو سنا رہی ہو۔

''زویا..... میں تم سے مخاطب ہوں۔'' اب کے کومل نے اس کا باقاعدہ بازو ہلایا تو وہ چونک کر سیدھی ہوئی۔

''ہوں..... تم نے مجھ سے کچھ کہا؟'' اس کی بے نیازی دیکھنے لائق تھی۔

''ہاں، تم جیسے پتھر سے سر پھوڑ رہی ہوں۔'' کومل نے دانت پیسے۔ ''کیا بکواس کر رہی ہو کون ہے وہ لڑکا؟ تم سے کہاں ملا اور تم اس سے ملنے کیوں گئیں؟'' کڑے لہجے میں اس سے استفسار کیا۔

''ہمارے بلاک سے اگلے بلاک میں رہتا ہے۔ ایک دن ہمارے بلاک میں موجود اپنے انکل کے گھر کسی کام سے آیا تھا جب اس نے مجھے دیکھا اور میرے حسنِ جہاں سوز کی تاب نہ لا کر بے ہوش ہونے کے قریب ہو گیا۔'' وہ فخریہ انداز میں ہنسی۔ ''اس کے بعد پورے ایک ہفتے تک وہ میرے راستے میں آ کر کھڑا ہوتا رہا۔ کچھ ہمت بندھی تو میرے پیچھے، پیچھے گلی تک آ گیا اور مسلسل دو ماہ سے وہ ملنے کے لیے اصرار کر رہا تھا۔ اس کے بے حد اصرار پر تنگ آ کر کل میں اس سے ملنے چلی گئی اور میرا اندازہ بالکل درست ثابت ہوا وہ ایک شریف اور سلجھا ہوا لڑکا ہے۔ مجھے پسند کرتا ہے بلکہ محبت کرتا ہے مجھ سے۔'' فخریہ انداز میں اپنی تھرڈ کلاس محبت کے قصے سناتی وہ اسے سخت زہر لگی۔

''گلی، محلوں اور سڑکوں پر ہونے والی محبت' محبت نہیں ہوتی، رسوائی کی طرف جانے والی منزل کا پہلا قدم ہوتی ہے اور تم اتنی، اتنی دیر بات کرتی تھیں تو کوئی دیکھتا نہیں تھا نہ کسی نے نوٹ کیا تم دونوں کو

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

سرِراہ کھڑے ہوئے ہو؟" کومل نے طنزیہ پوچھا۔

"لو میں بھلا کوئی پاگل ہوں جو سرِراہ کھڑے ہو کر گپیں لڑاؤں گی لینڈ لائن نمبر لے لیا تھا اس نے ہمارا۔ فون پر بات ہوتی تھی۔" وہ مسکرا کر بولی تو کومل بے ساختہ طویل سانس لے کر رہ گئی۔ اسے یقین ہو چلا کہ فون نمبر بھی زویا نے خود ہی دیا ہوگا اسے۔

"میں تو پھر بھی یہی کہوں گی زویا کہ کچھ دن پہلے تک تم خود ایسی لڑکیوں کا مذاق اڑاتی تھیں جو ماں باپ کے اعتماد کو دھوکا دے کر ایسے ویسے کام کرتی ہیں پتا نہیں کیا وجہ تھی کہ تم بھی انہی لڑکیوں کی صف میں جا کھڑی ہوئیں، مجھے یقین نہیں آرہا۔" تاسف سے کی گئی کومل کی بات پر زویا کو غصہ آگیا۔

"کیا مطلب کومل ایسے..... ویسے... میں نے ایسا کوئی کام نہیں کیا جس پر مجھے شرمندگی ہو۔" تیوری پر بل ڈال کر اس نے کومل سے کہا تو وہ کچھ دیر اس کا باغیانہ انداز دیکھتی رہی پھر طویل سانس لے کر گویا ہوئی۔

"تم میری بہت اچھی دوست ہو سو اچھا برا بتانا میرا فرض تھا۔ میم غوری کی کلاس ہے اگر چلنا ہے تو چلو نہیں تو میں جا رہی ہوں۔" کپڑے جھاڑ کر کتابیں اٹھاتے کومل نے کہا۔ زویا ان سنی کر کے منہ دوسری طرف پھیرے بیٹھی رہی گویا اس کی بات سے اسے کوئی سروکار نہ ہو۔ دو تین منٹ کھڑے رہنے کے بعد کومل اسے وہیں چھوڑ کر کلاس لینے آگے بڑھ گئی تو زویا بھی سامنے والے گراؤنڈ سے اٹھ کر پچھلی طرف آگئی نہیں تو ہیڈ گرلز جو مختلف کلاسز کی تھیں کی نظروں میں آجاتی۔ انتظامیہ کی طرف سے ان کو سخت تاکید تھی کہ کلاسز کے اوقات میں کوئی بھی لڑکی کلاسز بنک کر کے بیٹھی نظر نہ آئے اور یہ زویا کی پہلی کلاس تھی جو اس نے بنک کی تھی شاید آگے یہ سلسلہ طویل ہونے والا تھا۔

☆☆☆

"ہاں بھئی ہنی، آج چھٹی ہے تو بتاؤ کھانے میں آج کیا بناؤں بلکہ ایسا کرو سنی سے بھی بھاگ کر پوچھ آؤ کہ لنچ میں مینیو کیا ہونا چاہیے؟" خدیجہ اپنے گھر کے ماحول اور بچوں کی تربیت پر اپنے سرد تعلقات کا سایہ نہیں پڑنے دینا چاہتی تھی۔ جانتی تھی کہ ایسا ممکن نہیں ہے، ایک ہی گھر میں رہتے ہوئے کئی بار سعید احمد بچوں کے سامنے بلاوجہ اسے جھاڑ دیتے تو وہ خفت سے دوچار ہو جاتی، جب تک بچے چھوٹے تھے سہم جاتے تھے پر اب جب سے ہنی کالج اور سنی میٹرک میں آیا تھا وہ ایک عجب سی لاتعلقی اور بے رخی ان کے انداز میں محسوس کرنے لگی تھی۔ ایسے میں اس کی کوشش یہی ہوتی کہ شوہر... کو کسی قسم کی شکایت کا موقع نہ دے خصوصاً بچوں کے سامنے لیکن ان کو بھلا برا ماننے کے لیے کب کسی شکایت کی ضرورت ہوتی۔

ابھی کل ہی تو اس نے دبے لفظوں میں.... انہیں جتایا بھی تھا کہ تنہائی میں بھلے اسے جو کہہ سن لیں بچوں کے سامنے اپنے رویے میں لچک پیدا کریں لیکن نہیں جانتی تھی کہ دلوں کی جنگ ہارنے والا ایسا پتھر دل ہو جاتا ہے کہ کوئی بھی ضرب اس پر اثر نہیں کرتی نہ لفظوں کی، نہ جذبوں کی، نہ اعمال کی۔ سعید احمد نے الٹا اسے بے نقط سنائی تھیں۔

"تم..... تم جاہل عورت اپنی بدتمیز اولاد کو سمجھانے کے بجائے مجھ سے باز پرس کرنے بیٹھ گئی ہو۔ بیٹا ہے تو بات کرنے پر منہ کو آتا ہے۔ بیٹی کو اتنی توفیق نہیں کہ باپ کو ایک گلاس پانی ہی پوچھ لے۔ میں کہتا ہوں میں ان کا باپ ہوں یا وہ میرے۔" وہ جو سمجھ رہی تھی کہ وہ بچوں کے بدلتے رویے سے بے خبر ہیں اس کی غلط فہمی تھی۔ انہوں نے بھی اولاد کی نظروں میں جھلکتی خفگی اور انداز کی برہمی کو بھانپ لیا تھا پر افسوس اس کی وجہ پر غور کرنے کی زحمت کیے بغیر پچھلے ہر گناہ کی طرح یہ ناکردہ گناہ بھی اس کی ناقص تربیت کے کھاتے میں درج ہو گیا تھا۔

"واہ ماما، آج تو مزے ہوں گے ہنی بتا رہی

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

ہے کہ وہ جابر حکمران آج گھر پر نہیں ہیں۔'' دفعتاً سنی کی پُرجوش آواز اسے خیالات کے ہجوم سے ہاتھ پکڑ کر حال میں لے آئی۔

''بری بات سنی، پاپا کے بارے میں کوئی الٹا سیدھا لفظ استعمال کیا تو میں بہت سختی سے پیش آؤں گی۔'' اس نے بہت سخت لہجے میں اسے ڈانٹا تو وہ منہ بنا کر رہ گیا۔

''ماما آج کتنے عرصے بعد تو موقع ملا ہے کیوں ناں لنچ باہر کرنے جائیں آج؟'' ہنی کی آنکھیں کسی خیال سے چمک اٹھیں۔

''ویری گڈ آئیڈیا ڈیرس..... کیا خیال ہے ماما؟''

''خیال تو اچھا ہے پر تمہارے پاپا بتا کے نہیں گئے کہ کہاں جا رہے ہیں۔ یہ نہ ہو کہ وہ آئیں اور گھر پر ہمیں نہ پا کر خفا ہو جائیں۔'' دونوں کے پُرامید چہرے دیکھ کر وہ قدرے ہچکچاہٹ سے بولی۔ بچوں کی خوشی دیکھ کر اس کا بھی دل نہ چاہا کہ ان کا دل توڑے۔ بہت عرصے بعد یوں بے ساختہ فرمائش ان کے منہ سے نکلی تھی ورنہ تو اسکول، کالج کی مصروفیات، ماں کی بے بسی پر ہنی تو اپنی ذات میں گم ہو گئی سنی نے بھی پتا نہیں کن مصروفیات میں خود کو گم کر لیا تھا۔

''اُفوہ ماما پہلے آپ کو اپنے شوہر نامدار کبھی دن کی روشنی میں نظر آئے ہیں جو آج آئیں گے۔ آ بھی گئے تو کون سا ہم کوئی ڈاکا ڈالنے جا رہے ہیں جو آپ یوں ڈر رہی ہیں۔ یا تو ان کے لیے کھانا رکھ جائیں یا پھر پیک کروا لائیں گے اور ماما پلیز برا مت مانیے گا یہ آپ نے ہی ان کو چپ رہ، رہ کر سر پر چڑھا رکھا ہے ورنہ آج کل کے دور میں، میں نے آپ جیسی ستی ساوتری قسم کی لیڈیز بہت کم دیکھی ہیں۔''

''بالکل ٹھیک کہا تم نے ہنی بلکہ مجھے تو لگتا ہے صرف ماما ہی ہیں ورنہ آج کل ایسی وومن صرف ڈراموں، فلموں کی حد تک محدود ہے۔ ریئل لائف میں نظر نہیں آتی...'' وہ دونوں باپ کے رویے کے خلاف جی بھر کر بول رہے تھے۔ خدیجہ بہت چاہنے کے باوجود اپنے آپ کو کچھ بولنے پر مجبور نہ کر پائی... پر اپنے بچوں کا باپ سے متنفر ہونا اسے بالکل بھی اچھا نہیں لگا تھا۔ انہیں کسی اور وقت سمجھانے کا تہیہ کر کے ان دونوں کو تیار ہونے کا کہہ کر وہ خود کچن میں آ گئی۔

☆☆☆

''فاری.....'' ماہ و سال کا طویل عرصہ جیسے ان کے بیچ آیا ہی نہیں تھا۔ فاریہ یک ٹک اسے دیکھے جا رہی تھی۔ لمحوں بعد اس کی آنکھیں نمکین پانیوں سے بھر گئیں۔ بھولی تو وہ بھی اسے نہیں تھی بس حالات و واقعات کی دھند نے کچھ سالوں کے لیے سب کچھ دھندلا ضرور کر دیا تھا۔

''سعید.....!'' اس کے لبوں سے سرسراتے ہوئے سعید احمد کا نام کسی سرگوشی کی صورت ادا ہوا۔ انہیں قطعاً پتا نہیں تھا کہ ہر پل جس کی یاد نے انہیں زندگی کا صحیح معنوں میں لطف نہیں لینے دیا تھا وہ یوں سرِراہ اچانک آ ٹکرائے گی۔ تھوڑی دیر بعد وہ دونوں ایک قریبی ریسٹورنٹ میں موجود تھے۔

''کیا بتاؤں فاری، تم سے بچھڑ کر زندگی گزارتو دی پر سکھ نہیں پایا۔'' ادھوری اور بے کیف زندگی کا دکھ ان.... کے لہجے میں آ رچا تھا۔ ''تم سناؤ فاری، کیسی ہو؟ شادی کی؟ بچے کتنے ہیں؟'' اس کو بے قراری سے تکتے دیکھ کر وہ پے در پے سوالات کیے گئے۔

''کی تھی شادی ہاں ضرور کی تھی پر اولاد نہ دے سکنے کی پاداش میں اس شخص نے شادی کے محض پانچ سال بعد ہی مجھے چھوڑ دیا۔ پھر پاپا بھی چھوڑ کر چلے گئے مجھے..... پھر تو کٹھن زندگی کا تنہا اور طویل سفر تھا اور میں تھی۔'' وہ اپنے ہاتھوں کی لکیروں میں الجھتی ہوئی آہستہ سے اپنے دکھ سناتی چلی گئی تو ان دکھوں کی تھکن اور چبھن کو اس نے اپنے دل پر محسوس کیا۔

''تمہارے کتنے بچے ہیں؟ بیوی کیسی ہے

www.urdutube.net www.bookstube.net www.urdunovels.net

تمہاری؟ خدیجہ نام بتایا تھا غالباً تم نے؟'' چند لمحوں بعد وہ سنبھل گئی تو اس سے سوال کیا۔

''دو بچے ہیں بڑی بیٹی فرسٹ ائیر کی اسٹوڈنٹ ہے جبکہ بیٹا میٹرک میں ہے۔ میرا تو گزرا تمام عرصہ پچھتاوؤں کی کڑی دھوپ میں گزرا۔ ہر لمحہ، ہر پل یہی سوچ کر تڑپتا رہا کہ کاش چچا کو اسی وقت انکار کر دیتا تو نہ خود ان دیکھی آگ میں جلتا نہ ان کی بیٹی کو جلاتا۔ ان کے بے شمار احسانات کا بدلہ اتارنے کو زبان بندی کی میں نے..... پر جانتا ہوں ان کی روح تو آج بھی بے چین ہوگی اپنی بیٹی کو ناخوش دیکھ کر۔ آسودگی کا ایک لمحہ بھی تو نہیں دے پایا میں اس عورت کو۔ اتنی وسعت ہی پیدا نہیں ہو پائی دل میں کہ تمہیں بھلا کے اسے جگہ دے پاتا۔ اس ایک انکار سے وہ اس وقت ناراض ہو جاتے پر اتنی زندگیوں میں ناآسودگی تو نہ ہوتی ناں..... تم..... میں..... خدیجہ کوئی بھی تو خوش نہیں رہا۔'' وہ اعترافات جو آج تک صرف اپنے دل میں کرتے آئے تھے محرم کو سامنے پا کر نوکِ زبان تک آ کر اظہار کا راستہ پا گئے تھے۔ دو گھنٹے ان کو یہ دکھ سکھ کہنے میں لگ گئے یوں وقت گزرنے کا پتا ہی نہ چل سکا۔

☆☆☆

پورے سات دن بعد وہ ایک بار پھر ایک ہوٹل میں اس کے ساتھ موجود تھی۔

''بہت ٹائم ہو گیا ہے روحیل اب مجھے چھوڑ آؤ۔ زیادہ دیر ہو گئی تو ماما پریشان ہو جائیں گی۔'' وہ چادر کی اوٹ سے یہاں وہاں دیکھتی گویا ہوئی۔

''ابھی سے..... ابھی تو میں نے تمہیں ٹھیک سے دیکھا بھی نہیں کہ تمہیں جانے کی پڑ گئی ہے۔'' وہ منہ بنا کر بولا تو نوخیز زویا گھبرا کر نظر جھکا گئی۔ گھر کے ماحول سے تنگ آ کر اس نے ایک قدم اٹھا تو لیا تھا لیکن روحیل کے التفات پر اس کے ہاتھوں سے پسینے چھوٹ جاتے تھے۔

''روحیل پلیز، کالج سے نکلے ہوئے ہمیں ڈیڑھ گھنٹا ہو گیا ہے۔ ماما نے کسی کو بھیج کروانیہ کے گھر سے پتا کروا لیا تو بہت برا ہوگا۔'' اس نے اپنے بلاک کی ہی ایک لڑکی کا حوالہ دیا۔ ایک دفعہ بارش میں وین خراب ہو گئی تھی تو ماما ملازمہ کو ساتھ لے کر وانیہ کے گھر پتا کرنے چلی گئی تھیں۔ خوف اس کی آنکھوں سے مترشح تھا۔

''اچھا بابا صبر کرو، چھوڑ آتا ہوں پہلے تم یہ پکڑو۔'' اس نے ایک پیکٹ اس کی جانب بڑھاتے ہوئے کہا۔

''یہ کیا ہے؟'' زویا نے ایک نظر اس پیکٹ پر اور دوسری اس پر ڈال پر لینے کو ہاتھ نہیں بڑھائے تھے۔

''موبائل ہے یار اتنا گھبرا کیوں رہی ہو۔ لینڈ لائن نمبر سے پہلے تمہارے اماں، بابا کے سو جانے کا انتظار کرو پھر کہیں جا کر ترس ترس کر تمہاری آواز سننے کو ملتی ہے۔ یہ سم ہے۔'' وہ ڈبا کھول کر موبائل نکال کر اسے اس کے آپریٹ کرنے کے طریقے کے متعلق بتانے لگا۔ تھوڑے سے تذبذب کے بعد زویا نے وہ سیل فون چارجر سمیت اٹھا کر اپنے بیگ میں ڈال لیا اور ڈبا واپس کر دیا۔ آج کی ملاقات کے بعد روحیل پر اس کا اعتماد کچھ اور بڑھ گیا تھا وہ جو کول کے الفاظ سے بظاہر بے نیازی برتتی دل ہی دل میں ڈر گئی تھی پر میں مطمئن تھی۔

''اپنے ماں باپ کی ہی عزت کا خیال کر لو زویا۔ زمانہ بھلے جتنا ہی ترقی کیوں نہ کر جائے عورت کی عزت ہر زمانے میں شیشہ ہوتی ہے اور اس کا نادانستگی اور نادانی میں اٹھایا جانے والا قدم اس شیشے کی شفافیت کو خراب کر دیتا ہے۔ صرف یہی ایک بات تم سوچ لو کہ جنہوں نے لڑکی کو گھر کی عزت بنانا ہوتا ہے لوگوں کے سامنے اس کا نام تک زبان پر لانے سے ڈرتے ہیں کہ رسوائی کی دھول ان کے کردار کو گہنا نہ دے۔ وہ بلند و بانگ دعوے

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

نہیں کرتے عمل کرتے ہیں۔ پارکوں، ہوٹلوں اور گھر سے باہر کی جانے والی ملاقاتیں رسوائی، بدنامی کا پیش خیمہ تو ہوسکتی ہیں محبت اور عزت کا نہیں۔'' کومل نے اسے کہا تھا۔

اور وہ دل ہی دل میں ہزار ہا خدشات لیے اس کی کسی بات کا جواب دیے بغیر چھٹی ہوتے ہی کالج سے نکل کر سائڈ والی گلی میں آگئی تھی جہاں روحیل اس کا منتظر تھا۔ زویا کو اب کوئی پروا نہیں تھی کہ صبح وین میں اس کے ساتھ آنے والی لڑکیاں کیا سوچیں گی کہ وہ کہاں گئی ہے نہ ہی پچھلی بار کی طرح اس نے کومل کو کوئی تاکید کی تھی۔

''بس یہیں روک دو۔'' اپنے گھر سے تین چار گلیاں چھوڑ کر اس نے بائیک رکوائی تھی۔

''سنو، گیارہ بجے میری کال کا انتظار کرنا۔'' روحیل یہ کہہ کر چلا گیا تھا۔ زویا سرشاری گھر لوٹ آئی تھی۔ اندر داخل ہوتے ہی وہ دھک سے رہ گئی۔ خلافِ توقع پاپا کھانے کی ٹیبل پر موجود تھے۔ اس نے ڈرتے، ڈرتے سلام کیا تو جواب دیے بغیر انہوں نے نظر اٹھا کر سامنے وال کلاک کو دیکھا۔

''یہ تم روز اس ٹائم کالج سے آتی ہو یا آج آرہی ہو؟'' کرخت لہجے اور غصیلے تیور اس کے ہوش اڑا گئے۔

''وہ..... وہ پاپا..... پریکٹیکل تھا آج تو لیٹ ہوگئی ہوں۔'' سفید چہرہ لیے بیگ کے اسٹریپ کو مضبوطی سے پکڑے اس نے اپنی ٹانگیں کانپتی ہوئی محسوس کیں۔

''تم نے کبھی اولاد پر چیک رکھنے کی کوشش کی ہے یا یونہی شترِ بے مہار چھوڑا ہوا ہے؟ دو بجے چھٹی ہوجاتی ہے اور تمہاری بیٹی چار بجے گھر آرہی ہے۔ کیا تمہیں معلوم ہے کہ آج پریکٹیکل تھا بھی یا نہیں؟ بیٹا ہے تو اسکول سے آنے کے بعد کھانا کھا کر کمبائن اسٹڈی کے بہانے غائب ہے۔ کبھی پتا بھی کیا کہ کمبائن اسٹڈی ہے یا کمبائن آوارگیاں.....'' وہ چمچہ پلیٹ میں پٹخ کر دہاڑے۔

زویا کو اپنے اوسان خطا ہوتے محسوس ہوئے اس نے چیئر کا سہارا لے لیا۔ اگر جو پاپا نے تھوڑی سی مزید انوسٹی گیشن کی تو اس کی ساری پول کھل جائے گی۔ اپنی پریشانی میں اس نے ماں کی تاویل نہیں سنی جو وہ اس کے باپ کو دے رہی تھیں۔ وہ بس نظریں نیچی جھکائے باپ کو گرجتا برستا سن رہی تھی..... اور اگر پاپا نے چیک کرلیا تو..... اس نے بیگ پر گرفت مضبوط کرتے ہوئے چور نظروں سے باپ کی طرف دیکھا۔ پاپا کی طرف سے اسے فون سننے پر بھی پابندی تھی کجا کہ سیل فون رکھنا اور استعمال کرنا۔ باپ کے پیٹھ پیچھے جتنا بھی بول لیتی ان کے سامنے اس کی گھگھی بن جاتی تھی کیونکہ سعید احمد نے شفیق روایتی باپ کا رول کبھی نبھایا ہی نہیں تھا گھر میں ہر رشتے کے لیے وہ ایک ڈکٹیٹر تھے جو ہمیشہ حکم چلاتے، چیختے چلاتے نظر آتے۔ وہ تو شکر کرتی کہ پاپا زیادہ تر گھر سے باہر ہی رہتے تھے ورنہ چوبیس گھنٹے اس گھر کی فضا پر سہم طاری ہوتا۔ باپ کا رویہ کرخت تھا تو ماں نے کبھی بھی پاس بٹھا کر ان کے مسئلے مسائل جاننے کی کوشش نہیں کی تھی۔ نہ ہی ایک مخصوص بے تکلفی موجود تھی ان ماں بیٹی کے درمیان جیسا کہ عموماً ہوتی ہے۔ اپنے ہی گھر میں وہ دونوں اجنبی بن کر رہتے سو جب پہلی بار توجہ اور تعریف ملی..... اپنے آپ کو بہت روکنے کے باوجود وہ اس کی طرف بڑھتی چلی گئی۔ اپنے اندر کی گھٹن کو نکالنے کے لیے اس نے جو چور دروازہ ڈھونڈ نکالا تھا بھلے ہی غلط تھا پر اس کی تعریف اور کیئر اسے آسمان پر اڑا لے جاتی بخش دو ملاقاتوں میں ہی وہ انجانے دیس کے کئی سفر اس کے ہمراہ کر آئی تھی۔

''منی مجھے صبح بتا کر گئی تھی کہ وہ لیٹ ہوجائے گی، میں نے آپ کو پہلے بھی بتایا ہے اور سنی بھی جھوٹ نہیں بولتا۔ کل ان تین دوستوں نے یہاں مل

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

کر اسٹڈی کی تھی آج ایک دوست کے گھر باری رکھی تھی۔'' خدیجہ ان کو دھیما کرتے ہوئے بولی... اور ایک شاکی نظر آنسو پیتی بیٹی کی طرف دیکھا۔

''اچھا، اچھا بس تم جیسی مائیں ہی ہوتی ہیں جو اولاد کے عیبوں پر پردہ ڈال کر ان کو تباہی کے دہانے لا کھڑا کرتی ہیں۔'' انہوں نے دانت پیستے ہوئے کہا۔ خدیجہ گہری سانس لے کر رہ گئی بولتی تو بھی بری بنتی... نہ بولتی تب بھی پھٹکار اس کی قسمت میں لکھی تھی۔

''بہرحال، یہ اس سال اس کی پڑھائی کا جھنجٹ ختم کرواؤ ایک دو رشتے ہیں میری نظر میں۔''

''تم اپنے کمرے میں جاؤ ہنی۔'' خدیجہ کی نظر بیٹی کے آنسوؤں سے تر چہرے پر پڑی۔ شوہر کی بات ان سنی کرتے اسے کمرے میں جانے کو کہا۔ زویا آہستہ، آہستہ قدموں سے چلتی اپنے کمرے کی جانب بڑھی۔

''بچوں کے سامنے ہی کم از کم لحاظ کر لیا کریں اور ہنی کی عمر ہی کیا ہے بہ مشکل سولہ سال کم از کم اسے تو کرنے دیں۔'' بے بسی اور اہانت کے شدید احساس سے خدیجہ کی آواز چیخ گئی۔

''ہاں تو اس وقت کا انتظار کروں جب تمہاری اولاد میرے سر پر دھول ڈال کر نکل جائے اور میں سر پیٹتا رہ جاؤں۔ تو دیکھے ہیں اپنی اولاد کے۔'' اپنے کمرے کا ہینڈل گھومتے جو پاپا کی آخری بات زویا کے کان میں پڑی اس نے اس کے اندر بغاوت کی ایک شدید لہر کو دوڑایا، خون کی جگہ جسم میں گویا شرارے دوڑنے لگے۔ جھٹکے سے دروازہ کھول کر اس نے دھاڑ سے بند کیا اور ٹیک لگا کر نیچے بیٹھتی چلی گئی۔

کتنی حسرت سے وہ کومل اور دوسری لڑکیوں کے گھر کے ماحول، ان کے والدین کے باہمی تعلق، ان کے پیرنٹس کی شفقت کے حال سنتی تھی پر اپنی ذہنی توڑ پھوڑ کو کبھی ظاہر نہیں ہونے دیا تھا۔ آنکھ کھولتے ہی اس نے اپنے باپ کو اپنی ماں پر ہمیشہ چیختے سنا تھا، ان سے بے رخی ضرور برتتے پاپا پر کبھی ان پر بظاہر ڈانٹ ڈپٹ کا کوئی سلسلہ نہیں رکھا تھا پر کچھ عرصے سے وہ اور سنی بھی ان کے عتاب سے محفوظ نہیں رہے تھے۔ والدین اپنے بچوں خصوصاً بیٹیوں کو جو مان اور اعتبار دیتے ہیں وہ تو ہمیشہ سے ان کے لہجے اور رویے میں مفقود تھا ہی اب تو شک کی زہریلی چنگاریاں بھی لب و لہجے میں لو دینے لگی تھیں۔ بے رخی کے بیج کو دل اور روح کی سرزمین پر ڈالا جائے اور اسے اہانت..... بے اعتباری اور نفرت کا پانی دیا جانے لگے تو دل کی زرخیز زمین پر بہت کم عرصے میں ہی تناور درخت اگ آتا ہے پھر اس پیڑ پر بغاوت کے پھل لگتے ہیں اور اگر وہ بے اعتباری ماں باپ میں سے کسی ایک یا دونوں کی طرف سے ہو تو انسان بہت جلد ہی وہ پھل کھا لیتا ہے۔ پھر قصور چاہے جس کا بھی ہو نقصان دونوں کا ہوتا ہے۔ وقت گزر جانے کے بعد اس قصور کا ماتم تو کیا جا سکتا ہے مداوا نہیں۔ سعید احمد کی بے رخی، بے اعتباری سے بغاوت تو خدیجہ کو بھی ہوئی تھی پر اس نے اس بغاوت کو اپنی گم گشتہ محبت میں لپیٹ لیا تھا صرف اس کا دل ویران ہوا تھا۔ اس کا گھر، اس کی دنیا اور آخرت بچ گئی تھی پر افسوس ہنی اور سنی کے دلوں میں باپ کی طرف سے محبت کے دو الفاظ تک کا زادِ راہ نہ تھا جس کو سہارا مان کر وہ بغاوت سے منہ موڑ لیتے، انہوں نے اس پیڑ کو خوب پھلنے پھولنے دیا اور اب اس کا پھل تیار تھا۔ نقصان کہاں اور کس کا ہونا تھا یہ صرف کاتبِ تقدیر کو پتا تھا۔

☆☆☆

''فاری.....!'' ان کے لہجے میں جذبوں کی تمام شدتیں تھیں۔ خدیجہ کے لیے آگ برسانے والی زبان میں اس وقت پھولوں کی سی نرماہٹ تھی۔ ''آؤ فاری شادی کر لیں..... ایک ہو جائیں۔ لمبا بن باس کاٹا ہے میں نے۔ ایک عرصہ نارسائی کا دکھ سہا ہے۔ اب..... اب زندگی کا باقی ماندہ سفر تمہاری ہمراہی

www.urdutube.net www.bookstube.net www.urdumovies.net

میں گزارنا چاہتا ہوں۔ دل کی خوشی کیا ہوتی ہے کبھی برتا نہیں اس لفظ کو۔'' اس کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لیے وہ نرمی سے بولتے چلے گئے تو فاریہ نے اپنے ہاتھ ان کی گرفت سے آہستہ سے نکال لیے۔

''اب تو وقت گزر گیا ہے سعید۔ تمہارا گھر ہے، بیوی، بچے ہیں۔'' وہ نم لہجے میں گویا ہوئی۔

''تو..... تو کیا ہوا فاری میں ان کو تو نہیں چھوڑ رہا۔ میرا بھی زندگی پر، اس کی خوشیوں پر کچھ حق ہے۔ بیٹی کی میں کچھ دنوں میں شادی کرنے والا ہوں۔ بیٹے کا شوق ہائر اسٹڈیز کے لیے ایبروڈ جانے کا ہے باقی رہی خدیجہ تو اس کی طرف سے بے فکر رہو۔ پہلے تو ان کو پتا ہی نہیں چلے گا، چل بھی جائے تو مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ تم نہ ملتیں تو اور بات تھی تمہارے ہوتے ہوئے وہ بھی ایسی صورت میں جب تم اکیلی ہو..... میں ایسے کیسے رہنے دے سکتا ہوں تمہیں، اس طرح تنہا۔'' وہ دوٹوک بولے اور جواب کے لیے منتظر نظروں سے ان کی جانب دیکھنے لگے۔

''مجھے..... مجھے کچھ سوچنے کا وقت دو سعید..... زیادہ نہیں ہفتہ دو ہفتہ..... بزنس کے حوالے سے کچھ ضروری فیصلے کرنے ہیں۔'' فاریہ نے آہستہ سے کہا جیسے فیصلہ کرنے میں کسی تذبذب کا شکار ہو۔

''ہاں فاری لے لو ٹائم..... لیکن پھر فیصلہ میرے حق میں ہی ہونا چاہیے۔'' سعید احمد نے استحقاق سے کہا تو فاریہ صرف مسکرا کر رہ گئی۔ جسے دیکھ کر وہ خود بھی کھل اٹھے تھے۔

☆☆☆

''پتا ہے زویا، میں نے گھر میں ہمیشہ دولت کی تو ریل پیل دیکھی ہے پر سکون کا فقدان رہا ہے ہماری زندگیوں میں۔ بابا اور مما کو ہمیشہ کسی نہ کسی بات پر لڑتے دیکھا ہے۔ لڑائی میں کچھ نہیں دیکھتے، اعلیٰ تعلیمی اداروں سے تعلیم یافتہ وہ دو مہذب افراد لڑتے ہوئے ساری تہذیب سائڈ پر رکھ دیتے ہیں اور تو اور ایک دوسرے کو برتن یا کوئی چیز جو بھی سامنے نظر آئے دے مارنا بھی معمول کی بات ہے۔ ایک دو دن، ایک کا منہ مشرق کی جانب ایک کا مغرب کی جانب ہوتا ہے پر دو دن بعد یک جان دو قالب نظر آتے ہیں اور پھر کسی اگلی زبردست سی لڑائی کے لیے تیار۔ پتا ہے زویا، میں نے ہمیشہ ایک ایسی زندگی کا خواب دیکھا ہے جس میں، میں اپنے بچوں کو ایک آئیڈیل ماحول دوں۔ والدین کے درمیان اختلافات بھلے جس نہج پر ہوں بچوں سے ان کو پوشیدہ رکھنا چاہیے ورنہ بچوں پر بہت برے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ والدین کا امیج تو بگڑتا ہے سو بگڑتا ہے اولاد کی اپنی شخصیت میں بھی کئی دراڑیں پڑ جاتی ہیں۔'' وہ بولے گیا تو زویا کو ایسے لگا کہ اسی کے گھر کی کہانی اپنی زبانی بیان کر رہا ہو۔ ان کے گھر بھی تو کم و بیش یہی ماحول ہوتا چوبیس گھنٹے بس فرق صرف اتنا تھا کہ اس کے ماں باپ نکمے تھے دونوں ہی بولتے جبکہ زویا کے پاپا ہی ماما کی زندگی اجیرن کیے ہوئے تھے۔ ماما کی مجال نہیں تھی پاپا کے سامنے کچھ بولنے کی ایک دو بار اپنے حق میں کچھ بولنا بھی چاہا پر اتنی سنائیں پاپا نے کہ اس دن کے بعد سے ان میں جرأت نہ ہوئی کچھ بولنے کی۔ بس چپ چاپ سنے جاتیں۔ وہ ایک ٹھنڈی آہ بھر کر رہ گئی۔

''اب یہی دیکھو زویا، مما میری تعلیم مکمل ہونے کے بعد میری شادی میری خالہ کی بیٹی سے کرنا چاہتی ہیں اور بضد ہیں کہ منگنی ابھی کر دی جائے جبکہ پاپا چاہتے ہیں کہ وہ اپنی بہن کی بیٹی کو میرے حوالے سے اس گھر میں بہو بنا کر لے آئیں اور میں..... میری کوئی پسند ہی نہیں ہے گویا..... صبح شام لڑائی کے اس دراز ہوتے سلسلے کو دیکھ کر بس پریشان ہی ہوتا رہتا ہوں۔'' اس نے کسی سوچ میں گم زویا کو نئی صورتِ حال سے آگاہ کیا۔

''روحیل کل جب میں گھر واپس گئی تو.....''

www.urdutube.net www.bookstube.net www.urdumovies.net

اور وہ آہستہ، آہستہ ساری باتیں اسے بتاتی چلی گئی۔
''پاپا کہتے ہیں کہ جلد ہی کوئی رشتہ دیکھ کر مجھے رخصت کردیں گے۔ میں ان کے نزدیک ناقابلِ اعتبار ہوں۔ کہتے ہیں کہ زیادہ دیر گھر میں بٹھائے رکھا تو ان کے اعتماد کو ٹھیس پہنچادوں گی۔ ان کی یہ باتیں میرے دل و دماغ میں آگ لگائے ہوئے ہیں۔ ایسے ہوتے ہیں والدین؟ ایسے ہوتے ہیں باپ؟ میری کلاس فیلوز اپنے پیرنٹس کی محبت، گھر کے خوشگوار ماحول کی باتیں کرتی ہیں تو مجھے لگتا ہے سب مجھے چڑا رہی ہوں۔ میرا مذاق اڑا رہی ہوں۔ کبھی کبھی تو میرا دل کرتا ہے کہ خودکشی کرکے اس دنیا سے چھٹکارا حاصل کرلوں۔'' یاسیت سے وہ اپنے دل کی حالت بیان کرتی چلی گئی۔

''ارے..... ارے ایسا غضب مت کرنا..... خودکشی کرکے مرنے سے نقصان کس کا ہوگا..... ہے تمہارا ناں اور کسی کو کیا فرق پڑے گا۔ تمہارے پاپا خوش ہوجائیں گے جان چھوٹ گئی۔ دیکھو یہ ہماری زندگی ہے اس پر سب سے زیادہ حق ہمارا ہے۔ اگر ہمارے پیرنٹس کو ہمارا خیال نہیں ہے تو ہم کیوں کسی کا سوچیں۔ کیا ہمیں خوشیاں حاصل کرنے کا کوئی حق نہیں؟'' جذباتی ہوتے ہوئے وہ اسے بغاوت کے نئے اسباق پڑھا رہا تھا اور کئی باغی سوچیں زویا کے ذہن کی دھرتی پر نمو پا رہی تھیں۔

☆☆☆

''فاری میری زندگی..... میری جان میں آج بہت خوش ہوں۔ دنیا جہان کی خوشیاں گویا میرے قدموں تلے آبسی ہیں۔'' وصل کے لمحوں سے سرشار سعید احمد مدہوش سے لہجے میں بولے تو فاریہ بھی مسکرادی۔ سعید احمد کا التفات اور اصرار آخر اسے بھی حتمی فیصلہ کرنے پر مجبور کر ہی گیا تھا۔ کل ہی ان کا نکاح ہوا تھا۔ فاریہ کے بے حد اصرار پر وہ لوگ فاریہ کے گھر پر ہی تھے۔

''اب جب ہم دونوں ایک ہوچکے ہیں سعید تو پھر کیا تیرا کیا میرا.....'' انہوں نے جب فاریہ کو نئے فلیٹ میں لے جانے پر اصرار کیا تو اس نے کہا تھا۔ ''میں نے اپنا بہت سارا وقت یہاں گزارا ہے۔ میرے بابا کی یادیں ہیں سعید اس گھر میں..... میں اسے چھوڑنا نہیں چاہتی۔'' فاریہ نے وجہ بتائی تو وہ..... چپ ہوگئے تھے۔ خدیجہ سے ایک ہفتے کے بزنس ٹور کا کہہ کر وہ فاریہ کے ساتھ شمالی علاقہ جات ہوکر آئے تھے۔ ہاں گھر میں ان کے تیور وہی تھے پہلے جیسے۔ سنی کو البتہ ایک دن اسکول میں کسی کلاس فیلو سے ان کی دوسری شادی کا پتا چلا تھا۔ وہ تو اس لڑکے سے لڑنے مرنے کو آگیا تھا۔ بس چھٹی ہونے کا انتظار کیا تھا اور گھر آکر اس نے غصے میں بہت توڑ پھوڑ کی۔ بہت چیخا چلایا۔ خدیجہ تو یہ سن کر ہی سناٹے میں آگئی۔

''سنی ایسے مت کرو بیٹا۔ لوگوں کی تو عادت ہوتی ہے فضول میں دوسروں کے گھروں میں تانک جھانک کرکے معاملات بگاڑنے کی۔ تمہارے پاپا آجائیں پھر ان سے پوچھ لینا کہ کیا بات ہے۔''

''چالیس لڑکوں کی کلاس میں ایک مجھے ہی کیوں کہا ماما اس نے کہ تمہارے پاپا نے ایک بزنس وومن سے شادی کرلی ہے اور لاسٹ ویک اس کے ساتھ بھوربن گئے تھے۔ وہ تو بتا رہا تھا کہ کل اس کے پاپا نے ان دونوں کو میریٹ میں ڈنر کرتے بھی دیکھا۔ میں کہتا ہوں کہ آخر ان کو ضرورت ہی کیا ہے جھوٹ بولنے کی۔ ایک اور لڑکا کہنے لگا۔ ''واہ سنی تم لوگوں کے تو وارے نیارے ہوگئے خوب صورت اور نئی نویلی ماما بھی مل گئیں اور ان کی بے شمار دولت الگ۔ تمہارے پاپا نے کسی طور بھی گھاٹے کا سودا نہیں کیا یار۔'' مجھ سے کلاس میں بیٹھنا دوبھر ہوگیا۔'' اب کے وہ ماما کی..... گود..... میں سر دے کر رو دیا۔

''پاپا کو کیا ضرورت تھی ماما ایسے کرنے کی؟

www.urdutube.net www.bookstube.net www.urdunovels.net

انہوں نے ایک پل کو ہمارا سوچا نہ آپ کا۔ کس چیز کی کمی تھی انہیں؟'' اس کے کسی سوال کا جواب خدیجہ کے پاس نہیں تھا۔ ابھی تو ہنی کالج سے نہیں لوٹی تھی اس کا ردعمل بھی کم و بیش ویسا ہی ہوتا۔ اس دن ہنی بہت لیٹ آئی تھی۔ ابھی خدیجہ اس سے باز پرس کرنا ہی چاہتی تھی کہ سعید احمد کی آمد ہوگئی۔ کھانا کھا کر وہ اپنے کمرے میں جانا ہی چاہتے تھے کہ سنی کسی کونے سے نکل کر ان کے سامنے آگیا۔

''کیا یہ بات سچ ہے کہ آپ نے دوسری شادی کرلی ہے؟'' اس کے اس سوال پر انہوں نے اپنے سامنے تن کر کھڑے سنی کو دیکھا ایک نظر اپنی سائڈ پر کھڑی خدیجہ کو اور اپنے کمرے کے دروازے پر کھڑی ہنی کو۔

''اگر میں کہوں ہاں تو.....؟'' وہ اپنی طبیعت کے خلاف سکون سے بولے۔ خدیجہ وہیں ساکت ہوگئی۔ اس کی عمر بھر کی ریاضت رائگاں چلی گئی تھی جبکہ ہنی کے دل میں باپ کے خلاف نفرت کی ایک زوردار لہر نے سر اٹھایا۔

''کیوں.....؟'' سنی مٹھیاں بھینچ کر حلق کے بل چیخا۔

''میں اس بات کے لیے تمہارا جواب دہ نہیں ہوں۔ وہ یہاں نہیں آئے گی نہ ہی تم لوگوں سے اس کا کوئی تعلق ہوگا۔ تمہاری ضروریات، طرز زندگی پر کوئی اثر نہیں پڑے گا اس کے آنے سے۔'' وہ کہہ کر سائڈ سے نکل کر اپنے کمرے کی طرف بڑھنے لگے۔

''اور میں اپنی ماما کی جگہ کسی ایری غیری آوارہ عورت کو نہیں دے سکتا۔'' سنی نے ایک بار پھر چیخ کر کہا پر اس بار ان کے ہاتھ کا اس کے منہ پر لگنے والا تھپڑ اتنا شدید تھا کہ سنی گال پر ہاتھ رکھے لڑکھڑا گیا۔

''اس نے تمہاری ماں کی جگہ نہیں بلکہ تمہاری ماں اس کی جگہ پر چلی آئی تھی۔ میں وضاحتیں دینے کا قائل نہیں ہوں پر آئندہ اس قسم کی فضول گوئی برداشت نہیں کروں گا میں۔'' انگلی اٹھا کر وارن کرنے کے انداز میں انہوں نے سنی سے کہا اور ایک جتاتی نظر خدیجہ پر ڈال کر اندر چلے گئے۔

''آئی ہیٹ یو پاپا..... آئی ہیٹ یو۔'' وہ بند دروازے کو دیکھ کر زور سے چلایا تو خدیجہ نے آگے بڑھ کر اسے قابو کرنا چاہا۔

''میں شوٹ کردوں گا ماما اس عورت کو۔'' اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں اور لہجہ بے حد باغی تھا۔

''اس کو شوٹ کردو گے اور خود جیل چلے جاؤ گے؟'' ہنی نے سپاٹ انداز میں پوچھا۔

''ہاں چلا جاؤں گا جیل لیکن میرے دل کے اندر جو آگ لگی ہے وہ ایسے ٹھنڈی نہیں ہوگی۔ تم نہیں تھی ناں ہمارے اسکول میں ورنہ دیکھتیں ہر چہرہ جیسے میرا مذاق اڑا رہا تھا اور ہر آنکھ خود پر ہنستی لگ رہی تھی۔''

''بس کرو..... خدا کے لیے بس کرو سنی۔ میرا ہی خیال کرلو۔'' خدیجہ میں اس سے زیادہ برداشت کرنے کی سکت نہیں تھی وہ کہتے ہوئے صوفے پر بیٹھ کر دونوں ہاتھوں میں چہرہ تھام کر رو پڑی۔ ہنی نے غصے سے بھائی کو دیکھا اور ماں کے قریب آکر بیٹھ گئی اور ماں کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر گویا اپنے لمس سے ان کو تسلی دے رہی ہو۔ سنی کا غصہ بھی ماں کو روتے دیکھ کر جھاگ بن گیا تو وہ بھی ان کے دوسری طرف آکر بیٹھا۔

''آئی ایم سوری ماما..... میرا مقصد آپ کو دکھ دینا نہیں تھا لیکن بلیوی پاپا نے بہت ہرٹ کیا ہے۔ پوری لائف انہوں نے بغیر کسی وجہ کے آپ پر برستے گزاری اور اب جوان اولاد کے ہوتے ایسا شرمناک اسٹیپ اٹھالیا۔'' وہ ماما کے ہاتھ کو تھپکتے ہوئے بولا۔

''کچھ بھی ہو جائے سنی تم وعدہ کرو کہ کوئی بھی ایسا قدم نہیں اٹھاؤ گے جو مجھے دکھ پہنچائے۔ میرا سب کچھ تم دونوں ہو اور میری تمام امیدیں تم سے

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

وابستہ ہیں۔'' اب وہ آنسو پونچھ کر بولیں۔

☆☆☆

سعید احمد کو سنی کے تیور بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر رہے تھے پر فاریہ کی رفاقت کچھ پل کو انہیں ساری فکریں ضرور بھلا دیتی تھی۔ آج وہ دونوں لنچ پر آئے تھے۔ فاریہ شادی کے بعد بہت خوب صورت ہوگئی تھی جیسے یونیورسٹی کے دنوں میں تھی۔ حقیقی خوشی کا عکس ایسے ہی چہرے پر روشنی بن کر چمکتا ہے۔

ابھی کھانا لگنے میں کچھ دیر تھی سو وہ دونوں یونیورسٹی کے دنوں کی خوشگوار یادوں میں مگن تھے۔ جب سعید احمد کی نظر کونے میں رکھی ایک ٹیبل پر گئی اور واپس پلٹنا بھول گئی۔

''زویا یار دو دن سے گھر نہیں جا رہا ہوں۔ سمجھ نہیں آتا کیا کروں، میری وجہ سے مما اور پاپا کا جھگڑا شدید نوعیت اختیار کر گیا ہے۔ پاپا کے کہنے کے مطابق پھپھو اور ان کی دختر نیک اختر ہمارے گھر پر براجمان ہیں۔ پاپا کا خیال ہے جلد از جلد میرا اور اس کا نکاح کر دیا جائے جبکہ مما کا اصرار ہے کہ پاپا سے چوری میں مما کی بھانجی سے ارجنٹ نکاح کر لوں تاکہ بعد میں پاپا کچھ نہ کر سکیں۔ میں نے آج تمہیں اسی لیے ارجنٹ بلوایا ہے کہ اب تمہاری محبت کے امتحان کا صحیح وقت آ گیا ہے۔ تم بتاؤ کہاں تک میرا ساتھ دے سکتی ہو؟'' پوری بات کرنے کے بعد وہ ڈرامائی وقفہ دے کر بولا تو زویا گھبرا گئی۔

''کیا مطلب روحیل، تم کیا کہنا چاہ رہے ہو' میں سمجھی نہیں.....؟''

''میں سمجھاتا ہوں۔ میں اس طرح بغیر اپنے پیرنٹس کی کسی بھی قسم کی سپورٹ کے اگر تمہارے پیرنٹس کے پاس رشتہ لے کر آتا ہوں تو کسی بھی صورت قبول نہیں کیا جاؤں گا جبکہ ایک بار میں گھر واپس چلا گیا تو پاپا یا مما کسی کی بھی ایموشنل بلیک میلنگ مجھے کسی بھی ان چاہے رشتے میں بندھنے پر مجبور کر سکتی ہے۔ بہت سوچ سمجھ کر میں نے فیصلہ کیا ہے کہ ہمیں نکاح کر لینا چاہیے۔'' اطمینان سے اپنے فیصلے کے اسباب اور خدشات بتاتے ہوئے اس نے زویا کے سر پر بم پھوڑا۔ زویا بہت دیر بعد کچھ کہنے کے قابل نہ ہو سکی۔

''تم ٹھیک کہہ رہے ہو روحیل، میرے پاپا کبھی نہیں مانیں گے پر میں ایک دفعہ اپنی ماما کو ضرور اعتماد میں لینا چاہتی ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ وہ ہمارا ساتھ ضرور دیں گی۔''

''پر یار جیسا تم نے بتایا تھا تمہاری ماما بہت ڈرتی ہیں تمہارے پاپا سے اور گھر میں سارا ہولڈ تمہارے پاپا کا ہی ہے تو تمہاری ماما بھی کچھ نہیں کر سکتیں نہ اسٹینڈ لے سکتی ہیں۔ ہاں نکاح ہو جانے کے بعد ہم انہیں بتا دیں گے پھر تو لازمی تمہاری اور میری فیملی کو سب کچھ ماننا ہی پڑے گا۔'' اس کا مثبت ردِعمل دیکھ کر روحیل مزید پُرجوش ہو کر بولا۔

''پر.....روحیل.....'' زویا کچھ تذبذب کا شکار تھی۔

''سب سے چھپ کا یہاں تک چلے آنا ایک اور بات تھی پر نکاح جیسا انتہائی قدم.....اچھا میں تمہیں سوچ کر بتاتی ہوں۔'' روحیل کے چہرے پر سنجیدگی دیکھ کر زویا کی جان پر بن آئی۔

''سوچنے کا ہی تو وقت نہیں ہے زویا۔'' وہ جھنجلایا۔ ''تم ایسا کرو آج کی رات سوچ لو صبح مجھے کال کر دینا کہ تمہارا کیا فیصلہ ہے۔'' مگر زویا نے اس کی آخری بات سنی کہاں تھی۔ سامنے نظر پڑتے ہی اس کی اوپر کی سانس اوپر اور نیچے کی سانس نیچے رہ گئی۔ وہ تیزی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ روحیل ارے، ارے کرتا اس کے ساتھ ہی باہر نکل آیا اور اس کے بے حد اصرار پر روحیل نے اسے جلدی سے گھر کے پیچھے والی روڈ پر اتار دیا اور اس کے بدلتے رویے کی وجہ پوچھتا ہی رہ گیا پر زویا اپنے حواسوں میں کہاں تھی وہ اس کی کسی بات کا جواب دیے بغیر جلدی سے

www.urdutube.net www.bookstube.net www.urdumovies.net

سڑک کراس کر گئی۔ اسے ان سے پہلے گھر پہنچنے کی جلدی تھی پر آج شاید اس کے ستارے گردش میں تھے۔ گھر کا دروازہ کھلا تھا اور داخل ہوتے ہی لاؤنج میں پہلی نظر ادھر سے اُدھر ٹہلتے پاپا پر پڑی۔

''میں جھوٹ بولتا ہوں ناں تو پوچھو اپنی لاڈلی سے کہ کہاں سے آوارہ گردیاں کر کے آرہی کالج کے بہانے سے۔۔۔کون تھا اس کے ساتھ؟'' بے دردی سے زویا کا ہاتھ پکڑ کر سعید احمد نے اسے ایک طرف ہراساں کھڑی خدیجہ کے پاس دھکیلا۔ زویا کے حواس سن ہو گئے۔ اسے لگا قیامت کا لمحہ آچکا تھا۔ وہ جو سمجھی تھی کہ انہوں نے اسے نہیں دیکھا، وہ ان کی نظروں سے بچ گئی تو وہ اس کی بھول تھی۔

''منی آپ کے پاپا کیا کہہ رہے ہیں؟ کہاں سے آرہی ہیں آپ؟'' خدیجہ نے اس کا بازو پکڑ کر اسے اپنی طرف موڑا اور زویا کا نظریں چرانا خدیجہ کا کلیجا دہلا گیا۔

''آج سے اس کا کالج جانا، باہر نکلنا سب بند۔ کاظمی صاحب نے ایک دفعہ اپنے بیٹے کے رشتے کا ذکر کیا تھا میں آج ہی ان کا پتا کرتا ہوں۔ ایسی اولاد سے تو بے اولاد ہونا بھلا جو بڑھاپے میں رسوائی کا سامان کرتی پھرے۔ کس دیدہ دلیری سے اس آوارہ لڑکے کے ساتھ وہاں گلچھرے اڑانے گئی تھی۔''

''آپ بھی تو نئی نویلی کے ساتھ گلچھرے اُڑانے میں مصروف تھے وہاں۔ ہونہہ..... اپنے لیے اور اصول اور دوسرے کے لیے دوسرے اصول۔'' ایک باغی سوچ کی لہر زویا کے دماغ میں کروٹ لے کر بیدار ہوئی۔

''کون سے بچوں کی فوج لگی ہوئی تھی یہاں جو تم توجہ نہیں دے پائیں۔ دو ہی تو بچے تھے ان کی بھی تربیت نہ ہو سکی تم سے۔ بیٹا ہے تو تعلیمی قابلیت زیرو کل پرنسپل صاحب کا فون آیا تھا۔ نو دن سے غائب ہے وہ اسکول سے۔ کچھ پتا ہے کہ اسکول کے بہانے کہاں غائب ہے۔'' سعید احمد کے نئے کچوکے نے خدیجہ بیگم کو توڑ ہی ڈالا۔

''یہاں سے تو اسکول کے لیے ہی جاتا ہے۔ اب مجھے کیا معلوم کہاں جاتا ہے؟ پہلے تو کچھ ایسا نہیں کیا۔'' وہ روہانسی ہو کر بولیں۔

''میں پہلے ہی لڑکیوں کی اتنی تعلیم کے خلاف ہوں۔ میٹرک کافی تھا تمہاری اس ناخلف اولاد کے لیے۔ مری جا رہی تھیں تم کہ کالج میں داخلہ دلوا دیں دیکھ لیا نتیجہ اب کالج بھیجنے کا۔ اس سے کہو دفع ہو جائے، دور ہو جائے میری نظروں سے۔ کرتا ہوں کچھ بندوبست اس کا بھی۔'' وہ دہاڑ کر بولے تو زویا ایک سیل نظر ان پر ڈال کر جلدی سے بیگ سنبھال کر اپنے کمرے میں چلی گئی۔ وہ انتہائی فیصلہ جو وہ کرتے ہوئے سو بار سوچتی سعید احمد کی سختی، ان کے سخت الفاظ اور اہانت بھرے لہجے نے اس سے سیکنڈوں میں کروا لیا تھا۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی اس نے پہلا فون روحیل کو اپنی رضامندی کا کیا اور پروگرام پوچھا کہ اسے اب کیا کرنا چاہیے۔ روحیل اسے آہستہ، آہستہ ساری تفصیل بتانے لگا۔ اس پل ایک لمحے کو بھی اس نے اپنی ماں کا نہیں سوچا جس پر زندگی کا دائرہ حیات پہلے ہی تنگ تھا اب زویا کے اس قدم سے کیا ہونا تھا کوئی نہیں جانتا تھا۔

کچی عمر کی سادہ لڑکی
تم جو کچھ سوچ رہی ہو
کرنے کو پر تول رہی ہو
میٹھی باتیں، سنہرے سپنے
طلسمی وعدے، رنگیں چاہتیں
ان دیکھا اک جال ہے
جس میں تم پھنس جاؤ گی
پھر نکل نہ پاؤ گی
کچی عمر کی سادہ لڑکی

☆☆☆

سنی کے گھر لوٹنے پر ایک اور تماشا ہوا تھا۔ سعید احمد، سنی پر خوب چلائے تھے جواب میں وہ کون سا کم تھا۔ باپ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دو بدو جواب دیے تھے۔

''تمہیں لوگوں کی فکر میں گھلنے کی ضرورت نہیں۔ ان کا کام ہوتا ہے باتیں بنانا۔ ایک دو دن ایک موضوع پر بات کر کے وہ تھک کر نئے موضوع کی تلاش میں نکل پڑتے ہیں۔ فضول لوگوں کی فضول گوئی کی خاطر تم اپنا کیریئر خراب کرو گے کیا.....؟'' وہ دہاڑے۔ جواباً سنی نے کہا کہ اسے کسی اور اسکول بھیجیں یا اس کے حال پر چھوڑ دیا جائے۔ سعید احمد کو بھی ٹھیک ٹھاک غصہ آیا تھا اس کی بات سن کر۔

''دماغ خراب ہے تمہارا، سیشن کے اینڈ پر جب تمہارے اینول ایگزام میں صرف دو ماہ رہ گئے ہیں۔ کون سا انسٹیٹیوٹ تمہیں داخلہ دے گا اس وقت؟''

''یہ سب آپ کی وجہ سے ہوا پاپا۔ آپ نے ساری عمر ماما کو کوئی سکھ نہیں دیا اور عمر کے اس حصے میں آ کر سب کچھ برباد کر دیا آپ نے۔ ہماری زندگی ہمارا کیریئر سب کچھ..... آئی ہیٹ یو پاپا۔ آئی ہیٹ یو۔'' سرخ چہرے اور چھلکتی آنکھوں کے ساتھ اس نے باپ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا اور جا کر اپنے کمرے میں بند ہو گیا۔ جواب میں شوہر ... کی بری بھلی سننے کو خدیجہ رہ گئی جسے کچھ نہیں آ رہی تھی کہ اپنے گھر کے منتشر شیرازے کو کیسے سمیٹے۔ شوہر کی ستم ظریفیاں کم تھیں جو اب اولاد بھی ہٹ دھرمی پر اتر آئی تھی۔ دونوں باپ بیٹا اپنا غصہ اتار کر اپنے، اپنے کمرے میں بند تھے جب تھکے، تھکے قدم اٹھاتی خدیجہ، زویا کے کمرے میں چلی آئی۔ وہ بستر پر اوندھی پڑی تھی۔ دروازہ کھلنے کی آواز پر زویا نے مندی آنکھوں سے انہیں دیکھا اور اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اس کا منہ سرخ اور آنکھیں سوجی ہوئی تھیں۔

خدیجہ بھی آ کر بیڈ کے کنارے ٹک گئی۔

''میری محبت اور اعتبار میں کیا کمی رہ گئی تھی جو آپ ایسی راہ پر چل پڑیں جو قطعاً شریف بیٹیوں کا شیوہ نہیں ہے اور جس کا انجام رسوائی اور بدنامی کے سوا کچھ نہیں۔ اپنے پاپا کا نہ سہی آپ نے ایک بار بھی میرا نہیں سوچا کہ آپ کو تو جو رسوائی اور بدنامی ملے گی سو ملے گی کیا میں زندہ رہ پاؤں گی؟'' وہ رو پڑی۔ ''میری اس دکھی زندگی میں خوشی کے جو ایک دو جگنو ہیں تم دونوں کے دم سے ہیں۔ کون ہے وہ لڑکا؟ اور آپ کیوں گئیں اس کے ساتھ کہیں بھی؟ سوچ، سوچ کر میری دماغ کی رگیں پھٹنے کے قریب ہیں کہ میری وہ بیٹی جسے میں نے زمانے کی سخت ہوا سے بھی بچا کے رکھا آج اتنی باغی ہو گئی کہ ماں باپ کی نظروں میں دھول جھونک کر ایک انجان لڑکے سے ملنے چلی گئی۔'' غم و غصے سے اس کی آواز لرز رہی تھی اور آنکھیں نم تھیں۔

''وہ مجھ سے شادی کرنا چاہتا ہے اور میں بھی.....'' اب کے ساکت بیٹھی زویا کے وجود میں حرکت پیدا ہوئی اور وہ بول اٹھی۔

''ہونہہ شادی..... میں کالجوں، یونیورسٹیوں میں نہیں پڑھی نہ زیادہ دنیا دیکھی ہے پر میرا تجربہ اور مشاہدہ تم سے کہیں زیادہ ہے۔ پارکوں، سڑکوں، ہوٹلوں میں کی جانے والی ملاقاتیں بے راہ روی اور بے حیائی کے زمرے میں آتی ہیں۔ کوئی بھی مخلص بندہ اپنی عزت جسے بنانا چاہتا ہے اسے لے کر اِدھر اُدھر رُلتا نہیں پھرتا۔ احترام سے اپنے والدین کے ذریعے بات کو بڑھاتا ہے۔ وہ بھی اگر مخلص ہوتا.... تو اپنے ماں باپ کو بھیجتا۔ تمہیں اتنی سامنے کی بات دیکھ کر بھی عقل نہیں آئی۔ اپنے پاپا کی نظر میں تو اعتبار کھو ہی چکی ہو تی اب.....''

''تو ان کی پروا ہی کسے ہے۔ انہوں نے اپنی لائف سیٹ کرتے ہوئے ہم سے پوچھا تھا کیا اور

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

آپ ان کی تو بات ہی مت کریں۔ مجھے نفرت ہے ان سے۔'' خدیجہ کی بات پوری ہونے سے قبل وہ ہٹ دھرمی سے بولی۔

''روحیل کے مما پاپا اس کی شادی اپنے، اپنے ریلیٹو میں کرنا چاہتے ہیں اس پر بہت اسٹریس ہے ان کا۔ پلیز ماما مجھے روحیل سے شادی کرنی ہے، آپ ہمارا ساتھ دے دیں۔ اس کے مما پاپا کبھی ہمارے گھر رشتہ لے کر نہیں آئیں گے۔'' وہ اور بھی کچھ بولتی لیکن خدیجہ کا ایک تھپڑ زویا کو چپ کروا گیا۔

''میں نے تمہاری ایسی تربیت نہیں کی تھی بیٹی۔ ایک راہ چلتا لڑکا تمہیں جو بکواس کرتا ہے اس کا تم یقین کر لیتی ہو اور میں تمہاری ماں ہو کر گھٹنے سے تمہیں جو سمجھا رہی ہوں وہ تمہیں سمجھ نہیں آ رہی۔ تمہارے پاپا میٹرک کے بعد تمہیں پڑھانے کے حق میں نہیں تھے، یہ میں تھی جس نے تمہارے آگے پڑھنے کی راہ ہموار کی، پر یہ نہیں جانتی تھی کہ رسوائی کا ایک گڑھا خود کھود کر تمہیں اس میں چھلانگ لگانے کو کہہ رہی ہوں۔ اب ان حالات میں، میں بھی تمہارے لیے کوئی اسٹینڈ نہیں لے سکتی۔ اس لڑکے سے کہو اپنے ماں باپ کو لے کر آئے۔ میں ایک بار تمہارے پاپا کو منانے کی کوشش کروں گی۔ اگر نہیں تو اسے ہمیشہ کے لیے بھول جاؤ اور کسی بھی جگہ شادی کے لیے تیار ہو جاؤ جہاں ہم چاہیں گے۔ تمہیں جتنا پڑھانا تھا وہ ہم پڑھا چکے، تم پر اعتبار کرنے کا صلہ بھی مل گیا ہمیں..... آئندہ کے لیے تمہارا کالج جانا بھی بند ہے۔'' خدیجہ نے ایک ساتھ کئی بم زویا کے حواسوں پر گرائے اور قطعی لہجے میں کہتی اس کے کمرے سے باہر نکل گئی۔ زویا کی آنکھیں ایک بار پھر آنسوؤں سے لبریز ہو گئیں اور اس نے کچھ سوچ کر اپنے کچھ دیر قبل کے فیصلے پر حتمی مہر لگا دی۔

''آپ بھی پاپا کی طرح نکلیں۔ ماما ایک بار بھی میری خوشی کا خیال نہیں کیا۔'' پاپا سے تو گلے تھے ہی

عیب پوشی

☆ اگر تم کوئی عیب پاؤ تو یہ خلا پُر کر دو..... بلند و بالا ہے وہ ذات جس میں کوئی عیب نہیں۔

☆ بعض لوگ خواہ مخواہ معاملات کو ان کے سائز سے زیادہ اہمیت دے کر اپنے اعصاب جلاتے رہتے ہیں۔ لوگوں کی وہ خطائیں جو آپ کی نظروں سے پوشیدہ ہیں، انہیں کرید کر نکالنے کی کوشش نہ کریں۔ دوسروں کے عذر قبول کرنے میں کشادہ دلی کا مظاہرہ کریں۔

☆ جو اپنے بھائی کا عیب تلاش کرتا ہے، اللہ اس کا عیب تلاش کرتا ہے اور جس کے عیب کے درپے اللہ ہو جائے تو وہ اسے اس کے گھر میں ذلیل و رسوا کر دیتا ہے۔

جی ہاں! غلطیوں کا شمار نہ کیجیے..... لوگوں کے عیب تلاش نہ کریں..... کشادہ دل بننے کی کوشش کریں..... خاک اڑانے کی کوشش نہ کریں..... وہ بیٹھی ہے تو اسے بیٹھا رہنے دیں، البتہ اگر خاک اڑنے لگے تو آستین سے ناک ڈھک لیں اور اپنی زندگی کا لطف اٹھائیں۔

انتخاب: زندگی سے لطف اٹھایئے
از عبدالرحمٰن العریفی)

مرسلہ: ماہ نور خان، بہارہ کہو

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

اب ماما بھی بچی نہ رہ سکی تھیں۔ وہ ساری رات زویا کی آنکھوں میں کٹی تھی۔ اذانوں کے بعد اس نے وضو کر کے نماز پڑھی اور استقامت اور راہِ ہدایت مانگنے کے بجائے محبت مانگی تھی۔ ماما نماز کے بعد تھوڑی دیر قرآن پاک کی تلاوت کرنے کے بعد کچن میں ناشتا بنانے کے لیے آجاتی تھیں وہ ایسے وقت میں جانا چاہتی تھی گھر سے جب ماما پاپا اپنے کمروں میں ہوں۔ تو اسے یہی وقت مناسب لگا۔ اس نے کالج بیگ کو بکس سے خالی کیا اس میں اپنا ضروری سامان رکھا اور دھڑکتے دل سے بیگ کو تھامے کمرے سے باہر نکل آئی۔ ابھی تک کمروں سے کوئی بھی باہر نہ نکلا تھا ہر طرف ہُو کا عالم تھا وہ موقع غنیمت جان کر تیز، تیز قدموں سے چلتی باہر آگئی۔ شومئی قسمت کہ گیٹ پر چوکیدار بھی موجود نہ تھا وہ چھوٹا گیٹ کھول کر باہر نکل آئی اور گلیوں میں سے گزرتی مین روڈ تک آئی جہاں روحیل گاڑی لیے اس کا منتظر تھا۔ اس کے بیٹھتے ہی اس نے گاڑی اسٹارٹ کر دی۔ ایک حوا کی بیٹی آدم کے بیٹے کے دکھائے ہوئے پُرفریب جال میں پھنستی چلی گئی تھی۔

☆☆☆

خدیجہ نماز و قرآن پاک کی تلاوت سے فارغ ہو کر باہر آئی اور زویا اور سنی کے کمروں کے دروازے بجائے کہ اٹھ کر نماز پڑھ لیں۔ زویا تو اٹھ جاتی تھی لیکن سنی سستی کر جاتا تھا۔ سعید احمد البتہ صبح کی نماز کا تکلف ذرا کم ہی کرتے تھے۔ وہ آفس جانے سے بیس منٹ پہلے اٹھتے اور ناشتا کر کے تیار ہو کر آفس سدھارتے۔ خدیجہ کچن میں آکر ناشتا تیار کرنے میں مصروف ہوگئی۔ اپنے مخصوص ٹائم پر سعید احمد بھی ٹیبل پر آگئے اور خاموشی سے ناشتا کرنے لگے۔ سنی سے ہونے والی رات کی مڈبھیڑ کے بعد موڈ ابھی تک بگڑا ہوا تھا۔ خدیجہ نے بھی خاموشی میں عافیت جانی۔ ان کے ناشتے کے لوازمات پورے کرنے کے بعد وہ ایک بار پھر بچوں کے کمروں کی جانب آگئی۔ سنی کا دروازہ بجانے پر اس کی نیند میں ڈوبی آواز آئی کہ وہ آرہا ہے جبکہ زویا کے دروازے پر دستک دی ہی تھی کہ بے آواز حرکت کے ساتھ دروازہ کھل گیا انہوں نے یونہی دروازہ کھول کر زویا کو آواز لگائی اور خود بھی آگے بڑھ کر کمرے میں داخل ہوگئی۔ بے شکن بستر اس بات کا گواہ تھا کہ رات اس پر کوئی سویا ہی نہ تھا نہ جانے کیوں خدیجہ کا دل دھک سے رہ گیا، کسی برے خدشے کے تحت اس نے آگے بڑھ کر واش روم کا دروازہ کھولا تو خالی واش روم اس کا منہ چڑا رہا تھا۔ وہ حواس باختہ واپس لوٹنے لگی جب سائڈ ٹیبل پر رکھے گلدان کے نیچے ایک سفید پرچہ دبا نظر آیا۔ اس نے آگے بڑھ کر تیزی سے وہ اٹھایا اور اس پر نظریں دوڑانے لگی۔

''ماما!

مجھے نہیں پتا کہ پاپا سے آپ کا کیا اختلاف تھا۔ پاپا آپ کو کیوں ناپسند کرتے تھے پر آپ کی حد میں انہوں نے اپنی اولاد کو کبھی وہ پیار، اعتماد اور محبت دی ہی نہیں جو ایک اولاد کا حق ہوتی ہے۔ انہیں راضی کرنے کے چکر میں آپ ہمیں بھی بھول گئیں مگر مجھ میں نہ تو اتنا حوصلہ ہے نہ ہمت کہ آپ جیسی زندگی گزاروں کہ ایک مرد کو خوش دیکھنے اور خوش کرنے میں ساری زندگی اس کے ماتھے کی تیوریاں گننے، زبان کے تیر دل پر سہنے اور ذلت کو اپنی روح پر محسوس کرنے میں گزار دوں۔ زندگی کی خوشیوں پر میرا بھی حق ہے اور میں زندگی سے وہ خوشیاں وصول کرنے نکلی ہوں۔ وہ بہت اچھا ہے، مجھ سے بہت محبت کرتا ہے۔ ہم اپنے بچوں کو وہ زندگی کبھی نہیں دیں گے جو آپ لوگوں نے ہمیں دی۔ ہو سکے تو مجھے معاف کر دیجیے گا اور دعا کیجیے گا کہ میں نے جو خواب دیکھا ہے اس کی تعبیر بھی پا سکوں۔

آپ کی بیٹی
زویا!''

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

خط نہیں تھا ایک آتش فشاں تھا جس نے پھٹ کر ان کے وجود کو خاکستر کر ڈالا تھا۔ اپنے سر کو تھام کر خدیجہ وہیں بیٹھتی چلی گئی۔ کاغذ اس کے ہاتھ سے پھسل کر دور جا پڑا۔ اپنے کسی کام کے لیے ماں کو آواز دیتا سنی ڈھونڈتا جب کمرے میں آیا تو حواس باختہ ہوگیا۔ زویا کے کمرے میں اس کے بستر کے پاس گری ہوئی ماما وہ زور، زور سے پاپا کو آواز دینے لگا۔ سعید احمد بھی پریشانی میں بھاگتے چلے آئے۔ خدیجہ کو بازوؤں میں اٹھاتے ہوئے انہوں نے پاس پڑا کاغذ اٹھا کر سرسری سا پڑھ کر جلدی سے اپنی جیب میں گھسیڑا اور خدیجہ کو اٹھا کے تیزی سے گاڑی تک آئے۔ اتنا ٹائم نہیں تھا کہ ڈرائیور کو بلاپاتے۔ خدیجہ کو پچھلی سیٹ پر لٹا کر خود ہی ڈرائیونگ سیٹ پر آگئے۔ سنی بھی فرنٹ ڈور کھول کر بیٹھ گیا۔

''پاپا..... کیا ہوگیا؟ ماما کو کیا ہوگیا؟ وہ ابھی تو ٹھیک تھیں۔ مجھے آواز بھی دی ناشتے کے لیے۔'' سنی تھا تو بچہ ہی ناں' ماں کی حالت دیکھ کر گھبرا گیا اور روہانسے لہجے میں سعید احمد کو دیکھ کر سوال کرنے لگا۔

''پتا نہیں بیٹا، آپ حوصلہ رکھو۔ اسپتال جا کر صحیح صورت حال پتا چلتی ہے۔'' انہوں نے ایک نظر پریشان بیٹے پر ڈال کر تسلی دی۔ اس پل وہ دونوں اپنے اختلافات بھول کر صرف خدیجہ کے لیے پریشان تھے۔

''ہنی..... ہنی کہاں ہے پاپا..... اس کو تو بتا دیتے پریشان ہوتی رہے گی۔'' دفعتاً سنی کو زویا کا خیال آیا تو وہ بار، بار ماں کی طرف رخ موڑ کر دیکھتے ہوئے باپ سے بولا۔

''گھر میں ہی ہوگی اسپتال پہنچ کر آپ اسے کال کر دینا۔'' انہوں نے سنجیدگی سے کہا اور گاڑی کی اسپیڈ تیز کر دی۔

☆☆☆

''میں سعید احمد آج زندگی کے سود و زیاں کا حساب لگانے بیٹھا ہوں تو سوچتا ہوں کہ میرا نصیب ہی ایسا سیاہ لکھا گیا تھا یا میری کرنی کے پھل تھے جو نہ چاہتے ہوئے بھی مجھے کھانے پڑے اور آج ان کی بدولت میں تہی داماں رہ گیا ہوں۔'' وہ اس کی تصویر کے آگے کھڑے خود کلامی میں مصروف تھے۔

''یہ جاننے کے باوجود کہ غلط فیصلے ہمیشہ زندگیوں میں بربادیاں لاتے ہیں۔ میں پے در پے غلط فیصلے کرتا ہی چلا گیا اور آج پچھتاوؤں کی فصل کاٹ کر بیٹھا ہوں۔ خدیجہ سے شادی اول تو مجھے کرنی ہی نہیں چاہیے تھی کر بھی لی تھی تو اسے نبھانے کا حوصلہ بھی اپنے اندر پیدا کر لیتا تو آج تنہائی کا روگ جان کو لگائے اکیلا نہ ہوتا۔ ساری زندگی اپنے بیزار رویے کے باعث اس بھلی مانس عورت کو سولی پر لٹکائے رکھا پھر جس کے لیے میں نے خدیجہ کا دامن خوشیوں سے خالی رکھا مجھے وہ عورت زندگی کے سفر میں دوبارہ ملی تو اب کی بار میں اسے گنوانے کی حماقت نہ کر سکا اور اسے اپنی زندگی میں شامل کر لیا۔ ایک اور غلط فیصلے نے میرے بچے جو پہلے ہی میرے رویے اور میری سخت اور کٹھور طبیعت کے باعث مجھ سے دور تھے اور دور ہوگئے۔ پہلے وہ مجھ سے بیزار تھے پر اب ان کے اندر نفرت اور بغاوت کے بیج پھوٹ نکلے تھے۔ اس روز خدیجہ کو ایمرجنسی پہنچانے کے بعد میں نے اپنی بیٹی کا خط پڑھا اور خدیجہ کی جان لیوا بے ہوشی کی وجہ جان گیا۔ وہ عورت جو اٹھارہ سال میری بے رخی، تنفر اور بیزاری کو گھونٹ، گھونٹ

اچھا

استاد شاگرد سے۔ ''تم حساب میں کتنے کمزور ہو۔ میں جب تمہارے جتنا تھا میرے سو میں سے سو نمبر آتے تھے۔''

شاگرد۔ ''جی ضرور آتے ہوں گے آپ کو کوئی اچھا استاد پڑھاتا ہوگا۔''

از: زرین زبیر کوٹھاری، کراچی

www.urdutube.net www.bookstube.net www.urdumovies.net

اپنے اندر اتارتی رہی تھی۔ میرے سب اولاد کے اٹھائے گئے ایک غلط قدم کا بوجھ نہ سہار سکی اور دو دن کومے میں رہنے کے بعد تیسرے دن زندگی کی بازی ہار گئی۔ میرے کندھوں تک آتا میرا جوان بیٹا اس سارے قصے کی وجہ میری دوسری بیوی فاریہ کو سمجھتا اور موقع پاتے ہی اس نے کہیں سے لوڈڈ ریوالور حاصل کیا اور دو گولیاں فاریہ کو مار کر خود اس نے اقبالِ جرم کرلیا۔ کچھ عرصے بعد اسے عمر قید کی سزا ہوگئی۔ پے در پے ٹوٹنے والے صدموں کے بعد زویا کا میرے نام آنے والا خط تابوت میں آخری کیل ثابت ہوا۔

''بہت ہی پیارے، پاپا اور ماما!

میں اپنا گھر، اپنی جنت بنانے نکلی تھی اور انجانے میں جہنم خرید بیٹھی۔ روحیل نے مجھ سے نکاح تو کرلیا پر نبھا نہ کرسکا۔ میں جو ایسا گھر بنانے اور بسانے کی خواہش رکھتی تھی جہاں محبتیں ہوں، اعتماد اور اعتبار ہو۔ آج وہاں گالیاں ہیں، کوسنے ہیں..... بے اعتباری ہے، روحیل نے صرف چھ ماہ ہی محبت کی بارش برسائی پھر اس کے بعد بے اعتباری کے بادل ہمیشہ کے لیے میرے آنگن میں ٹھہر سے گئے۔ عام سے بھی عام نکلا وہ مرد جو عورت اس کے لیے سب کچھ چھوڑ کر آئی تھی اسی ایک لغزش کو اس نے اس کی زندگی کا آزار بنا ڈالا۔ وہ کہتا ہے کہ جو لڑکی اپنے ماں باپ کا وقار اپنے قدموں تلے روند کر ایک انجان کے سنگ نکل آئی ہے اس کا کیا بھروسا کہ وہ کل کسی اور کی باتوں میں آکر مجھے نہیں چھوڑے گی۔ پہلے اس نے مجھے برقع پہننے کو کہا اب مجھے کہیں باہر نکلنے کی اجازت نہیں ہے۔ اس کے ماں باپ نے مجھے آج تک قبول نہیں کیا۔ اس نے مجھے ایک الگ گھر میں رکھا ہے۔ باہر جاتے وقت تالا لگا کر جاتا ہے۔ ماں باپ کا دل دکھانے کی میری یہ سزا کم تھی جو اب اللہ نے مجھے ایک بیٹی سے نوازا ہے۔ میرے اس فعل کی بدولت روحیل اپنی بیٹی سے بے حد نفرت کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ بیٹیاں بہت بری ہوتی ہیں۔ ماں باپ کے سر جھکا کر ان کو زندہ درگور کردیتی ہیں۔ کل مجھے پتا چلا ہے کہ روحیل کے ماں باپ نے اس کی شادی اپنی مرضی سے کردی ہے۔ اس بار روحیل آیا تو بہت اکھڑا ہوا تھا۔ اپنے اعمال کی بہت حد تک سزا میں نے پا ہی لی ہے اب آپ سے گزارش ہے کہ دعا کیجیے گا بھلے نفرت کرے۔ حقارت سے دھتکارے یا ٹھڈے لگائے میں سب برداشت کرلوں گی۔ بس مجھ سے اپنے نام کی چھت نہ چھینے۔

آپ کی بدنصیب بیٹی

زویا!''

خط پڑھ کر مجھے لگا کہ ہوا میں سے آکسیجن کسی نے کم کردی ہو۔ میرا دم گھٹنے لگا پر نہیں ابھی کہاں..... مجھے مرنا ہے۔ میرے فیصلے کئی زندگیوں کی بربادی کا باعث بنے۔ جب تک وہ لوگ دکھی ہیں مجھے کیسے موت آسکتی ہے۔ جیل میں سنی سے ملنے جاتا ہوں تو وہ نفرت سے منہ پھیر لیتا ہے۔ اپنا سر جیل کی سلاخوں سے ٹکرانے لگتا ہے۔ میں نے اس کی تکلیف کے ڈر سے بہت دن ہوئے وہاں جانا چھوڑ رکھا ہے۔ اتنے بڑے گھر میں، میں ہوں یا میری تنہائی اور آپ سب کو شاید میری آخری بات پر ہنسی آئے کہ قدرت کا ایک اور امتحان ابھی باقی تھا جو مجھے خدیجہ کے مرنے کے بعد اس سے شدید قسم کی محبت ہوگئی ہے۔ میں جو اسے دیکھنا گوارا نہیں کرتا تھا۔ اب اس کی شکل دیکھنے کو ترستا ہوں کہ کہیں سے ایک بار وہ آجائے۔ میں اس کے پاؤں پکڑ کر معافی مانگ لوں۔''

خدیجہ کی تصویر کو دیکھتے دیکھتے ان کے سامنے تصویر دھندلا گئی کہ آنسوؤں کی دبیز تہ نے آنکھوں کے آگے پردہ ڈال دیا تھا۔ مرتے دم تک نارسائی اور پچھتاوے ان کا مقدر تھے۔

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdunovels.net

خوابِ آزادی

نیلم احمد بشیر

بیل بجی تو میں نے دروازہ کھول دیا۔ کوثر آئی تھی اور حسب معمول دیر سے آئی تھی۔

''ٹائم دیکھا ہے؟ پونے نو بج رہے ہیں۔ تمہیں پتا بھی ہے مجھے نو بجے آفس پہنچنا ہوتا ہے پھر بھی دیر کر دیتی ہو۔ آج میں لیٹ ہو جاؤں گی۔ بس تو تم چھوڑ دو۔ میرا کام، میں کسی اور کو رکھ لوں گی۔'' میں نے دروازہ کھولتے ہی اپنی صفائی والی کو اپنا روزانہ کا لیکچر پلانا شروع کر دیا۔

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

وہ ڈھیٹوں کی طرح سنی ان سنی کر کے جھاڑو ہاتھ میں پکڑ کر زور، زور سے زمین پر پھیرنے لگی۔ روز ہی یہ تماشا ہوتا تھا۔

''سوری باجی، آج تھوڑی سی دیر ہوگئی۔ آپ دیکھنا میں پندرہ منٹ میں ہی آپ کا سارا کام کردوں گی۔ آپ فکر نہیں کریں۔'' میرے غصے کو قطعی خاطر میں نہ لاتے ہوئے وہ معمول کے مطابق جلدی، جلدی ہاتھ چلا کے صفائی کرنے لگی۔ یہ بھی روز ہوتا تھا۔

''آج کیا تکلیف ہوئی تھی.....؟ تم تو کل کہہ رہی تھی میں پورے آٹھ بجے آجاؤں گی؟'' میں نے اس سے پوچھا۔

''باجی آپ کو پتا ہے ناں... آج کل کاکے کے لیے لڑکی دیکھنے جارہے ہیں۔ بس صبح ہی دوسرے گاؤں سے ماسی رحماں آگئی، اس نے ایک لڑکی کا اتا پتا دیا ہے۔ کیا کروں اس کی باتیں ختم ہی نہیں ہونے میں آرہی تھیں اسی لیے دیر ہوگئی۔ سوری باجی۔'' اسے اپنی دو چار لفظ کی انگریزی کو گاہے بہ گاہے استعمال کرنے کا بہت شوق تھا اور وہ اسے صحیح اور مناسب وقت پر استعمال کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتی تھی۔

''ایک تو یہ تیرے کاکے نے بڑی جان کھائی ہے۔ کب سے تم اس کے لیے لڑکی ڈھونڈ رہی ہو۔ تمہیں کوئی پسند ہی نہیں آتی۔'' میں اس کے اس کاکے یعنی اس کے بھائی کے لیے لڑکی ڈھونڈنے کے مشن سے بہت تنگ آچکی تھی۔ جب دیکھو کاکے کے لیے فلاں شہر لڑکی دیکھنے جارہی ہے یا فلاں گاؤں کا سفر طے ہورہا ہے۔ کوثر بیگم کو اپنے بھائی کے لیے کوئی لڑکی پسند ہی نہیں آتی تھی۔ بڑا اونچا اسٹینڈرڈ تھا ان کا.....

''ہائے باجی میرا بھائی تو شہزادہ ہے شہزادہ.....اس کے لیے لڑکی بھی تو اس کے جوڑ کی ہونی چاہیے ناں.....'' وہ حسبِ معمول اپنے بھائی پہ صدقے واری ہونے لگی اور میں جلدی، جلدی دفتر جانے کی تیاری کرنے لگی۔

میں کوثر کو کئی بار یہ دھمکی دے چکی تھی کہ میں اسے نکال کر کسی دوسری کام کرنے والی کو رکھ لوں گی مگر وہ جانتی تھی کہ میں ایسا نہیں کرسکتی۔ وہ کئی سالوں سے میرے گھر کام کررہی تھی۔ ایمان دار، محنتی اور ہمدرد طبیعت عورت تھی۔ میں اور وہ ایک دوسرے کی عادی ہوچکی تھیں۔ بس گزارہ ہورہا تھا۔

میری ڈانٹ ڈپٹ کا وہ قطعاً برا نہیں مانتی تھی۔ سارے گھر کا کام منٹوں میں نپٹا دیتی۔ ساتھ، ساتھ ہنستی، باتیں کرتی اور محلے بھر کے قصے سناتی رہتی تھی۔

چھٹی والے دن میرے اور اس کے تعلقات بہت اچھے رہتے کیونکہ اس دن میں اسے جلدی نہ آنے پر کچھ نہ کہتی تھی۔ وہ بڑے آرام سے ساڑھے نو بجے تک آتی اور مجھے ناشتا بھی بنا کر دیتی۔ میں چائے پیتی، اخبار پڑھتی اور وہ سارے گھر میں پڑے کھلارے سمیٹنے لگتی۔

کبھی کبھار اخبار میں چھپی تصویروں، فلمی اشتہاروں کے بارے میں سوال بھی کردیتی۔ کسی قسم کے بم دھماکے، زلزلے یا دہشت گردی کی خبر سے اسے بہت دلچسپی ہوتی اور اس کا اصرار ہوتا کہ میں اسے اس کے بارے میں ساری معلومات دوں، تفصیل سے بتاؤں کہ کیا ہوا اور کیسے ہوا؟

اپنے بھائی کاکے کو اس نے بچپن سے اپنے ہی گھر میں پالا تھا۔ وہ اس کا لاڈلا بگڑا ہوا وہ بچہ تھا جس کی ہر جائز و ناجائز فرمائش پوری کرنا وہ اپنا فرض سمجھتی تھی۔ کاکا کبھی اس سے پیسے مانگ کر لے جاتا، کبھی کام سے بغیر بتائے چھٹی کرلیتا۔ دوستوں کے ساتھ آوارہ گردی یا سینما دیکھنے چلا جاتا، غرضیکہ جو جی میں آئے کرتا مگر کوثر نے کبھی اس کے بارے میں شکایت نہیں کی تھی۔ وہ ہمارے گھر کے ساتھ ہی ایک کوٹھی میں مالی کا کام کرتا تھا مگر وہاں سے بھی اکثر غائب

www.urdutube.net www.bookstube.net www.urdunovels.net

رہتا وہ لوگ کوثر کو بلا کر ڈانٹ ڈپٹ کرتے مگر اس کے ماتھے پر شکن تک نہ آتی۔

''کوثر تم نے اس کاکے کو اتنا سر کیوں چڑھا رکھا ہے۔ کیا دے گا تمہیں یہ؟'' ایک دن میں نے تنگ آکر کوثر سے کہا۔

''لے باجی.....! میں نے اس سے بھلا کیا لینا ہے، بہن بھائی کے رشتے میں لین دین تھوڑا ہی ہوتا ہے۔ ٹھیک ہو جائے گا بچہ ہے ناں ابھی۔ اسی لیے تو اس کی شادی کر دینا چاہتی ہوں اس کو سنبھالنے والی آئے گی تو خود ہی سدھر جائے گا۔''

''اب اتنا بچہ بھی نہیں جوان ہو گیا ہے، تبھی تو تم اس کی شادی کا سوچ رہی ہو ناں۔'' میں نے جواب دیا۔

''کیا کروں جی..... اماں تو بچپن میں ہی اسے اور میری چار بہنوں کو چھوڑ کر مر گئی تھی۔ ابا نے فوراً دوسری کر لی اور جلدی، جلدی میرا بھی رشتہ میری پھوپی کے ہاں کر دیا۔ اللہ اللہ خیر صلا..... بس تبھی سے میں نے اپنے بہن بھائی کو اپنے پروں تلے لے لیا۔ آخر میرا ہی فرض بنتا تھا ناں..... سب سے بڑی جو تھی گھر میں۔ شکر ہے بہنیں تو سب اپنے، اپنے گھر کی ہو گئیں بس یہ کلا کلا ویر ہی رہ گیا ہے۔ اب تو اس کے سر پر سہرا سجا دیکھنے کے لیے ہم سب بہنیں تڑپ رہی ہیں۔'' کوثر کے چہرے پر ممتا کا نور ٹھاٹھیں مارنے لگا۔

میں سوچنے لگی، ہم چار بہنوں کا بھی ایک بھائی ہے جو اپنی بیوی بچوں کے ساتھ سات سمندر پار رہتا ہے۔ اب ہم لوگ آپس میں بہت کم ملتے ہیں، ایک دوسرے کی زندگی سے تقریباً ناواقف ہیں اور جب ملتے ہیں تو آپس میں بات کرنے کے لیے کھوئے ہوئے حوالوں کے سرے ڈھونڈتے ہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا بات کریں۔ مجھے کوثر اور اس کے بھائی سے کبھی، کبھی حسد سا ہونے لگتا۔ میں سوچنے لگتی، اس طبقے میں محبت کی قدریں اب بھی کچھ، کچھ سانس لیتی ہیں۔ یہ لوگ ابھی تک ایک دوسرے کے کچھ لگتے رہنا چاہتے ہیں جبکہ ہم مہذب، پڑھے لکھے لوگ اپنے، اپنے کامپلیکسز میں گرفتار، اپنی، اپنی دنیا کی بھول بھلیوں میں مصروف منہ اٹھائے نہ جانے کس سمت دوڑے چلے جا رہے ہیں۔ اس طبقے کے لوگوں میں ربط ہے، تعلق ہے، رشتہ ناتا ہے، برابری ہے۔ اسی لیے ان میں اب بھی محبتوں کے ریت رواج سانس لیتے ہیں۔

اس روز دفتر سے چھٹی تھی۔ میں ذرا ریلیکس ہو کر صبح سویرے حسبِ معمول اخبار پر نظر دوڑا رہی تھی۔ ''چچ..... چچ..... چچ'' یک دم ایک خبر اور تصویر دیکھ کر میرے منہ سے بے اختیار نکلا۔

''کیا ہوا باجی.....؟'' کوثر نے ڈسٹنگ کرتے کرتے یکلخت ہاتھ روک لیا۔

''ہائے بڑا افسوس ناک واقعہ ہے..... توبہ۔'' میرا دل غم سے پھٹنے لگا۔ کوثر میرے بالکل قریب آکر کھڑی ہوئی اور اخبار میں چھپی تصویر پر نظریں گاڑ دیں۔ تصویر میں کھلے آسمان تلے دو عورتیں کھڑی جلتی نظر آ رہی تھیں۔

''ہائے ربا یہ کیا ظلم ہوا؟ باجی پڑھ کر سنائیں کیا ہوا ہے؟'' اس نے اصرار کیا اور میں نے اسے خبر اور تصویر کے بارے میں بتایا۔

جلنے والی عورتوں کے نام حاکم زادی اور زیب النسا تھے۔ یہ سندھ کی دو ہاری عورتیں تھیں۔ چند سال پہلے ان کے گاؤں میں ایک بڑا افسر تعینات ہو کر آیا اور اس نے ان کے علاقے کا کنٹرول سنبھال لیا۔ وہ افسر بہت شقی القلب شخص تھا۔ اس نے کام کرنے والے غریب ہاری مزدوروں، کسانوں پر بہت ظلم کیے اور ایک روز غصے میں آکر نو افراد کو قطار میں کھڑا کر کے گولی سے اڑا دیا۔ مرنے والوں میں ایک نوجوان ان دو بدنصیب عورتوں کا بھائی تھا۔ یہ

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

دونوں بہنیں اور ان کی بوڑھی دکھیاری ماں اس صدمے سے تقریباً پاگل ہوگئیں۔ اس ظلم پر لوگوں نے بہت احتجاج کیا۔

انہوں نے انصاف کے لیے بڑے، بڑوں کے دروازے کھٹکھٹائے، عدل کی زنجیریں ہلائیں مگر ان کی کہیں کوئی شنوائی نہیں ہوئی۔ انہوں نے اخباروں میں دہائی دی، فریاد کی، شور مچایا مگر ظالم کے ساتھ ہمیشہ بااثر افراد کی طاقت ہوتی ہے اس لیے اسے پکڑنا آسان نہیں ہوتا۔ تنگ آکر ان دونوں بہنوں نے الٹی میٹم دے دیا کہ اگر اس افسر کو سزا نہ دی گئی تو وہ فلاں تاریخ کو ہائی کورٹ کے آگے اپنے جسموں پر مٹی کا تیل چھڑک کر جان دے دیں گی۔

وہ دن بالآخر آگیا اور ان دونوں باہمت، اصولی، بات کی پکی منظم عورتوں نے اپنے کہے کا پاس رکھتے ہوئے مقررہ تاریخ کو ہائی کورٹ کی بلڈنگ کے آگے کھڑے اپنے، اپنے معمولی پھٹے پرانے کپڑوں میں ملبوس، تن شکستہ پر مٹی کا تیل چھڑکا اور موت کے الاؤ میں کود گئیں۔

تصویر میں وہ دونوں شعلوں میں لپٹی، جلتی ہوئی نظر آرہی تھیں پاس ہی ان کی بدنصیب ماں اپنی لاڈلیوں کو ہولناک شعلوں کی خوراک بنتے دیکھ کر غالباً سوچ رہی تھی میں نے ایک مٹھی راکھ اور دو مٹھی دھواں بھلا اپنی کوکھ سے کب، کیوں اور کیسے جنا تھا؟

''ہائے باجی انہیں بھی اپنا کا بہت پیارا ہوگا ناں.....؟ بیچاریاں..... اپنے ویر پر سے قربان ہوگئیں۔'' کوثر میری زبانی یہ کہانی سن کر کتنی ہی ویر آزردگی کی تصویر بنی بیٹھی رہی۔ ''یا اللہ کسی کے ویر کو تتی ہوا نہ لگے۔'' وہ دعائیں مانگتی بڑبڑاتی، اپنے آپ سے باتیں کرتی اٹھ کھڑی ہوئی اور اپنا باقی کا کام نپٹانے لگی۔

''توبہ باجی..... آپ بھی صبح صبح کیا یہ منحوس اخبار لے کر بیٹھ جاتی ہیں۔ نہ پڑھا کریں ایسی باتیں۔ خواہ مخواہ بندے کا سارا دن برا رہتا ہے۔'' اس نے مجھے ٹوکا۔

''اچھا دیکھ، دھیان سے صفائی کرنا..... اور ہاں میرے کاغذ اِدھر سے اُدھر نہ ہوں۔ پتا ہے ناں.....'' میں نے اسے اپنے لکھے ان کاغذوں کی احتیاط کرنے کی تاکید کی۔

''پتا ہے جی..... میں نے کبھی آپ کے گند بلا کو چھیڑا ہے بھلا؟ مجھے پتا ہے آپ کو اپنے ان کاغذوں سے بڑا پیار ہے مگر باجی جی..... یہ بھی کوئی ٹھیک بات نہیں ہے۔ کاغذوں سے اتنا پیار..... چھوڑیں جی..... یہ کاغذ آپ کو کیا دیتے ہیں؟ جب دل گھبراتا ہے تو آپ کا ہاتھ تو نہیں تھام سکتے ناں۔''

''اچھا چھوڑو فضول باتیں نہ کیا کرو..... بس میرے کاغذوں کا دھیان رکھنا۔''

''یہ کاغذ نہ ہوتے تو شاید..... شاید میں جی نہ پاتی۔'' میں نے یہ جملہ اپنے دل میں مکمل کیا۔ اس پگلی کو کیا بتاتی کہ یہ کاغذ ہی تو میرے جینے کا سہارا ہیں۔ زندگی کے اتنے برس گزار لینے کے بعد اب کاغذ ہی تو رہ گئے ہیں جن سے میں سچ بات کہہ سکتی ہوں۔ جن سے مجھے ڈر نہیں لگتا، جو میری ہر بات سن لیتے ہیں اور اسے اپنے سینے پر رقم کر لیتے ہیں۔ یہی تو محبوب ہیں میرے..... انہی کی تو محبوب ہوں میں۔

''باجی..... میں تو سیدھی بات کہوں گی۔ آپ کو کاغذوں کی نہیں جیتے جاگتے بندے کی ضرورت ہے..... اور وہ آپ کو کاغذوں میں تھوڑا ہی ملے گا۔'' ماہرِ نفسیات نے پل بھر میں میری تحلیلِ نفسی کر کے رکھ دی۔

''چل زیادہ بک، بک نہ کر..... بڑی آئی بندے والی..... تو اپنا بندہ سنبھال میری فکر نہیں کر۔'' میں نے اسے جھوٹ موٹ ڈانٹ دیا۔ مجھے ڈر سا لگنے لگا..... یہ گھریلو کام کرنے والی ان پڑھ سادہ لوح عورت دلوں کے راز کیسے پڑھ لیتی ہے۔

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdunovels.net

''نہیں بی بی جی..... میں سیریس ہوں۔'' کوثر نے پھر اپنی پاؤ بھر انگریزی بگھاری۔

''آپ کو دیکھ کر بڑا سوچتی ہوں۔ گھر جا کر شبیر کو بھی بتاتی ہوں کہ باجی کی زندگی بھی کوئی زندگی ہے۔ دفتر جاؤ، گھر آؤ پھر کتابوں کاغذوں سے سر کھپاؤ..... میرا شبیر تو آپ کو پتا ہے ناں..... کتنا اچھا ہے، وہ بڑی فکر کرتا ہے جی آپ کی۔''

''اچھا تم اپنی فکریں اپنے پاس سنبھال کر رکھو..... میں بالکل ٹھیک ہوں اور ہاں گھر جا کر اپنے میاں سے میری باتیں نہ کیا کرو..... سن لیا؟ یہ مجھے بالکل پسند نہیں۔'' میں نے اسے جھاڑ دیا۔ لو بھلا اپنے خاوند سے نہ جانے کیا، کیا کہتی ہوگی میرے بارے میں۔

''وہ میرا میاں تھوڑی ہے، ہم دونوں تو دوستوں کی طرح ہیں۔ آپس میں ساری باتیں کر لیتے ہیں۔ جو چاہوں لا کر دیتا ہے، مارتا بھی نہیں..... مجھے رانی بنا کر رکھا ہوا ہے اس نے۔''

ایک چاہی جانے والی عورت انتہائی تمکنت سے میرے سامنے کھڑی میرے جھوٹے برتن دھو رہی تھی، میرے فرش پر ٹاکی لگا رہی تھی اور مجھے اپنے راج پاٹ کے بارے میں بتا رہی تھی۔ اس لمحے میں نے خود کو بہت غریب اور تہی دامن محسوس کیا..... وہ میری طرف دیکھ کر شاید جان گئی تھی۔

''میں اگلے جمعے شاہ جمال کے مزار پر جا کر دعا مانگوں گی کہ اللہ آپ کو بھی میرے شبیر جیسا کوئی بندہ دے دے۔'' وہ پیار سے بولی۔

میں نے دوبارہ اخبار کے صفحے پر نظریں ٹکا دیں۔ وہ اخبار اب تک سالم کیسے تھا؟ وہ تو کاغذ تھا اور کاغذ تو بڑے دردمند ہوتے ہیں۔ آپ کے سارے دکھ اپنے اندر سمو لیتے ہیں۔ اس اخبار میں تو اس جگہ جہاں دو زندہ گوشت پوست کی عورتیں جل رہی تھیں، سوراخ ہو جانا چاہیے تھا۔ یہ کیسا کاغذ تھا جو اتنا بے درد اور بے حس تھا۔ حاکم زادی اور زیب النسا کے جسموں سے اٹھنے والے شعلوں نے میرا ہاتھ جلا دیا اور میں نے بے اختیار اس اخبار کو اٹھا کر اپنے سے دور پٹخ دیا۔

اگلے روز کوثر آئی تو خوشی سے زمین پر اس کے پاؤں نہ ٹکتے تھے۔ کھلی کھلی جا رہی تھی۔ ''باجی کاکے کے لیے مجھے ایک لڑکی پسند آ گئی ہے۔ بالکل اس کے جوگی ہے۔''

''اچھا جی مبارک ہو آپ کو..... شکر ہے آپ کا ایک ضروری کام تو نپٹا۔ مصیبت ڈالی ہوئی تھی تم نے۔'' میں نے طنزیہ لہجے میں اسے مبارک باد دیتے ہوئے کہا۔

''باجی..... بڑی اچھی ہے لڑکی..... یہ موٹی، موٹی آنکھیں بالکل آپ جیسی..... صحت مند گول مٹول بھرا بھرا جسم، بالکل میرے جیسا..... بڑی گنوں والی ہے جی..... اس کی ماں بتا رہی تھی شادو ایک ساتھ دو، دو دریاں دھو کر کوٹھے پر سوکھنے ڈال سکتی ہے اور پندرہ جنوں کا آٹا منٹوں سکنڈوں گوندھ کر دے مارتی ہے پھر سجاؤ اتنا اچھا کہ ہر ایک سے ہنس، ہنس کر باتیں کرنا مگر نظریں نیچی رکھنا۔'' وہ اپنی ہونے

آؤ ناں

بادل بن کر چھاؤ ناں
پیار کا مینہ برساؤ ناں
مستی بھری ان شاموں میں
گیت وفا کا گاؤ ناں
رنگوں سے آنچل بھر دو میرا
ست رنگے پھول کھلاؤ ناں
پت جھڑ بیتا آئی بہار
کھل کر تم مسکاؤ ناں
مہک اٹھے میرے من کا آنگن
تم خوشبو بن کر آؤ ناں

شاعرہ: یاسمین اقبال، لاہور

www.urdutube.net www.bookstube.net www.urdumovies.net

والی بھابی کی تعریف میں زمین آسمان کے قلابے ملانے لگی۔

''اچھی بات ہے۔'' میں نے اس کا دل رکھنے کے لیے تھوڑی سی دلچسپی کا اظہار کر دیا۔

''اور اس کا باپ پتا ہے کیا کہہ رہا تھا، کہہ رہا تھا کہ کاکے کو سبزی کی دکان ڈال کر دیں گے۔ آج کل تنخواہوں میں کیا بنتا ہے بھلا..... میں نے کہا بھئی اس سے اچھی بھلا کیا بات ہو سکتی ہے۔ اپنا بجنس ہوگا، عیش کرے گا عیش.....''

ماہرِ اقتصادیات نے ٹاکی لگاتے، لگاتے اپنا تجزیہ سنا دیا۔

کوثر نے کاکے کی شادی بڑی دھوم دھام سے کی۔ بڑے چاؤ سے بھائی کو بیاہ کر لائی۔ میرے بھی یہ سنا، سنا کر کان پکا دیے کہ کس نے کس کو کیا دیا۔ کون، کون سی رسمیں ہوئیں اور کون سی پوری ہونے سے رہ گئیں۔ میں نے سو دفعہ کہا مجھے نہ بتا، مجھے اس تذکرے سے کوئی دلچسپی نہیں مگر وہ گھوم پھر کر بات بے بات کاکے کی شادی کا قصہ کسی نہ کسی بہانے چھیڑ ہی دیتی اور پھر بولتی چلی جاتی۔

شادی کے بعد کاکا پروگرام کے مطابق علیحدہ ہوگیا اور اپنے سسر کے ساتھ سبزی کے بجنس (بزنس) کے خواب دیکھنے لگا۔ کبھی کبھار وہ پہلے اسے بھی سائیکل پر بٹھا کر چھوڑ جایا کرتا تھا مگر اب دور چلے جانے کی وجہ سے وہ اسے چھوڑنے نہ آسکتا تھا۔ کوثر پیدل آتی اکثر لیٹ ہو جاتی اور مجھ سے ڈانٹ کھاتی۔

''تو اپنے میاں سے کیوں نہیں کہتی کہ تجھے سائیکل پر چھوڑ جایا کرے۔'' ٹانگوں میں درد کی شکایت کرتے سن کر ایک دن میں نے کہا۔

''کیسے کہوں باجی..... وہ بڑا بجی ہوتا ہے، آخر دیکھیں ناں صبح صبح قربان لین سے ڈیفنس پہنچنا آسان تو نہیں ہے ناں..... بیچارے ڈرائیور کی زندگی بھی کوئی زندگی ہے۔ پہلے سائیکل پہ مجھے چھوڑے پھر اپنے کام پہ پیڈل مارتا جائے۔ مشکل ہوتی ہے ناں.....'' وہ اپنے چہیتے خاوند کو تکلیف نہیں دینا چاہتی تھی۔

''تو تو کہتی ہے بڑا دیوانہ ہے تیرا..... تیرے لیے کچھ بھی کر سکتا ہے۔''

''کرتا تو ہے..... پر باجی بندے تو بس پھر ایسے ہی ہوتے ہیں ناں..... آپ کو تو پتا ہے آپ تو اتنی پڑھی لکھی ہیں، ویسے پتا نہیں آج کل کیا بات ہے میرا دل کچھ گھبرا رہا ہے۔ شبیر مجھے کچھ بدلا بدلا سا لگ رہا ہے۔ جیسے وہ کوئی اور شبیر ہو میرے والا نہ ہو۔'' وہ خلاؤں میں گھورنے لگی۔

''ایسے ہی تجھے وہم ہو گیا ہوگا۔ خود ہی کہتی ہے اس جیسا کوئی ہو ہی نہیں سکتا اور پھر خود ہی اس میں نقص نکالنے لگتی ہے۔''

''باجی..... عورت کو پتا چل جاتا ہے جب اس کا بندہ اس کا نہیں رہتا۔'' اس نے بڑی سیانی بات کی اور میں نے بھی پل بھر کے لیے دل ہی دل میں اس کی تائید کی۔ واقعی عورت کو پتا چلا جاتا ہے جب ایسا ہوتا ہے۔ وہ سارے کا سارا پیار یا تو اپنے آپ سے کرنے لگ جاتا ہے یا پھر کسی دوسری عورت سے..... کچھ تو تبدیل ضرور ہوتا ہے۔

شادی کے بعد بھی کوثر اپنے بھائی کو اکثر اس کوٹھی میں فون کر کے اس کا حال چال ضرور پوچھتی۔ اس کی طرف سے وہ مطمئن تو ہو گئی تھی مگر پھر بھی اس کی خیر خبر رکھنا اس کی عادت بن چکی تھی۔

''بھئی بڑی دیوانی ہے تو اپنے بھائی کی۔ دیکھ لینا ایک دن تجھے بھول کر سارے کا سارا اپنی بیوی کا ہی ہو جائے گا۔'' میرے اندر کی حاسد بہن رہ نہ سکی اور کہہ دیا۔

''ہائے باجی..... میرا کاکا ایسا نہیں ہے۔ ویر تو بہنوں کے لیے چھاؤں ہوتے ہیں جی وہ تو میری

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

چھاؤں ہے۔ مجھے اس پر بڑا یقین ہے اگر مجھے کوئی مصیبت پڑے گی تو میں اس کے پاس ہی تو جاؤں گی ناں.....'' وہ مسکرا کر بولی۔

اس طبقے میں بہنوں کو بھائیوں پر کتنا مان ہوتا ہے۔ میں نے اپنے دل میں کل بل کل بل کرتے حسد کے سپنولیے کا گلا دبانے کی کوشش کی۔

اگلے روز میں کوثر کا انتظار کرتی رہی مگر وہ نہ آئی۔ گندے برتنوں اور کھلاروں سے اٹا گھر بند کر کے دفتر جاتے ہوئے میں نے سوچ لیا۔ ''اب اس کوثر کی بچی کی چھٹی کر دوں گی۔ بڑی ڈھیٹ ہے، اس پر کسی بات کا کوئی اثر ہی نہیں ہوتا۔ حد ہوتی ہے کسی بات کی..... ٹھیک ہے بڑی ایماندار اور قابلِ اعتبار ہے مگر ہو سکتا ہے کسی اور کام کرنے والی میں بھی یہ سب خوبیاں مل جائیں۔ کل آئے گی تو میں اسے صاف، صاف جواب دے دوں گی۔'' میں نے دل ہی دل میں پکا فیصلہ کر لیا۔ ''اس طبقے میں ذمے داری نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی۔ میں نے ہزار دفعہ کہا ہے کہ نہ آنا ہو تو کسی بچے کے ہاتھ پیغام بھجوا دیا کرے یا کم از کم کاکے سے کہہ کر فون ہی کروا دیا کرے مگر توبہ ہے..... جب مرضی لیٹ آتی ہے اور جب دل چاہے چھٹی کر لیتی ہے آ کر سو بہانے بنائے گی کہ پھوپی کا سر فوت ہو گیا تھا یا خالہ کی دیورانی کا بہنوئی دبئی جا رہا تھا، اسے الوداع کہنے کی وجہ سے نہیں آئی تھی وغیرہ، وغیرہ۔'' میں دل ہی دل میں اسے کوستی رہی۔

دوسرا دن اور پھر تیسرا دن بھی گزر گیا۔ کوثر کام پر نہ آئی۔ مجھے کچھ، کچھ تشویش ہونے لگی۔ کہیں خود یا کوئی بچہ بیمار نہ ہو گیا ہو..... ویسے اس طرح وہ کبھی کرتی تو نہیں تھی کہ بغیر بتائے اتنے دن کے لیے غائب ہو جائے اور کسی کے ہاتھ کوئی پیغام بھی نہ بھجوائے۔ کئی دن میں تذبذب میں گرفتار رہی، نہ جانے کہاں دفعان ہو گئی تھی۔

ایک صبح کھڑکی میں کھڑی ہو گئی اور سوچا قربان لین سے کام کے لیے آنے والی کسی عورت کو پکڑوں اور اس سے گھر کی کم از کم صفائی ہی کروا لوں گھر کا برا حال ہو رہا تھا۔ اچانک میری نظر شکیلہ پر جا پڑی۔ شکیلہ، کوثر کی محلے دار تھی اور کبھی کبھار کوثر اور وہ مل کر اپنے گھروں سے کام پر آیا کرتی تھیں۔ میں نے شکیلہ کو ہاتھ کے اشارے سے اوپر آنے کو کہا اور وہ آ گئی۔

''دیکھو شکیلہ! جب تک کوثر واپس نہیں آتی مجھے کسی سے کام تو کروانا ہی ہے تو تم ہی کر دیا کرو..... پتا نہیں کیا ہو گیا ہے اسے؟ چھٹیوں پر چھٹیاں کیے جا رہی ہے۔ اس کو جا کر بتا دینا باجی بہت غصہ ہو رہی تھی۔ اب کی بار تو میں اس کے پیسے بھی کاٹوں گی۔'' میں نے شکیلہ کو کوثر کے حصے کی سنا ڈالیں۔

''باجی..... کوثر تو اب نہیں آئے گی۔'' شکیلہ نے عجیب سے انداز میں مجھ سے کہا۔

''نہیں آئے گی کیا مطلب.....؟ کہیں چلی گئی ہے کیا؟'' میں نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے پوچھا۔

''باجی آپ کو نہیں پتا؟'' شکیلہ نے الٹا مجھ سے سوال کیا۔

''کیا.....؟ کیا نہیں پتا مجھے؟''

''کوثر تو مر گئی ہے۔'' شکیلہ کی آنکھیں بھیگ گئیں۔

''مر گئی.....؟ کیا مطلب.....؟ ابھی کچھ دن پہلے تو اچھی بھلی تھی..... کیا کہہ رہی ہے تو؟'' مجھے اپنے کانوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔

''وہ تو جل کر مر گئی ہے باجی..... اس نے اپنے اوپر مٹی کا تیل چھڑک لیا تھا۔''

''کیا، کیا.....؟ کیسے جل گئی..... یہ کیسے ہوا؟ مجھے تو کسی نے نہیں بتایا۔'' مجھے اپنے پاؤں کے نیچے سے زمین کھسکتی ہوئی محسوس ہونے لگی۔ ''لیکن یہ سب ہوا کیسے؟'' میں پوری بات جاننے کو بے تاب تھی۔

''بھیڑی قسمت اور کیا جی.....'' شکیلہ قالین پر میرے سامنے بیٹھ گئی اور ٹھنڈی، ٹھنڈی سانسیں بھرنے لگی۔ ''باجی آپ کو تو پتا ہے اسے اپنے

www.urdutube.net www.bookstube.net www.urdumovies.net

بندے پر کچھ شک ہوگیا تھا کہ اب وہ کسی دوسری عورت کے پاس جانے لگا ہے۔ وہ آئے دن اسی بات پر اس سے جھگڑا کرتی اور فساد مچائے رکھتی تھی۔ اس دن بھی یہی ہوا۔ اس کے بندے نے پہلے تو اسے آرام سے سمجھایا مگر جب وہ نہ مانی تو اس کو مارنے لگا۔ بس جی وہ تو مار پیٹ کر کے گھر سے چلا گیا مگر اس کے جاتے ہی کوثر نے اپنے اوپر مٹی کا تیل چھڑک لیا اور خود کو آگ لگالی۔ بھیڑی بدنصیب اپنے بچوں کے دیکھتے، دیکھتے سڑ کے سواہ ہوگئی۔'' شکیلہ دوپٹے سے اپنے آنسو پونچھنے لگی۔

''اُف خدایا۔'' میرا سر غم سے پھٹنے لگا۔ میرا دل اس کہانی کو سچ ماننے سے انکار کررہا تھا۔ ''یقیناً اس کے میاں نے یا ساس، دیور، کسی نے اسے آگ لگائی ہوگی۔ کیا پولیس نے تفتیش نہیں کی۔ کوئی اسے اسپتال نہیں لے گیا؟'' عورتوں پر جبر و تشدد کے خلاف احتجاج کرنے والی انقلابی عورت یک دم میرے اندر سے باہر نکل آئی اور اس کہانی کو سچ ماننے سے انکار کرنے لگی۔ ''اس کے بچوں سے کسی نے کچھ پوچھا؟''

''بچوں نے بھی یہی بتایا کہ اماں نے خود ہی اپنے آپ کو آگ لگائی تھی۔ پولیس پھر کیا کرتی؟ بس رپٹ لکھ کر واپس چلی گئی۔'' شکیلہ نے یہ بھی یہ بتایا کہ کوثر کو اسپتال لے جایا گیا مگر وہ اتنی زیادہ جل گئی تھی کہ جانبر نہ ہوسکی۔

کوثر کا غم مجھے چمٹ کر رہ گیا۔ شکیلہ کے جانے کے کتنی دیر بعد تک میں رہ، رہ کر اس کے بارے میں ہی سوچتی رہی۔ ''ہائے اس کے بچوں کا کیا حال ہوا ہوگا؟'' یک دم مجھے کاکے کا خیال آگیا۔ ''اُف اللہ کاکا کتنا پریشان اور دکھی ہوگا۔ اسے پوری حقیقت کا پتا ہوگا۔ اس سے تو یقیناً پتا چل جائے گا کہ کوثر خود جل مری تھی یا اسے کسی دوسرے نے جلایا تھا۔'' یہ سوچ کر میں نے کاکے کو فون کردیا۔

''کاکے..... میں نے ابھی ابھی کوثر کے بارے میں سنا ہے۔ مجھے بڑا افسوس ہوا ہے۔ مجھے تو یقین نہیں آرہا۔'' میں نے دلگیر لہجے میں اس سے اظہارِ افسوس کیا۔

''بس بیگم صاحبہ، اللہ کو یہی منظور تھا۔'' وہ مختصراً بولا۔

''کہیں اس کے ساس، سسر یا خاوند نے تو اسے نہیں جلایا اور بچے بھی دباؤ میں آکر ان کے کہے پر بیان دے رہے ہوں؟ ایسا تو نہیں ہے؟'' میں نے اپنے شک کا اظہار کیا۔

''نہیں جی..... ایسی بات نہیں ہے۔ کوثر آپی نے خود ہی.....''

''لیکن کیوں..... ایسی کون سی بات ہوگئی تھی، مجھے تو کچھ سمجھ نہیں آرہا۔'' میں نے کریدا۔

''کوئی ایسی بات نہیں تھی کہ آپی اپنے آپ کو ختم ہی کرڈالے۔ آپی کا اپنا ہی قصور تھا۔ خواہ مخواہ اپنے بندے پر شک کرنے لگی تھی۔ بھائی نے لاکھ قسمیں کھائیں، بات منوانے کی کوشش کی مگر آپی تو کچھ سننے کو تیار ہی نہیں تھی۔ آخر وہ مرد ذات تھا اسے غصہ آگیا اور اس نے آپی کو مارنا شروع کردیا۔ لیکن آپی کی زبان کا تو آپ کو پتا ہی ہے کتنی لمبی تھی۔ آگے سے بولتی جاتی، بولتی جاتی تھی۔ وہ تھک ہار کر گھر سے باہر چلا گیا۔ بس جی آپی نے یہ حرکت کی..... بے وقوفی تھی جی اس کی۔''

''لیکن یہ تو ظلم ہے۔ اس کے میاں نے اسے مارا کیوں؟'' میں نے پھر سوال کیا۔

''بیگم صاحبہ، عورت کو بھی تو چاہیے ناں کہ اپنی زبان کو کنٹرول میں رکھے۔'' پٹاخ سے جواب دیا۔

''اچھا غلام محمد، خدا حافظ.....'' میں نے اسے پہلی بار اس کے اصلی نام سے پکارا اور پھر فون رکھ دیا۔ مجھے خیال آیا، کوثر کا کاکا کتنا بڑا ہوگیا تھا، پورا مرد بن گیا تھا وہ۔

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdunovels.net

ناولٹ

محبت رنگ ہے ایسا

سعدیہ رئیس

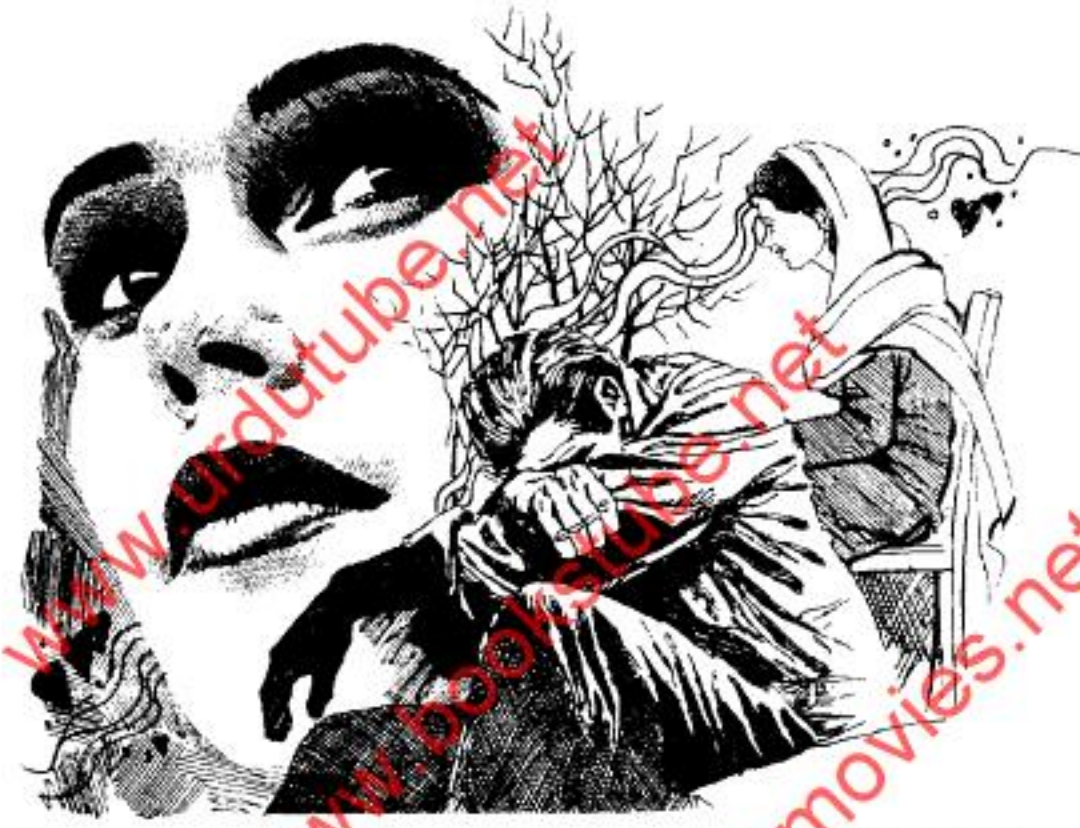

سب طرف چھائے ایک نامحسوس سے سوگ سے گھبرا کر وہ اپنے بند کمرے سے باہر نکل آئی جہاں ہر سو اجالا پھیلا ہوا تھا مگر اس کے من میں اندھیروں نے بسیرا کیا ہوا تھا۔ وہ تو بس یہ سمجھتی رہی کہ جس راستے پر وہ چل رہی ہے وہ درست ہے لیکن دراصل وہ درست سمت میں نہیں چل رہی تھی۔ اب من کا اندھیرا چھٹا تو اس نے انجان اور اجنبی نظروں سے اس جگہ کو دیکھا جہاں اس کا بچپن بیتا تھا جہاں اس

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

نے ایک عمر گزاری تھی لیکن اب اسے ان در و دیوار میں اپنے لیے کوئی گنجائش نظر نہیں آرہی تھی۔

اس نے ہر مرتبہ اپنی مرضی کا دریچہ کھول کر اپنی ہی پسند کا منظر دیکھا تھا مگر اب اس کی دھندلی آنکھوں میں ایک بوسیدہ سا منظر آٹھہرا تھا۔

☆☆☆

''اے لڑکی! کیوں اپنے ساتھ، ساتھ سب کو تباہ کرنے پر تلی ہو۔ آخر کس چیز کا بدلہ لے رہی ہو اس ہری بھری نرم نرم چمکیلی گھاس سے۔'' معاً اس کے قریب ہی آواز ابھری۔ لمحاتی طور پر وہ اپنی دیوانگی سے باہر آکر اس کی طرف متوجہ ہوگئی لیکن پھر اگلے ہی پل اس کا سابقہ جوش اور غصہ پھر اس پر حاوی ہوگیا اس کے کٹاؤ دار لبوں نے خفیف سی جنبش کی..... شاید وہ اس غصہ ور کیفیت میں خود کو بولنے پر مشکل سے رضامند کر پا رہی تھی۔

''تم سے مطلب.....؟'' اس کے گلابی ہونٹوں سے ایک شعلہ سا نکلا۔

''ایک تو تمہاری یہ من مانیاں اور بدتمیزیاں اب بڑھتی ہی جا رہی ہیں۔ کبھی ڈھنگ سے اور پیار سے بھی بول لیا کرو۔ جب دیکھو غصہ ناک پر دھرا رہتا ہے۔ ہزار بار بتایا ہے کہ لڑکیوں کو یہ لہجہ سوٹ نہیں کرتا۔'' اس نے سادہ لہجے میں بڑے تحمل سے اسے سرزنش کی جیسے وہ کوئی چھوٹی ننھی سی بچی ہے۔ اور وہ خود بڑا سمجھدار اور عقلمند.....

''اور میں نے بھی ہزار بار کہا ہے کہ میری دادی اماں بن کر ہر وقت مجھے نصیحت نہ کیا کرو..... نہ ہی آئندہ کبھی میرے معاملے میں مداخلت کی کوشش کرنا۔'' ذرا بھی مرعوب ہوئے بغیر اس نے دو بدو اسے جواب دیا۔

''کیوں، کیوں.....؟ یہ صرف تمہارا معاملہ تو نہیں..... اتنی ہری بھری نرم گھاس کو کچل کر تم خراب کرنے پر تلی ہوئی ہو اور اسی سبزے سے تمہیں اچھی فضا میسر آتی ہے۔ واہ.....! یہ اچھی رہی جو درخت پھل دیتا ہے جو سبزہ سانسوں کو تازگی دیتا ہے تم اسی کو روند کر برباد کر رہی ہو۔ بے وقوف ہوتے ہیں وہ لوگ جو جس شاخ پر بیٹھتے ہیں اسے ہی کاٹ ڈالتے ہیں۔'' غصے سے اس کی گندمی رنگت سرخ پڑ گئی مگر وہ ضبط کا دامن تھامے رہا ورنہ سامنے کھڑی اس پانچ فٹ کی لڑکی کو دیکھ کر دل تو یہی چاہ رہا تھا کہ کس کر دو چار ہاتھ لگا دیتا۔

''بہت شکریہ اس نصیحت کا..... بڑے ابا۔'' اس نے باقاعدہ ہاتھ جوڑ کر نہایت بدتمیزی سے کہا۔ عامر کا خون ابلنے لگا۔ وہ روز بروز ان سب کے لیے پرابلم چائلڈ بنتی جا رہی تھی۔ اپنی نانو کی شہ پر وہ ایسے ہی سب پر غراتی تھی اور ہر وقت لڑنے مرنے کے لیے تیار رہتی تھی۔

''ابھی دو دن پہلے ہی میں نے ساری گھاس ٹھیک کروائی تھی۔'' اس پر کچھ اثر نہ ہوا تو وہ بگڑ کر بولا۔

''تو دوبارہ ٹھیک کروا لینا..... پیسے میں دے دوں گی۔'' اس نے بڑے شاہانہ سے انداز میں اسے پیشکش کی۔

انہی پیسوں کے بل پر تو وہ اکڑتی تھی کیونکہ کسی کی دست نگر جو نہ تھی۔ سیماب باقاعدہ اسے خرچہ دیتی تھی مگر وہ اسے بھی کبھی خاطر میں نہ لاتی۔ اسے اپنے سامنے کبھی کوئی نظر ہی نہیں آتا تھا اور یہ اس کی زندگی کی سب سے بڑی غلطی تھی جس سے وہ لاعلم تھی۔ اس نے تاسف سے بے پروا انداز میں کھڑی ایمان کو دیکھا۔

''دادو نے اسے ڈھیل دے کر اچھا نہیں کیا اور سیماب پھپھو نے بھی اس کے ناز اٹھا کر اسے ساتویں آسمان پر پہنچا دیا ہے۔'' عامر صرف سوچ کر رہ گیا۔

لیکن اپنی ان تمام خصوصیات کے باوجود وہ اسے اچھی لگتی تھی۔ اس نے ایک نظر روندی ہوئی گھاس پر ڈالی اور دوسری نظر اندر جاتی ہوئی اس... سرپھری لڑکی پر..... تاسف، ہمدردی اور غصے کے ملے

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

جلے جذبات کا ابال ایک ساتھ ہی اٹھا۔ وہ اپنے پورشن میں آیا تو منصورہ لاؤنج میں فراغت سے بیٹھی اپنا من پسند چینل دیکھ رہی تھیں۔

''کیا آج پھپو آئی تھیں امی؟'' اس نے دریافت کیا۔

''ہاں، میرا خیال ہے کہ وہ آئی تھی آج مگر میں اس سے مل نہیں پائی۔ لیکن اس کا آنا ہمیشہ کی طرح بیکار ہی رہا۔ اس کے تو جیسے مزاج ہی نہیں ملتے۔ عجیب خبطی لڑکی ہے جسے اصل رنگوں کی پہچان ہی نہیں ہے۔'' ایمان کے ذکر پر ناگوار سے بل ان کی ہموار پیشانی پر پڑ گئے جو اکثر اسے دیکھ کر بھی پڑ جاتے تھے۔ اس گھر میں قطعی ناپسندیدہ اور اضافی ہستی تھی وہ ان کے لیے۔

''اچھا بھلا اپنا گھر چھوڑ کر کون پرائے گھر میں رہنا پسند کرتا ہے۔ جو سکھ اپنے گھر میں ہے وہ دوسروں کے گھر میں کہاں.....؟ اب اس کی بھی کیا ناراضی اور ضد.....'' اس کے خلاف بولنے کے لیے انہیں موقع مل گیا تھا۔

''امی پلیز..... یہ اس کا معاملہ ہے وہ جانے..... اور ہمارے کہنے کا اس پر اثر بھی کیا ہونا ہے۔ اسے دادو نے چھوٹ دے رکھی ہے۔ پھر پھپو کی طرف سے بھی کوئی سختی نہیں..... اس طرح تو پھر ایسا ہی ہوتا ہے۔'' اس سے پہلے کہ وہ مزید اس کے متعلق بولتیں اس نے انہیں ٹوک دیا۔

اس کی اس روش سے وہ بھی خاصا مایوس تھا مگر دلِ ناداں بار بار اس کی طرف جھکتا تھا۔ خصوصاً جب وہ روٹھی ہوئی خفا، خفا سی ہوتی تو اسے لگتا کہ وہ سارے زمانے سے شاکی ایک معصوم اور مظلوم سی خوب صورت گڑیا ہے۔ جس کی آنکھوں میں کسی بے جان گڑیا کی سی سختی جھلکتی ہے۔ جس کے سپاٹ چہرے پر الجھے بکھرے رنگوں کے چھینٹے اسے کسی تجریدی آرٹ کا نادر شاہکار ظاہر کرتے تھے۔ ایسا پورٹریٹ جس کے سر پیر کا کچھ پتا ہی نہیں ہو۔ وہ اسے اپنے تمام تر اکھڑ پن سمیت اچھی لگتی تھی۔ اس کا دل چاہتا تھا کہ اس کی ساری پریشانیاں اور الجھنیں خود میں سمیٹ کر اسے مطمئن کر دے۔ اسے اپنا یقین اور اعتبار دے کر اپنا اسیر کر لے۔

اس نے جو خود ساختہ قیدِ تنہائی سزا کے طور پر اپنے لیے منتخب کی تھی وہ اسے اس سے نجات دلوانا چاہتا تھا مگر فی الحال تو اسے کوئی آثار نظر نہیں آ رہے تھے کیونکہ وہ ہر شخص کو اپنا دشمن سمجھتی تھی۔ وہ تو جیسے چلتی ہواؤں سے بھی لڑنے لگتی تھی۔

''وہ ہرٹ ہوئی ہے امی..... اور یہ دکھ محرومی بن کر دل میں جڑ پکڑ لیتے ہیں۔ اس کے اندر بھی جڑیں گہری ہو گئی ہیں۔ مجھے لگتا ہے کہ یہ سب کر کے وہ خود بھی خوش نہیں ہے۔'' بلاوجہ ہی اس نے بے اختیار اس کی وکالت کی۔

منصورہ نے چونک کر کچھ شکی نظروں سے بیٹے کی طرف دیکھا اور خطرے کا الارم ان کے ذہن میں گونجنے لگا۔

''تمہیں کیوں فضول میں اس سے ہمدردی ہو رہی ہے۔ کوئی بیچاری نہیں ہے وہ..... ایسی خود پسند لڑکیوں کو کوئی بھی پسند نہیں کرتا۔ کوئی ظلم نہیں ہوا اس کے ساتھ۔ ارے مظلوم تو وہ بچے ہوتے ہیں جنہیں نہ ماں، باپ کی گود میسر آتی ہے اور نہ گھر کا عیش و آرام ملتا ہے۔ اس کے پاس تو سب کچھ ہے۔ سب رشتوں کے ہوتے ہوئے انہیں ٹھکرا رہی ہے اور اپنی ماں سے بھلا کون ناراض ہوتا ہے، بدنصیب ہے کہ ماں کے ہوتے ہوئے بھی ممتا سے محروم رہ رہی ہے۔ آفرین ہے سیماب پر جو اتنی ثابت قدمی سے اس کی نافرمانی اور بدتمیزی برداشت کر رہی ہے۔ اس کی جگہ میں ہوتی تو اب تک دماغ درست کر چکی ہوتی اس کا۔ زندگی میں ابھی اس نے دیکھا ہی کیا ہے جو اتنا اکڑ رہی ہے۔ اسے کیا معلوم زمانے

www.urdutube.net www.bookstube.net www.urdunovels.net

کی اونچ نیچ کا، وہ کیا جانے اچھا برا..... کیا وہ ہم سے، سیماب سے یعنی اپنی ماں سے بھی زیادہ عقلمند ہے؟ تمہاری دادو کی وجہ سے چپ ہو جاتی ہوں میں، ورنہ تو ایسی خبر لوں لاڈو رانی کی کہ طبیعت صاف ہو جائے۔'' منصورہ جو بولنا شروع ہوئیں تو بولتی ہی چلی گئیں۔ ان کے سامنے ذکر چھیڑ کر وہ الگ پچھتایا۔ دلِ مجروح پر جیسے کند چھری کے وار چل گئے۔ وہ یہیں اسی گھر کی چھت تلے اس کے آس پاس ہی رہتی تھی مگر اس تک رسائی بہت مشکل تھی۔ منصورہ کو وہ سخت ناپسند تھی اور ادھر وہ خود بھی کچھ کم نہیں تھی۔ وہ دل سے اس کی توجہ اور الفت کا طالب تھا مگر اس کی بے نیازی عروج پر تھی۔

☆☆☆

اسے معلوم تھا کہ وہ ضدی نہیں ہے بلکہ ضدی بن گئی ہے۔ جو زخم اسے ملا تھا اسے بھرنے میں ایک طویل وقت درکار تھا۔ وہ اس کے زخم پر مرہم رکھنا چاہتا تھا۔ اپنی محبت سے اس کی ساری بدگمانیوں کو دھونا چاہتا تھا مگر وہ اسے ہی کیا کسی کو بھی درخورِ اعتنا نہ جانتی تھی۔ اسے کسی کے خلوص پر بھروسا نہیں رہا تھا۔ اس کا نام تو ایمان تھا مگر وہ کسی کی بھی محبت اور خلوص پر ایمان نہ لاتی تھی۔

اور عامر اسے چاہتا تھا، وہ اس کی نظروں کے سامنے رہتی تھی مگر اسے پانا ناممکنات میں سے تھا۔ دل الجھا... تو اس پر یک دم ہی بیزاری اور... چڑچڑاہٹ چھا گئی۔ وہ اپنے کمرے میں جانے کے بجائے چھت پر چلا آیا۔

دیر تک وہ اس کے بارے میں غور و خوض کرتا رہا اور سگریٹ پھونکتا رہا لیکن کوئی حل بھی ذہن میں نہیں آیا۔ نیچے اترا تو بلا ارادہ ہی دادو کے حصے میں چلا آیا۔ وہ مٹر چھیلنے میں مصروف تھیں۔ اسے دیکھا تو ایک شفیق سی مسکراہٹ ان کے ہونٹوں پر پھیل گئی۔ عامر کو سفید دوپٹے میں لپٹی اپنی دادی بہت پُروقار لگتی تھیں۔

''یہ کیا کر رہی ہیں دادو؟'' اس نے مٹر کی طرف اشارہ کیا۔

''ایمان کا دل مٹر پلاؤ کھانے کو چاہ رہا تھا۔ سوچا کہ مٹر پلاؤ پکا لوں، تم کو بھی مٹر پلاؤ بہت پسند ہے ناں..... سوچ رہی تھی کہ تمہیں کسی سے کہلوا بھیجوں گی، اب آ گئے ہو تو کہہ رہی ہوں کہ کھانا ہمارے ساتھ کھانا۔'' مٹر کے دانے نکالتے ہوئے انہوں نے رسان سے کہا۔

''کیا ضرورت ہے دادو اتنی محنت کی، امی بھیج تو دیتی ہیں کھانا پکا کر..... پھر کیوں خواہ مخواہ خود کو تھکا رہی ہیں۔'' وہ محبت سے ان کے شانے ہولے، ہولے دبانے لگا۔

''ارے بیٹا میں کون سا کوئی کام کرتی ہوں، وہ آ جاتی ہے رحمت، سارا وقت تو وہی سنبھالتی ہے سب کچھ۔ بڑے دن بعد کچھ کرنے بیٹھی ہوں، عادت چھوٹ گئی ناں، اب ایسا لگ رہا ہے جیسے انگلیاں جام ہو رہی ہیں...'' وہ انگلیاں کھول، بند کر کے ورزش کرنے لگیں۔ ان کے برابر سے اٹھ کر وہ ان کے سامنے آ بیٹھا اور ان کا جھریوں بھرا ہاتھ اپنے مضبوط ہاتھوں میں لے کر ہولے، ہولے دبانے لگا۔

''یہ کام تو ایمان بھی کر سکتی ہے دادو، اس عمر میں آپ کام کرتی اچھی نہیں لگتیں۔'' وہ خفگی سے بولا۔

''ارے کام ہی کیا ہے..... آدھی پھلیاں تو چھل ہی گئیں باقی بھی اب تم سے باتوں میں چھیل لی جائیں گی۔'' وہ اس کی بات سمجھے بغیر سادگی سے بولیں۔

''داد... کچھ ایمان کو بھی سکھا دیں۔ وہ تو کبھی کچھ کام کرتی دکھائی نہیں دیتی۔ لڑکیاں اپنے والدین کے گھر ہی سب کچھ سیکھتی ہیں۔ والدین کے گھر رہنا اسے گوارا نہیں اب اگر وہ یہاں ہے تو آپ ہی اسے سب کچھ سکھائیں اور سمجھائیں۔ اگلے گھر جائے گی تو دوش تو سب آپ کو ہی دیں گے

www.urdumovies.net
www.bookstube.net
www.urdunovels.net

ناں۔'' میٹھے ہموار لہجے میں اس نے انہیں سمجھانے کی کوشش کی۔

دادو کے دل کے زخم پھر سے اُدھڑ گئے۔ انہوں نے اِک گہری سانس بھری جس میں مایوسی پنہاں تھی۔

''ہاہ ..... ہاہ ..... نہ جانے کیسی تقدیر لکھوا کر لائی ہے، کچھ سنتی ہی نہیں ہے۔ زیادہ کہو تو ناراض ہو جاتی ہے اور خفا ہو کر بھی خود ہی کو زیادہ نقصان پہنچاتی ہے۔ میں نے تو خود کئی بار اس سے کہا کہ کوکنگ سیکھ لے۔ اسی لیے اوون بھی اپنے کچن میں سیٹ کروا دیا تھا تاکہ شوق میں آ کر خود کچھ کرنے لگے مگر اپنے دکھ کا بدلہ وہ ہم سب سے ہی نہیں خود سے بھی لے رہی ہے۔ نہ اسے کوئی شوق ہے اور نہ کسی کی پروا۔ بھلا بتاؤ کون آئے گا اس کا ہاتھ تھامنے، لڑکی کی اتنی ہٹ دھرمی آگے چل کر اس کے لیے بھی مصیبت بن جاتی ہے۔ جس شاخ میں لچک نہ ہو وہ بالآخر ٹوٹ جاتی ہے مگر وہ ہے کہ سنتی ہی نہیں۔'' ایک ہمدرد کو سامنے پا کر دادو نے نیچی آواز میں دل کے سارے دکھڑے کہہ سنائے۔ ان کے نورانی چہرے پر ایک گہرا کرب جھلکنے لگا۔ وہ اس کے لیے بہت فکر مند تھیں۔ عامر کو ان پر بہت رحم آیا اور ساتھ ساتھ ایمان پر غصہ بھی آیا جو اپنے سوا کسی کو بھی نہیں دیکھتی تھی۔

''دادو آپ اس کی بڑی ہیں، اس پر سختی کر سکتی ہیں۔ اسے سمجھائیں اور زمانے کی اونچ نیچ بتائیں تاکہ اسے احساس ہو... کہ وہ غلطی پر ہے۔ وہ سب کے لیے ہی نہیں، اپنے لیے بھی مشکلات کھڑی کر رہی ہے اور اسے یہ بھی بتائیں کہ جو خود کو زیادہ عقل مند سمجھتا ہے وہ سب سے زیادہ بے وقوف ہوتا ہے۔'' ان کا ملائم ہاتھ چھوڑ کر مٹر چھیلتے، چھیلتے اس نے سرگوشیانہ انداز میں ان سے کہا۔

''کیا کروں..... کیسے سمجھاؤں اسے..... جب وہ اپنی ماں کو نہیں گردان رہی تو میری کیا مانے گی۔ ارے اگر ابھی میں اس کی سرپرستی سے منع کر دوں تو بدگمان ہو کر وہ نہ جانے کیا کر بیٹھے۔ جذباتی بھی تو بہت ہے ناں..... میں تو بیچاری سیماب کے صبر اور حوصلے کی داد دیتی ہوں۔ کیسی بدنصیب ہے کہ اپنی ممتا بھی اس پر نچھاور نہیں کر سکتی لیکن دل میں جو ممتا امڈی ہوئی ہے اس کا کیا کرے۔ اسی لیے تو اس کا اتنا خیال کرتی ہے۔ لاکھ منع کیا مگر اس نے رحمت کو صبح سے شام تک کے لیے یہاں رکھ چھوڑا۔ منصورہ نے برا بھی مانا تھا مگر وہ مانی ہی نہیں اور کہہ دیا کہ اماں میری ایمان کی پرورش کر رہی ہیں اور میرا فرض ہے کہ میں بھی اپنی ماں کا خیال رکھوں..... ہر ماہ باقاعدگی سے خرچہ بھی بھیجتی ہے۔ بہتیرا سمجھایا اسے کہ دیکھو ماں تمہارا کتنا خیال کرتی ہے مگر اس الٹی کھوپڑی پر اثر ہی نہیں ہوتا۔'' ملال کے رنگ ان کے لہجے میں نمایاں تھے۔

''آج آئی تھیں ناں پھپھو.....؟'' اس نے تصدیق چاہی۔

''ہاں بیٹا آئی تھی وہ حرماں نصیب..... لاکھ پچکارا، منتیں، خوشامدیں کیں مگر یہ کٹھور اس سے ملے بغیر منہ پھیر کر چل دی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے اس کے سینے میں دل ہی نہیں پتھر ہے۔ بھلا بتاؤ، ماں سے بھی کوئی ایسے ناراض ہو سکتا ہے اور ماں بھی وہ جو اتنی صبر والی اور غم کھائی ہوئی ہو۔'' اب ان کے لہجے میں ہلکا، ہلکا غصہ در آیا تھا۔ بچی کی محبت کے سامنے نواسی کا طرزِ عمل انہیں بالکل غلط دکھائی دے رہا تھا ورنہ عمومی طور پر وہ اس کی ہمدردی میں ڈوبی رہتی تھیں اور یہی وہ موقع تھا جب لوہا گرم دیکھ کر اسے چوٹ مارنی تھی۔

''دادو، دراصل اسے آپ کی حمایت حاصل ہے۔ اس لیے وہ اتنا اکڑتی ہے آپ اس پر سختی کریں گی تو وہ سدھر جائے گی۔ آپ اسے مجبور کریں گی تو

www.urdutube.net www.bookstube.net www.urdumovies.net

وہ پھپھو سے ملنے لگے گی۔ اس طرح پھپھو کو بھی سکون ملے گا۔ دو چار دن اس سے بے رخی برتیں، لعن پھٹکار کریں اور خفگی دکھائیں ساتھ ہی اسے گھر کے کاموں کی طرف راغب کریں اور اسے مجبور کریں کہ وہ کوکنگ میں دلچسپی لے۔ اس طرح اس کا ذہن بٹے گا وہ کچھ مصروف ہوگی تو ہر وقت کی الٹی سیدھی سوچوں سے باہر نکلے گی اور پھپھو کی بھی طرف مائل ہوگی۔'' وہ جوش میں آکر انہیں مختلف طریقے سمجھانے لگا۔

شاید جوش میں آکر اس کی آواز زیادہ ہی اونچی ہوگئی تھی یا پھر اتفاقیہ طور پر ایمان اس طرف آگئی تھی۔ اگلے ہی لمحے وہ آتش فشاں بنی اس کے سر پر کھڑی تھی۔

''میرا خیال ہے کہ لگائی بجھائی کا یہ کام عورتوں کو ہی سوٹ کرتا ہے، بہت بھر لیے تم نے نانو کے کان اب اٹھو اور یہاں سے چلتے پھرتے نظر آؤ۔'' وہ تمام تر بدلحاظی سے اس سے مخاطب ہوئی۔

دادو ہائیں، ہائیں کرتی رہ گئیں مگر وہ چپ ہو کر ہی نہ دی اور عامر کچھ سٹپٹا کر اور کھسیا کر اسے دیکھتا رہ گیا۔

''ارے وہ تو مجھ سے ایسے ہی بات کر رہا تھا اس کا مطلب تمہاری برائی کرنا تھوڑی تھا۔ خواہ مخواہ اس پر بگڑ رہی ہو۔'' دادو نے تھوڑا گھبراتے ہوئے اس کی طرف سے صفائی دی۔

''خوب سمجھتی ہوں میں اپنا بھلا اور برا اور نہ ہی میں کوئی چھوٹی بچی ہوں عقل ہے میرے پاس۔ انہیں سمجھا دیں کہ آئندہ میرے بارے میں ذرا سوچ سمجھ کر بات کریں۔ کسی کو میری فکر میں دبلا ہونے کی ضرورت نہیں۔'' وہ کسی لڑاکا عورت کی طرح اس پر برس رہی تھی۔

''ہائیں، ہائیں، ایمان..... کیا بولے جا رہی ہو۔'' دادو نے اسے ٹوکا۔

''ہاں وہ تو نظر آرہا ہے کہ تم کتنی عقل مند ہو اسی لیے دادو سے زبان چلا رہی ہو، بڑے چھوٹے کی کوئی تمیز نہیں تمہیں۔ پوری لڑاکا ڈوئی لگ رہی ہو اس وقت..... یاد رکھو جو لوگ صرف جذبات سے کام لیتے ہیں وہ تمہاری طرح خود ہی کو نقصان پہنچاتے ہیں۔'' بوڑھی دادو کی بے بسی اور ضعیفی دیکھ کر وہ بھی میدان میں کود پڑا۔

دونوں طرف بڑے خوفناک تاثرات چھا گئے تھے اور دونوں ہی ایک دوسرے کو کڑے انداز میں دیکھ رہے تھے۔ اس صورتِ حال سے دادو کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔

''تم اندر جاؤ ایمان..... چلو یہاں سے۔'' وہ ڈپٹ کر بولیں۔

''اور اسے کچھ نہیں کہہ رہیں..... مجھے نہیں، اسے سمجھائیں آپ اور یہاں سے دفع کریں۔'' وہ ضبط کی آخری حدوں پر جا کر بکھرے لہجے میں بولی۔

''ایمان.....'' دادو نے پھر اسے سرزنش کی۔

''ٹھیک ہے پھر آپ اسے ہی صحیح سمجھتی رہیں اگر میں آپ کو اتنی ہی بری لگتی ہوں تو چلی جاتی ہوں یہاں سے۔ بہت ہاسٹل ہیں اس شہر میں، کسی میں بھی رہ لوں گی۔'' اچانک ہی فیصلہ سنا کر وہ جھٹکے سے مڑ کر اندر کو چلی تھی۔

مگر اس سے پہلے ہی دو قدم آگے بڑھ کر عامر اس کی راہ میں حائل ہوگیا اور اس کے بازو کو مضبوطی سے پکڑ کر اسے واپس دادو کی طرف دھکیلا۔ اس کے ہلکے سے دھکے سے وہ لڑکھڑا کر دادو کے پاس آگری۔

''تم ہوتے کون ہو مجھے روکنے والے اور مجھ پر حکم چلانے والے؟'' وہ غصے سے چیخ پڑی۔

''یہ میں تمہیں کچھ دنوں بعد بتاؤں گا۔ ابھی تو تم یہاں بیٹھ کر اپنی بدتمیزی پر دادو سے معافی مانگو..... تمہیں ذرا بھی کسی کا لحاظ نہیں..... وہ تم سے اتنی محبت کرتی ہیں۔ سب کی مخالفتوں کو سہہ کر تمہاری پشت پناہی کر رہی ہیں اور تم نے ایک ہی جملے میں ان

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

کی محبت کو پامال کردیا۔'' دادو کے بوڑھے گم صم سے چہرے پر ایک نظر ڈال کر وہ ڈپٹ کر اس سے بولا۔ اس وقت اس کے لہجے میں کچھ ایسی بات تھی کہ اپنے بکھرے بال چہرے سے ہٹاتے ہوئے اس نے ایک نظر افسردہ سی نانو پر ڈالی پھر امی کی گود میں منہ چھپا کر سسکنے لگی۔

''بے وقوف لڑکی..... کچھ سمجھتی ہی نہیں۔'' اس کے روتے ہچکولے لیتے وجود کو دیکھ کر وہ بے چین ہو کر بہ آواز بلند بڑبڑایا۔ اس سے اس کی سرخ سی آنکھوں میں چھپا ہوا راز ایمان کے دل کو ڈانواڈول کر گیا۔

☆☆☆

منصورہ کی طرف سے اسے بالکل بھی امید نہیں تھی کہ وہ کسی صورت اس کے اور ایمان کے رشتے کے لیے راضی ہوں گی لیکن اس کا دل یہ گواہی دے رہا تھا کہ اس کی بھرپور محبت اسے بدل ڈالے گی۔ اس کی ضد، خودسری اور بے اعتباری بھی ختم ہو جائے گی۔

اس روز کے بعد ایک دن موقع دیکھ کر اس نے دادو کو اپنے اعتماد میں لے لیا۔ دادو کو اور کیا چاہیے تھا وہ تو پہلے ہی اس کے رشتے کے لیے فکرمند تھیں۔ خوشی کے پُرمسرت احساس سے ان کی آنکھوں میں بجھتے دیے چمکنے لگے۔ وہ عام کے فیصلے کو سراہنے لگیں۔

''بس دادو یہ بات ابھی آپ کے اور میرے درمیان رہے گی۔ ابھی امی، ابو کو اس کی خبر نہ ہو۔ ایمان کی عادتوں کی وجہ سے امی بھی اس سے بددل ہیں اور نہ ہی ایمان سے اس بات کا ذکر کریں ورنہ خواہ مخواہ وہ فساد کھڑا کرے گی۔ میں اسے اپنے پیار اور توجہ سے رام کرلوں گا۔ اس کی عادتیں بدلیں گی تو امی بھی خود بخود مان جائیں گی۔'' اس نے پوری تفصیل سے اپنا منصوبہ انہیں سنایا۔

دادو نے بھی اس کی بات سے متفق ہو کر اس بات کو راز میں رکھنے کی حامی بھرلی۔

☆☆☆

ایک نئے مشن کا آغاز بڑے ہی دلفریب انداز میں ہوا۔ وہ باقاعدگی سے ہر روز دادو کے پاس حاضری دینے لگا..... اس کی آمد پر وہ لاکھ جھنجلاتی، پاؤں پٹختی مگر وہ اس کی ناگواری کو بالکل بھی خاطر میں نہ لاتا اور دادو سے باتیں منہمک رہتا۔ اس دوران کبھی اپنے ذومعنی فقروں کی لپیٹ میں اسے بھی لے لیتا تب وہ اور زیادہ جھلا جاتی۔

''آخر یہ یہاں روز، روز کیوں آرہا ہے؟'' بھنا کر ایک دن وہ نانو پر الٹ پڑی۔

''اسے ہے میرا پوتا ہے، کیوں نہ آئے گا..... جیسے تم میری نواسی ویسے وہ میرا پوتا..... جتنا مجھ پر تمہارا حق بنتا ہے اتنا ہی اس کا حق بھی بنتا ہے۔'' دادو نے اسے صاف، صاف جتادیا۔

''بلکہ میرا زیادہ حق بنتا ہے کیوں کہ میں ان کا پوتا ہوں۔ شرعی لحاظ سے بھی اور خون کے لحاظ سے بھی میرا ڈبل حق بنتا ہے۔ دادو کی ہر چیز اور ہر شے پر میرا ڈبل حق بنتا ہے۔ میں جب چاہوں وہ چیز لے سکتا ہوں۔'' نہ جانے وہ کب وہاں آیا تھا اسے خبر ہی نہیں ہوئی اور اس کی ساری باتیں بھی اس نے سن لیں۔ اس کے کرارے سے جواب پر ایمان کو بے حد غصہ آیا۔ خواہ مخواہ کا حق جتانے جو آگیا تھا۔

''ایویں حق بنتا ہے، منہ دھو رکھو اپنا..... یہاں سے کوئی بھی چیز تم بلا اجازت اٹھا کر نہیں لے جاسکتے۔ یہاں میں بھی رہتی ہوں اور میری چیزیں بھی یہاں ہوتی ہیں۔'' اس نے لٹھ مار کر خاصی گرمی سے جواب دیا۔

اور کسی خدشے کے تحت احتیاطاً ٹیبل پر رکھی ڈرائی فروٹ کی برنی اٹھا کر کچن کی طرف چل دی کہ کہیں وہ زبردستی سارا میوہ نہ اڑا لے جائے۔ ویسے ہی اس کی زیادہ آمدورفت سے وہ چڑ رہی تھی۔ اب تک نانو کے ساتھ وہ بلاشرکت غیرے رہ رہی تھی اور چار روز سے وہ اپنا حق جتانے آنے لگا تھا اسی لیے اسے خدشہ

www.urdutubes.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

تھا کہ وہ میوے پر ہاتھ صاف کرنا چاہتا ہے۔

''تمہاری بھی ہر چیز دادو کی چیز ہی ہوئی کیونکہ تم خود بھی تو دادو کی لائق و فرمانبردار نواسی ہو، اس لحاظ سے میرا تو تم پر بھی بہت حق بنتا ہے۔'' کیبنٹ کا دروازہ کھول کر وہ مرتبان اس میں رکھ ہی رہی تھی کہ وہ پیچھے، پیچھے چلا آیا۔

اس کی بات پر ایک لمحے کو وہ سن سی رہ گئی جس کا فائدہ اٹھا کر اس نے میوے کی برنی اس کے ہاتھ سے لے کر بہت آرام سے مٹھی بھر میوہ نکال لیا۔

''کچھ زیادہ ہی خوش فہمی ہے تمہیں.....'' اس نے جھپٹ کر اس کے ہاتھ سے برنی لی اور جلدی سے کیبنٹ کا دروازہ بند کر دیا۔

مگر جب آگے بڑھنے لگی تو اس نے اس کی کلائی تھام لی، وہ چاہنے کے باوجود اس کی گرفت سے کلائی نہ چھڑا پائی۔

''یہ کیا بدتمیزی ہے؟'' وہ جھلا کر بولی۔

''جب کوئی سیدھی طرح بات نہیں سمجھتا تو زبردستی اسے ہتھکڑیاں لگانا پڑتی ہیں۔''

''کیا مطلب؟'' اس نے الجھ کر نہ سمجھنے والے انداز میں براہِ راست اس کی طرف دیکھا مگر پھر اس کی آنکھوں میں ابھرتے جذبوں کو دیکھ کر کچھ خائف ہو کر نظر چرا گئی۔

''اتنا بھی نہیں سمجھتیں کہ میں یہاں روز، روز کس کے لیے اور کیوں آتا ہوں۔'' اس کی گمبھیر آواز نے اس کے دل پر باندھے گئے بند کو ایک ہلکے سے جھٹکے سے توڑ ڈالا۔

''فضول باتیں نہ کرو..... ابھی نانو آگئیں تو سیدھا کر دیں گی تمہیں۔'' اس نے خود کو مضبوط ظاہر کرنے کی بہت کوشش کی مگر آواز کی لرزش پر قابو نہ کر سکی۔ ہر لڑکی کی طرح اس موقع پر وہ بھی کنفیوزڈ ہو گئی تھی اور فطری مشرقیت عود کر آئی تھی۔

''عامر..... عامر بیٹا.....'' اسی وقت دادو کی آواز نے اسے چونکا کر دیا۔

وہ کچھ گھبرا کر اندر کی طرف پلٹا لیکن یہ نہ دیکھ پایا کہ ایمان کے چہرے پر بڑی خوب صورت سی مسکراہٹ آگئی تھی۔ بڑا مثبت نتیجہ سامنے آیا تھا۔ چند ہی دنوں میں اس کی جھلاہٹ اور چڑچڑاہٹ شگفتگی میں بدل گئی۔ دادو تو اس معجزے پر حیران رہ گئیں۔ وہ اپنے پوتے عامر کی صلاحیتوں اور سمجھداری کی معترف ہو گئیں۔

وہ اکثر شام کو چلا آتا۔ دادو سے دیر تک باتیں کرتا ساتھ میں ایمان بھی شامل ہو جاتی۔ بڑے غیر محسوس انداز میں وہ اس کی طرف مائل ہوئی تھی۔ ایمان کے ساتھ مل کر وہ دادو کے بھی بہت سے کام کروا دیتا تھا اور دعائیں بھی بونس میں ملتی رہتی تھیں۔ ایمان بھی اب اس کی عادی ہو گئی تھی۔ اسے بھی عامر کا بدلا، بدلا اور مصالحتی سا روپ اچھا لگ رہا تھا ورنہ تو ہر شخص جیسے اس سے خفا تھا۔ اس کے ساتھ ہونے والی زیادتی پر کسی کو اس سے ہمدردی نہیں تھی۔ سب اسے ہی غلط کہتے تھے اور اس سے بیزار تھے۔

☆☆☆

جہاں آرا اس کی نانی تھیں اور اپنے بڑے بیٹے جمیل کے ساتھ رہتی تھیں جو اس کے سب سے بڑے ماموں تھے باقی دو ماموں الگ گھروں میں رہتے تھے۔ دو خالائیں شادی شدہ تھیں وہ بھی جہاں آرا سے ملنے آتی رہتی تھیں مگر ایمان سے سب ہی بیزار اور خفا، خفا رہتے تھے۔ اس کا دکھ کسی نے بھی نہ سمجھا بس اس کی یہاں رہائش پر کوئی خوش نہیں تھا۔ ان سب کے انہی رویوں نے اسے مزید سب سے بدگمان اور بددل کر دیا۔ نتیجتاً وہ بدمزاج ہو گئی اور سب پر سے اس کا اعتبار اٹھ گیا۔

کوئی بھی اس سے ہمدردی نہ کرتا تھا، خالائیں روکھے رویوں کا مظاہرہ کرتیں، ماموں اسے اچھی نظر سے نہ دیکھتیں۔ کن انکھیوں سے اس کی طرف دیکھ کر

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

اشارے کرتیں تب وہ دل برداشتہ ہو جاتی تھی۔ پہلے ایسا نہیں تھا جیسے تیسے وقت گزر رہا تھا شاید سب کو یہ امید تھی کہ وہ چند دن کی ناراضی کے بعد اپنی ماں کے پاس چلی ہی جائے گی مگر جب وہ اپنی ضد پر قائم رہی اور یہیں براجمان رہی تو سب کی تیوریوں پر بل پڑ گئے۔ چھوٹی موٹی رنجشوں اور کھٹ پٹ کا آغاز ہوا تو زندگی بری اور بہت بری لگنے لگی۔ وہ پہلے سے بھی زیادہ حساس اور سب سے بدظن ہو گئی۔

کئی کئی وقت بھوکی رہتی، سب کی ناگواری اور اپنے دکھ کا بدلہ اس نے اپنی ہی ذات سے لینا شروع کر دیا۔ جہاں آرا سے وہ سنبھالے نہ سنبھل رہی تھی اس کی صحت بھی روز بروز جھٹکتی جا رہی تھی۔ سیماب سے تو اسے بات کرنا بھی گوارا نہیں تھا۔ وہ آتی تو یہ کمرے میں بند ہو جاتی۔ ہر کوشش ناکام ہی رہی۔

اسے دیکھ، دیکھ کر جہاں آرا کا دل کڑھتا رہتا۔ سب گھر والے ایک دوسرے سے ملتے اور ایمان سب سے الگ تھلگ کمرے میں بند رہتی۔ جہاں آرا بھی سب کے رویے دیکھ رہی تھیں۔ اسے نارمل زندگی کی طرف لانے کے لیے انہوں نے صرف اس کی خاطر اپنا پورشن علیحدہ سیٹ کر لیا تاکہ سکون اور چین سے وہ واپس زندگی کی طرف مائل ہو۔ اپنا کچن بھی انہوں نے علیحدہ کر لیا تھا ان کے اس عمل سے سب کو بہت اعتراض ہوا خصوصاً ان کی بہو منصورہ نے بہت برا مانا چونکہ ایمان کی وجہ سے یہ سب کچھ ہوا تھا اس لیے وہ سب اس سے اور بھی کھنچ گئے۔ وہ سب ایمان کے زبردستی یہاں براجمان رہنے پر پہلے ہی خفا تھے اور اس کے سب سے بڑے ماموں جیسے ماں پر تھوڑے برہم بھی ہوئے کہ وہ اس کی ضد میں اس کا غلط ساتھ دے رہی ہیں مگر وہ بھی تو اس کی محبت میں اپنے دل کے ہاتھوں مجبور تھیں۔ سیماب ان کی لختِ جگر تھی تو ایمان ان کی کمزوری تھی اور پھر اگر وہ بھی سب کی طرح اس کا ساتھ چھوڑ دیتیں تو نہ جانے

جینا پڑتا ہے

یہاں پل، پل جلنا پڑتا ہے
ہر رنگ میں ڈھلنا پڑتا ہے

ہر موڑ پہ ٹھوکر لگتی ہے
ہر حال میں چلنا پڑتا ہے

ہر دل کو سمجھنے کے لیے
خود سے لڑنا پڑتا ہے

کبھی خود کو کھونا پڑتا ہے
کبھی چپ، چپ کے رونا پڑتا ہے

کبھی نیند نہ آئے پھولوں پہ
تو کبھی کانٹوں پہ سونا پڑتا ہے

کبھی تو خوشیاں لوٹ آئیں گی
اسی آس پہ جینا پڑتا ہے

کیوں

زندگی میں اس قدر تنہائیاں کیوں ملتی ہیں
مانگو حرفِ دعا تو رسوائیاں کیوں ملتی ہیں

میری سوچ کی حدیں تو مجھ تک محدود ہیں
پھر لوگوں کو میری ذات میں برائیاں کیوں ملتی ہیں

میں ستاروں سے روشن اپنی ذات میں اتر کر دیکھوں
تو اس قدر مجھے ویرانیاں کیوں ملتی ہیں

ہزاروں لبوں کو مسکراہٹیں دے کر بھی
اپنی ذات کی گہرائی میں اداسیاں کیوں ملتی ہیں

مرسلہ: نگینہ ضیا بخش، کراچی

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

اس کا کیا انجام ہوتا۔ وہ اچھی طرح جانتی تھیں کہ وہ یہ سب کچھ اپنی نادانی میں کررہی ہے۔ انہیں پوری امید تھی کہ کچھ عرصہ ان کے پاس رہ کر وہ سنبھل جائے گی اور ماں سے ناراضی ختم کردے گی مگر ایسا نہیں ہوا۔ اس کا غصہ اور ناراضی بڑھتی ہی جارہی تھی۔ اب وہ اسکول گرل نہیں بلکہ کالج گرل تھی لیکن وہ اپنی ضد پر اب تک قائم تھی۔

☆☆☆

رحمت اس روز چھٹی پر تھی اور دادو ہفتہ صفائی منانے پر تلی ہوئی تھیں۔ پوری الماری خالی کرکے نئی ترتیب سے کپڑے رکھ رہی تھیں۔ ان کی اس بے وقت کی صفائی سے ایمان نالاں نظر آرہی تھی۔

''آج تو رحمت بھی نہیں آئی..... پھر بھی آپ یہ بکھیڑا پھیلا کر بیٹھ گئیں۔'' وہ زچ ہوکر بولی۔

''یہ کام رحمت کے کرنے کا نہیں ہے، اب میں اسے اپنی الماری میں تو گھسانے سے رہی۔ اس میں میری بہتیری ذاتی چیزیں اور پیسے وغیرہ رکھے ہوتے ہیں اور یہ کام تو لڑکیوں کے کرنے کے ہیں تم نہیں کروگی تو کون کرے گا۔ اس طرح ساتھ لگ کر کچھ نہ کچھ سیکھ ہی جاؤ گی۔ اب تو مجھ میں وہ دم نہیں رہا ورنہ پہلے میں اکیلے دم سے دس کام نمٹا دیا کرتی تھی۔ تمہارے دادا، خدا انہیں کروٹ، کروٹ جنت نصیب کرے، مجھ سے بہت خوش رہا کرتے تھے۔ اور بیٹا مرد بھی انہی بیویوں سے خوش ہوتے ہیں جو آگے بڑھ کر اس کا پورا کنبہ سنبھال لیتی ہیں۔'' وہ اسے لیکچر پلانے لگیں۔ یہ سب عامر کے کہے کا ہی اثر تھا کہ وہ اس کی تربیت کرنے پر تل گئی تھیں یا پھر وہ چاہ رہی تھیں کہ ان مینوں سے گھبرا کر وہ سیماب کے پاس چلی جائے گی مگر یہ اتنا آسان نہیں تھا۔

''افوہ نانو.....! ایک تو آپ مجھے بہت چھوٹی سی بچی سمجھ کر سمجھاتی رہتی ہیں۔ سب آتا ہے مجھے اور پھر ملازم کس لیے رکھے ہوتے ہیں۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا کہ آج رحمت کے چھٹی کرنے پر آپ نے یہ بکھیڑا کیوں پھیلا لیا۔ اب یہ کارپٹ کو ویکیوم کرنے میں ہی اتنا وقت لگ جائے گا۔'' وہ بیچارگی سے بولی۔

''اوہو، تمہیں کچھ نہیں کرنا تو نہ کرو، جاؤ آرام کرو تم، میں خود ہی سب کرلوں گی۔'' وہ مصنوعی ناراضی سے بولیں۔

''اچھا بتائیں مجھے کیا کرنا ہے۔'' ان کی خفگی دیکھ کر اس نے مجبوراً پوچھا۔

''تم ایسا کرو کہ میرے کمرے کے پردے بدل دو۔ اتنے گہرے رنگ سے مجھے الجھن ہوتی ہے وہ جو فان کلر کے پردے ہیں ناں وہ ڈال دو اور ہاں ریلنگ کو ذرا جھاڑن سے جھاڑ بھی لینا۔'' دادو نے جھٹ اسے کام بتا دیا۔

''ارے یہ اتنے بھاری پردے ہیں..... میرا مطلب ہے اتنے قیمتی اور اچھے ہیں۔'' وہ اتنا ہی کہہ سکی مگر چہرے پر بے انتہا پریشانی کے آثار آگئے۔

''اوہ، نانی، نواسی آج صفائی میں لگی ہیں۔'' عین وقت پر عامر اندر داخل ہوا۔

ایمان کی بیزار صورت دیکھ کر ہنسی تو بہت آئی مگر ضبط کرگیا۔ بڑی کاری گری سے اس نے اسے اس جال میں الجھایا تھا۔

''رحمت کے سامنے یہ کام پھیلاتے ہوئے مجھے الجھن ہوتی ہے، اب تم آگئے ہو تو دو چار کام کرواتے جانا، ایمان غریب کب تک لگی رہے گی میرے ساتھ۔ تمہاری ماں نے جو کھانا بھجوایا ہے وہ کچن میں رکھ دو۔'' انہوں نے مصروف سے انداز میں اسے ہدایات دیں کیونکہ وہی کھانا لے کر آتا تھا۔

''کھانا کہاں ہے دادو؟ اسی لیے تو میں یہاں آیا تھا۔ امی لوگ تو آج سب خالہ کی طرف گئے ہیں اور کھانا بھی نہیں پکا۔'' اس کی اطلاع تھی یا دھماکا۔ دادو سے زیادہ ایمان کی صورت دیکھنے والی ہورہی تھی۔

''اے ہے، یہاں تو پہلے ہی بہت کام پھیلا ہوا

ہے، کیسے نمٹے گا سب؟'' دادو پریشان ہوگئیں۔

''ارے دادو فکر کی کوئی بات نہیں، میں مل کر سب کروادوں گا۔'' اس نے ایمان کی اتری ہوئی صورت کو کن انکھیوں سے دیکھتے ہوئے انہیں تسلی دی۔

''میرا خیال ہے کہ کھانا بازار سے آجائے گا۔'' ایمان نے جھٹ تجویز دی۔

''ارے بازار جانے کا وقت کہاں ہے، گھر میں ہی کچھ سادہ سا پک جائے گا۔ اُدھر ہنڈیا چڑھے گی اِدھر کام بھی نمٹ جائیں گے۔'' دادو نے بھی عامر کا ہی ساتھ دیا۔

''مگر نانو.....؟'' اس نے احتجاج کرنا چاہا۔

''میرا خیال ہے کہ آلو پکالیں گے، وہ آسانی سے پک جاتے ہیں۔'' دادو نے ڈش بھی تجویز کردی۔

''آلو کا بھرتا صحیح رہے گا دادو، اسے پکانے کا بھی مسئلہ نہیں ہوتا نہ اتنا پھیلاوا ہوتا ہے۔'' عامر نے فوراً ان کی بات سے اتفاق کیا۔

''ہاں، یہ صحیح ہے، جاؤ ایمان چھینکے میں سے آلو لے کر اچھی طرح دھو کر ابالنے کے لیے رکھ دو۔'' دادو نے بے نیازی سے آرڈر کیا۔

ان دونوں کے سامنے اس کی ایک نہ چلی وہ منہ بناتی ہوئی وہاں سے چلی گئی۔ عامر نے بہ مشکل اپنی مسکراہٹ دبائی۔

وہ آلو ابالنے کے لیے رکھ کر آئی تب تک وہ قالین پر ویکیوم کرنے کے بعد دادو کے شاہی گاؤ تکیے دیوار کے ساتھ سیٹ کر رہا تھا۔ دادو اب تھک تھکا کر اپنے پلنگ پر آنکھیں موندے بے دم سی لیٹی تھیں۔ اس نے ان کی الماری میں بقیہ کپڑے سیٹ کیے۔ عامر نے ان کے کمرے کے پردے اتار ڈالے وہ دادو کی پسند کے پردے لے کر آئی۔ اور ان کے ہک لگا کر عامر کے سپرد کردیے۔ ان سارے کاموں کے درمیان وہ کوفت کا شکار رہی لیکن عامر کی باتوں نے ذرا بھی تھکن نہ ہونے دی اور کوفت بھی رفتہ رفتہ زائل ہو رہی تھی۔

''چلو بھئی آلو ابل گئے، پہلے آلو چھیل لو پھر جیسے میں کہوں ویسے ان کو چڑھا دینا۔'' دادو نے ظالم ملکہ کی طرح آرڈر دیا۔

''ہاں، ہاں ہم مل کر سب کرلیں گے۔'' اس کی صورت دیکھ کر عامر نے پیشکش کردی۔ وہ دونوں کچن میں چلے گئے۔ آلو کا بھرتا منٹوں میں تیار ہوگیا تھا۔ وہ کچن سے باہر آئی تو عامر نے پائپ لگا کر اگلا برآمدہ دھو ڈالا اس نے بنا پیشانی پر شکن لائے وائپر سے سارا پانی سوت دیا۔ زندگی اتنے دلفریب رنگوں سے پُر ہے، یہ اسے آج معلوم ہوا تھا۔ عامر کے سنگ، سنگ ہر کام کرتے ہوئے بڑا اچھا لگا تھا۔

''ہاں بھئی کیسا رہا تجربہ میرے ساتھ کام کرنے کا؟'' کھانے کے بعد وہ از خود ہی چائے تیار کرکے لایا تو پوچھ بیٹھا۔

''آں..... کچھ برا تو نہیں.....'' اس نے کمال صفائی سے سرسری سے انداز میں کہا۔ ورنہ دل کی دھڑکنیں رک، رک سی گئی تھیں۔

''تو پھر کیا خیال ہے بندے کو ساری عمر کا غلام بنانے کے بارے میں؟'' بہت اچانک ہی اس نے بڑی بے باکی سے پوچھ لیا۔

وہ سٹپٹا سی گئی اور اس کے چہرے پر بڑے خوب صورت سے رنگ بکھر گئے۔ عامر کے لبوں پر بڑی جاندار مسکراہٹ ابھر آئی۔ اس کا مشن کامیاب جا رہا تھا۔

☆☆☆

اس روز وہ گھر میں داخل ہوا تو اسے ماحول پر بوجھل پن محسوس ہوا جیسے کسی کی سرد آہیں فضا میں حلول کرگئی ہوں۔ وہ گھبرا کر ماں کے پاس چلا گیا۔

''خیریت تو ہے، آج گھر میں اتنی خاموشی کیوں ہے؟'' اس نے پوچھا۔

''یہ ساری اسی کی نحوست ہے جب تک وہ

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

یہاں سے ایسا ہی ہوتا رہے گا، کیسی بے رحم اور نافرمان لڑکی ہے۔ ماں کا دل دکھاتے اسے ذرا بھی افسوس نہیں ہوتا۔'' انہوں نے ناگواری سے کہا۔

''اوہ مائی گاڈ.....'' اس نے تاسف سے سر تھام لیا۔ ''اتنی کوشش کے بعد تو وہ سنبھلی تھی اب پھر وہی سلوک اور سب کی طنزیہ نگاہیں.....'' وہ سمجھ گیا کہ سیماب پھپھو آئی تھیں۔

''پھپھو گئیں یا ابھی ہیں؟'' وہ کچھ سوچ کر سوال کرتے ہوئے فیصلہ کن انداز میں اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔

''رہنے دو..... تم بلاوجہ اس کے معاملے میں نہ بولو۔ ویسے بھی وہ دو منٹ میں آپے سے باہر ہو جاتی ہے اور میں دیکھ رہی ہوں کہ تم کچھ زیادہ ہی اُدھر جا رہے ہو۔'' کئی دنوں کی تشویش کو بالآخر انہوں نے زبان دے ہی ڈالی۔

''اوہو امی، میں تو دادو کی وجہ سے وہاں جاتا ہوں۔'' اس نے کھسیا کر وضاحت دی اور دوسرے پورشن کی طرف بڑھ گیا۔ وہ سیدھا دادو کے پاس پہنچا۔ حسبِ توقع جہاں آرا گم صم فکرمندی بیٹھی تھیں۔

''میں نے اسے کئی بار منع کیا ہے مگر وہ ہر بار اس پتھر سے سر پھوڑنے چلی آتی ہے۔'' اضطراب ان کے چہرے کی شکنوں میں نظر آ رہا تھا بیٹی اور نواسی کی جنگ نے انہیں نڈھال کر دیا تھا۔ وہ سیدھا ایمان کے کمرے کی طرف بڑھا اور آوازوں پر چونک کر رک گیا۔

''ایمان بیٹا، میرا یقین کرو میں نے صرف تمہاری خاطر یہ قدم اٹھایا تھا۔ تمہارا مستقبل سنوارنے کے لیے.....'' سیماب بہت لاچاری سے اسے وضاحت دے رہی تھیں۔ مگر وہ کٹھور بنی کھڑی رہی۔

''اپنے مفاد میں مجھے استعمال نہ کریں تو بہتر ہے۔ آپ کو خود اپنی زندگی مجھ سے زیادہ پیاری تھی۔ جبھی تو اتنی جلدی مجھے چھوڑ کر دوسری شادی کر لی آپ نے۔'' وہ سنگدلی سے بولی۔

''یہ غلط ہے ایمان، میرے سامنے صرف اور صرف تمہاری بہتری تھی، تم خود مجھے چھوڑ کر یہاں اپنی مرضی سے رہ رہی ہو، تمہارے ڈیڈی کو تمہارے میرے ساتھ رہنے پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔'' وہ اسے سمجھانے لگیں۔

''مت کہیں اس اجنبی شخص کو میرا ڈیڈی اور پلیز آپ مجھے بھول جائیں، مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں۔ مت آیا کریں یہاں پر..... آپ کی وجہ سے یہاں سب مجھ سے نفرت کرتے ہیں، میرے ڈیڈی تو میرے لیے بہت پہلے مر گئے تھے اب میں ماں کو بھی صبر کر لوں گی اور وہ گھر جہاں آپ رہتی ہیں میرا نہیں آپ کے شوہر کا ہے۔'' وہ نفرت سے بولی۔

''ایمان تم سمجھنے کی کوشش تو کرو، یہ سب میں نے تمہارا مستقبل محفوظ کرنے کے لیے ہی کیا ہے، ورنہ میرے تو دونوں ہاتھ خالی تھے۔ کوئی پراپرٹی، کوئی بینک بیلنس نہ تھا، جو عزت اپنے گھر کی چھاؤں میں ملتی ہے وہ دوسروں کے در پر نہیں ملتی۔ میں نے افضال سے شادی صرف اس وجہ سے کی ہے کہ تم دوسروں کے رحم و کرم پر نہ پلو..... افضال کو بھی تمہارا بہت خیال ہے، تم میری بات پر غور تو کرو۔'' اس کے لاکھ بے رخی برتنے کے باوجود وہ اس کے لیے فکرمند تھیں۔

''نہیں کرنی مجھے آپ کے لائے ہوئے کسی بھی شخص سے شادی..... اپنی زندگی تو سیٹ ہو گئی ناں آپ کی، ٹھوکروں میں تو آپ نے مجھے رکھ دیا ہے اب پلیز مجھے ڈسٹرب نہ کریں۔'' وہ انتہائی ترشی اور رکھائی سے بولی۔

اس نئی اطلاع پر عامر بری طرح چونکا۔ یہ نئی اطلاع ابھی ابھی اس کے علم میں آئی تھی۔ لیکن پھپھو کی بیچارگی اس سے دیکھی نہ گئی وہ کمرے میں داخل ہو گیا۔

''ایمان..... یہ کیا حرکت ہے، ماں ہیں وہ تمہاری.....'' اسے بڑا مان تھا کہ اس کی بات وہ ضرور سن لے گی۔

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

''سوری مسٹر، یہ ہمارا ذاتی معاملہ ہے، بہتر ہے کہ اس میں تم نہ بولو اور پلیز مسز افضال اب آپ جاسکتی ہیں۔'' اس نے عامر کو مخاطب کرنے کے بعد افسردہ سی سیماب کو اجنبی لہجے میں مخاطب کیا۔

عامر کو اس سے اس کی سنگ دلی پر بے تحاشا غصہ آیا وہ پھپھو کو اپنے بازوؤں میں لے کر کمرے سے باہر نکل گیا۔

ان کے سب حالات اس کے سامنے تھے۔ وہ مظلوم بھی تھیں اور قابلِ رحم بھی..... جہاں آرا نے اپنی چھوٹی بیٹی سیماب کی شادی بڑے دھوم دھڑکے سے کی تھی مگر وہ مقدر کی کھوٹی نکلیں۔ شادی کے پانچ ماہ بعد ہی ان کے شوہر نے ان پر بدچلنی کا الزام لگا کر انہیں طلاق دے دی۔ سیماب کی جوانی پر داغ لگ گیا۔ وہ ماں بننے والی تھیں۔ دراصل یہ تو اس بے غیرت شخص کا ایک بہانہ تھا۔ وہ گھر بسانے والا آدمی ہی نہیں تھا۔ غلط کاموں میں تھا مگر ان لوگوں کو حقیقت پتا نہیں چل سکی۔ ایمان نے اپنی نانو کے گھر میں ہی جنم لیا۔ اپنا بچپن اور زندگی کے خوب صورت ماہ و سال اس نے یہیں گزارے۔ ماموں، خالہ اس پر جان چھڑکتے تھے لیکن سیماب کی بھری جوانی بھی ان سب کے لیے باعثِ تشویش تھی۔ ایک لمبی عمر اسے گزارنی تھی اس طرح تن تنہا کب تک گزارتی، سیماب تو دوسری شادی کے لیے تیار ہی نہیں ہوئی تھی لیکن آٹھ دس سال گزارنے کے بعد اسے بخوبی اندازہ ہوگیا کہ اپنا گھر پھر اپنا گھر ہی ہوتا ہے۔ ایک مرد کی سرپرستی بہر حال بہت ضروری ہوتی ہے، سب بھائی بہنوں کے اپنے اپنے گھر آباد تھے۔ سب ہی اس کا بہت خیال رکھتے تھے لیکن کئی مرحلوں پر انجانے میں ہی اس کی دل آزاری ہوئی تو اسے اپنی بے بسی کا شدید احساس ہوتا۔

اس نے گہرائی میں جا کر غور کیا تو ایمان کا مستقبل کسی گہرے اندھے کنویں کی طرح منہ کھولے نظر آیا۔ افضال کا رشتہ آیا تو اس نے زیادہ چوں چراں نہ کی مگر بیٹی کے لیے دل ڈگمگا تا رہا لیکن کچھ وقت کی آزمائش جان کر اس نے وہ وقت بھی گزار دیا۔

جس وقت اس کی افضال سے شادی ہوئی ایمان دس بارہ سال کی تھی۔ یہ سب کچھ اس کے لیے قطعاً عجیب اور غیر متوقع تھا۔ اس نے سوچا بھی نہیں تھا کہ اس کی ماں کسی دوسرے شخص کی بیوی بن کر پرائی ہو جائے گی۔ وہ چپ چاپ خالی آنکھوں سے یہ سب دیکھتی رہی۔ شادی کے شروع دنوں میں جہاں آرا نے مصلحتاً اسے خود ہی سیماب کے پاس نہ بھیجا۔ وہ چاہتی تھیں کہ سیماب اپنے گھر میں سیٹ ہو جائے اور میاں بیوی میں ذہنی ہم آہنگی ہو جائے اِدھر کچھ وقت ایمان کو بھی ذہنی طور پر تیار کرنے کے لیے درکار تھا۔ لیکن ایمان کا ردِعمل بہت شدید نکلا..... وہ تو سمجھ رہی تھی کہ ایمان بچی ہے، بہلانے پھسلانے اور سمجھانے سے سمجھ جائے گی لیکن ایمان کی توقعات کو شدید دھچکا لگا تھا۔ پہلے ہی وہ اپنے باپ سے محروم تھی اس نے خود ہی فرض کر لیا کہ وہ اپنی ماں کو بھی کھو چکی ہے، وہ سیماب سے شدید ناراض ہوگئی۔

☆☆☆

''یہ کیا نیا چکر ہے دادو، کیا پھپھو ایمان کے لیے کوئی رشتہ لائی تھیں؟'' اگلے ہی دن وہ دادو کے پاس پہنچ گیا تھا۔

''یہ سارا ہنگامہ اسی کا تو تھا۔ ارے بھئی کب تک وہ اینٹھی بیٹھی رہے گی، یوں نہ سہی تو یوں ہی سہی کہ وہ اپنے گھر ہی چلی جائے مگر اس نے تو طوفان کھڑا کر دیا۔'' دادو تو جیسے اسی کی منتظر تھیں کہ وہ آئے تو دل کا غبار نکالیں۔

''تو کیا ضرورت تھی پھپھو کو اس سے یہ بات کرنے کی..... کیوں اس کے رشتے کے لیے ہلکان ہو رہی ہیں وہ..... کون سا وہ ان کی ہر بات مانتی ہے اور ان کی عزت کرتی ہے۔'' وہ اپنے مطلب کی بات پر جلد ہی آ گیا۔

www.urdutube.net www.bookstube.net www.urdumovies.net

''بیٹا وہ ماں ہے اس کی، وہ نہیں سوچے گی تو کون سوچے گا۔ مجھ بڑھیا میں اتنا دم کہاں ہے کہ اس کی شادی کے لیے ماری، ماری پھروں، افضال بھلا آدمی ہے وہ اسے اپنی سرپرستی دینے پر بھی رضامند ہے۔ تبھی تو سیماب کا نکاح اس سے کیا تھا میں نے۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ یہ اتنا فساد ڈالے گی، پہلے۔ چھوٹی تھی تو چلو میں نے یہ سوچا کہ ابھی اسے سمجھ نہیں ہے مگر اس نے تو ماں سے بیر ہی پال لیا ہے۔ وہ رشتہ بھی افضال کی معرفت آیا ہے لیکن یہ لڑکی..... چچ چچ.....'' دادو نے دھیرے، دھیرے ساری بات بتادی۔

ان کے بولنے کے دوران وہ بے چینی سے پہلو بدلتا رہا۔ دادو تو ایسے بن رہی تھیں جیسے اس کے اور ان کے درمیان کوئی بات ہی نہیں ہوئی تھی۔ شاید بڑھاپے میں ان کا حافظہ کمزور ہوگیا ہے۔

''تو دادو آپ پھپھو کو میرے بارے میں بتادیں ناں۔'' ہولے سے کھنکھار کر اس نے ان سے کہا۔ اس نے سوچ لیا تھا کہ اب اس بات کو منظر عام پر لانے کا موقع آگیا ہے۔

''اے لو، تم نے خود ہی تو منع کیا تھا کہ ابھی اس بات کو راز رہنے دو اگر سیماب کو بتادیتی تو وہ اسی وقت تمہارے لیے جان چھڑکتی۔ بھتیجے سے بڑھ کر کوئی دوسرا کیسے ہوسکتا ہے۔ مگر ابھی تمہارے اماں، باوا کی طرف سے کوئی سلسلہ شروع نہیں ہوا ان کی رضامندی کے بغیر یہ بات منہ سے نکالنی غلط ہے اور سیماب سے تذکرہ کرنے کا مطلب یہ ہوا کہ وہ افضال سے بھی اس بات کا تذکرہ کردے گی۔ ابھی ایمان کی مرضی بھی نہیں معلوم..... نہیں بھئی ایسے نہیں، سب کے علم میں بات لائی جائے گی تبھی کچھ ہوگا ورنہ تمہاری ماں کچھ کم شور نہیں مچائے گی اور میں نہیں چاہتی کہ اس کی زندگی کو مزید عذاب بناؤں۔'' دادو نے بڑی دور اندیشی اور سوجھ بوجھ سے اس کے سامنے حقائق بیان کیے جن پر اس نے ابھی غور نہیں کیا تھا۔

''میرا خیال ہے کہ آپ امی، ابو سے بات کرلیں اور ایمان سے تو میں خود ہی بات کرلوں گا۔'' اس نے پوری، پوری آمادگی کے ساتھ کہا۔ گزرے دنوں میں وہ ایمان کو پرکھ چکا تھا اور جانتا تھا کہ اپنی محبت سے اس پر اپنا اعتبار قائم کرچکا ہے۔

''نہ بھئی! میرے کندھے پر رکھ کر بندوق نہ چلاؤ، میں تو اس کی وجہ سے پہلے ہی بری ہوں کہ اس کی حمایت کرکے اسے سر چڑھا لیا ہے، اب یہ ہوگا کہ زبردستی ہمارے سر لادو رہی ہیں، جو بھی کرو خود کرو، چاہے خود ان سے بات کرو یا اپنے کسی چچا یا پھپھو کے ذریعے کرواؤ..... میں نہیں بولوں گی خود سے۔'' دادو نے اپنا دامن صاف بچالیا۔

عامر نئی سوچ میں پڑ گیا، وہ دادو کے کمرے سے باہر آیا تو ایمان اسے لاؤنج میں ہی مل گئی۔ اسے دیکھا تو بے رخی سے رخ پھیرلیا۔ وہ دو قدم آگے بڑھ کر اس کے سامنے جا کھڑا ہوا۔

''میں نے کیا کہا ہے جو تم مجھ سے بھی ناراض ہوگئیں؟'' اس نے پورے استحقاق سے پوچھا۔ اس کے بیضوی چہرے پر دکھ کی سفیدی سی اڑی اور خفا خفا سے روپ میں تیکھے تیکھے نقوش کچھ اور بھی دلکش لگنے لگے۔

''تم بھی تو انہی کی وکالت کررہے تھے ناں.....'' وہ ناراضی سے بولی۔

''ایمان وہ ماں ہیں تمہاری..... معاف کردو انہیں..... انہیں بھی ایک مخلص سہارے کی ضرورت تھی۔ کوئی غلط نہیں کیا انہوں نے، ہمارے مذہب میں تو شوہر کے مرنے کے بعد یا مطلقہ عورت کو دوسری شادی کرنے کی اجازت دی گئی ہے.....'' نرمی سے اسے اس نے قائل کرنا چاہا۔

''بس رہنے دو اپنا یہ لیکچر..... اگر وہ میری ماں ہوتیں تو اتنی خودغرضی کا مظاہرہ نہیں کرتیں۔ انہوں

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

نے صرف اپنا گھر بسالیا۔ اپنی پروا کی..... جب وہ میرے سامنے آتی ہیں تو مجھے لگتا ہے کہ وہ میری ماں نہیں بلکہ کوئی پرائی عورت ہے جو اپنے شوہر کے گھر میں ہنسی خوشی رہتی ہے۔'' وہ خود کو زیادہ دیر مضبوط نہ رکھ سکی اور بے اختیار دل کی بات کہہ گئی۔ اس کی اداس آنکھوں میں ستارے چمکنے لگے اور چہرے پر دکھ کی گہری گھٹا چھا گئی۔ اس وقت عامر کو وہ بہت مظلوم اور خود ترسی کا شکار لگی۔ وہ اسے اس کیفیت سے جلد سے جلد باہر نکالنا چاہتا تھا اسی لیے اس نے ایمان سے صاف، صاف بات کرنے کا فیصلہ کرلیا۔

''اچھا چھوڑو اس بات کو..... یہ بتاؤ کہ اگر میں ساری عمر کے لیے تمہارا ہاتھ تھامنا چاہوں تو انکار تو نہیں کروگی؟'' بہت اچانک ہی اس نے بڑے سادہ سے انداز میں پوچھ ڈالا اور ایمان نے بری طرح جھینپ کر رخ موڑ لیا۔ دل کے تار بڑے ہولے سے کسی نے چھوئے تھے۔

''کیا ہوا، کیا میں اتنا ہی برا ہوں کہ دیکھنا بھی گوارا نہیں..... اس کا مطلب ہے کہ تمہیں انکار ہے؟'' اس نے پوچھا۔

''میں نے یہ تو نہیں کہا۔'' اس نے جلدی سے اس کی بات نفی کی۔

''اچھا تو تمہیں قبول ہے۔'' وہ ہنس دیا۔ ''تمہیں میرا ساتھ دینا ہوگا ایمان..... ہر حال میں..... ہر طرح سے..... دیکھو ہماری راہ میں بہت رکاوٹیں ہیں۔'' اس نے خاص لہجے میں اسے باور کرایا۔ وہ اسے اس بھنور سے نکال کر ڈھیروں خوشیاں دینا چاہتا تھا اور اس کے اقرار نے عامر کے تن من کو نرم پھوار کے مانند سیراب سا کردیا۔

آنے والے حالات اچھے دکھائی نہیں دے رہے تھے۔ عامر کے منہ سے بات نکلنے کی دیر تھی کہ سارے گھر میں بھونچال سا آگیا۔ منصورہ نے صاف انکار کردیا، وہ تو اسے پہلے ہی اچھا نہیں سمجھتی تھیں کجا یہ کہ وہ ان کی بہو بن کر ان کے گھر میں دندناتی پھرتی۔

''یہ ناممکن ہے..... قطعاً ناممکن.....'' انہوں نے فیصلہ صادر کردیا۔

''امی وہ کوئی غیر نہیں ہماری اپنی ہے..... ہماری پھپھو کی بیٹی ہے، اس کی غلطیوں کو ہم ہی تو درست کرنا ہوگا۔ آپ دیکھیے گا کہ وہ ہم میں گھل مل کر بالکل ٹھیک ہوجائے گی۔'' عامر نے انہیں سمجھایا۔

''نہ بابا، جب وہ لڑکی اپنی ماں کو نہیں گردانتی تو ہماری کیا عزت کرے گی حشر نشر کردے گی سارے گھر کا..... سیماب تو اس کے پیچھے خوار ہوکر بیمار پڑگئی ہے۔ اس دن فون پر بھی بہت رو رہی تھی وہ۔'' وہ تو ایک فیصد بھی راضی ہونے کو تیار نہیں تھی۔

''امی، آپ ایمان کو چھوڑ کر اسے اپنے بیٹے کی خواہش سمجھ کر تو غور کریں ناں، میں اس کی نادانی اور غلطی کو درست کرنا چاہتا ہوں۔ آہستہ، آہستہ وہ ٹھیک ہوجائے گی اور پھپھو سے ناراضی بھی ختم ہوجائے گی۔'' اس نے ہر طرح سے انہیں منانا چاہا مگر ناکام رہا۔

''مجھے ایسی ضدی لڑکی کو اپنی بہو نہیں بنانا.....

بزرگ پالنا

بزرگ پالنا آسان نہیں۔ اہلِ مغرب ہر جانور پال لیتے ہیں مگر بزرگ پالنے کا ان میں بھی حوصلہ نہیں۔ وہ کتے شوق سے پالتے ہیں بقول میرے دوست ف ''کتوں کو گھر میں نہیں پالنا چاہیے۔ انسانوں کے ساتھ رہ کر ان کی عادتیں خراب ہوجاتی ہیں وہ مزید کتے ہو جاتے ہیں۔''

یونس بٹ کی شیطانیاں سے اقتباس

مرسلہ: ماہا بلوچ، میرپور خاص

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

بس۔'' اس کی ہر دلیل کو رد کر کے انہوں نے اپنا قطعی فیصلہ سنا ڈالا۔ اور ان کے ساتھ سب ہی شامل تھے۔ جس نے بھی سنا اس کی بات کی مخالفت کی۔ اس نے باپ کی حمایت چاہی تو انہوں نے بھی معذرت کرلی۔ عامر کو معلوم تھا کہ اسے اسی سخت ردِعمل کا سامنا کرنا پڑے گا اس لیے وہ ہر قسم کے امتحان اور صورتِ حال کے لیے تیار تھا لیکن بات پھیلی تو اس کی لپیٹ میں ایمان بھی آگئی اور سب پہلے سے بھی زیادہ اس کے خلاف ہوگئے۔ سارے گھر میں ایک ناپسندیدہ سی فضا چھا گئی کیونکہ سب کو سیماب سے ہمدردی تھی اور ایمان کو وہ سب ہی غلط سمجھتے تھے۔

''عامر تم نے تو مجھے سب کی نظروں سے اور بھی گرادیا، میں تو پہلے ہی بہت بری تھی۔'' وہ عامر سے ملی تو سسک پڑی۔ ان تلخ و ترش باتوں نے اسے توڑ ڈالا تھا اور چند ہی روز میں اس کا روپ کملا گیا تھا۔

''مجھے بھول جاؤ عامر..... میں واقعی اس قابل نہیں ہوں۔ میری ماں نے اپنی زندگی سنوار کر مجھے ہمیشہ کے لیے برباد کردیا ہے، میں واقعی بہت بری ہوں..... بہت بری۔'' وہ روتی ہوئی اپنے کمرے میں چلی گئی۔

اس نے اپنے کمرے کا دروازہ بند کیا تو اسے لگا جیسے اب سارے دروازے بند ہوگئے، اب کوئی راستہ کبھی نہیں کھلے گا۔ اس بند دروازے نے ایمان کی قسمت اور خوشیوں کو ہمیشہ کے لیے قید کردیا ہے۔ اس کا جی چاہا کہ اس بند دروازے کو توڑ ڈالے۔

☆☆☆

بالآخر وہ اپنے مشن میں کامیاب ہوگیا..... سب یک دم ہی راضی ہوگئے۔ جمیل احمد نے خود دادو سے عامر اور ایمان کے رشتے کی بات کی، نہ جانے عامر نے اس بار کیا پالیسی اختیار کی تھی کہ وہ سب لوگ مان گئے تھے۔ اسے عامر کے نام کی انگوٹھی پہنادی گئی۔

''مجھے نہیں معلوم تھا کہ یہ معجزہ بھی ہوسکتا ہے۔ آخر یہ سب کیسے ہوا؟'' وہ اس سے پوچھ بیٹھی۔

''یہ سب چھوڑو اور اچھی لڑکیوں کی طرح پیا دیس جانے کی تیاریاں کرو۔'' اس کی بات پر وہ شرما کر رہ گئی اور مزید کچھ نہ پوچھ سکی۔

دن ایک دم ہی بہت حسین ہوگئے تھے۔ طبیعت پر چھایا ہوا بوجھل پن رخصت ہوا اور ایک سرشاری سی اس کے پورے وجود میں دوڑ کر اسے شاداب بنا رہی تھی لیکن اس روز اس کی ساری خوشی ایک جھماکے سے رخصت ہوگئی۔

''صرف اور صرف سیماب کی وجہ سے میں اس جیسی ناخلف اور نافرمان لڑکی کو بہو بنانے کے لیے راضی ہوا ہوں، میری بہن اتنے دکھ سہہ چکی ہے کہ اسے مزید دکھ دینا مجھے گوارا نہیں ہوا۔ اسی لیے اس کی بات مجھ سے ٹالی نہیں گئی۔ ورنہ ایمان کے اندر کوئی خوبی نہیں۔'' جمیل ماموں، نانو کے پاس بیٹھے اپنے دلی جذبات کا اظہار کررہے تھے۔

وہ ایک دم ہی آسمان سے زمین پر آگئی۔ وجود میں بھڑکتی چنگاریاں شعلہ بن کر اسے خاکستر کرنے لگیں۔ اسے اپنی نام نہاد ماں کا کوئی احسان لینا گوارا نہیں تھا خواہ اس کے لیے اسے اپنی محبت ہی سے محروم ہونا پڑتا۔ اس کے نزدیک ان کا جرم اتنا بڑا تھا کہ انہیں معاف نہیں کیا جاسکتا تھا۔ صرف ایک لمحہ لگا تھا اسے فیصلہ کرنے میں۔ وہ آندھی طوفان کی طرح اس کے پاس گئی اور انگوٹھی اتار کر اس کے سامنے پھینک دی۔

''نہیں چاہیے مجھے یہ بھیک..... مجھے نہیں معلوم تھا کہ اس رشتے کے لیے تم نے ان خاتون کو آڑ بنایا ہے جنہیں ہمیشہ اپنی خوشیاں ہی عزیز رہیں، ان کی سفارش پر طے کیے گئے اس رشتے کو میں خود اپنے ہاتھوں ختم کررہی ہوں۔'' وہ انتہاؤں پر جاچکی تھی۔

''ریلیکس ایمان..... آرام سے میری بات

www.urdutube.net www.bookstube.net www.urdumovies.net

سنو۔'' وہ اسے پچکارنے لگا۔

''مجھے کچھ نہیں سننا.....'' وہ سخت لہجے میں بولی۔

''ایمان یہ حقیقی زندگی ہے، کوئی اسٹیج ڈراما نہیں ہے۔ آخر تم حقیقتوں کو سمجھنے کی کوشش کیوں نہیں کرتیں۔ تم نے میری محبت کو جھٹلانے کے بارے میں سوچا بھی کیسے؟ پھپھو بھی تم سے بہت محبت کرتی ہیں اسی لیے انہوں نے میری خواہش پر ابو سے تمہارے رشتے کی سفارش کی ہے۔'' اس نے اسے سمجھانا چاہا۔

''یہ محبتوں کے ڈھونگ میں خوب جانتی ہوں، جب اپنا مفاد ہو تو لوگ محبتوں کو بھی بدل لیتے ہیں۔'' وہ انتہائی تنفر سے بولی۔

''شٹ اپ ایمان، بہت سن لیں میں نے تمہاری الٹی سیدھی باتیں، ختم کرو اس خود ترسی کو جس میں تم جی رہی ہو اور اپنے ساتھ سب کی زندگی عذاب بنا رہی ہو، ہزاروں بچوں کے ماں، باپ دوسری شادی کرتے ہیں مگر کبھی کوئی تمہاری طرح ری ایکٹ نہیں کرتا۔ افضال انکل کی سگی بیٹیاں تک سیماب پھپھو کو اتنی عزت اور احترام دیتی ہیں اور تم ان کے ساتھ کیسا سلوک کر رہی ہو جبکہ افضال انکل کھلے دل سے تمہیں قبول کرنے کو تیار ہیں۔ مگر تم بہت کم ظرف اور تنگ دل ہو اسی لیے آج اکیلی ہو۔'' اس نے ترش لہجے میں اسے حقیقت کا تلخ آئینہ دکھا ڈالا۔ وہ کچھ دیر ششدر سی اسے دیکھتی رہی جیسے اس کے بدلے ہوئے لہجے پر اسے صدمہ ہو رہا ہو۔

''ہاں، میں کم ظرف ہوں، بہت بری ہوں اس لیے مجھے چھوڑ دو۔ مجھے ایسی ماں کی محبت اور سفارش کی کوئی ضرورت نہیں جسے اپنا گھر بسانے سے مطلب ہو۔'' وہ پوری شدت سے چلائی اور ایک جھٹکے سے مڑ کر واپس چلی گئی۔

''تم اچھا نہیں کر رہی ہو ایمان..... محبتوں کو کبھی ٹھکرایا نہیں کرتے..... ورنہ پچھتانا پڑتا ہے۔''

اس کی صدا نے دور تک اس کا پیچھا کیا مگر اس نے مڑ کر نہ دیکھا۔

اس نے تو عامر کی بجھی آنکھوں اور دھواں، دھواں چہرے کو بھی نہ دیکھا۔ محبت اس کے لیے روگ بن گئی تھی۔ وہ لڑکی اسے زخم دے گئی تھی۔

پھر سب کچھ بہت جلدی میں ہوا..... اس کی ضد کوئی نہ توڑ سکا۔ منصورہ کے توسط سے آنے والے ایک قابلِ قبول رشتے کو اس کی رضامندی کے بعد قبول کر لیا گیا۔ وہ ساری یادوں، باتوں اور عامر کے ٹوٹے دل کی خواہشوں کو اپنے حنائی قدموں تلے روندتی ہوئی بڑی سنگدلی سے چل دی۔ پیچھے صرف اڑتے غبار کی دھول رہ گئی تھی۔ وہ اپنے شوہر کے ساتھ جرمنی چلی گئی تھی اور عامر بھی دل برداشتہ ہو کر ملک سے باہر چلا گیا۔

☆☆☆

اب سات سال بعد وقت نے اسے پھر اسی دہلیز پر لا کھڑا کیا تھا جہاں سے وہ چلی تھی۔ ایک گہرا حزن اس کی شخصیت پر چھایا ہوا تھا..... وقت نے اس کی سوچ، فکر اور شعور کو گہرائی بخشی تھی اور اس اور اک نے اسے اذیت سے ہمکنار کر رکھا تھا۔ ہار سنگار کے درخت تلے کھڑی وہ کسی کو ڈھونڈ رہی تھی۔ وہ بے قرار سراپا جو اس کے لیے دیوانہ وار وہاں آیا کرتا تھا اور اب ماں کا سامنا کرنے کی اس میں ہمت نہیں تھی۔

یہ گھر، یہ دیوار و در جہاں اس نے ایک عمر بسر کی تھی اسے اب پرائے لگ رہے تھے کیونکہ اب وہاں بھی اس کے لیے وہ گنجائش نظر نہیں آ رہی تھی۔ فہد کی حادثاتی موت نے اسے بڑے عجیب حالات سے دوچار کر دیا تھا۔ مشکل دنوں میں فہد کی جائداد ٹھکانے لگ گئی تھی اور اس کی وفات کے بعد اس کا کاروبار اس کے بزنس پارٹنر نے ہڑپ کر لیا تھا۔ اس کے پاس زندگی بسر کرنے کو کوئی ٹھکانا نہیں تھا۔ اسے

www.urdutube.net www.bookstube.net www.urdumovies.net

شدت سے اس بات کا احساس ہو رہا تھا کہ اس کی ماں سیماب نے بھی کن حالات میں اور کس وجہ سے شادی کی تھی۔ ان چند سالوں میں اس کا سارا غرور، غصہ اور خناس نکل چکا تھا اب وہ ایک ہاری ہوئی اور ٹوٹی ہوئی شکستہ حال اسی راہ پر کھڑی تھی جس پر کبھی اس کی ماں کھڑی ہوئی تھی۔

برسوں بعد وہ ماں کے درد سے آشنا ہوئی تھی لیکن اس سے اسی قدر شرمسار بھی تھی۔ اپنی نفرت اور غصے میں اس نے کبھی ماں کے دکھ کو سمجھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

''محبتوں کو کبھی ٹھکرایا نہیں کرتے ایمان، ورنہ پچھتانا پڑتا ہے۔'' عامر کی صدا کی بازگشت بڑی شدت سے اس کی سماعت میں گونج رہی تھی۔

اسی وقت ایک ہمدرد لمس اس کے شانے پر آٹھہرا۔ اس نے چونک کر سر اٹھایا تو سامنے کھڑی کمزور اور خستہ حال سی ماں کو دیکھ کر اس کا سارا وجود بھر بھری ریت کے مانند بکھرنے لگا۔ ایک لمحے عرصے کی تھکن اس کے سارے وجود میں اتر آئی۔ وہ کسی محروم ننھے بچے کے مانند اس کی آغوش میں سمٹ کر رو پڑی۔

''مجھے معاف کردیں امی..... مجھے معاف کردیں۔'' وہ زار زار رو رہی تھی۔

''میں تو تم سے کبھی ناراض ہی نہیں رہی میری جان..... میں تو تمہارے لیے دعا کرتی رہتی تھی۔'' ممتا نے دل کھول کر اسے خود میں سما لیا۔

زندگی نے کایا پلٹ لی تھی۔ وہ اپنی ماں سے راضی ہوگئی تھی لیکن ایک بے سکونی اور کسک اسے چین نہیں لینے دے رہی تھی۔ زندگی میں اس نے بے شمار غلطیاں کی تھیں مگر عامر کا دل دکھا کر وہ خود بھی تو خوش نہیں رہی تھی۔ عامر تو ایسا ملک سے باہر گیا تھا کہ پلٹا ہی نہیں تھا۔ منصورہ تو ترس گئی تھیں اس کے لیے۔ لیکن سیماب کے بلانے پر وہ فوراً ہی دوڑا ہوا آگیا۔ اور سیماب کی انوکھی سی خواہش نے ایمان کو ایک بار پھر بے چین کردیا۔ سیماب چاہتی تھیں کہ ایمان، عامر سے شادی کرلے لیکن وہ خود کو اس قابل نہیں سمجھتی تھی۔

''نہیں امی، مجھے کوئی حق نہیں کہ میں اپنی زندگی گزارنے کے لیے کوئی سہارا اپناؤں، ساری عمر میں آپ کو کہتی رہی..... میں کتنی خود غرض اور بے وقوف تھی اتنی سی بات بھی نہ سمجھی کہ یہ سہارے ہر عورت کے لیے معتبر ہوتے ہیں۔'' اس کے آنسو نکل پڑے۔

خود احتسابی کے عمل سے گزرنے کے بعد اس کے پاس سوائے شرمندگی اور پچھتاوے کے کچھ نہیں تھا۔ اب تک وہ محبتوں کو ٹھکراتی ہی آئی تھی اسی لیے اس نے سیماب کو سختی سے منع کردیا لیکن عامر کے دل میں اس کے لیے اب بھی وہی محبت اور جذبے موجزن تھے۔ محبت میں ناکامی کے بعد وہ خود بھی اس ملک میں نہیں ٹھہرا تھا اور اب تو منصورہ بھی رضامند تھیں کہ کسی بھی طریقے سے انہیں بیٹے کی خوشیاں لوٹانی تھیں۔ لیکن ایمان خود کو عامر کے قابل نہیں سمجھتی تھی۔

''مجھے اندازہ ہے ایمان... کہ تمہاری شرمندگی تم سے ایسا کروا رہی ہے لیکن انسان اپنی غلطیوں سے ہی سبق سیکھتا ہے جو غلطی تم پہلے کرچکی ہو اسے دوبارہ نہ دہراؤ۔ تمہاری بیٹی رطابہ ابھی بہت چھوٹی ہے وہ ہم دونوں کے ساتھ یقیناً خوش رہے گی۔ مان لو کہ تمہیں میری ضرورت ہے۔'' ماں کی زبانی اس کا احوال سن کر وہ فوراً ہی آیا تھا اور اس کو محفوظ مستقبل کا یقین دلا رہا تھا۔

اس سے ایمان کی آنکھیں تشکر کے موتی اور محبت کی چمک سے لبریز ہوگئیں۔ محبت کو ٹھکرانے کی غلطی وہ اب دوبارہ نہیں کرنا چاہتی تھی۔ زندگی کی حقیقتوں کو سمجھ کر وہ محبت کے سچے رنگوں کو پہچان گئی تھی۔

امی جان

ارجمند عقیل

ہماری منگنی ہوئی تو دل نے خوشی سے بڑی اچھل کود مچائی کہ لو بھئی آج ہم بھی اس قابل ہو گئے کہ کسی نے پسند کیا۔ ہوا یہ کہ ایک دن معمول کے مطابق یہ خاتون میری ہونے والی ساس ... ہماری اماں کی ایک منہ بولی بہن کے ساتھ گھر آئیں، بڑی گریس فل اور مشفق سی لگیں۔ بہت بردبار اور محبت سے گندھا ہوا نرم لہجہ تھا ان کا..... اب تک جتنی بھی خواتین اس سلسلے میں آتی رہی تھیں یہ ان سے ذرا

مختلف سی لگیں۔ والدہ سے اِدھر اُدھر کی باتیں ہوتی رہیں۔ میں نے سادہ سی چائے پیش کی، ہمارے گھر میں اس زمانے میں فرشی نشست ہوا کرتی تھی، اس لیے ان کے آگے دسترخوان بچھا کر تمام چیزیں چن دی گئیں۔ ویسے سلیقہ سارا ہماری والدہ کا ہی تھا کیونکہ ان کے ہاتھ کے بنائے چھولے اور دہی بڑوں نے دسترخوان کو سجا دیا تھا۔ میں تو بس چائے وغیرہ ہی بنا کر دے رہی تھی۔

اس سے پہلے کے تجربات خاصے دلچسپ تھے۔ بعض خواتین کا اصرار ہوتا تھا کہ لڑکی پڑھی لکھی ہے یا مزید پڑھنا چاہتی ہے تو کیا ہوا آخر ہے تو لڑکی ذات ہی نا..... لڑکے کے کاروبار کو دیکھنا چاہیے، چاہے وہ دوسرے پاس ہی ہو مگر اس کا تجربہ اور سمجھ بوجھ زیادہ ہوتی ہے۔ ایک صاحبہ کا خیال تھا کہ یہ آپ کی لڑکی کی گردن میں کیا ہے، کچھ عجیب سی لگتی ہے۔ گویا کچھ کو اگر ہم نے ریجیکٹ کیا تو کچھ نے ہم کو چھوڑا۔

میں اس ساری ایکسرسائز سے خاصی پریشان تھی مگر کوئی اتنی نہ تھی مگر لوگوں کے خیال میں نکلی جا رہی تھی۔ کچھ لوگ تو باقاعدہ رحم اور ہمدردی کی نظر سے مجھے دیکھتے تھے تو کچھ کے خیال میں ہمارے والدین کی عقل ٹھیا گئی تھی کہ ہر رشتے میں ''فی'' نکال دیتے ہیں۔

ایسے میں یہ خاتون، ان کی گفتگو، سادگی اور خاندانی پس منظر نے ہم سب کو بہت اپیل کیا..... ان کے جانے کے بعد پھر ہم سب اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہو گئے۔ دو، تین دن کے بعد وہی امی کی منہ بولی بہن کا فون آیا اور انہوں نے کہا کہ وہ لوگ پیام لے کر آنا چاہتے ہیں۔ یوں یہ رشتہ جھٹ پٹ طے بھی ہو گیا۔ بہرحال سال بھر کا عرصہ..... ہمیں انہیں سمجھنے یا دوسرے لفظوں میں شادی کی تیاری کے سلسلے میں لگا۔ اس دوران بہت سے خدشات اور نت نئے خوف سر پر سوار رہے، ایک دفعہ تو میں نے والدہ صاحبہ سے یہی سوال کر ڈالا کہ اگر مجھے ان کے ہاں سب کے ساتھ یعنی بھرے پُرے خاندان میں رہنا پڑا تو کیا میں گزارہ کرلوں گی؟ ہماری والدہ بھی آخر والدہ ہی تھیں کہنے لگیں۔

''یہی تو تمہارا امتحان ہوگا..... شادی کا بندھن صرف ایک شخص کے ساتھ نہیں بلکہ اس کے سارے خاندان کے ساتھ بندھتا ہے اگر تم اپنے دل میں گنجائش پیدا کرو گی تو وہ سب بھی تمہارے لیے سراپا محبت ہو جائیں گے۔'' اس کے آگے نہ کچھ کہنے کی گنجائش تھی نہ سننے کی، گویا ساری ذمے داری میرے ناتواں کندھوں پر تھی۔ ''اگر میں صحیح سوچوں اور صحیح کروں تو ٹھیک ورنہ.....؟'' میری نیند مجھ سے روٹھ گئی۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ ساری ذمے داریاں اور اچھائیاں جن کی لوگ مجھ سے امید کر رہے ہیں وہ میرے اندر ہیں بھی یا نہیں؟

''اپنا گھر چھوٹ جائے گا تو کیا ایک اجنبی جگہ پر دل لگ جائے گا؟ وہاں کیا مجھے اپنی مرضی کے مطابق جینے کی اجازت ہوگی یا میں بھی ان بے شمار ''بچی'' ہوئی لڑکیوں میں سے ایک ہو جاؤں گی۔ جنہیں دیکھ کر دل کہتا ہے کہ اس زندگی سے تو وہ زندگی ہی بھلی تھی۔''

☆☆☆

نئے گھر میں آ کر سب سے خوشگوار بات تو یہ لگی کہ ان کی طرح ان کے سارے رشتے دار بھی بہت محبت اور چاہتوں کے ساتھ آؤ بھگت کر رہے تھے۔ کچھ ذرا خوف کم ہوا..... دل کو سکون بھی آیا..... چونکہ ماحول کا فرق بہت تھا اس لیے بہت سی باتوں پر حیرانی شاید میرے چہرے پر نظر آ جاتی تھی۔ آپا (ان کی بڑی بہن) ہنس کر کہنے لگیں۔

''لگتا ہے بیچاری ہرنی پکڑی گئی ہے۔ حیرانی

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

رنگت نکھرے گی تو اب نکھری ہی رہے گی!

فیئر فیس

ٹی ٹی کی فیئر فیس گولیوں کی صورت میں کھائی جاتی ہے۔ یہ رنگ کو نکھارتی ہے۔ اس کے باقاعدہ استعمال سے چہرے کے داغ دھبے، آنکھوں کے گرد حلقے جاتی ہیں۔ خواتین کے ساتھ ساتھ مردوں کے لئے یکساں کہ اثر اور کریمیں ملتے پھریں لیکن فیئر فیس کا استعمال

f www.facebook.com/toptreatments

چھوٹے قد والے دِل چھوٹا نہ کریں!!

گروٹال®

ٹی ٹی کی گروٹال ایک ہومیوپیتھک دوا ہے جو ضرر اثرات سے پاک ہے۔ اس میں شامل اجزاء انسانی جسم میں، سومیٹوٹروپن (نشوونما کا ہارمون) کی پیداوار میں اضافہ کرتے ہیں جس سے ہڈیوں اور ڈھانچے کو تقویت ملتی ہے اور ان کے بڑھنے کی رفتار تیز ہو جاتی ہے۔ اس کے استعمال سے ہر وہ شخص جس کی عمر 30 سال سے کم ہے اپنے قد میں ممکنہ اضافہ کر سکتا ہے۔

اگر آپ کی عمر 30 سال سے کم ہے تو

HELPLINE

ملک بھر کے ہر اچھے میڈیکل سٹور، ہومیوپیتھک سٹور اور دواخانہ پر دستیاب

042-3578914 5&6, 0334-4266255

نہ ملنے کی صورت میں مزید معلومات حاصل کرنے کے لیے

Email: toptreatments@gmail.com, Website: www.toptreatments.net

TT

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

سے بڑی بڑی آنکھیں کھولے ہر طرف ایسے دیکھتی ہے جیسے سچ مچ کھوگئی ہو۔'' یہ ان کا انداز تھا compliment دینے کا۔

گھر میں ہم چند ہی افراد تھے، امی جان اور ہم دونوں اور بڑے بھائی، ان کی بیگم اور بیٹا۔ رشتے دار اکثر آتے رہتے، اکثر لوگ کئی، کئی دن رہ جاتے۔ ہفتے بھر بعد ہی میں نے بیٹھا بنایا اور گویا یہ طے کردیا گیا کہ گھر کے کاموں میں حصہ لینے کی ذمے داری بھی میرے ناتواں کندھوں پر آپڑی ہے۔

ایسے میں جب میں تنہا ہوتی، گھر کے کام سارے نپٹ چکے ہوتے تو پھر اپنے بھی سارے کام خود ہی کرنے ہوتے، تھکن سے برا حال ہوتا اور چپکے، چپکے آنسو بہتے رہتے اور خیال وہیں بھٹکتا رہتا۔ اماں، ابا کے آس پاس، ان کے لاڈ پیار، شفیق صورتیں بار بار نگاہوں کے سامنے آجاتیں، تصور کی فلم متواتر چلتی رہتی جس کا خاتمہ عموماً والدہ کے اس جملے پر ہوتا۔ ''یہی تو تمہارا امتحان ہے۔''

ایسے میں میری پیاری امی جان (ساس) کی ہستی میرے لیے بڑی دلجوئی کا سبب ہوتی۔ اکثر میں اپنے کام میں مصروف ہوتی تو وہ میرے پاس آکر کھڑی ہوجاتیں اور خاموشی سے مجھے کام میں لگا دیکھتی رہتیں۔ میں ذرا سی دیر کو ان کے پاس آکر بیٹھنے کی کوشش کرتی اور وہ کوئی نہ کوئی ادھر ادھر کا قصہ چھیڑ دیتی، ان کا دھیما شفقت بھرا لہجہ، مسکراتا چہرہ مجھے ہر لمحہ تسلی دیتا رہتا کہ میرے پاس میری اماں نہیں تو کیا ہوا، اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک اور بے غرض اور شفیق ماں سے نواز دیا ہے۔

صبح کے وقت ناشتے کے بعد اکثر میں کوئی اپنی پسندیدہ کتاب لے کر بیٹھ جاتی اور اس میں سے دلچسپ حصے پڑھ کر انہیں سناتی، وہ بہت لطف اندوز ہوتی تھیں اور پھر ہم اکثر کہانی کے کرداروں پر رائے زنی کیا کرتے، اس کے بعد میرے روزمرہ کے کام، معمول کے مطابق شروع ہوجاتے۔

دو سال بعد جب ایک ننھی سی گڑیا میری گود میں آئی تو امی جان کچھ اور کمزور ہوچکی تھیں مگر انہوں نے بچی کی جو خوشی منائی وہ مجھے آج تک یاد ہے۔ تین چار ماہ کی طیبہ کو جو خوب گل تھوتھنی سی تھی وہ اپنے ہاتھوں سے اچھالتے نہ تھکتیں اور کیسے، کیسے میٹھے بول اس کے کانوں میں انڈیلتیں۔ (آج طیبہ اور اس کی بہن وہی پیارے، پیارے گیت اپنے بچوں کو گا کر سناتی ہیں) میں چپکے، چپکے مسکرائے جاتی اور اللہ کا شکر ہر وقت زبان پر ہوتا۔

''یا اللہ تیرا کرم تو نے میری گڑیا سی بیٹی کو اتنی محبت والی ہستی عطا کی اور یہ خوش نصیب ہے جو یہ کمزور اور ضعیف ہاتھ اس کے ناز اٹھا رہے ہیں۔''

تین سال اور چپکے سے سرک گئے، پتا ہی نہیں چلا اور طیبہ بی بی اسکول جانے لگیں، ان کی فرمائش تھی کہ انہیں بھائی یا بہن چاہیے..... اور جب میں نے امی جان کو پھر خوش خبری دی تو انہوں نے حسب توقع بڑی مسرت کا اظہار کیا اور دعائیں تو بے شمار..... کچھ دن بعد میں ایسے ہی بیٹھی ان سے باتیں کررہی تھیں تو میں نے اپنی الجھن کا اظہار کیا۔

''امی جان، مجھے بڑی فکر ہوتی ہے اگر اس بار بھی لڑکی ہوئی تو.....؟'' وہ جیسے چونک گئیں۔

''یہ تم نے کیا کہا.....؟ ارے لڑکی ہو یا لڑکا..... اللہ کی نعمت ہے، تم نے بھلی فکر کی..... لوگ تو اولاد کو ترستے ہیں، ہمارے اوپر تو اللہ کا خاص کرم ہے۔'' میری حساس طبیعت کو جیسے پھر حوصلہ ملا..... اور واقعی اس بار پھر ایک پیاری سی، نازک گڑیا جیسی بچی سے اللہ نے مجھے نوازا..... اتنی نازک اور سندر سی بہن کو پاکر طیبہ بی بی بھی آپا کے درجے پر فائز ہوگئی تھیں اور ان کا پاؤں زمین پر خوشی سے ٹکتا نہیں تھا۔ امی جان کے ہاتھوں بھی واقعی ایک اور کھلونا آگیا

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

تھا۔ اب تک میری نظروں سے وہ منظر فراموش نہیں ہوتا جب وہ تین چار ماہ کی شیبا کو اچھال کر گدگداتیں اور شیبا کھلکھلا کر ایک قلقاری مارتی۔

سال تو دیکھتے، دیکھتے گزر گئے۔ شیبا کی قلقاریوں اور طیبہ کی پیاری' پیاری باتیں زندگی گزارنے کا حوصلہ دے جاتیں، اللہ تعالیٰ کا کتنا کرم تھا کہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ کو کس قدر انجوائے کرتی رہتیں۔ طیبہ بیگم تو باقاعدہ بیٹھ کر امی جان سے کہانی کی فرمائش کرتی تھیں اور شیبا بھی ان کے ساتھ بڑے مدبرانہ انداز میں بیٹھی ہوتی۔

اب کچھ دنوں سے ایک اور بات سننے میں آنے لگی تھی۔ اصل میں طیبہ کی ایک سہیلی کے ہاں بھائی آیا تو ہمارے ہاں بھی یہ خبر بڑی دلچسپی سے سنی گئی۔ اس نے گھر آ کر شیبا کو بتایا اور چند دن بعد ہی ''منا بھائی'' کی فرمائش دونوں کی زبان پر تھی۔

''امی اگر ہمارا ایک منا سا بھائی بھی ہو تو کتنا مزہ آئے۔'' طیبہ کہتی۔

''ہاں، تم امی کی ہیلپ تو کرتی نہیں ہو، منا بھائی بھی آ گیا تو اتنا کام کون کرے گا۔'' میں جواب میں کہتی۔

''میں اور شیبا کریں گے ناں آپ کی ہیلپ۔'' وہ اپنی ننھی منی باہیں میرے گلے میں ڈال کر بڑے لاڈ سے کہتی۔

''یہ کیسے ہیلپ کرے گی، اتنی ذرا سی تو ہے۔''

''امی، بھائی کے آنے تک یہ بھی بڑی ہو جائے گی۔'' وہ کہتی۔ اور ایک دن تو بڑا ہی لطف آیا میں نے کمرے میں جھانکا تو دیکھا دونوں اپنی چھوٹی سی جانماز فرش پر بچھائے، میرے اسٹائل میں اپنی دوپٹیاں اوڑھے بیٹھی ہیں اور ہاتھ پھیلا کر دعا مانگ رہی ہیں، یہ سین تو میں نے فوراً محفوظ کر لیا کیمرے میں۔ بچیوں کو یوں دعا مانگتے دیکھ کر بے انتہا پیار آیا۔

سال بھر بعد اللہ کا کرم ہوا اور میں پھر اسپتال میں تھی اور اس دفعہ ''بھائی'' کی آمد کا سب کو انتظار تھا۔ امی جان اور والدہ دونوں ضعیفی کی وجہ سے اسپتال تو نہ آ سکیں مگر طیبہ اور شیبا اپنے ابو اور ماسی کے ساتھ روز شام کو منے بھائی کو دیکھنے پہنچی ہوتی تھیں۔ اسپتال سے چھٹی ملی تو پہلے امی جان کے پاس گئی وہ مجسم شفقت اور انتظار تھیں۔ میں نے منے کو ان کی گود میں دیا تو انہوں نے جلدی سے نوکر کو دوڑایا، مٹھائی لانے کو۔ بچے کو پیار سے چمٹائے ہوئے کافی دیر تک بیٹھی رہیں۔

''اب آپ تھک گئی ہوں گی، لائیں میں لے لوں۔'' میں نے کہا۔

''بس یہ میرا ہے۔'' انہوں نے جیسے اسے سینے میں بھر لیا اور چمٹا کر بولیں۔

''ضرور.....'' میں نے کہا اور میرا دل ایک مرتبہ پھر تشکر اور اطمینان سے جیسے بھر گیا تھا۔

''اللہ میاں! میں اس قابل کہاں کہ میرے یہ ننھے منے اور میں محبت کی اتنی دولت سے نوازے جائیں، مالک تیرا بہت، بہت کرم ہے۔''

لیکن مجھے نہیں معلوم تھا کہ امی جان شاید پوتے کا ہی انتظار کر رہی تھیں۔ منے کی پیدائش کے بعد کوئی چھ ماہ ہی گزرے تھے کہ ضعیفی اور بیماری نے ان کی مہلت ختم کر دی اور وہ میری پیاری ہستی جو اپنی شفقتوں اور چاہتوں سے ہماری پور، پور بھگوئے رکھتی جو ہمارے لیے ایک گھنے درخت کے مانند تھی ہم سے رخصت ہو گئیں۔

وہ اب ہمارے پاس نہیں مگر ان کی چیدہ، چیدہ باتیں اور صبر، میرے عزیزوں، رشتے داروں سے ان کا حسنِ سلوک ہر وقت یاد آتا ہے اور دل چاہتا ہے کہ اللہ پاک ہمیں بھی اور ہمارے بچوں کو بھی ان کے جیسا بنا دے۔ (الٰہی آمین)

www.urdutube.net www.bookstube.net www.urdumovies.net

مکمل ناول

اسیرِ وفا

نمرہ نعیم

تیسرا حصہ

پہلی صبح ہی اتنی خوشگوار تھی کہ جب، اٹھ کر آیا تو اسے یقین ہی نہیں آیا۔ کچن کا ماحول بہت خوشگوار تھا۔ وانیہ ڈائننگ ٹیبل پر ناشتے کے لوازمات رکھتی بہت بھلی لگ رہی تھی۔ آپی چولھے کے سامنے کھڑی تھیں اور آملیٹ بنا رہی تھیں۔ گولڈی اس کے ساتھ، ساتھ گھوم کر بار، بار اسے متوجہ کر رہے تھے۔ اپنی، اپنی پسند بتانے میں دونوں ہی ایک دوسرے سے سبقت لے جانا چاہتے تھے۔

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

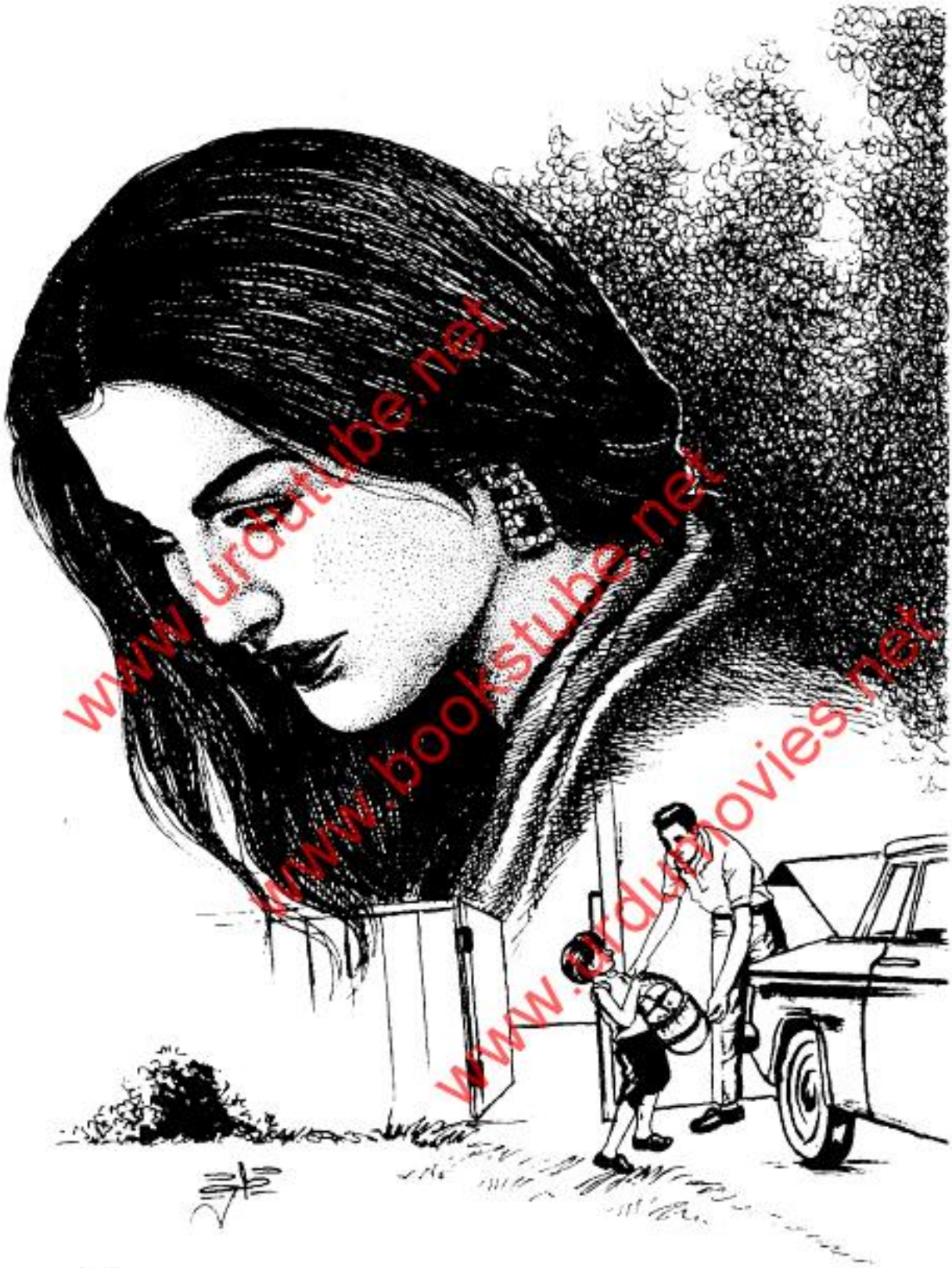

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

''چاچی..... میں تو فلیور ملک لیتا ہوں، گولڈی کو ملک اچھا ہی نہیں لگتا.....'' سنی نے یقیناً اس کے سوال کا جواب دیا تھا۔

''گولڈی کو بھی ملک اچھا لگے گا گولڈی کو معلوم ہے دودھ پینے سے بون اسٹرونگ ہوتی ہیں، ہائٹ بڑھتی ہے اور باڈی میں جراثیم سے فائٹ کرنے کی طاقت بڑھتی ہے۔'' وانیہ نے گولڈی کو بازوؤں سے اٹھا کر کرسی پر بٹھا کر سمجھایا۔ ''اب گولڈی بھی ملک لے گی ناں.....'' وانیہ جیسے ہی فریج سے دودھ کا ڈبا نکالنے پلٹی دروازے میں کھڑی ممی کو دیکھ کر ٹھٹک کر رہ گئی۔

''میں بھی یہی سمجھاتی ہوں..... مگر بچے سمجھیں بھی..... اچھا اب تم بھی بیٹھو میں دیکھتی ہوں عصمی اور نانو ابھی تک کیوں نہیں آئیں..... بلکہ ممی کو بھی... جگاتی.....'' آپی بھی ممی کو دیکھ کر حیران ہوئیں۔ ''واہ وانیہ تم نے تو ایک دن میں اس کی عادت بدل دی۔''

''ہاں تو دیکھ لیں، آپ کی نند کتنی ظالم نکلی..... صاف کہہ دیا، پہلی آواز پر نہ اٹھا تو ناشتا نہیں ملا کرے گا۔'' ممی کی مصنوعی سنجیدگی پر وانیہ نے بھی حیرت سے دیکھا۔ اس نے ایسا کب کہا تھا۔

''ہاں تم ایسے ہی سیدھے ہو ناں..... بچی کے کہے میں آنے والے۔'' نانو اور عصمی بھی اندر آ رہی تھیں۔

''السلام علیکم..... نانو.....'' وانیہ فوراً ان کی طرف بڑھی۔

''وعلیکم السلام..... جیتی رہو، آباد رہو..... یہ کیا پہلے دن ہی کچن میں لگ گئیں۔ کچھ دن تو آرام سے رہتیں۔''

''نانو میں نے بھی منع کیا تھا مگر اسے تو کام میں سکون ملتا ہے، مجھ سے پہلے ہی کچن میں آ گئی تھی۔'' آپی نے بھی ہنستے ہوئے جیسے شکایتی انداز میں کہا۔

''یہ آپی اچھی بات نہیں ہے کہ گھر والی نے گھر کی ذمے داری سمجھ لی۔ آپ بھی یہی تو چاہتے تھے، تھینکس گاڈ اب میں سارے الزامات سے بری ہو جاؤں گا۔ آئی ہوپ اب گھر کے کسی معاملے میں مجھے شکایتیں نہیں سننی پڑیں گی۔'' ممی اپنے فطری غیر سنجیدہ انداز میں بولتا ڈائننگ ٹیبل کے پاس کھڑا ہوا۔ آپی اس کے بولنے پر اسے گھور رہی تھیں جبکہ نانو مسکرا رہی تھیں۔ ممی کی پشاشت اس بات کا پتا دے رہی تھی کہ وہ وانیہ کو ذہنی و قلبی طور پر قبول کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔

''بھائی..... سنی، گولڈی کی شکایتیں تو پھر بھی آپ کو ہی سننی پڑیں گی..... اُف توبہ صبح دونوں نے چینج کرتے ہوئے مجھے جتنا تنگ کیا ہے، میں بتا نہیں سکتی..... یہ دونوں صرف آپ ہی کی سنتے ہیں۔'' عصمی نے نانو کی وہیل چیئر میز کے قریب لگاتے ہوئے اسے اس کی بات کا جواب دیا تو ممی نے دونوں کو پچکار کر پوچھا۔

''اچھے، بچے پھپھو کو تنگ کرتے ہیں؟''

''نہیں چاچو، پھپھو تنگ کرتی ہیں ہمیں..... ہے ناں گولڈی۔'' سنی نے تائید مانگی تو گولڈی بھی سر ہلا کر کہنے لگی۔

''ہا..... ں..... پھپھو نے مجھے آپ کے روم میں جانے نہیں دیا۔''

''میں نے اس لیے روکا تھا تم دانت برش نہیں کر رہی تھیں۔'' عصمی نے اسے یاد دلایا۔ آپی کو پتا تھا اب ایک بھی بحث چھڑنے والی ہے اس لیے انہوں نے درمیان میں ہی ٹوکا۔

''بس باقی باتیں بعد میں..... ناشتا ٹھنڈا ہو رہا ہے، وانیہ تم بھی اب بیٹھ جاؤ۔ آئندہ دنوں میں تو تمہیں ہی سب کچھ کرنا ہے۔''

☆☆☆

آپی ممی کے ساتھ لاؤنج میں بیٹھی اگلے دن ہونے والے ولیمے کے انتظامات کے بارے میں بات چیت کر رہی تھیں۔ باتوں کے دوران آپی نے اچانک ہی موضوع بدلا تو وہ چونک اٹھا۔

''تم نے وانیہ کو رونمائی میں کیا تحفہ دیا؟''

''رونمائی..... تحفہ.....'' وہ خجالت سے سر کھجانے لگا۔ اپنی عجیب کیفیت و احساس کے باعث وہ وانیہ کے

www.urdutube.net www.bookstube.net www.urdumovies.net

لیے کچھ بھی نہیں لے پایا تھا اور نہ وانیہ نے اسے احساس دلایا تھا کہ یہ بھی رسم دنیا ہے۔

''تم نے اسے رونمائی میں کچھ بھی نہیں دیا.....؟'' آپی سنجیدگی سے پوچھ رہی تھیں۔

''آپ سے..... وانیہ نے کچھ کہا۔''

''اس نے مجھ سے کچھ نہیں کہا۔ اس سے بدگمان ہونے کی ضرورت نہیں ہے، میرا اپنا اندازہ ہے، ممی تم اتنے ناسمجھ تو نہیں ہو۔ یہ رسم عورت کو سسرال اور میکے میں معتبر کرنے کے لیے بنی ہے۔ شوہر سے ملنے والا چاہت و محبت بھرا تحفہ لڑکی کا مان بڑھاتا ہے۔ آخر ایک انگوٹھی تو خرید سکتے تھے تم اس کے لیے..... کل کو امی جان یا اس کی کزنز اس سے پوچھیں گی تو وہ کیا جواب دے گی۔'' آپی کا سنجیدہ رویہ سرزنش بھرا تھا۔ وہ واقعی خجل ہو گیا۔

''خیال نہیں رہا مجھے، آپ یاد دلا دیتیں..... اوکے کیا مسئلہ ہو گیا، چلیں میں آج کچھ دے دوں گا۔''

''آگے مسئلہ نہ ہو..... اسی لیے تمہیں سمجھا رہی ہوں..... ابھی جاؤ فوراً اس کے لیے کوئی تحفہ لو..... کیونکہ کل کو نہ میں شرمندہ ہونا چاہتی ہوں نہ ہی وانیہ کو شرمندہ ہوتے دیکھنا چاہتی ہوں۔'' آپی نے اسے اٹھنے پر مجبور کر دیا۔

''اُفوہ..... آپ بھی ناں..... اچھا بابا جا رہا ہوں ناں..... نہیں ہونا کوئی بھی شرمندہ.....'' وہ واضح بڑبڑاہٹ کے ساتھ اپنی چیزیں ٹٹولنے لگا۔ یقیناً گاڑی کی چابی اور والٹ چیک کر رہا تھا۔ ''جا رہا ہوں بھئی..... اب خوش.....'' اس نے مصنوعی چڑچڑاہٹ سے انہیں بھی چڑانے کی کوشش کی۔

''اصل خوشی تو مجھے اس دن ملے گی ممی جس دن تم دونوں مجھے ہنستے بولتے دکھائی دو گے.....'' آپی نے اس کے جانے کے بعد جیسے اپنے آپ سے کہا۔

☆☆☆

سنی، گولڈی کو سلانے کے بعد دونوں کمرے میں آئے تو ممی نے کافی سنجیدہ تاثرات کے ساتھ اسے مخاطب کیا۔

''وانیہ..... کل مجھ سے ایک غلطی ہو گئی..... بندہ بشر ہوں بھول چوک ہو سکتی ہے، ہو سکتی ہے ناں.....؟'' وہ اس کے سامنے بیٹھا پوچھ رہا تھا اور وانیہ اس کے تاثرات سے پریشان ہونے لگی۔

''ایک بھول ہو گئی..... اور تم نے آپی سے میری شکایت کر دی؟''

''میں نے..... شکایت..... نہیں تو..... میں نے بھابی جان سے کچھ نہیں کہا۔'' وہ سٹپٹا کر بولی۔

''تمہیں شاید معلوم نہیں، تمہیں نہ کہہ کر بھی بہت کچھ کہنے کا فن آتا ہے۔'' ممی اس کی بوکھلاہٹ سے حظ اٹھا رہا تھا۔

''میرا یقین کریں..... میں نے ان سے کچھ نہیں کہا اور مجھے تو معلوم بھی نہیں ہے کہ آپ کس بارے میں کہہ رہے ہیں۔ آج سب کی رونمائی جاننے سے زیادہ میں نے ان سے کوئی بات نہیں کی۔'' وہ آنکھوں کی نمی کے ساتھ دیکھتی اپنی طرف سے صفائی دینے کی کوشش کر رہی تھی۔ گہرے اور ہلکے گلابی رنگ کے امتزاج سے بنے ہاتھ کی کڑھائی کے دوپٹے کا ہالہ اس کے چہرے کی ملاحت میں مزید اضافہ کر رہا تھا۔

''تو پھر انہیں کس نے بتایا کہ میں نے تمہیں رونمائی کا تحفہ نہیں دیا؟''

''جی..... کی..... میں نے نہیں بتایا۔ میرا یقین کریں..... میں ان سے یہ بات کہہ کر خود ہی شرمندہ ہوتی..... آپ نے یہ کیسے سوچ لیا کہ میں نے انہیں.....'' اس کی آنکھیں ٹپ، ٹپ برسنے لگیں تو ثعلب کو احساس ہوا کہ معاملہ زیادہ ہی سنجیدہ ہو گیا ہے، ایک دم تاثر بدل کر بولنے لگا۔

''listen وانیہ..... پلیز رونا نہیں..... مجھے یقین ہے تم نے ان سے کچھ نہیں کہا..... انہیں ہی میری جاسوسی کی عادت ہے، میں تو ایسے ہی مذاق کر رہا تھا۔ اوکے، میری طرف دیکھو.....'' ثعلب نے زبردستی ٹھوڑی اوپر کر کے اسے دیکھنے پر مجبور کیا۔

www.urdutube.net www.bookstube.net www.urdunovels.net

''مذ.....ا.....ق؟ آپ کے مذاق نے مجھے خود سے ہی شرمندہ کر دیا۔ آپ کبھی یہ مت سوچیے گا کہ میں آپ سے متعلق کوئی بات، کوئی شکایت کسی سے کروں گی۔ خواہ وہ بھابی جان ہی کیوں نہ ہوں۔''

''سوری..... یار..... میں تو بس کچھ شرارت کرنا چاہ رہا تھا..... اوکے پلیز.....! دیکھو غلطی تو مجھ سے ہوئی ہے، مجھے کل رات کو تمہیں کچھ گفٹ تو دینا چاہیے تھا مگر.....'' علی نے نارمل ہوتے ہوئے معذرت کی..... ''مگر..... میں کچھ لے ہی نہیں سکا تھا۔ یو نو..... میں ذرا اپ سیٹ تھا اور.....''

''تو کوئی بات نہیں..... میں سمجھتی ہوں..... آپ پھر دے دیجیے گا.....'' وانیہ نے اٹھنے کی کوشش کی تو اس نے ہاتھ پکڑ کر روکا۔

''یعنی..... تمہیں گفٹ چاہیے.....؟ وہ بھی رونمائی کا.....'' وہ ہلکا سا مسکرائی۔

''تحفے مانگ کر نہیں لیے جاتے۔ آپ کا دل چاہے تو دیں..... دل نہ چاہے تو مت دیں۔'' علی نے اسے حیرت سے دیکھا۔

''مگر مجھے تو مانگ کر لینے کی عادت ہے۔''

''لیکن مجھ سے آپ کو کچھ مانگنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔''

''اوکے..... ویسے میں سوچ رہا تھا اب تو رونمائی بھی ہو چکی بلکہ سب کشائی بھی ہو گئی اور.....'' وانیہ نے اس کی آنکھوں کی شرارت سے گھبرا کر منہ پھیر لیا اور وہ ہنسنے لگا۔ علی نے ایک بار پھر اس کا ہاتھ تھامنا چاہا۔ وانیہ کی مزاحمت پر وہ چلایا۔

''یار اب رونمائی کا تحفہ تو پہنانے دو..... ورنہ میں پھر کلاس لگ جائے گی۔'' علی نے تکیے کے نیچے سے ایک ڈائمنڈ رنگ نکال کر اسے پہنائی تو وانیہ نے حیرت و خوشی بھرے تاثرات کے ساتھ پہلے اپنے ہاتھ کو دیکھا پھر علی کے چہرے کو..... اس کی آنکھوں میں محبت ہی محبت تھی۔

''کیسی ہے؟''

''بہت خوب صورت..... تھینکس.....'' وانیہ کی آنکھیں نمی سے چمکنے لگیں۔

اور دینے والا.....؟''

''وہ بھی.....''

''اور لینے والی بھی.....'' علی نے بڑھ کر ایک شریر جسارت کی تھی۔ وانیہ مزید سمٹ گئی۔

☆☆☆

ولیمے کی تقریب بھی بخیر و عافیت گزر گئی تھی۔ سبھی ان دونوں کی شادی سے خوش اور مطمئن نظر آ رہے تھے۔ سعیدہ خانم نے ولیمے کے بعد رسماً اسے ساتھ لے جانا چاہا تو اس نے خود ہی معذرت کر لی۔

''پھپھو..... ہم بعد میں آئیں گے۔ ابھی بچے اسکول جانا شروع ہوئے ہیں اور مجھے بھی گھر میں... ایڈجسٹ ہونے کے لیے ٹائم چاہیے۔'' انہوں نے شفقت سے اسے تھپتھپایا۔

''ٹھیک ہے بیٹا..... جیسے تمہاری خوشی..... ہم تو بس چاہ رہے تھے کہ رسم کے مطابق چلتیں۔ ایک دو دن رہ کر آ جاتیں۔''

''آؤں گی پھپھو..... ضرور آؤں گی۔ ابھی مجھے سب کے دلوں میں جگہ بنانے دیں۔ مجھے آپ کی دعاؤں کی ضرورت ہے۔'' اس کی آنکھ بھر آئی تھی۔ میکے والوں کی چاہ تو آخر اسے بھی تھی۔ بس مصلحت کے تحت وہ جانا نہیں چاہ رہی تھی۔ کسی نے اسے منع بھی نہیں کیا تھا۔ نانو، آپی حتیٰ کہ علی بھی اسے اجازت دے چکے تھے۔

''ہر وقت دعائیں میرے دل سے نکلتی ہیں، اللہ تمہیں اپنے گھر کی خوشیاں دے، سلامت رہو آباد رہو۔'' جاتے، جاتے بھی نے اسے دعائیں دیں۔

ثعلب کی محبت و چاہت کا حصار اس کے گرد زندگی کے رنگ بکھیرتا، اسے وابستگیوں میں جکڑتا جا رہا تھا۔ زندگی اتنی خوش رنگ اور حسین بھی ہو گی وہ یقین ہی نہیں کر پاتی تھی۔ مگر گزرتا ہر لمحہ اسے ایقان بخشتا گزر رہا تھا۔ گھر کی روٹین جاننے سمجھنے میں اسے کچھ خاص دقت پیش نہیں آئی۔ آپی بھی اسے سب کچھ سونپ کر سمجھا بجھا

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdunovies.net

کر رخصت ہو چکی تھیں۔ اب وہ تھی اور گھر سے وابستہ ذمے داریاں..... نانو جان کی محبت لٹاتی مسکراہٹ اور حوصلہ بڑھاتی آنکھیں اس کی رہنمائی کے لیے کافی تھیں۔ ثعلب سے متعلق سارے کام اس نے خود سنبھال لیے تھے۔ اسے کب، کیا چاہیے وہ بنا کہے سمجھنے لگی تھی۔ بچوں کو خوش رکھنا اسے آتا تھا۔ ان کی ہر خواہش کو وہ وقت بے وقت پورا کر دیتی..... عصمیٰ اسے ٹوکتی بھی کہ انہیں اتنا سر نہ چڑھائیں۔ وہ اپنی ذات کو نظر انداز کر جاتی مگر ان کی بات کو رد نہ کرتی..... وہ رات کو اس سے کہانیاں سنے بغیر نہ سوتے۔ کئی بار اسے اپنے پاس سونے پر مجبور کر دیتے۔ ثعلب وانیہ کا انتظار کر کر کے تھک جاتا تو دونوں کمروں کے درمیانی دروازے سے جھانک کر پکارتا۔ ''آجاؤ اب.....''

☆☆☆

''نیا پلیز جلدی سلا دیا کرو بچوں کو..... میرا بھی کچھ حق ہے تم پر۔'' وانیہ بچوں کے کمرے سے اپنے کمرے میں آئی تو عمی نے کچھ بیزاری سے شکوہ کیا۔ تو وہ پہلے کچھ حیران ہوئی پھر اس کے چہرے پر پھیلے تاثرات دیکھ کر قریب جاتے ہوئے نرمی و محبت سے پوچھنے لگی۔

''کیا ہوا بھئی..... ''کچھ'' کیا میرے تو جملہ حقوق آپ کے نام ہیں..... کچھ چاہیے تھا؟'' قریب بیٹھ کر اس نے اس کی پیشانی چھو کر دیکھی۔

''تمہاری تھوڑی سی توجہ.....'' عمی نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

''ابھی کوئی کمی ہے۔'' وانیہ نے اسے جن نظروں سے دیکھا عمی شرمندہ ہو گیا..... پھر اپنی خجالت مٹانے کی خاطر بولا۔

''یار..... تم نے عادتیں بھی تو خراب کر دی ہیں ہماری..... نہ بچے تمہارے بغیر سوتے ہیں اور نہ ہی مجھے نیند آتی ہے۔''

''تو اس میں قصور کس کا ہوا.....؟'' وہ ہلکے سے مسکرائی۔

''سراسر تمہارا.....؟ نہ تم اتنی اچھی ہوتیں نہ ہم تمہارے عادی ہوتے، تھوڑی دیر بھی تم نظر نہ آؤ تو..... جان نکلنے لگتی ہے۔''

''اچھا.....'' وہ بے ساختہ کھلکھلائی۔

''مذاق نہیں کر رہا.....'' وہ اس کے ہنسنے پر یقین دلانے لگا۔

''تو میں کب کہہ رہی ہوں آپ مذاق کر رہے ہیں..... ویسے میں کوشش کروں گی بچے جلدی بہل جائیں..... بائی داوے مجھ سے شکایت کا خیال کیوں آیا۔''

''سب دوست اصرار کر رہے ہیں، دعوتوں کے لیے..... تم ہر بار بہانہ کر دیتی ہو، میں آخر کس، کس کو ٹالوں.....'' عمی نے اپنے رویے کی وجہ بتائی تو وہ بھی مسئلہ سمجھ کر سنبھل گئی۔

''میں بہانہ تو نہیں کرتی، جہاں ساری فیملی جا سکتی ہے جاتے تو ہیں ہم لوگ..... اچھا آپ ٹینشن نہ لیں..... آپ جب کہیں گے، جہاں کہیں گے میں چل پڑوں گی۔ خوش.....''

''اس فرمانبرداری کا بہت شکریہ.....'' جواباً عمی نے اسی کے انداز میں کہا تو وہ بے اختیار ہنس دی۔

ثعلب کو وانیہ کی سنگت میں زندگی کا مزہ آنے لگا تھا۔ سارے خدشے سارے وہم وانیہ کی ذات کی خوبیوں نے دبا دیے تھے، اس نے جس خوبی و ماہرانہ صلاحیت سے گھر اور گھر کے افراد کو سنبھالا تھا۔ ثعلب بھی قائل ہو گیا تھا۔ گھر کا ماحول بے حد خوشگوار اور پُر رونق تھا اور گھر کے افراد بھی مطمئن..... آہستہ، آہستہ عزیز و احباب کے ہاں دعوتیں بھی جاری تھیں۔ گھر کی سیٹنگ میں بھی تبدیلیاں کرتے ہوئے وہ سب سے مشورہ کرتے ہوئے عمی کو بھی ہموار کرنے کی کوشش کرتی تو وہ صاف بچ نکلتا بلکہ صاف کہہ دیتا۔

''میری اس شعبے میں معلومات بالکل زیرو ہیں۔ جو بھی کرنا ہے، اپنی اور عصمیٰ کی مرضی سے کرو۔'' وانیہ اس کے بچ نکلنے پر بے بسی سے خاموش رہ جاتی۔ ہفتے بھر وہ روٹین کے کاموں میں الجھی رہتی۔ چھٹی کے دن وہ التوا میں پڑے کاموں کو کرنا چاہتی تو

www.urdunovels.net
www.bookstube.net
www.urdunovels.net

ممی بہانوں سے روک دیتا..... یا پھر بچوں کو پیچھے لگا دیتا اور وہ اسے فرمائشیں کر کے اپنے ساتھ آئس کریم یا برگر کھانے کے لیے ساتھ چلنے پر مجبور کر دیتے۔

وانیہ کے ذہن میں آج بھی بہت سے کام تھے اور وہ جانتی تھی ممی اور بچوں کے جاگنے کے بعد آج پھر کئی کام رہ جائیں گے۔ اس لیے وہ سب کے اٹھنے سے پہلے اپنے ڈریسنگ روم اور اسٹور کی ترتیب بدلنے کا سوچ رہی تھی۔ بدلتے موسم کے کپڑے بیگز سے نکال کر وارڈ روب میں رکھنے تھے۔ گھڑی کی رفتار دیکھتے ہوئے اس نے جلدی، جلدی کام سمیٹنے کی کوشش کی..... اسٹور روم میں اسے کئی بیکار اور بے ضرورت چیزیں نظر آ رہی تھیں۔ ممی کے جوتے، چپلیں، کئی ٹی شرٹس اور خالی ڈبے تھے ایک بڑا کارٹن کونے میں پڑا تھا۔ جسے ٹیپ کے ساتھ مہر بند کیا گیا تھا۔ ہلکا سا تجسس اس کے ذہن میں ابھرا تو تھا مگر ممی کی اجازت کے بغیر وہ اسے کھولنے کی جرأت نہیں رکھتی تھی۔ وہ ابھی ڈبے کے پاس ہی بیٹھی ہوئی تھی کہ ممی اٹھ کر اس کے سر پر آ کھڑا ہوا۔

''کیا ہو رہا ہے؟'' نیند سے بوجھل آواز اور مندی آنکھیں اس بات کی غماز تھیں کہ وہ کھٹ پٹ کی آواز سے اٹھ جاگا ہے۔

''اسٹور کی صفائی.....'' وہ ہاتھ جھاڑتی کھڑی ہو گئی۔

''تمہیں بھی چین نہیں ہے، صبح، صبح ہی شور، کھٹ پٹ.....''

''صبح.....؟ ذرا آنکھیں کھول کر گھڑی دیکھیں جناب..... گیارہ بجنے والے ہیں۔''

''ایک چھٹی کا دن تو ملتا ہے مرضی سے سونے کے لیے۔''

''تو آپ سوئے رہیں، میں نے تو نہیں جگایا۔'' وہ وارڈ روب کے سلائڈنگ ڈور کو دھکیلتے ہوئے پلٹ کر بولی تو ممی نے اسے قدرے حیرت سے دیکھا۔

''تو اور کیسے جگایا جاتا ہے۔ بس اب چھوڑو یہ سب..... اور میرے لیے چائے بنا کر لاؤ۔'' وہ خالی ہینگر ایک طرف سنبھالتی معمول کے لہجے میں بولی۔

''بنا لاتی ہوں..... بس یہ بتائیں اس کارٹن میں آپ کی کوئی امپورٹنٹ چیزیں تو نہیں ہیں۔ ورنہ پھر میں اوپر والے اسٹور میں رکھوا دوں.....؟'' وہ مکمل طور پر اس کی جانب متوجہ ہو کر اس کی جانب دیکھ رہی تھی۔ اس کے اشارے پر ممی نے نیچے کارپٹ پر پڑے ڈبے کو دیکھا۔ اس کے تاثرات ایک دم بدلے تھے۔ وانیہ اس کے رنگ بدلتے چہرے کو دیکھ کر قدرے پریشانی سے بولی۔

''آپ کی ضرورت کی چیزیں ہیں تو میں سنبھال دیتی ہوں۔''

''نہیں، نہیں اس میں ایسی کچھ خاص چیزیں نہیں ہیں۔ بلکہ ایسا کرو، برکت علی (ڈرائیور) کو دے دو۔ یا میں خود ہی دے دوں گا۔ تم جاؤ میرے لیے چائے بنا کر لاؤ۔ پھر کچھ کرنا۔''

ممی کا الجھا ہوا انداز اور لہجہ وانیہ کو سمجھ نہیں آ رہا تھا۔ آج پہلی بار وہ اس کے سامنے اس طرح بیزاری کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ وہ کچھ سوچتی اس کے لیے چائے بنانے کچن میں آ گئی۔ نانو کو وہ پہلے ہی ان کے کمرے میں ناشتا دے چکی تھی۔ عصمی کے ایگزامز ہونے والے تھے وہ بھی رات دیر تک پڑھنے کی وجہ سے اب تک سو رہی تھی۔ بچے بھی دیر تک دھینگا مشتی کرتے رہے تھے۔ ویسے بھی چھٹی کے دن کی عموماً تمام گھروں کی یہی روٹین ہوتی ہے۔ وہ ممی کے لیے چائے بنا لائی تو بچوں کو ممی کے ساتھ مستیاں کرنے میں مصروف پایا۔ بچوں کا کوئی فرمائشی پروگرام تھا۔

''سوری..... سوری آج کہیں نہیں جانا۔ آج اپنی چاچی سے کہو وہ تمہارے لیے پزا گھر پر ہی بنا دیں گی اور فن لینڈ ہم نیکسٹ سنڈے چلیں گے، او کے؟''

''مجھ سے تو آج چائنیز کی فرمائش ہے اور وہ میں لنچ میں بنا رہی ہوں۔'' وانیہ نے اسے چائے کا مگ تھمایا۔

''تو ہم شام کی بات کر رہے ہیں چاچی۔ چاچو نے ہم سے کل پرامس کیا تھا۔'' سنی نے قدرے خفگی

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

سے کہا تو وانیہ نے اس کے بال بکھیرتے ہوئے اپنے قریب کھینچا۔ وہ تینوں بیڈ پر تھے۔ وانیہ بھی قریب ہی بیٹھ گئی۔

''چا.....چو.....آپ نے پرامس کیا تھا ناں ہمیں آج جانا ہے۔'' گولڈی زبردستی اس کی گود میں بیٹھ کر لاڈ سے بولی۔ وہ بھی اب اسکول جانے لگی تھی۔ اسی لیے اس کی تتلاہٹ بھی کافی کم ہوگئی تھی۔

''بچوں اب آپ کے چاچو کو پرامس یاد نہیں رہتے۔ مجھ سے بھی آج انہوں نے میری ہیلپ کا پرامس کیا تھا مگر میں نے خود ہی سارے کام کر لیے۔'' وانیہ نے بھی بچوں کے ساتھ مل کر اسے چھیڑا تو وہ ایک دم چڑ اٹھا۔

''اب تم بھی بچوں کے ساتھ شروع ہو جاؤ..... نہیں ہے میرا موڈ کچھ بھی کرنے کا۔ نہیں جانا ہے آج کہیں بھی۔'' وہ گولڈی کو بیڈ پر ایک طرف بٹھا کر چائے کا مگ لے کر کمرے سے ہی نکل گیا۔ وانیہ کو اس کا رویہ عجیب سا لگا وہ نا سمجھی سے اسے جاتا دیکھ رہی تھی۔

''چاچی.....چاچو خفا ہوگئے؟'' گولڈی نے قریب آ کر اسے متوجہ کیا تو وہ ایک دم چونکی۔

''آ.....ں.....نہیں سوئٹی، آپ کے چاچو خفا نہیں ہیں۔ ان کی طبیعت اچھی نہیں ہے اس لیے کہہ رہے ہیں۔ ہم نیکسٹ سنڈے چلیں گے۔ اب آپ چاچو سے مت کہنا ہم خود پزا بنائیں گے، اوکے۔'' وانیہ نے انہیں بہلا لیا تھا مگر خود کے بدلے رویے کی وجہ جاننے کی جستجو سے بچنے کی چاہ کے باوجود وہ خود کو بہلا نہیں پا رہی تھی۔ سارا دن کام میں مصروف رہنے کے باوجود وہ علی کا لہجہ اور باتیں ذہن سے نکال نہیں پا رہی تھی حالانکہ برنچ ٹائم پر وہ بالکل ہشاش بشاش سبھی سے چھیڑ چھاڑ کر رہا تھا اور رات کو بچوں کو کھانے بھی لے گیا تھا۔ وہ کام کا بہانہ کر کے ان کے ساتھ نہیں گئی تھی۔ اسے حیرت تھی کہ علی نے ساتھ چلنے پر اصرار بھی نہیں کیا تھا۔

''بیٹا تم کیوں نہیں گئیں؟'' نانو نے ان کے جاتے ہی پوچھا۔

''ایسے ہی نانو دل نہیں چاہ رہا تھا۔'' اس نے انہیں جوس کا گلاس پکڑا کر ان کے سامنے بیٹھتے ہوئے معمول کے انداز میں کہا مگر پھر بھی نانو نے اسے بغور دیکھا۔

''چلی جاتیں، سارا دن کاموں میں لگی رہتی ہو اسی بہانے دل بہل جاتا۔''

''ہر بار تو جاتی ہوں نانو آج نہیں گئی تو آپ کیوں پریشان ہوتی ہیں۔'' وانیہ نے بے وجہ مسکرا کر انہیں مطمئن کرنے کی کوشش کی۔

''پریشان نہیں ہوں، تمہاری اداسی کی وجہ سے فکر مند ہوں میکا یاد آ رہا ہے تو چلی جاؤ دو چار دن کے لیے..... وہ سب بھی بلا رہے ہیں۔ صبحی بھی اصرار کر رہی تھی۔''

''نانو.....سنی، گولڈی کی چھٹیاں ہو جائیں پھر سبھی مل کر جائیں گے۔ آپ کو بالکل بھی فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں خود تھک گئی تھی ان کے ساتھ جا کر ہلا گلا نہیں کر سکتی تھی اس لیے۔''

''تم بھی تو مسلسل کاموں میں لگی رہتی ہو اب جاؤ جا کر کچھ آرام کرو۔'' انہوں نے اسے محبت آمیز نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا تو وہ ان کے کمرے سے نکل آئی۔

بچے بہت خوش اور پُرجوش واپس آئے تھے۔ چاچو انہیں فن لینڈ لے گئے تھے اور انہیں کیا چاہیے تھا۔

''چاچی بوت مزہ آیا میں اور چاچو ڈاجنگ کار جیت گئے۔ سنی اور پھپھو کو تو ریس لگانی نہیں آتی۔ میں نے شوٹنگ بھی کی تھی اور کوائن بھی ون کیے..... ہیں ناں چاچو۔'' گولڈی پورے جوش سے بولتی تعلب سے تائید مانگ رہی تھی۔

''ہاں بھئی، بس اب چاچو تھک گئے ہیں اب چاچو بھی سوئیں گے اور آپ بھی سو جاؤ۔ صبح مجھے آفس اور آپ کو اسکول جانا ہے۔'' وہ سر ہلا کر بولا اور انہیں لاؤنج میں چھوڑ کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

''اور کھانا.....کھانا نہیں کھانا کیا؟'' اس نے

www.urdutube.net www.bookstube.net www.urdumovies.net

جاتے ہوئے ثمی سے سوال کیا تو وہ مڑے بغیر بولا۔

''ہم نے باہر ہی کھالیا، بچوں کو بھوک لگی تھی۔'' وہ جواب دے کر چلا گیا تو عصمی بھی معذرت کرنے لگی۔

''سوری بھابی..... آپ کا بنایا پزا کل کھالیں گے ابھی بالکل گنجائش نہیں ہے۔''

''کوئی بات نہیں..... ٹھیک ہے تم آرام کرو۔ چلو بچوں جلدی سے چینج کرو، برش کرو اور سو جاؤ۔'' وانیہ نے بھی خندہ پیشانی سے کہتے ہوئے بچوں کو پچکارا۔ اسے معلوم تھا بچے باہر جا کر ضرور کچھ نہ کچھ کھائیں گے اس نے پزا بیک نہیں کیا تھا۔

وہ کمرے میں آئی تو ثعلب اپنے لیپ ٹاپ پر کچھ کام کرنے میں مصروف تھا۔ اسے دیکھ کر اپنی مصروفیت ترک کر کے اسے معمول کے لہجے میں مخاطب کرنے لگا۔

''کیا بات ہے آج میرے ساتھ کوئی ناراضی چل رہی ہے؟'' بکھری چیزیں سمیٹ کر ان کی جگہ پر رکھتی وانیہ نے قدرے حیرت سے چہرہ موڑ کر اسے دیکھا پھر اس کی طرف رخ کر کے اپنی حیرت کا اظہار بھی کر دیا۔

''یہ سوال تو مجھے آپ سے پوچھنا چاہیے، صبح سے آپ کا موڈ آف ہے۔''

''میرا موڈ آف..... وہ بھی تمہارے ساتھ.....؟ یار اتنا بڑا الزام تو نہ لگاؤ۔'' وہ سامنے سے لیپ ٹاپ ہٹا کر اٹھا اور بڑھ کر اس کا ہاتھ تھام کر بستر پر اپنے سامنے بٹھا کر اسے دیکھتے ہوئے مزید بولا۔ ''تمہیں ایسا کیوں لگا کہ میرا موڈ تمہاری وجہ سے خراب ہے؟''

''صبح آپ نے جس طرح ری ایکٹ کیا تھا۔'' اس کی آنکھیں بھر آئیں۔

''اوہ گاڈ..... ٹوٹل مس انڈر اسٹینڈنگ۔ یار اپ سیٹ تھا سونا چاہ رہا تھا۔ پہلے تمہاری کھٹ پٹ سے آنکھ کھلی پھر سویا تو بچوں نے آکر جگا دیا اور تم.....'' ثعلب نے اس کا ہاتھ تھام کر بھرپور انداز میں صفائی دی۔

''میں نے جو فیل کیا کہہ دیا۔ میں تو بہت آرام سے کام کر رہی تھی۔'' اس نے اپنے چھلکتے آنسو دوسرے ہاتھ سے صاف کیے۔ ''آپ کیوں اپ سیٹ تھے؟''

''بتایا تو ہے..... اچھا بھئی سوری۔'' ثمی نے اپنے کان پکڑنے کے بجائے اس کے کان پکڑے تو وہ پہلے تو خفگی سے دیکھے گئی پھر ایک دم ہنس دی۔

''آپ بھی ناں۔''

''شکر ہے تمہارے چہرے پر ہنسی تو نظر آئی۔ صبح سے سڑی شکل دکھا، دکھا کر بور کر دیا تھا۔'' ثمی نے اسے کندھوں سے تھام کر کہا تو وہ اس کے ہاتھ ہٹاتی اٹھ گئی۔

''میں تو نارمل تھی لفٹ تو آپ نہیں دے رہے تھے، مجھے ساتھ چلنے کے لیے بھی نہیں کہا۔'' دل میں آیا شکوہ وہ کیے بغیر نہ رہ سکی۔ ثمی نے اسے محبت بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

''یار تمہیں کہنے کی ضرورت تھی؟ پہلے سے طے ہے کہ ہم سبھی ایک ساتھ جائیں گے تو تم نے کیوں انکار کیا..... اچھا بس اب یہ گلے شکوے ختم کرو اور ادھر آؤ میرے پاس۔'' ثمی کو بھی احساس ہوا کہ یہ بحث چھڑ گئی تو بہت لمبی جائے گی اور بدمزگی کا امکان بھی تھا۔

''میں آپ کے لیے صبح کا ڈریس نکال کر آتی ہوں۔ اسٹور میں بھی کچھ سامان بکھرا ہے وہ ایک طرف کر دوں۔ آپ اپنا کام کریں۔''

''اوکے۔'' ثمی نے سر ہلا کر اجازت دی۔ اس کے جانے کے بعد ثمی کسی گہری سوچ میں رہا۔ ذہن میں کئی خیالات ہلچل مچا رہے تھے جنہیں جھٹک کر بھی وہ جھٹک نہیں پا رہا تھا۔ صبح اس ڈبے کو دیکھ کر اسے ماضی کے کئی لمحے یاد آئے تھے۔ کئی خوشگوار یادیں تھیں جنہیں وہ بھلانے کی کوشش میں ناکام ہو رہا تھا۔ رومانہ سے متعلق کئی تحائف اس ڈبے میں بند تھے اور وہ سوچ رہا تھا اگر وانیہ نے وہ ڈبا کھول لیا تو نہ جانے اس کا کیا ردعمل ہوگا۔ یہ چیزیں اب اس کے لیے زندگی کی تلخیوں سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتی تھیں لیکن وہ تلخیاں اس کی

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

موجودہ خوشگوار ازدواجی زندگی کی مٹھاس میں گھلتیں تو یہ بھی اسے گوارا نہیں تھا۔ وانیہ کے ساتھ وہ اب بھرپور اور مطمئن زندگی گزار رہا تھا۔ ماضی کی محبت اس کے لیے اب کسی نادانی و حماقت جیسی تھی۔ اسی لیے وہ بے جان و بے ضرر چیزوں کو وانیہ کو اذیت دینے کا ذریعہ نہیں بنانا چاہتا تھا۔ وانیہ واپس آئی تو وہ اپنی سوچوں سے نکل کر اسے دیکھ کر بھرپور انداز میں مسکرایا۔

☆☆☆

نانو کے پاس کوئی رشتے دار خاتون آئی بیٹھی تھیں۔ وانیہ ان کے لیے چائے اور لوازمات کی ٹرالی لے کر خود آئی اور پھر انہیں اصرار کے ساتھ سرو بھی کر رہی تھی۔ نانو کی بھتیجی اس سے کافی متاثر نظر آ رہی تھی۔

''ماشاء اللہ پھپھو جی کی دلہن نے بھی گھر سنبھال لیا ہے۔ اب تو آپ کو کوئی فکر نہیں رہی ہوگی۔'' وانیہ کے سامنے ہی انہوں نے توصیفی انداز میں کہا تو وہ جھینپ گئی۔

''الحمدللہ..... اللہ نے ہم پر بڑا کرم کیا..... ماشاءاللہ سے ہماری بچی بڑی سگھڑ اور سلیقہ مند ہے۔ ہم تو اس کے بغیر بالکل ادھورے ہیں۔'' نانو نے بہت شفقت و محبت سے پاس بیٹھی وانیہ کو تھپتھپایا تو وہ شرما کر اٹھ گئی۔

''نانو بلکہ میں آپ سب کے بنا ادھوری ہوں۔ آپ میرا ساتھ نہ دیں تو میں گھر کی ذمے داریاں کیسے سنبھال سکتی ہوں۔'' اس کی انکساری متاثر کن تھی۔

''آنٹی پلیز آپ مائنڈ مت کیجیے گا مجھے کچن میں کچھ کام ہے۔ میں آپ کے پاس پھر آ کر بیٹھتی ہوں۔''

''کوئی بات نہیں بیٹا، تم جاؤ کام کرو۔ میں بھی بس تھوڑی دیر میں چلی جاؤں گی۔''

''بالکل نہیں آپ کھانا کھا کر جائیں گی۔ سات بجے تک ثعلب بھی آفس سے آ جائیں گے۔ آپ کو ڈرائیور گھر چھوڑ دے گا۔ آپ آرام سے نانو کے ساتھ بیٹھ کر باتیں کریں۔'' وہ انہیں بہ اصرار کھانے کے لیے روکنے پر مجبور کر گئی۔ اس کے جانے کے بعد شکیلہ آنٹی

دنیا کے کسی بھی گوشے میں اور ملک بھر میں
گھر بیٹھے
رسالے حاصل کیجیے
جاسوسی ڈائجسٹ، سسپنس ڈائجسٹ
ماہنامہ پاکیزہ، ماہنامہ سرگزشت
باقاعدگی سے ہر ماہ حاصل کریں اپنے دروازے پر
ایک رسالے کے لیے 12 ماہ کا زرِ سالانہ
(بشمول رجسٹرڈ ڈاک خرچ)
پاکستان: کسی بھی شہر یا گاؤں کے لیے 800 روپے
امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ کے لیے 9,000 روپے
بقیہ ممالک کے لیے 8,000 روپے
آپ ایک وقت میں کئی سال کے لیے ایک سے زائد رسائل کے خریدار بن سکتے ہیں۔ رقم اسی حساب سے ارسال کریں۔ ہم فوراً آپ کے دیے ہوئے پتے پر رجسٹرڈ ڈاک سے رسائل بھیجنا شروع کر دیں گے۔
یہ آپ کی طرف سے اپنے پیاروں کے لیے بہترین تحفہ بھی ہو سکتا ہے
بیرونِ ملک سے قارئین صرف ویسٹرن یونین یا منی گرام کے ذریعے رقم ارسال کریں۔ کسی اور ذریعے سے رقم بھیجنے پر بھاری بینک فیس عائد ہوتی ہے۔ اس سے گریز فرمائیں۔
رابطہ: شمر عباس (فون نمبر: 0301-2454188)
جاسوسی ڈائجسٹ پبلی کیشنز
C-63 فیز II ایکسٹینشن ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی مین کورنگی روڈ، کراچی
فون: 021-35895313 فیکس: 021-35802551

نے مزید اسے سراہا۔

''واقعی پھپھو جیسا سنا تھا ممی کی دلہن اس سے بھی بڑھ کر ہے۔ تمکین کی کمی ذرا بھی محسوس نہیں ہوئی۔'' نانو نے بھی فوراً ہی تائید کی۔

''ہاں بالکل تمکین کا ہی پرتو لگتی ہے۔ آتے ہی گھر کو سنبھال لیا۔ اللہ میرے بچوں کا گھر اسی طرح شاد و آباد رکھے۔''

''پھپھو، ممی تو خوش ہے ناں اس شادی سے۔ میرا مطلب ہے رومی سے تو وہ شدید محبت کرتا تھا۔ اسے دل سے قبول کرلیا؟'' شکیلہ نے قدرے تجسس ظاہر کیا تو نانو کے لبوں پر خفیف سی مسکراہٹ آگئی۔ جب سے ثعلب کی شادی ہوئی تھی۔ ہر دوسری خاتون یہی سوال دُہراتی تھی۔

''اللہ کا شکر ہے دونوں ہی بہت خوش ہیں ایک دوسرے کی رفاقت میں۔ رومی سے محبت کی شدت تو تبھی ختم ہوگئی تھی جب وہ ہمیں مشکل گھڑی میں چھوڑ گئی تھی۔ مرد کے لیے وہی عورت اہم رہتی ہے جو اس کے برے وقت کی ساتھی بنے۔'' نانو جان نے انداز میں بات ختم کردی۔ نانو اپنی بھتیجی کی عادت سے واقف تھیں، جانتی تھیں خاندان کی... باتوں کی ٹوہ لینا اور پھر ان کا چرچہ عام کرنا ان کی خصلت میں شامل ہے۔ تبھی انہوں نے جلدی سے موضوع بدل دیا تھا۔ شکیلہ آنٹی بہت خوش، خوش رخصت ہوئی تھیں اور جاتے، جاتے انہیں اپنے گھر آنے کی دعوت بھی دے گئی تھیں۔

شکیلہ آنٹی کو ڈرائیور برکت علی چھوڑنے گیا ہوا تھا۔ برکت علی کافی عرصے سے آفس میں ڈرائیور کی پوسٹ پر کام کرتا رہا تھا۔ جب سے نانو یہاں رہائش پزیر ہوئی تھیں، ثعلب نے برکت علی کو مستقل گھر کے کاموں کے لیے وقف کردیا تھا اور اسے رہائش بھی سرونٹ کوارٹر میں دے دی تھی۔ سال پہلے ہی برکت علی کی شادی ہوئی تھی اور وہ اب گاؤں سے اپنی بیوی بھی لے آیا تھا۔ ایماندار اور قابلِ اعتماد تھا، اسی لیے بچوں اور عصمیٰ کو اسکول، کالج سے لانے لے جانے پر بھی مامور تھا۔ نانو کو ڈاکٹر کے پاس لے جانا بھی اسی کی ڈیوٹی تھی۔ اس کی فرض شناسی کی بنا پر ممی اس کا بہت خیال رکھتا تھا۔ اپنی بہت سی استعمال شدہ چیزیں کپڑے وغیرہ اس نے پہلے بھی کافی دفعہ برکت علی کو دیے تھے۔ اب بھی وانیہ نے جو کچھ بھی چھانٹی کیا تھا وہ برکت علی اور اس کی بیوی کو ہی بھجوا دیا تھا۔ خصوصاً وہ بڑا سا کارٹن بھی برکت علی، شکیلہ آنٹی کو چھوڑ کر نانو کے لیے منگوائی ہوئی میڈیسن دینے آیا تو قدرے جھجکتے ہوئے کہنے لگا۔

''باجی..... وہ آپ نے کل مجھے ایک ڈبا دیا تھا، مجھے لگتا ہے وہ مجھے غلطی سے دے دیا ہے۔''

''غلطی سے..... نہیں نہیں..... صاحب نے وہ تمہیں ہی دینے کے لیے کہا تھا۔ کیوں کیا ہوا..... کیا بات ہے؟'' وانیہ اس کے بہم سے تاثرات پر قدرے چونکی سی ہوگئی۔

''وہ..... اس میں صاحب کی کافی قیمتی چیزیں ہیں، اس لیے مجھے لگا کہ آپ پھر بھی صاحب کو ایک بار دکھا دیں۔ مجھے ان کے کام کی چیزیں لگتی ہیں۔''

''اچھا..... ہوسکتا ہے۔ ٹھیک ہے تم لاؤ میں دکھا دیتی ہوں۔'' وانیہ کو احساس ہوا کہ شاید وہ غلطی سے کچھ اور سامان نہ دے چکی ہو۔ بعد میں مسئلہ ہونے کا احتمال تھا جتنی دیر میں برکت علی وہ ڈبا لے کر آیا وہ وہیں لاؤنج میں بیٹھی رہی۔ سبھی آرام سے اپنے، اپنے کمروں میں سونے کی تیاری کررہے تھے۔ بچوں کو وہ سلا چکی تھی۔ ممی کمرے میں لیٹا ٹی وی پر حالاتِ حاضرہ کا پروگرام دیکھ رہا تھا۔ وانیہ، برکت علی سے ڈبا لے کر اندرونی دروازہ مقفل کرکے کمرے میں آئی تو ممی اس کے ہاتھ میں پھر وہی ڈبا دیکھ کر پہلے تو حیران ہوا پھر قدرے جھلاتے ہوئے استفسار کرنے لگا۔

''یہ کیا اٹھا لائی ہو برکت کو دیا نہیں ابھی تک؟''

''میں نے تو دے دیا تھا مگر وہ کہہ رہا ہے کہ اس میں آپ کا قیمتی سامان ہے۔ میں نے اسے غلطی سے

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

دے دیا ہے۔" وانیہ نے ڈبا صوفے کے پاس پڑی میز پر رکھنے کے بعد بستر کی طرف قدم بڑھائے۔

"کچھ خاص قیمتی نہیں ہے۔ بس دے دیا تھا تو..... واپس لینے کی کیا ضرورت تھی۔" عمی مزید جھنجلایا تو وہ پلٹ کر اس کی جانب آ گئی۔

"میں نے تو واپس نہیں مانگا..... وہ خود دے کر گیا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ آپ کی کوئی اہم چیز ہو..... آپ ایک بار چیک کرلیں..... پھر اسے دے دیجیے گا۔"

"نہیں چیک کرنا مجھے..... کہہ دیا ہے ناں....."

عمی کو اپنی چڑچڑاہٹ سے خود ہی الجھن ہوئی۔

"ثعلب..... کیا بات ہے، ایسا کیا ہے اس میں؟ کہیں آپ کی گرل فرینڈز کی نشانیاں اور لو لیٹرز تو نہیں۔" وانیہ نے تو اسے مذاق سے چھیڑا تھا۔ ثعلب نے نہایت سنجیدگی سے جواب دیا۔

"ہاں..... ایسا ہی ہے..... تم دیکھنا چاہتی ہو تو خود دیکھ لو یا پھر میں دکھاؤں.....؟ اگر حوصلہ ہے تو....." ثعلب کی بات اور سنجیدگی اسے حیران کر گئی۔

"میں نے تو تم سے اپنی محبت و وفا کی پائداری کے لیے ہر اس یاد کو مہر بند کر دیا تھا جو ہمارے رشتے میں دراڑ ڈالنے کی کوشش کرتی۔ اب تم یہ پینڈورا بکس کھولنا چاہتی ہو تو میں کیا کرسکتا ہوں۔" عمی کی آواز کسی کرب کے اثر سے بوجھل سی تھی۔ وانیہ جو مذاق، مذاق میں واقعی ڈبے کو کھولنا چاہتی تھی۔ وہ وہیں ساکت و جامد رہ گئی جبکہ عمی نہ جانے کس جذبے کے تحت ڈبے کی طرف بڑھا اور اس نے یک دم سارا ڈبا میز پر الٹ دیا۔ "دیکھو..... یہ ہے وہ قیمتی سامان جو اب میرے لیے کسی ملبے کے ڈھیر کی طرح ہے، تم یقین کرو نہ کرو یہی حقیقت ہے۔" وہ حیران نظروں سے بکھرے سامان کو دیکھ رہی تھی۔ کئی ٹائی پنز تھیں، گھڑیاں، گاگلز، ڈائریاں، فوٹو البمز، سی ڈیز، کیپ، وشنگ کارڈز، نیم پینڈنٹ، چین، کی چین اور پین سیٹ، کف لنکس اور نہ جانے کیا کچھ تھا۔ اتنی ساری چیزوں کے ساتھ ایک ہی ہستی وابستہ تھی۔ رومانہ..... یہ تمام چیزیں دونوں کی ایک دوسرے کے ساتھ وابستگی کی شدت کا احساس دلانے کے لیے کافی تھیں۔ اس کے باوجود دونوں کی جدائی..... وانیہ کی آنکھیں بے اختیار چھلک کر بہنے لگیں۔ عمی نے صرف اس سے ایک رشتے کی پائداری کی خاطر اپنی ساری وفائیں، سارے جذبے، سبھی ارمان مہر بند کر دیے تھے۔ اپنی ذات اپنی ہر وفا صرف اس کے لیے وقف کرنے کی خاطر اپنی زندگی کی انمول یادوں کو مہر بند کر کے بے وقعت کر دیا تھا۔ احساسِ تشکر سے اس کے آنسو تسلسل سے بہنے لگے۔ وہ بے اختیار ہو کر اس کی جانب بڑھی اور اس کے بازو سے لپٹ کر اسے یقین دلانے لگی۔

"مجھے تو آپ پر ہمیشہ سے یقین ہے۔ آپ نے یہ کیسے سوچ لیا کہ میں ان چیزوں کی وجہ سے اپنا یقین کھو دوں گی۔ جس طرح آپ کے لیے یہ سب کوئی وقعت نہیں رکھتیں، اسی طرح مجھے بھی کوئی فرق نہیں پڑتا۔ پلیز آپ انہیں رکھ لیں۔ استعمال کریں مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میرے اطمینان کے لیے یہی کافی ہے کہ آپ صرف میرے ہیں..... اور میرے ہی رہیں گے۔" وہ اتنی شدت سے روئی کہ ثعلب بھی پریشان ہو گیا۔ اسے بھی سمجھ آئی کہ وہ کیا کر چکا ہے۔

"وانیہ..... چپ کر جاؤ..... بھئی اس میں رونے کی کیا بات ہے..... میں نے اپنی خوشی سے کیا ہے یہ سب....."

"میں نے آپ کو مجبور کیا تھا ناں..... میں بے حد بری ہوں..... آپ کو کس قدر دکھ ہوا ہوگا۔" وہ اس کے دل کا درد محسوس کر کے بلک ہی اٹھی تھی۔ عمی نے اسے بازوؤں میں سمیٹ کر سنبھالنے کی کوشش کی..... مگر وانیہ کے احساسات بری طرح چٹخے تھے۔

"ڈونٹ بی سلی..... نیا پلیز اب چپ کر جاؤ..... سنو۔" عمی نے اسے جھنجوڑ کر جیسے متوجہ کیا۔ "سنو..... جب رومانہ سے میرا کوئی واسطہ، تعلق ہی نہیں رہا تو ان بے جان چیزوں کی کیا ضرورت ہے۔ شادی کی پہلی رات تم نے مجھ سے جو باتیں کی تھیں..... میں نے

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

انہیں دل سے قبول کیا تھا۔ میں واقعی رومانہ کو بھلانا چاہتا تھا اور تمہارے دکھائے درگزر کے راستے پر عمل کر کے میں اپنی کوشش میں کامیاب ہوا ہوں۔ پلیز اب تم مجھے ماضی کی اذیت ناک یادوں کو پھر سے گلے لگانے کا مشورہ مت دو۔'' عمی کے لہجے میں سچائی کی خوشبو تھی۔ وانیہ نے خود کو قدرے سنبھال کر اس کی جانب دیکھا تو عمی نے مزید پُراعتماد ہو کر اسے یقین دلایا۔

''سنو وانیہ..... مرد کی زندگی میں وہی عورت اہم مقام پاتی ہے جو اسے اور اس سے وابستہ مسائل سمجھ کر انہیں حل کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ تم میری زندگی میں اسی اہم مقام پر ہو..... باقی سب بکواس ہے، بس اب رونا دھونا بند..... یار آج جلدی سونا چاہتا تھا مگر..... آج کی رات تمہارے نام.....'' عمی نے سنجیدگی سے کہتے، کہتے اسے شرارت سے چھیڑا تو وہ جھینپ کر اسے پیچھے دھکیل گئی۔

☆☆☆

زندگی کا حسن وانیہ کو اب محسوس ہونے لگا تھا۔ اپنی امی کی، بابا جان سے چاہت کی وجہ اسے اب سمجھ آنے لگی تھی۔ اس کی امی نے جس طرح اس کے بابا کے لیے اپنی ذات نچھاور کر دی تھی۔ وانیہ بھی خود کو اسی مقام پر محسوس کرنے لگی تھی۔ اس کا دل چاہتا وہ عمی کے قدموں میں بچھ بچھ جائے۔ وہ اس کی ہر خواہش بنا کہے سمجھنے لگی تھی۔ اس کی آنکھیں محسوس کرنے لگی تھی۔ اس کی ذرا سی تاخیر اس کی جان پر بنا دیتی تھی۔ اس کا دل چاہتا کہ وہ ہر وہ عمل کر گزرے جو عمی کی جان کو راحت و سکون دے اور عمی کی جان کا راحت و سکون تو اپنے گھر کے افراد اور سنی، گولڈی کی خوشی میں اٹکا ہوا تھا۔ اسی لیے وانیہ کے لیے سبھی کو خوش رکھنا اور خوشی دینا سب سے مقدم تھا۔

☆☆☆

سعیدہ خانم کی طبیعت موسم کے زیر اثر کچھ خراب تھی۔ صبحی دل و جان سے ان کی تیمارداری کر رہی تھی۔ وانیہ کو بھی اس نے اطلاع دے دی تھی۔ کریم احمد بھی ہر روز آ کر بہن کی خبر گیری کرتے تھے اور آج تو بہت عرصے بعد طاہرہ بھی ان کے گھر آئی تھیں۔ چھوٹی بھاوج کی آمد ان کے لیے کسی عید کے چاند جیسی ثابت ہوئی تھی۔

''شکر ہے تمہاری صورت بھی نظر آئی..... ورنہ میں تو سمجھ رہی تھی تمہاری ناراضی کا ملال دل میں لیے دنیا سے رخصت ہو جاؤں گی۔'' طاہرہ بڑی نند کی بات سن کر قدرے جز بز سی ہوئیں۔ ان کے شکوے نے کریم احمد کے چہرے کا رنگ بھی بدلا تھا۔

''اللہ نہ کرے آپا..... آپ کو کچھ ہو..... ایک آپ ہی تو اب ہماری بزرگ ہیں۔'' کریم احمد نے بے ساختہ بہن کو ٹوکا تو طاہرہ نے بھی پیش رفت کی۔

''کریم ٹھیک کہہ رہے ہیں آپا..... اور میری آپ سے بھلا کیا ناراضی..... آپ بہن ہیں تو اپنے بھائی کا ہی ساتھ دینا تھا آپ کو.....'' طاہرہ نہ چاہتے ہوئے شکوہ کر گئیں..... کریم احمد نے بیوی کو گھور کر دیکھنے کے بعد بات کا اثر زائل کرنے کی کوشش کی۔

''اب ان باتوں کا کیا فائدہ جو ہونا تھا ہو گیا۔''

''نہیں کریم..... اسے کہنے دو..... اپنوں سے ہی شکوے کیے جاتے ہیں۔ اچھا ہے کہہ سن کر دلوں کا غبار نکل جاتا ہے۔'' سعیدہ خانم نے خندہ پیشانی سے اپنی بھاوج کے رویے کو درگزر کیا۔

''آپا..... انصاف سے سوچیں..... شوہر ساری زندگی بیوی کو دھوکا دیتا رہے اور بڑھاپے میں آ کر سوکن کا ہوا سامنے لا کھڑا کرے تو بیوی بیچاری کا... ردعمل کیا ہوگا۔'' طاہرہ ہنوز کبیدہ وشاکی تھیں۔

''تمہاری سوکن کا تو اب وجود ہی نہیں رہا۔ تم کیوں خواہ مخواہ جلتی کڑھتی رہتی ہو..... ویسے بھی ہم آپا کی مزاج پرسی کے لیے آئے ہیں۔ گھر جا کر اپنے قصے نمٹا لینا.....'' کریم احمد نے دبے، دبے لہجے میں بیوی کو کچھ باور کرایا۔ صبحی اسی وقت ٹرالی میں چائے کے لوازمات لیے سعیدہ خانم کے کمرے میں داخل ہوئی تو

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

انہوں نے مزید سرگوشیانہ انداز میں تنبیہ کی۔

''بس..... اب آپا کی بہو کے سامنے کوئی گوہر افشانی مت کرنا۔'' طاہرہ نے نخوت سے سر جھٹک کر آپا کو دیکھا تو وہ بھی نظروں میں یہی اشارہ کر رہی تھیں۔

''ماموں جان..... آپ نے بہت اچھا کیا آج مامی جان کو بھی لے آئے۔'' صبحی نے ماحول کی کشیدگی محسوس کر کے موضوع بدلنے کی کوشش کی۔

''اور تم نے تو ہماری طرف نہ آنے کا بہانہ ڈھونڈ لیا ہے..... میری سوکن کی اولاد کو بھابی بنا کر نئی رشتے داریوں میں مجھے نیچا دکھانے کی خوب کوشش کی ہے۔'' طاہرہ بیگم دل کی بات دل میں رکھ لیں ایسا کبھی نہیں ہوا تھا۔ صبحی کے چہرے کا رنگ لمحے بھر کو متغیر ہوا..... لیکن پھر وہ خود کو سنبھال کر بولی۔

''مامی جان اس میں خدانخواستہ آپ کو نیچا دکھانے والی کیا بات ہے۔ وانیہ کی شادی تو ماموں جان کو کرنی تھی۔ وہ آخر ان کی ذمے داری تھی..... اگر میرے بھائی کے ساتھ اس کا سنجوگ لکھا تھا تو اللہ کی مرضی..... آپ کو تو وہ ذمے داری اٹھانی بھی نہیں پڑی۔'' صبحی نے کافی رسانیت سے بات کی تھی۔ سعیدہ خانم نے بھاوج کے ماتھے کے بل دیکھ کر صبحی کو بہانے سے اٹھا دیا۔

''صبحی..... بیٹا دیکھنا ڈرائیور میری میڈیسن لے آیا ہے۔''

''جی امی جان..... میں دیکھتی ہوں۔'' صبحی ساس کا اشارہ سمجھ کر فوراً ہی وہاں سے چلی آئی۔

''میں کیوں اٹھاتی پرائی اولاد کی ذمے داری..... جس نے پیدا کیا تھا..... وہ جانے نہ جانے..... میں نیا سر درد کیوں پالیتی۔'' طاہرہ نے جلے بھنے انداز میں کہا تو دونوں بہن بھائی بے بسی کے طور پر سر ہلا کر رہ گئے۔ سعیدہ خانم نے بات ختم کرنے کے سے انداز میں نرمی سے سمجھانے کی کوشش کی۔

''بس پھر طاہرہ..... جب تمہارا اس بچی سے کوئی تعلق کوئی واسطہ ہی نہیں ہے تو تم کریم کی اور اپنی زندگی میں کھچاؤ کیوں پیدا کرتی ہو..... کریم اپنی ذمے داری پوری کر چکا..... بچی اپنے گھر بار کی ہو چکی..... وہ اپنے گھر میں خوش ہے، تم دونوں بھی اپنے گھر میں خوش رہو..... بہو، بیٹیوں کو تماشا مت دکھاؤ۔''

''یہی بات تو میں بھی سمجھاتا ہوں آپا.....'' کریم احمد نے پھر سے لاچاری ظاہر کی۔

''میں بھی بس یہی چاہتی ہوں کہ بار، بار اپنی چہیتی اولاد کا رونا رو، رو کر میری جان نہ جلائی جائے..... میں آج آئی بھی اسی لیے ہوں آپا کہ اس لڑکی سے کہیں..... بار بار فون کر کے میرے گھر کا سکون خراب نہ کیا کرے.....'' طاہرہ نے آخر اپنے آنے کا مقصد بیان کر ہی دیا۔ سعیدہ خانم حیرت سے بھائی کو دیکھے گئیں۔ ان کا خیال تھا کہ شاید بھائی کچھ کہے گا ان کی خاموشی محسوس کرے۔ سعیدہ خانم کو ہی وانیہ کا دفاع کرنا پڑا۔

''بیٹی اپنے باپ کو فون نہیں کرے گی تو کس کو کرے گی..... کریم احمد اس کا باپ ہے۔ تم یہ پابندی دونوں پر نہیں لگا سکتی ہو۔ تم اسے اپنے گھر میں نہ آنے دینے کا اختیار رکھتی ہو طاہرہ..... کریم سے اس کا رشتہ ختم کرنے کا نہ تمہارے پاس کوئی اختیار ہے نہ حق.....'' ماحول ایک دم ناساز گار ہو گیا تھا..... دونوں بہن، بھائی ایک دوسرے سے نظریں چرائے کچھ دیر خاموش رہے آخر طاہرہ نے ہی واپسی کے لیے جانے کا قصد کیا۔

☆☆☆

رات کے کھانے پر سبھی جمع تھے۔ وانیہ حسب معمول بچوں کو اپنے دائیں بائیں بٹھائے کبھی اپنے ہاتھ سے نوالہ کھلاتی، کبھی سب کو کھانے کی ڈش پیش کرتی، وہ سب کے لیے کسی ماں کی طرح فکر مند نظر آتی تھی جو اپنی ذات بھلائے دوسروں کی ضروریات و آرام کا خیال رکھ کر ہی مطمئن و پُرسکون نظر آتی ہے۔ نانو اور ثعلب کے ذہن میں بیک وقت یہی سوچ تھی۔ کھانے کے دوران نانو نے ہی ایک بار پھر اسے اسلام

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

آباد جانے کا مشورہ دیا۔

''وانیہ! بیٹا اب تو تمہیں جانا چاہیے۔ صبحی فون پر بتا رہی تھی، سعیدہ کی طبیعت کافی خراب ہے۔ تمہاری پھپھو ہیں تمہیں ضرور جانا چاہیے۔''

''ہاں، میں نے بھی وانیہ سے کہا ہے۔ یہ اپنا پروگرام بنالے، میں ٹکٹ کروا دیتا ہوں۔'' ممی نے بھی تائیدی انداز میں کہا۔

''میں اکیلی جاؤں گی؟ میرا مطلب ہے ہم سب کا تو اکٹھے جانے کا پروگرام تھا ناں اور.....'' وانیہ نے قدرے تردد سے کہا۔

''اکٹھے بھی چلیں گے انشاء اللہ..... مگر ابھی تمہارا جانا زیادہ ضروری ہے..... تم اپنی پیکنگ کرلو..... میں دیکھتا ہوں پرسوں کی کوئی سیٹ مل جائے۔'' ممی نے مزید کچھ کہنے کی گنجائش ہی نہیں چھوڑی تھی۔ پھپھو کی ناسازیٔ طبع کا سن کر پریشان تو وہ بھی تھی، جانا بھی چاہتی تھی۔ لیکن گھر کے معمولات میں خلل کا سوچ کر ذہن میں کشمکش بھی تھی۔ اب ممی اور بانو کے اصرار نے اس کی ہمت بندھا دی تھی۔

☆☆☆

گھر واپس جاتے ہوئے طاہرہ کا موڈ بری طرح بگڑا ہوا تھا۔ وہ بولتے ہوئے گاڑی چلاتے ڈرائیور کو بھی فراموش کر چکی تھیں۔

''تم اسی لیے مجھے اپنی بہن کے گھر لائے تھے تاکہ سبھی مل کر مجھے ذلیل کریں۔''

''پہلی بات تو یہ ہے کہ تم اپنی مرضی سے آئی تھیں اور دوسرے تم فضول میں ہر بات کو اپنی انا کا مسئلہ بنالیتی ہو۔ نہ تم صبحی کو کوئی بات سناتیں نہ وہ تمہیں جواب دیتی۔''

''اس کے جواب پر تم تو بہت خوش ہوئے ہوگے، تمہارا ارمان پورا ہوگیا۔''

''میرے ساتھ بار، بار اس موضوع پر بحث کرنے کی ضرورت نہیں ہے طاہرہ..... تمہاری وجہ سے..... ہاں صرف تمہاری وجہ سے میں نے اپنی بیٹی کو وہ حق نہیں دیا جس کی وہ حقدار تھی۔ شادی کے بعد ہر لڑکی اپنے باپ کے گھر رہنے آتی ہے مگر میں تو رخصت کرنے کے بعد اسے ایک دن کے لیے بھی نہیں بلا سکا۔ اگر وہ میری خیریت معلوم کرنے کے لیے مجھے فون کرلیتی ہے تمہیں اس کی بھی تکلیف رہتی ہے۔'' کریم احمد کا پیمانۂ صبر جیسے چھلک پڑا تھا۔

''ہاں..... ہوتی ہے مجھے تکلیف یہ سوچ، سوچ کر کہ تم نے میرا ہی نہیں میری اولاد کا بھی حق دوسری عورت اور اس کی اولاد کی جھولی میں ڈال دیا۔ میرے جیتے جی اب تم اسے کچھ نہیں دو گے..... نہ ہی اسے کبھی میرے گھر میں آنے کی اجازت ہوگی.....'' طاہرہ بیگم جیسے چیخ اٹھیں۔

''تم نے ہی مجھے مجبور کردیا تھا کہ میں دوسری عورت کی طرف جاؤں۔'' کریم احمد بھی چڑچڑے پن سے بولنے لگے تھے۔

''تمہاری اپنی نیت میں کھوٹ تھا۔ تم جیسے مردوں کو بیوی سے ہمیشہ دور جانے کے بہانے چاہیے ہوتے ہیں۔ ایک سے دل جو نہیں بھرتا۔''

''بس کردو طاہرہ ایسا نہ ہو تمہاری بکواس سن، سن کر میں کوئی ایسا قدم اٹھالوں جس پر تمہیں باقی زندگی پچھتانا پڑے.....'' کریم احمد کا لہجہ سنجیدہ ہی نہیں سنگین بھی ہوگیا تھا۔ طاہرہ بہت حیرانی سے انہیں دیکھ رہی تھیں۔ گھر آگیا تھا۔ ڈرائیور نے جیسے ہی گیٹ پر گاڑی روکی کریم احمد اتر کر اندر بڑھ گئے۔

وانیہ رات کے سارے معمولات سے فارغ ہو کر کمرے میں آئی تو ثعلب نے اسے اطلاع دی۔

''نیا صبح دس بجے کی سیٹ کنفرم ہوگئی ہے تمہاری، تم اپنی پیکنگ کرلو..... میں نے آپی کو بھی انفارم کردیا ہے۔ وہ خود تمہیں ریسیو کرنے آجائیں گی، اوکے.....''

''اتنی جلدی کیا تھی آپ کو.....؟'' وانیہ قدرے جھنجلاتی، زچ ہوتی اس کے سامنے آبیٹھی۔

''کیا مطلب.....؟ تم جانا نہیں چاہتیں؟'' ممی نے اسے حیرانی سے دیکھا۔

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdunovels.net

''جانا تو چاہتی ہوں..... مگر اس طرح.....'' وہ کہتے، کہتے جھجکی۔

''کس طرح.....؟ کیا ہاتھی گھوڑوں کے ساتھ جانا چاہتی تھیں۔'' ممی نے اس کی خاموشی پر اسے چھیڑا۔

''اس طرح..... کا مطلب ہے، بلال اور طلال کے لیے کسی گفٹ کے بغیر.....'' وہ زچ ہو کر بولی۔ ''وہ صرف میری پھپھو کا گھر نہیں ہے۔ صبحی بھابی، آپ کی بہن کا سسرال بھی ہے۔ آپ کے حوالے سے میری اب الگ حیثیت ہے۔ میں خالی ہاتھ وہاں منہ اٹھا کر چل دوں..... کیا اچھا لگے گا؟'' وانیہ کے چہرے پر پریشانی کے اثرات بالکل حقیقی تھے۔ ممی کچھ متاثر ہوا پھر اس کے قریب ہو کر کندھوں سے تھامتے ہوئے رسانیت سے کہنے لگا بلکہ مصنوعی سنجیدگی سے اسے چھیڑا۔

''اوہو..... یار..... واقعی یہ تو بہت بڑی پرابلم ہے..... مگر اب کیا ہو سکتا ہے۔ سیٹ تو کنفرم ہو چکی ہے، اوکے..... ڈونٹ وری..... میں آتی سے خود ایکسکیوز کر لوں گا۔''

''آپ تو ایکسکیوز کر لیں گے..... مگر میرے حوالے سے ہمیشہ کے لیے بات رہ جائے گی کہ مجھے رشتوں کے حساب سے ملنے برتنے کا سلیقہ ہی نہیں ہے۔'' وہ قدرے سنجیدگی سے کہتی سامنے سے اٹھ کر ڈریسنگ روم کی طرف بڑھی تو ممی ایک جست میں اس کے سامنے جا کھڑا ہوا۔

''سوئٹ ہارٹ..... تم ٹینشن کیوں لے رہی ہو..... کوئی کچھ نہیں کہے گا..... اوکے، ہاں ایک حل ہے تم وہاں جا کر بلال، طلال کی پسند سے انہیں گفٹ لے دینا۔''

''میں ٹینشن نہیں لے رہی..... بس ایک بات کہہ رہی تھی۔ شادی کے بعد بہت سی باتوں کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔ عموماً ملنے برتنے کے معاملات میں مرد بری الذمہ ہی رہتے ہیں..... شکایت پیدا ہوتی ہے تو بیوی کو ہی موردِ الزام ٹھہرایا جاتا ہے۔''

''اللہ! میری زوجہ محترمہ میں کس صدی کی روح ڈال دی ہے تو نے.....'' ممی نے اس کی سنجیدگی پر جیسے دہائی دی۔ ''مجھے نہیں پتا تھا کہ تم اتنی گہرائی سے سوچتی ہو..... آئندہ میں اپنے سر ہر الزام لے لوں گا۔ تمہیں اپنی ننھی سی جان پر اتنا بڑا بوجھ لینے کی ضرورت نہیں۔ اب پلیز کچھ مت کہنا..... جلدی سے اپنا سوٹ کیس پیک کر لو..... مجھے واقعی بہت نیند آ رہی ہے اور... ائرپورٹ سے تم چاکلیٹس وغیرہ بچوں کے لیے لے لینا۔'' ممی نے اس کے بولنے کی کوشش پر اس کے منہ پر ہاتھ رکھتے ہوئے اسے کندھوں سے پکڑ کر ڈریسنگ روم میں دھکیل دیا۔

سب میٹھی نیند سو رہے تھے اور وہ کچن میں آئندہ کچھ دنوں کے لیے مختلف ڈشز بنا کر رکھنے میں مصروف تھی۔ اسے معلوم تھا بچے اور ممی، شہنی بوا کے ہاتھ کے سادے کھانے رغبت سے نہیں بلکہ مجبوراً کھاتے تھے۔ ناشتے سے پہلے، پہلے وہ فارغ ہونا چاہتی تھی اور آٹھ بجے تک نکلنا بھی تھا وہ فجر سے اٹھی ہوئی تھی۔ شہنی بوا اپنے معمول سے اٹھ کر آئیں تو کچن میں مختلف خوشبوئیں پھیلی محسوس کر کے سر دھننے لگیں۔

''ارے بیٹا، تمہیں بھی بس خبط ہے کام کا..... ارے مجھے جگا لیتیں..... میں کچھ مدد کرواتی.....''

''مدد تو بوا آپ ہی کو کرنی ہے میری..... یہ سب ٹھنڈا ہو جائے تو فریزر اور فریج میں رکھ دیجیے گا..... اور پلیز ناشتے کو روزانہ تازہ سوپ اور بچوں کو جوس ضرور دے دیجیے گا۔ یہ کچھ چکن و ویجیٹیبل کباب بھی بنا دیے ہیں۔ آپ فرائی تو کر لیں گی ناں.....'' وانیہ نے مصروف انداز میں کہتے ہوئے پوچھا تو بوا جھٹ بولیں۔

''یہ بھی کوئی مشکل کام ہے، اتنا تو کر ہی لوں گی..... بلکہ تمہارے آنے سے پہلے الٹا سیدھا جیسا بھی بنتا تھا میں بنا لیتی تھی۔ اب تم نے انہیں چٹخاروں کی عادت ڈال دی ہے تبھی تو انہیں کچھ پسند نہیں آتا۔'' بوا نے شکایت بھرے انداز میں کہا تو وانیہ مسکرا دی۔

''بوا جی بچے اب ٹی وی پر جو چیزیں دیکھتے ہیں۔ وہی مانگتے ہیں، اچھا آپ جلدی سے ناشتا بنا لیں۔ میں ذرا جانے کے لیے تیار ہو جاؤں۔'' وانیہ

www.urdutube.net www.bookstube.net www.urdumovies.net

نے کبابوں کی ٹرے کو پلاسٹک کور سے پیک کر کے فریزر میں رکھا اور پھر ہاتھ دھو کر جانے لگی تو بوا نے پیچھے سے پکار کر پوچھا۔

''بیٹا! کتنے دن کے لیے جا رہی ہو..... جو اتنا کچھ بنا دیا؟''

''بوا جی! دو تین دن میں آجاؤں گی میں۔ انشاءاللہ۔ اللہ پھپھو کو صحت دے..... میں تو ابھی نہ جاتی مگر کیا کروں جانا بھی ضروری ہے۔''

''ہاں بیٹا! ضرور جاؤ..... بلکہ تمہیں تو پہلے ہی جانا چاہیے تھا۔ گھر کی فکر مت کرو، میں سب سنبھال لوں گی۔''

''مجھے معلوم ہے بوا جی آپ سب سنبھال لیں گی اسی لیے بے فکر ہو کر جا رہی ہوں۔'' وانیہ کو واقعی ان کی وجہ سے کافی اطمینان تھا اگر وہ نہ ہوتیں تو وہ جانے کا سوچتی بھی نہیں۔ چلتے، چلتے وہ بار بار نانو کو ممی کو مختلف تاکیدوں سے باندھ رہی تھی کہ وقت پر کھانا اور دوا کھانا، ممی بچوں کو آفس سے آکر پراپر ٹائم دے..... انہیں رات کو کہانیاں سنائے، اسکول ٹائم پر خود اٹھ کر انہیں وین میں بٹھائے..... جس پر ممی نے اسے چھیڑا تھا۔

''اتنی بھاری ڈیوٹی میں تو نہیں دے سکتا۔ اپنے لاڈلے دلاروں کی عادتیں اتنی نہیں بگاڑنی تمہیں..... '' گاڑی میں بیٹھی ثعلب کے ساتھ... ائرپورٹ جاتے ہوئے وانیہ نے خاصی حیرت سے اس کی جانب دیکھا۔

''یہ آپ کہہ رہے ہیں؟ میں نے ان کی عادتیں بگاڑی ہیں؟''

''تو اور کیا.....؟ بچے تمہارے بغیر سوتے نہیں، تمہارے بغیر کھاتے نہیں، اٹھتے نہیں..... تمہارے بغیر میں ادھورا ہوں..... اب بتاؤ بھلا کس کا قصور ہے؟'' وانیہ آخری بات سن کر اسے خفگی سے دیکھ کر بولی۔

''اب ان باتوں کا مقصد..... میں نہ جاؤں؟''

''یار اب کچھ کہوں گا تو لڑائی ہو جائے گی..... میرے بڑے کہتے ہیں، بیوی میکے جا رہی ہو تو اسے روکنے کی کوشش بیکار ہوتی ہے۔''

''آپ ہی نے insist کیا تھا۔ آپ روک لیتے، میں نہ جاتی.....'' وانیہ اس کی فطرت سے کافی آگاہ ہو چکی تھی۔ اس کی چھیڑ چھاڑ کا برا مانے بغیر جواباً خوشدلی سے بولی تو ثعلب بھی مسکرا دیا۔

''ہاں..... تاکہ کل کو تمہارے میکے میں، میں ظالم شوہر کے نام سے مشہور ہو جاتا..... جو اُن کی بیٹی کو ان سے ملنے نہیں دیتا۔''

''کوئی آپ کو میرے سامنے ایسا کہہ کر تو دکھائے..... میں اسے خود جواب دے لوں گی۔'' وانیہ نے فوراً سنجیدگی سے جواب دیا جس پر وہ مصنوعی حیرت ظاہر کرنے لگا۔

''واقعی.....؟ تم کسی اور کے سامنے بھی بول سکتی ہو؟ میں تو سمجھا تھا میری زوجہ محترمہ صرف میرے سامنے ہی بولتی ہے۔'' لہجے میں شرارت بھی تھی وانیہ نے اسے قدرے خفگی سے دیکھا۔

''آپ کے کہنے کا مطلب ہے میں بہت زیادہ بولتی ہوں۔''

''میرے فرشتے گواہ ہیں، میں نے ایسا ہرگز نہیں کہا..... اچھا چھوڑو، اب جاتے، جاتے ناراضی والا سین مت بناؤ۔ ائرپورٹ آگیا ہے، اب تو تمہیں جانا ہی ہے۔ بس پہنچتے ہی ایک کال ضرور کر دینا..... اور جلدی آنے کی کوشش کرنا..... آئی مس یو سو مچ.....'' گاڑی ائرپورٹ کی حدود میں داخل کرتے ہوئے ثعلب نے قدرے جذباتی ہو کر اس کا ایک ہاتھ تھاما تو وہ جھینپ کر جز بز ہوئی۔

''آپ بھی ذرا دھیان سے گاڑی چلائیں۔ زیادہ رومینٹک ہونے کی ضرورت نہیں۔ لوگ کیا کہیں گے۔'' وانیہ نے اپنا ہاتھ اس کی گرفت سے چھڑا۔

''کیا کہیں گے.....؟ میری وائف پہلی بار اپنے میکے جا رہی ہے، اتنا رومینٹک تو فرسٹ ٹائم پر ہر ہزبینڈ ہوتا ہے۔ ہاں ذرا معاملہ پرانا ہو جائے تو بیچارہ شوہر گھر سے ہی رخصت کر کے شکر ادا کرتا ہے۔'' ثعلب نے

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

کار پارکنگ میں لگا کر اس کا چھوٹا سا سفری بیگ ڈگی سے نکالا۔

''تو آپ میرے جانے کے بعد شکرانہ ادا کریں گے؟'' وانیہ اس کے ہم قدم چلتے ہوئے اس کی بات سے محظوظ ہوئی تھی۔

''ابھی مجھ پر وہ وقت کہاں آیا ہے۔ ابھی تو میں تمہاری واپسی کی دعائیں کروں گا..... ہاں ایسا کچھ عرصے بعد ہوسکتا ہے کہ تمہارے جانے کے بعد میں بھی شکرانہ ادا کیا کروں۔''

''بے فکر رہیں، میں آپ کو ایسا موقع ہرگز نہیں دوں گی..... آئندہ آپ کے ساتھ جاؤں گی ورنہ نہیں جاؤں گی۔'' وانیہ نے جواباً اسے حیران کردیا۔

''رئیلی..... کرو وعدہ.....'' ثعلب نے چلتے، چلتے رک کر اپنا ہاتھ اس کے آگے پھیلایا تو وانیہ نے بھی فوراً اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔

''وعدہ.....'' ایک یاد کی کسک لیے پھر کو ثعلب کی آنکھوں میں لہرائی تھی۔ رومانہ نے بھی کبھی اسی طرح کچھ وعدے کیے تھے، قسمیں کھائی تھیں، جن کا وہ اسیر ہوا تھا۔ وانیہ بیگ لے کر ڈیپارچر لاؤنج کی طرف بڑھ گئی الوداعی ہاتھ لہرا رہی تھی۔ ثعلب نے بھی میکانکی انداز میں ہاتھ لہرا کر رخصت کیا تھا..... واپسی پر اس کا دل بھی بوجھل تھا اور ذہن بھی..... ایک یاد کی کسک تھی دوسرے وانیہ کی جدائی کا احساس..... اپنی یادوں کے خیال پر وہ واپسی پر خود کو ملامت کررہا تھا۔

''ثعلب فاران یہ تم کیا کررہے ہو..... تمہاری سنگت میں تمہاری بیوی تھی اور تم رومانہ کو سوچ رہے تھے..... اگر وانیہ جان جاتی تو کیا ہوتا..... وہ تمہارے لیے تمہارے گھر کے لیے اس قدر مخلص و فکرمند ہے اور تمہیں اس کے خلوص و محبت کے بجائے وہ لمحے یاد آرہے تھے، جن کا تعلق زندگی کی حقیقتوں سے نہیں ہے۔ تم پھر سے کسی سراب کے گرداب میں پھنس رہے ہو۔'' وہ خود کو سرزنش کرتا ڈرائیو کرتے، کرتے اپنے سیل فون پر وانیہ کا نمبر ڈائل کر بیٹھا..... جہاز اڑنے والا تھا، وہ اس سے معذرت کرنے لگی۔

''میں آپ کو اسلام آباد ائرپورٹ پر اتر کر کال کروں گی۔''

''اوکے لیک کیئر..... سوئٹ ہارٹ.....'' وانیہ کی آواز سن کر ساری کسک معدوم ہوگئی تھی۔ وانیہ کی محبت اتنی طاقتور ضرور تھی جو پل بھر میں ماضی کی یادوں کو دھوئیں کی طرح تحلیل کرگئی تھی۔

☆☆☆

''شکر ہے پھپھو! آپ بہتر نظر آرہی ہیں..... ہم سب تو بہت پریشان ہوگئے تھے۔'' وانیہ، سعیدہ خانم کے پہلو سے لگی اپنی فکر و چاہت کا ثبوت دیتی انہیں بے حد پیاری لگی۔

''بیٹا تم بچے تو یونہی پریشان ہوجاتے ہو..... بڑھاپا آگیا ہے ذرا سا موسمی نزلہ، زکام بھی جان کو آجاتا ہے۔ تاحق سب کو فکرمند کردیا صبحی نے۔''

''امی جان! ہم صحیح فکرمند تھے۔ آپ کو دو دن تو ہوش ہی نہیں تھا اپنا..... شہود نے بھی دو دن آپ کے سرہانے بیٹھ کر گزارے ہیں۔'' صبحی چائے کی ٹرالی ملازمہ کے ہمراہ لے کر آئی تو سعیدہ خانم کی بات کا بڑی رسانیت و اپنائیت سے جواب دیا۔

''ہوا کیا تھا پھپھو کو.....؟'' وانیہ نے چائے کا کپ لیتے ہوئے پوچھا تو صبحی بھی تفصیل بتانے لگی۔

''امی جان نے پچھلے دنوں کچھ زیادہ ہی پرہیز کرلیا تھا۔ ہمیں پتا ہی نہیں چلا ان کی شوگر لو ہوگئی۔ تبھی یہ بے ہوش ہوگئیں..... وہ تو اسپتال لے کر گئے تو معلوم ہوا۔''

''پھپھو آپ اتنا بھی پرہیز نہیں کیا کریں..... تھوڑا بہت میٹھا لے لیا کریں۔ بابا کو بھی یہی پرابلم ہے۔ میں تو بابا جان کو امی جان کے منع کرنے کے باوجود سوئٹ ڈشز کھلا دیتی تھی۔'' وانیہ، پھپھو کو مشورہ دے کر اپنی یادیں بانٹنے لگی تھی۔ سعیدہ خانم نے بھتیجی کو قدرے ملال سے دیکھا۔ باپ اسی شہر میں موجود تھا مگر باپ، بیٹی کے ملنے پر پابندی تھی گزشتہ روز ہی کریم احمد نے

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

بہن کو طاہرہ کے جھگڑے کا قصہ سنایا تھا۔

''بدبخت شوگر بھی کوئی بلا ہے، ڈاکٹر بھی تو ڈراتے رہتے ہیں۔ خیر..... دفع کرو میری بیماری کو..... اب تو میں بھلی چنگی ہوں، تم بتاؤ ثعلب، تمہاری نانو سب ٹھیک ہیں۔''

''سب خیریت سے ہیں پھپھو..... نانو تو بہت فکر مند تھیں۔ انہوں نے ہی مجھے اصرار کر کے بھیجا ہے۔ ورنہ میں تو بچوں کی چھٹیوں میں آجاتی۔''

''ہاں تو پھر آجانا چھٹیوں میں، تمہارا اپنا گھر ہے، ابھی کتنے دن رکو گی؟'' سعیدہ خانم نے اس کا کندھا تھپتھپا کر جیسے اپنے ساتھ کا احساس دلایا۔

''دو تین دن کا کہہ کر آئی ہوں پھپھو.....''

''صرف دو، تین دن.....؟ اتنی جلدی ہم تمہیں نہیں جانے دیں گے۔'' صبحی آپی نے اس کی طرف بسکٹ بڑھاتے ہوئے خاصی اپنائیت سے کہا تو سعیدہ خانم بھی تائید ابولیں۔

''ہاں بالکل..... کچھ دن تو رکو..... میں کریم کو بھی فون کرتی ہوں۔ وہ بھی تم سے ملنا چاہ رہا تھا۔''

''بابا جان سے بھی مل لوں گی مگر مجھے دو دن بعد ضرور جانا ہے۔ میری غیر موجودگی سے بھی ڈسٹرب ہوں گے..... سنی، گولڈی تو مجھے آنے ہی نہیں دے رہے تھے۔''

''بچوں کو ممی سنبھال لیتا ہے، تم فکر مت کرو..... میں خود بات کروں گی..... پہلی دفعہ میکے آئی ہو..... آرام سے رہو۔'' صبحی آپی نے اس کی ایک نہیں سنی..... فی الحال وہ بھی خاموش ہوگئی تھی۔ جانے کا پروگرام پہلے سے بتا کر اسے اپنی غلطی کا احساس ہوگیا تھا۔

☆☆☆

وانیہ رات کے کھانے کے بعد لان میں نکل آئی تھی۔ صبحی کچن سمیٹ رہی تھی اسی لیے اسے ٹی وی دیکھنے کا مشورہ دیا تھا مگر وہ لان میں چلی آئی تھی۔ اسے بچوں سے بات کرنی تھی۔ ثعلب کا نمبر ملا کر اس نے کان سے لگایا تو اگلے ہی لمحے اس کی کال کاٹ دی گئی۔ دو تین بار کی کوشش کے بعد بھی نتیجہ یہی رہا تو وانیہ کو پریشانی لاحق ہوئی۔ یہ کیسے ہوسکتا تھا۔ ثعلب اس کی کال ریسیو نہیں کر رہا تھا۔ وانیہ کو سو طرح کے وہم و خیال پریشان کرنے لگے تھے۔ سب سے پہلا خیال تو نانو کی طبیعت کے حوالے سے آیا تھا یا پھر سنی، گولڈی کے بارے میں..... دونوں بہن بھائی لڑنے پر آتے تھے تو کسی کی نہیں سنتے تھے۔ سنی تو گولڈی کی چیزیں توڑ پھوڑ دیتا تھا۔ یہ تو وانیہ نے ہی انہیں کافی سمجھایا بجھایا تھا تو وہ دونوں منع ہوئے تھے۔ وہ اپنی پریشان سوچوں میں غلطاں تھی اسی لمحے ثعلب کی کال آگئی۔

''سوری یار..... تمہاری کال ڈسکنیکٹ کر دی تھی۔ یہاں ایک ہنگامہ مچا ہوا تھا۔'' وہ کال ریسیو ہوتے ہی بولا۔

''کیسا ہنگامہ..... خیریت ہے ناں.....؟'' وانیہ حقیقی طور پر پریشان ہوگئی تھی۔

''خیریت کہاں..... تم نے دونوں کے لیے جو سرپرائز رکھا تھا۔ وہ گولڈی کے ہتھے چڑھ گیا..... اس آفت کی پرکالہ نے سنی کے حصے کی چاکلیٹ بھی کھالی اور اس کی اسٹوری بک پر لائنز بھی لگا دیں۔ اب سنی بھی بدلہ لیے بغیر اسے بخشنے پر تیار نہیں ہے۔ کہتا ہے کہ اس کے ڈول ہاؤس کو توڑ کے سوئے گا۔'' ممی اسے وجوہات بتانے لگا۔

''یہ تو بہت برا ہوا..... حالانکہ میں نے دونوں کے الگ، الگ پیکٹ بنائے تھے۔ میں اسی لیے کہتی ہوں کہ بچوں کو الٹے سیدھے کارٹون نہیں دیکھنے چاہئیں۔ بچے ایگریسو ہونے لگتے ہیں۔''

''ہاں صحیح کہہ رہی ہو..... مگر بچوں کو بہلانا اسی طرح آسان لگتا ہے..... ویل پلیز تم بس آجاؤ..... پھپھو جان اب ٹھیک ہیں ناں.....''

''کیا..... ؟'' ممی کی بات پر وہ حیران ہوئی۔

''آپ نے کیا کہا.....؟ میں آج ہی تو آئی ہوں۔''

''یار..... نہیں سنبھل رہے یہ شیطان مجھ سے۔ یونو کل فن لینڈ جانے کے وعدے پر بڑی مشکل

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

سے مانے ہیں۔"

"سچ، سچ بتائیں، بچے نہیں سنبھل رہے یا..... آپ....." وانیہ نے بھرپور شرارت سے کہا تو محی نے یک دم بے ساختہ قہقہہ لگایا۔

"نیا..... یہ تم ہی ہو ناں.....؟ آئی کانٹ بلیو....." محی کافی محظوظ ہوا تھا۔" very pleasant change یہ سارا کمال میری صحبت کا ہے ناں؟"

"لے لیں آپ سارا کریڈٹ....." وانیہ نے مصنوعی خفگی ظاہر کی۔

"میں کیا غلط کہہ رہا ہوں.....؟ شادی سے پہلے تمہیں بولنا بھی نہیں آتا تھا، کچھ یاد ہے جب میں آپی کی طرف آیا تھا تو تمہاری بولتی بھی بند تھی۔"

"وہ تو میں شرم سے نہیں بول پائی تھی..... ورنہ اپنے کالج کی بیسٹ ڈیبیٹر رہی ہوں۔"

"بھئی میں تو ہوں ہی تم سے امپریس..... مزید ضرورت نہیں ہے، بس یہ بتاؤ کل آ رہی ہو ناں....." ثقلب نے بہ اصرار پوچھا تو وہ یک دم سنجیدہ ہو کر معمول کے انداز میں بولی۔

"ثقلب..... اتنی جلدی؟ ابھی تو میں بابا جان سے بھی نہیں ملی ہوں..... اور صبحی بھابی تو مجھے کافی دن روکنے کا پروگرام بنائے بیٹھی ہیں۔"

"ان کے پروگرام ان کے ساتھ رہنے دو، تم کل اپنے بابا سے مل لو اور پلیز پرسوں تک آ جاؤ۔" وہ ملتجی ہوا۔

"میں دیکھتی ہوں..... اگر چچو اور بھابی نے اجازت دے دی تو..... میں آ جاؤں گی ورنہ....."

"اب زیادہ سر نہ چڑھو..... اتنی منتیں کرنی شوہر نہیں کرتا..... معلوم ہے ناں تمہیں دیکھے بنا چین نہیں ہوتی میری..... یہ کمرا، یہ بستر کاٹ کھانے کو دوڑ رہے ہیں مجھے..... میں نے کہہ دیا ہے پرسوں تم واپس آ رہی ہو بس....." اس کی محبت کا احساس وانیہ کی سرشاری میں اضافہ کر گیا۔

"اچھی دھونس ہے۔" وہ بے ساختہ کھلکھلائی۔

"تم جو چاہے سمجھو..... مگر یہ میری محبت ہے۔"

دونوں دیر تک اسی طرح چھیڑ چھاڑ کرتے رہے۔ شہود کافی دیر سے کھڑکی کا پردہ ہٹائے سگار پیتے ہوئے لان کا نظارہ کر رہے تھے۔ کھڑکی سے ذرا فاصلے پر بنچ پر بیٹھی وانیہ کے چہرے پر پڑتی پول لیمپ کی روشنی اس کی اندرونی و بیرونی خوشی کو چھلکاتی اسے بے حد حسین دکھا رہی تھی۔

"وانیہ کو دیکھ رہے ہیں.....؟ محی سے بات کر رہی ہے۔" صبحی ذرا دیر میں متوجہ ہو کر دیکھنے لگیں۔

"ہوں....." شہود نے گہری سانس لے کر پلٹ کر بیڈ تک آتے، آتے اپنے اطمینان کا اظہار کیا۔

"شکر ہے، ہمارا فیصلہ درست رہا..... سچ پوچھو تو امی جان نے جب یہ ذمے داری اپنے سر لی تو میں زیادہ مطمئن نہیں تھا۔ محی کی رومانہ سے کمٹمنٹ تھی..... مجھے زیادہ یقین نہیں تھا کہ وہ اپنی زندگی میں کسی دوسری لڑکی کو دل سے جگہ دے گا..... مگر وانیہ کو خوش دیکھ کر لگتا ہے کہ دونوں میں اچھی انڈر اسٹینڈنگ ہے۔"

"صرف انڈر اسٹینڈنگ ہی نہیں..... دونوں میں بے حد محبت اور ایک دوسرے کے لیے احترام بھی ہے اور مجھے یقین ہے دونوں کی یہ محبت ہمیشہ قائم رہے گی۔"

"آمین....." شہود نے بے ساختہ کہا تو صبحی نے بھی دل سے تائید کی۔

☆☆☆

کریم احمد، سعیدہ خانم کے بلانے پر آفس ٹائمنگ میں وانیہ سے ملنے آئے تھے..... سعیدہ باپ، بیٹی کو تنہا چھوڑ کر ظہر کی نماز کے بہانے اپنے کمرے میں چلی گئی تھیں۔ جبکہ صبحی دوپہر کے کھانے کے انتظام میں لگی ہوئی تھی..... کریم احمد کو سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ بیٹی سے کیا بات کریں..... وانیہ کو بھی ان کی خاموشی کھل رہی تھی آخر اسی نے ابتدا کی۔

"بابا جان..... کیا آپ مجھ سے یہ بھی نہیں پوچھیں گے کہ میں کیسی ہوں..... اپنے گھر میں خوش ہوں یا نہیں..... اور.....؟"

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

''بیٹا..... یہ باتیں پوچھی نہیں جاتیں..... نظر آجاتی ہیں۔ محسوس ہوجاتی ہیں..... ماشاء اللہ تم خوش ہو..... مجھے محسوس ہورہا ہے۔ آخر باپ ہوں تمہارا..... اتنا تو جان سکتا ہوں ناں.....'' انہوں نے سنجیدگی سے بولتے ہوئے پاس بیٹھی وانیہ کا سر تھپتھپایا۔

''مگر بابا جان مجھے آپ بہت کمزور اور اداس محسوس ہورہے ہیں..... کیا آپ اپنا خیال نہیں رکھ رہے..... اپنا چیک اپ تو کروا رہے ہیں ناں.....؟''

''تمہاری امی کے بعد میرا خیال رکھنے والا کون رہا ہے بیٹا۔'' کریم احمد نے بے ساختہ کہا تو عرصے بعد ان کے منہ سے اپنی ماں کا ذکر اسے حیران کر گیا۔

''بڑی امی آپ کا خیال نہیں رکھتیں؟''

''اس عورت کو میرے ساتھ لڑنے جھگڑنے سے فرصت ملے تو وہ کچھ اور سوچے ناں..... بس گڑے مردے اکھاڑ کر خود بھی پریشان رہتی ہے اور مجھے بھی پریشان رکھتی ہے۔''

''بابا جان..... آپ انہیں اطمینان دلا دیں کہ اب امی تو اس دنیا میں ہی نہیں رہیں..... اور میں بھی آپ کی ذمے داری نہیں رہی..... وہ بے فکر ہوجائیں..... میں کبھی ان کی زندگی میں مخل ہونے نہیں آؤں گی۔'' وانیہ رسانیت سے بولتی آخر میں آزردہ ہوگئی..... تو کریم احمد نے ایک بار پھر شفقت و محبت سے بیٹی کو تھپکا۔

''مجھے یہی تو دکھ ہے کہ میری بیٹی اپنے باپ کے گھر میں ایک دن کے لیے بھی نہیں آسکتی جبکہ بیٹیوں کا تو مان ہی باپ کا گھر ہوتا ہے۔'' کریم احمد آبدیدہ ہوگئے..... وانیہ سے باپ کی رقیق القلبی دیکھی نہیں گئی فوراً تسلی آمیز لہجے میں گویا ہوئی۔

''میرا مان تو اب بھی آپ ہی ہیں ناں..... بس آپ زیادہ نہ سوچا کریں، سچ پوچھیں تو مجھے تو خود کہیں بھی رہنے کی فرصت نہیں ہے۔ صرف پھپھو جان کی خاطر اپنا گھر چھوڑ کر آئی ہوں۔ سب گھر والے بے حد مس کررہے ہیں مجھے..... ہوسکتا ہے میں آج رات کو ہی چلی جاؤں.....'' وانیہ اپنے احساسات ظاہر کرکے اپنے بابا کو مزید پریشان نہیں کرسکتی تھی۔ پھپھو نے اسے بتادیا تھا کہ کس طرح طاہرہ نے ان کا جینا دوبھر کر رکھا ہے۔ اب بھی وہ اس سے ملنے چوری چھپے آئے تھے۔ کریم احمد مزید کیا کہتے بس بیٹی کو دیکھ کر رہ گئے۔

☆☆☆

صبیٰ ابھی ابھی ثعلب کا فون سن کر فارغ ہوئی تھیں۔ ان کی جھنجلاہٹ ان کے رویے سے واضح تھی۔ وہ خفگی سے بولتی ساس کے سامنے بیٹھ گئیں۔ اس وقت وانیہ بھی وہاں تھی۔

''عجیب لڑکا ہے، دو دن نہیں ہوئے تمہیں آئے ہوئے اور کہہ رہا ہے کہ تمہیں واپس بھجوادوں..... شادی کے بعد پہلی بار آئی ہو تم..... اس طرح کیسے جانے دوں تمہیں۔''

''وہ بھابی دراصل سنی، گولڈی بہت یاد کررہے ہیں..... ہم سب نے ایک ساتھ آنے کا پروگرام بنایا تھا تو اس لیے وہ زیادہ ہی پریشان کررہے ہیں۔'' وانیہ نے اپنے طور پر صفائی دینے کی کوشش کی تو وہ مزید جھلائیں۔

''بچوں کا کیا ہے، ضد کرتے ہیں پھر بہل جاتے ہیں۔ اب اتنی دور آئی ہو تو چار دن تو رہو..... امی جان بھی تمہارے آنے سے کافی بہتر نظر آرہی ہیں۔ ماموں جان بھی یہاں تم سے ملنے آسکتے ہیں..... اپنے گھر میں تو وہ ممانی جان کی وجہ سے نہیں بلا سکتے۔''

''بھابی جان! بابا جان کو مزید شرمندگی سے بچانے کے لیے بھی میرا جانا بہتر ہی ہے..... میں جتنے دن یہاں رہوں گی وہ مجھ سے ملنے آئیں گے اور پھر بڑی امی ان سے جھگڑتی رہیں گی۔ میں نہیں چاہتی بابا جان کے گھر کا سکون میری وجہ سے خراب ہو۔'' وانیہ نے بڑی رسانیت سے بات ختم کرنا چاہی تو صبیٰ بھابی قدرے زچ ہوکر بولیں۔

''ممانی جان کے جھگڑے تو تاحیات رہیں گے۔ تم ماموں جان کی جائز اولاد ہو..... اس طرح اپنا حق چھوڑ کر اپنی ہی زندگی مشکل بناؤ گی..... اور کسی وقت

www.urdutube.net www.bookstube.net www.urdumovies.net

پر پچھتاؤ گی..... ارے بیٹی باپ سے نہ ملے اس کے گھر نہ جاسکے یہ کہاں کا انصاف ہے۔ میں تمہاری جگہ پر ہوتی تو شادی کے اگلے دن ہی ان کے سر پر پہنچ جاتی۔''

''بھابی جان، جہاں دل سے قبول نہ کیا جائے وہاں مسلط ہونے کا فائدہ..... میرے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ آپ سبھی نے مجھے دل سے قبول کر کے اپنی محبتیں اور مان دیا ہے۔ بابا کی مجبوری اگر میں نہیں سمجھوں گی تو مجھ میں اور ان میں کیا فرق ہے۔'' سعیدہ خانم جو بالکل خاموشی سے دونوں کی باتیں سن رہی تھیں اسے سراہتے ہوئے بولیں۔

''بالکل صحیح کہہ رہی ہو..... بیٹیاں ہی والدین کی مجبوریاں سمجھتی ہیں۔ تم دل پر مت لو ایک دن طاہرہ کو بھی عقل آ ہی جائے گی۔ ٹھیک ہے بھئی اگر ثعلب تمہیں بلا رہا ہے تو جاؤ..... اپنے گھر میں خوش رہو، آباد رہو، میں اب بالکل ٹھیک ہوں.....'' سعیدہ خانم نے اسے اجازت دے دی تھی۔ صبیحی کچھ کہنا چاہتی تھی..... مگر انہوں نے اشارے سے منع کر دیا۔

☆☆☆

کریم احمد نے وانیہ کو فون کر کے کہہ دیا تھا کہ وہ اسے خود ائرپورٹ چھوڑنے جائیں گے۔ وانیہ نے منع بھی کیا تھا مگر وہ بضد تھے۔ سو وہ اپنا سامان پیک کیے انہی کے انتظار میں بیٹھی تھی۔

''وانیہ! ماموں جان آ رہے ہیں یا میں تمہیں ڈراپ کر آؤں؟''

''میں نے کال تو کی تھی مگر انہوں نے ریسیو نہیں کی..... شاید بابا جان راستے میں ہوں۔'' وہ ایک دم سنبھل کر بتانے لگی صبیحی نے بھی غور نہیں کیا ورنہ اس کی آنکھوں کی نمی انہیں پریشان کر دیتی۔

''ایک بار پھر ٹرائی کر کے پوچھ لو..... ایک گھنٹا تو راستے میں لگ جائے گا۔ اگر رش ہوا تو مشکل ہو جائے گی۔ کہیں فلائٹ مس نہ ہو جائے۔'' صبیحی نے فکرمندی سے مشورہ دیا تو وہ سر ہلانے لگی۔

''میں فون کرتی ہوں۔''

''ٹھیک ہے..... میں پھر بھی احتیاطاً ڈرائیور سے کہتی ہوں کہ وہ بھی تیار رہے..... دس منٹ میں ہمیں نکل جانا چاہیے۔'' صبیحی بھابی سے لاؤنج میں چھوڑ کر گئیں تو اس نے پھر سے کال ملائی۔ اسی اثنا میں سعیدہ خانم بھی وہاں چلی آئیں۔ بیل مسلسل جا رہی تھی مگر..... کوئی کال ریسیو نہیں کر رہا تھا..... اسے فکر لاحق ہو گئی۔

☆☆☆

وانیہ کی فلائٹ صبح گیارہ بجے کی تھی۔ کریم احمد کا ارادہ تھا کہ وہ ناشتا کیے بغیر وانیہ کو لینے نکلیں گے مگر ان کے ارادوں پر طاہرہ نے پانی پھیر دیا تھا۔ انہیں جانے کیسے سن گن مل گئی تھی۔ وہ صبح سے شوہر کا سیل فون سائلنٹ پر کرنے کے بعد فون بھی غائب کیے بیٹھی تھیں۔ دونوں میں کافی دنوں سے بات چیت بند تھی اسی لیے کریم احمد خود ہی پریشان ہو کر فون ڈھونڈنے کی کوشش کے ساتھ جھنجلاتے، بڑبڑاتے پھر رہے تھے۔

''ہزار بار منع کیا ہے، میری چیزوں کو کوئی ہاتھ نہ لگائے۔ رات کو سرہانے رکھ کر سویا تھا کہاں چلا گیا میرا فون..... راتوں رات اس کے پیر لگ گئے یا پر نکل آئے تھے۔'' وہ اب ملازموں کو جمع کیے ان پر چلا رہے تھے۔ ''جس کا بھی یہ کام ہے مجھے بتا دے ورنہ پھر مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔''

''صاحب..... ہم سے قسم لے لیں..... ہم سب نے آپ کا نمک کھایا ہے، ہم کیوں چوری کریں گے۔ ہم نے تو کبھی آنکھ اٹھا کر بھی کسی چیز کو نہیں دیکھا۔'' شرفو میاں سب ملازمین کی گواہی دیتا گھگھیا کر بولا۔

''شرفو میاں، جاؤ اپنا کام کرو..... انہیں تو اپنی چیزیں رکھ کر بھولنے کی عادت ہو گئی ہے۔ فون گھر پر لاتے تو گھر پر ملتا..... کل گئے ہوئے تھے خاص ملاقات پر وہیں چھوڑ آئے ہوں گے۔''

''تم..... تم میری جاسوسی کرتی رہی ہو.....؟'' طاہرہ بیگم نے درمیان میں مداخلت کی۔ طاہرہ کے جلے کٹے انداز پر وہ ایک دم چونک کر مڑے۔

www.urdutube.net www.bookstube.net www.urdunovels.net

''جوانی میں تو تم پر نظر نہ رکھ سکی، اب بڑھاپے میں تمہاری کیا جاسوسی کرواؤں گی۔ ویسے بھی تم جیسے گھٹیا مرد اپنے پکڑائی دیتے کہاں ہیں۔''

''تم اپنی حرکتوں سے باز نہیں آئی ناں..... شرافت سے میرا فون لادو..... وانیہ کا فون آرہا ہوگا..... مجھے اسے ائرپورٹ چھوڑنے جانا ہے۔'' کریم احمد کو اندازہ ہوگیا تھا کہ فون طاہرہ کے پاس ہے۔

''کبھی اپنی باقی اولاد کی ذمے داری بھی اس طرح اٹھائی تھی۔ جس طرح اپنی چہیتی کے لیے بے چین ہورہے ہو۔'' طاہرہ کا زہر خند لب ولہجہ کریم احمد کو بھی زہر لگ رہا تھا۔

''ساری زندگی تمہاری اولاد ہی کی تو ذمے داری اٹھائی ہے، اس مسکین کو تو میں چار دن اپنے گھر میں نہ رکھ سکا۔ تمہاری اولاد کے لیے کیا کچھ نہیں کیا، آج دونوں بیٹے تنہا چھوڑ کر گھر اور کاروبار الگ کرکے بیٹھے ہیں۔ صرف اور صرف تمہاری شہ پر.....''

''اچھا..... اب سارا الزام میرے سر پر رکھ دو..... وہ بھی تمہاری اولاد ہی ہیں۔ انہیں جب پتا چلا کہ باپ نے ایک اور حصے دار پیدا کر رکھا ہے تو وہ اپنا، اپنا حق لے کر الگ ہوگئے۔ تو کیا برا کیا.....''

''اس حصے دار کو میں نے کیا دیا.....؟ اپنی محبت تو میں اسے دے نہیں سکتا۔ دیکھو طاہرہ میرے ساتھ اس معاملے میں ضد مت لگاؤ ایسا نہ ہو تم اپنی ضد کے ساتھ تنہا رہ جاؤ۔'' کریم احمد بھڑک کر بولتے، بولتے یک دم سرد لہجے میں کہہ کر وہاں سے چلے آئے۔ طاہرہ کے تن بدن میں آگ سلگ اٹھی۔ ان کا دل چاہ رہا تھا کہ وانیہ ان کے سامنے آئے اور وہ اسے خاکستر کردیں۔ اپنے جوش میں وہ کمرے میں آئیں الماری سے فون سیٹ نکال کر وانیہ کا نمبر نکال کر ڈائل کرنے لگیں۔ وانیہ اور صبحی پورچ میں کھڑی تھیں۔ ڈرائیور اس کا سامان ڈگی میں رکھ رہا تھا۔ تبھی وانیہ کے سیل فون کی ٹیون بجنے لگی۔ صبحی بھی متوجہ ہوگئی..... وانیہ فون سننے لگی۔

''السلام علیکم بابا جان.....! آپ ٹھیک تو ہیں، آپ کال ریسیو کیوں نہیں کررہے تھے؟'' وانیہ کی بے چینی دیدنی تھی۔ دوسری طرف طاہرہ کاٹ دار انداز میں جو دل میں آرہا تھا بولے جارہی تھیں۔

''بات سنو لڑکی! آئندہ کریم احمد کو فون کرنے کی یا ملنے کی کوشش مت کرنا..... سمجھ لو کہ جس طرح تمہاری ماں مرگئی اسی طرح تمہارا باپ بھی..... سن رہی ہو ناں میں کیا کہہ رہی ہوں۔'' وہ مزید کچھ کہہ رہی تھیں مگر وانیہ نے فون بند کردیا تھا..... وہ جیسے شدید صدمے کے اثر میں تھی۔ صبحی اس سے کچھ پوچھ رہی تھی۔ بتا رہی تھی مگر وہ تو گم صم سی ہوگئی تھی۔ صبحی نے اسے بازو سے پکڑ کر گاڑی میں بٹھایا۔

کریم احمد ڈرائیور کے ساتھ گھر سے نکلے غصے نے ان کی سوچنے سمجھنے کی صلاحیتوں کو جیسے ماؤف کردیا تھا۔ گھر سے ذرا دور جانے کے بعد ان کے ذہن نے کام کیا پھر انہوں نے اپنے ڈرائیور سے اس کا سیل فون لے کر وانیہ کا نمبر ملایا تو اس کا سیل فون بند جارہا تھا۔ انہیں اندازہ ہورہا تھا کہ وہ ائرپورٹ کے لیے نکل چکی ہوگی۔ انہوں نے پھر بھی اپنی تسلی کے لیے سعیدہ خانم کے گھر کا نمبر ملایا تو انہیں معلوم ہوگیا کہ وہ ان کا انتظار کرتے، کرتے صبحی کے ساتھ جاچکی ہے۔ کریم احمد عجیب سی کشمکش محسوس کررہے تھے۔ وانیہ سے محبت فطری تھی..... طاہرہ ان کے جذبات سے کھیلنے کی کوشش کررہی تھی جو ان سے برداشت کرنا مشکل ہورہا تھا۔

☆☆☆

صبحی کے اصرار پر آخر روتے ہوئے وانیہ نے طاہرہ بیگم کی باتیں دہرادیں تو صبحی بھی دنگ رہ گئی۔

''ممانی نے تم سے یہ سب کہا.....؟ اُف کتنی بے حس عورت ہیں..... تم فکر نہ کرو..... میں امی جان سے کہوں گی..... خوب خبر لیں گی۔ استغفار..... اپنی ضد میں اپنے ہی شوہر کو مردہ کہہ دیا۔'' صبحی کی حیرت کم نہیں ہورہی تھی۔ جبکہ وانیہ کا رونا کم نہیں ہورہا تھا۔ صبحی نے بڑی مشکل سے اسے کندھے سے لگا کر

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdunovels.net

سنبھالا تھا۔

''بس کردو وانیہ.....! کیوں اپنا خون جلا رہی ہو..... ان کی تو عادت ہی ہے۔ ساری زندگی ماموں جان کو سکون نہیں لینے دیا..... بہوؤں، بیٹوں کو اکسا، اکسا کر خود سے ہی دور کردیا..... حتیٰ کہ اپنی بیٹیوں کو بھی ورغلاتی رہتی ہیں کہ اپنے شوہروں کی ہر حرکت پر نظر رکھیں مگر خود کو بدلنے پر تیار نہیں..... تمہیں ان کی باتوں کا زیادہ اثر لینے کی ضرورت نہیں.....'' صبحی رسانیت سے بولتی اسے تھپک رہی تھی۔

''مگر بھابی جان..... وہ اس طرح تو نہ کہتیں..... میری عمر بھی بابا جان کو لگ جائے..... وہ تا قیامت سلامت رہیں..... انہوں نے میرا کتنا دل دکھایا ہے وہ بس کہہ دیتیں..... میں ان سے ہرگز نہ ملتی مگر.....''

''ان کے کہنے سے تم اپنے بابا جان سے اپنا رشتہ تو ختم نہیں کرسکتی ہو..... خود کو سنبھالو..... اپنے گھر جارہی ہو خوشی، خوشی جاؤ.....''

''ہوں.....'' صبحی بھابی نے اس کے آنسو خود صاف کیے تو وانیہ کو بھی مجبوراً سنبھل جانا پڑا۔

☆☆☆

وہ اپنا سامان لے کر ڈیپارچر لاؤنج کی طرف ابھی بڑھ ہی رہی تھی اسی لمحے کریم احمد اس کے قریب چلے آئے اور پھر اسے پکار کر روکا..... وانیہ ایک بار پھر بے اختیار ہوگئی۔ ان سے گلے لگ کر ایسا پھوٹ، پھوٹ کر روئی جیسے پہلی بار رخصت ہورہی ہو..... کریم احمد بھی آبدیدہ تھے۔ طاہرہ بیگم کی باتیں بتا کر وہ انہیں پریشان کرنا نہیں چاہتی تھی۔ جانے سے پہلے کریم احمد نے ایک لاکھ کا چیک جیب سے نکال کر اسے دینا چاہا تو اس نے انکار کردیا۔

''بیٹا رکھ لو..... میں تمہیں شاپنگ نہیں کرواسکا۔ اپنی مرضی سے جو چاہے جا کر خرید لینا۔''

''نہیں بابا جان، مجھے آپ کی دعاؤں کے سوا آپ سے اور کچھ نہیں چاہیے۔'' وانیہ نے خود کو سنبھال لیا تھا۔

''بیٹا والدین کو دعا کے لیے کہنے کی ضرورت نہیں ہوتی..... اور دیکھو اپنا حق لینے سے انکار نہ کیا کرو..... تمہارا یہ گریز تم سے تمہارا سب کچھ بھی چھین سکتا ہے۔'' کریم احمد نے اس کے سر کو تھپکتے ہوئے رندھے گلے سے کہا تو اس کی آنکھیں پھر سے چھلک پڑیں۔

''بابا جان..... مجھے واقعی کچھ نہیں چاہیے۔ مجھے اگر کچھ چاہیے تو صرف آپ کی زندگی، سلامتی، آپ کا سکون، پلیز بابا جان آپ بڑی امی کو خوش رکھیں۔ وہ جو کہتی ہیں مان جائیں۔ مجھے کچھ نہیں چاہیے کوئی حق نہیں چاہیے۔ آپ میرے بابا ہیں، میرے لیے یہی کافی ہے۔'' کریم احمد کو اس کی باتوں سے اندازہ ہورہا تھا کہ طاہرہ نے اس سے کچھ نہ کچھ ضرور کہا ہے۔ وہ اسے کسی دینا چاہتے تھے مگر آخری اناؤنسمنٹ ہورہی تھی۔ صبحی بھابی نے اسے جانے کا اشارہ کیا۔ اس کے جاتے ہی صبحی بھابی نے طاہرہ ممانی کی کہی بات بتا کر انہیں پریشان کردیا۔

''ماموں جان..... ممانی جان کی نیچر تو آپ جانتے ہیں۔ ایسا نہ ہو وہ ہمارے خاندان میں جا کر الٹی سیدھی باتیں کرکے وانیہ کو شرمندہ کروائیں۔ وہ مجھے بھی کئی بار فون کرکے عجیب وغریب باتیں کرتی رہی ہیں۔ وہ تو میں حقیقت سے آگاہ ہوں اسی لیے..... پلیز آپ پہلے طاہرہ ممانی کو کسی طرح قائل کرلیں کہ وانیہ بھی آپ کی اولاد ہے۔ اس کے بھی آپ پر حقوق ہیں۔ اگر وہ قائل نہیں ہورہی ہیں تو میری مانیں... فی الحال وانیہ کو اپنے ہونے کا احساس نہ دلایا کریں۔ وہ اپنے گھر میں ایڈجسٹ ہوچکی ہے۔ ممانی جان کا رویہ اسے ڈسٹرب کرسکتا ہے۔'' صبحی کافی سنجیدہ تھی۔ اسے واقعی اپنے بھائی کے گھر کا سکون بھی درکار تھا۔ اسے ڈر تھا طاہرہ ممانی کی باتیں وانیہ کے رویے اور اخلاق کو متاثر نہ کریں..... کریم احمد کے پاس فی الحال کوئی جواب نہیں تھا۔ وہ سمجھ رہے تھے کہ صبحی کو کیا خدشات لاحق تھے اور وہ ایسے بے جا بھی نہیں تھے۔

☆☆☆

وانیہ جہاز میں بیٹھتے ہی پھر سے بے اختیار ہوگئی

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

تھی۔ ائر ہوسٹس دوبار اس کے پاس آکر وجہ جاننے کی کوشش کر چکی تھی۔ وہ سر درد کا کہہ کر ٹال گئی تھی۔ ساتھ بیٹھی معمر سی خاتون نے بڑی شفقت سے پوچھا تھا۔

''بیٹا اگر آپ برا نہ مانیں تو میں جان سکتی ہوں آپ کے رونے کی وجہ.....'' وانیہ ایک دم چونک کر متوجہ ہوئی تھی۔ بے اختیار اس نے اپنے آنسو صاف کیے..... اسے اپنے دکھ میں موقع محل کا احساس ہی نہیں رہا تھا۔

''نہ..... نہیں..... ایکچوئیلی..... وہ بابا..... میرا مطلب ہے سسرال جا رہی ہوں ناں.....'' وہ خجالت سے بولتی خاتون کو مسکرانے پر مجبور کر گئی۔

''آئی سی..... ہزبینڈ نے جلدی آنے کے لیے کہا ہوگا اور آپ ابھی اپنے پیرنٹس کے ساتھ رہنا چاہتی ہوں گی۔''

''نہیں، یہ بات نہیں ہے آنٹی جی..... میرے ہزبینڈ نے مجھے نہیں کہا..... میں خود اپنے گھر کو مس کر رہی ہوں۔''

''یہ تو اچھی بات ہے، آپ اپنے گھر اور ہزبینڈ کو مس کر رہی ہیں۔ ورنہ تو بچیاں زیادہ میکے کو مس کرتی ہیں۔'' خاتون نے اسے سراہتی نظروں سے دیکھا۔ خاتون کو بھی اس کے گریز سے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ اصل بات بتانا نہیں چاہتی..... وہ اس سے دوسری باتوں میں لگ گئیں۔ وانیہ بھی ان کے ساتھ باتوں میں لگی تو اس کے ذہن سے بہت سارا بوجھ ہٹ گیا۔ ثعلب اسے... ائرپورٹ لینے آیا ہوا تھا۔ وانیہ اسے دور سے دیکھ کر ہی گھبرا گئی تھی۔ بھابی نے اسے پہلے ہی سمجھایا تھا کہ میکے سے متعلق شوہر سے کوئی بات نہ کرے۔

''تھینکس اَ لاٹ مائی ڈیئر..... مجھے معلوم تھا کہ تم میری بات نہیں ٹالو گی۔'' سامان کی ٹرالی اس کے ہاتھ سے لے کر پارکنگ کی طرف بڑھتے ثعلب نے بڑی وارفتگی سے دیکھ کر کہا تو وہ مسکرا دی۔

''میرے پاس آپ کی بات ٹالنے کا کوئی جواز ہی نہیں تھا۔''

''ماشاء اللہ..... سبحان اللہ..... بڑی تابعداری دکھائی جا رہی ہے۔ خیر تو ہے.....''

''ہاں..... آپ کی محبت نے وہاں ٹھہرنے ہی نہیں دیا۔'' وانیہ دھیمے لہجے میں اسے یقین دلاتے ہوئے اسے مزید حیران کر رہی تھی۔

''ایک منٹ..... ایک منٹ۔'' ثعلب ایک دم اس کے سامنے آکھڑا ہوا..... ''تم..... وانیہ ہی ہو ناں.....؟''

''نہیں، میری روح آپ سے ہم کلام ہے۔'' وہ قدرے مسکرا کر ایک طرف سے آگے بڑھی۔

''بالکل..... تمہاری روح ہی ایسا اعتراف کر سکتی ہے۔ ورنہ تم تو اس معاملے میں بے حد کنجوس ہو۔'' ثعلب نے بھی مذاق میں بات بڑھائی۔

''اور آپ تو جیسے بہت دریا دل ہیں ناں.....''

دونوں نوک جھونک کرتے گاڑی تک آگئے۔ اتفاقاً وانیہ کے ساتھ سفر کرنے والی خاتون کی گاڑی بھی ساتھ ہی پارک تھی۔ بیس اکیس سالہ نوجوان ان کا سامان گاڑی میں رکھتا بات چیت کر رہا تھا۔ وہ خاتون، وانیہ اور ثعلب کو قریب آتا دیکھ کر دونوں کی طرف بڑھی چلی آئیں۔

''اوہ..... تو بیٹا یہ ہیں آپ کے ہزبینڈ..... جنہیں آپ جہاز میں بیٹھی مس کر رہی تھیں۔'' ثعلب کا جواب منہ کے اندر ہی رہ گیا تھا۔ وہ معمر خاتون کو حیرت سے دیکھنے کے بعد وانیہ سے آنکھوں میں استفسار کر رہا تھا۔

''یہ..... آنٹی..... میرے ساتھ جہاز میں تھیں۔ اپنی بیٹی کی طرف آئی ہیں نواسی کی شادی کے سلسلے میں۔'' وانیہ نے تفصیلی تعارف کروایا۔

''اور میں نے وانیہ بیٹی سے وعدہ لیا ہے کہ آپ دونوں اپنی فیملی کے ساتھ شادی میں ضرور شرکت کریں گے۔ میں فون پر انویٹیشن سینڈ کر دوں گی۔ بیٹا آپ نے ضرور آنا ہے۔'' وہ بڑے خلوص سے دعوت دے رہی تھیں۔ وانیہ صرف تائیدی طور پر سر ہلا رہی تھی۔

''آپ بھی ضرور آیئے گا ہمارے گھر..... ایک ہی تو ایریا ہے۔'' آخر وانیہ مروتاً بولی۔

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

''ہاں کیوں نہیں..... اگر یہ میرا باڈی گارڈ لے آیا تو.....'' انہوں نے منہ بنائے کھڑے نواسے کو دھپ لگائی تو وہ جلے بھنے انداز میں بولا۔

''اتنی عزت افزائی کی ضرورت نہیں ہے نانو..... صاف کہیں یہ ڈرائیور لے آیا۔''

''باسط.....!'' انہوں نے نواسے کو سرزنش کی پھر مسکرا کر بولیں۔ ''اکلوتا ہے..... چار بہنوں کا بھائی..... بڑی ذمے داری ہے میرے بچے پر آپ برا نہیں ماننا۔''

''آئی انڈر اسٹینڈ..... اکلوتوں پر واقعی بڑی ذمے داری ہوتی ہے۔ اوکے..... ہم چلتے ہیں۔ بچوں کو اسکول سے پک کرنا ہے۔'' ثعلب نے سنجیدگی سے کہتے ہوئے معذرت کی..... دونوں الوداعی سلام کر کے بیٹھے تو ثعلب نے خاصی سنجیدگی سے پوچھا۔

''ان خاتون کو تم پہلے سے جانتی ہو؟''

''نہ..... نہیں کیوں.....؟'' وانیہ نے اپنا بیگ اپنے پہلو میں ٹکایا۔

''تو وہ اتنی فرینک کیوں ہو رہی تھیں؟'' ثعلب کی سنجیدگی میں ایسی بات ضرور تھی جو وانیہ کو چونکا گئی۔

''وہ..... آج ہی تو پلین میں..... ملاقات ہوئی ہے۔ اکنامی میں کچھ اپ سیٹ تھی تو انہوں نے مجھے کافی مورل سپورٹ دی..... اپنی بھی باتیں کیں..... وقت کا پتا ہی نہیں چلا.....''

''یار..... تم اتنی بے وقوف ہو تو نہیں..... اپنا ایڈریس، اپنا نمبر تک انہیں دے دیا؟ جانتی نہیں ہو، دنیا میں کیا کچھ ہو رہا ہے۔'' ثعلب نے ڈرائیونگ کرتے کرتے اسے اسی ٹون میں سمجھانے کی کوشش کی تو وانیہ مزید حیران ہوئی۔ ثعلب پہلی بار اتنا سنجیدہ ہوا تھا۔

''وہ اچھی خاتون ہیں۔ اچھی فیملی سے تعلق لگ رہا تھا ان کا..... آپ نے دیکھا تھا کہ.....''

''ہر کسی پر ٹرسٹ نہیں کرتے میری جان..... اوکے چھوڑو اور مجھے بتاؤ تم اپ سیٹ کیوں تھیں۔ پھپھو کی طبیعت ابھی ٹھیک نہیں تھی کیا.....؟'' ثعلب نے اچانک موڈ بدل کر اس کا ہاتھ تھام کر پوچھا تو وانیہ بھی قدرے سنبھل گئی۔

''پھپھو اب ٹھیک تھیں..... سوری..... واقعی مجھ سے غلطی ہوگئی..... مجھے آپ سے اجازت لیے بغیر کسی کو بھی نمبر وغیرہ نہیں دینا چاہیے تھا۔''

''بس اب اس ٹاپک کو چھوڑو..... دراصل ان کی انٹری سے میرا love scene تو خراب ہوگیا تھا ناں..... میں کیا کہنا سننا چاہ رہا تھا تم سے..... ویل رات کو سنوں گا قصۂ ہجر..... اور سناؤں گا بھی.....'' ثعلب نے اس کا ہاتھ لبوں سے قریب کرلیا۔

''رات کی رات کو دیکھی جائے گی۔ ابھی رومینٹک ہونے کی ضرورت نہیں..... دھیان سے ڈرائیو کریں.....'' وہ جھینپ کر ہاتھ کھینچ کر بولی۔

''ایک تو تم..... ہمیشہ مجھے غلط وقت پر ٹوکتی ہو..... تمہیں اندازہ ہی نہیں ہے۔ میں نے کیسے یہ دو دن گزارے ہیں..... you know what مجھے خود بھی اندازہ نہیں تھا کہ میں تم سے اتنی شدید محبت کرتا ہوں۔ تمہارے جانے کے بعد ایسا محسوس ہونے لگا تھا کہ ساری دنیا خالی ہوگئی ہے۔'' وہ بول رہا تھا اور وانیہ کی روح سرشاری کی نئی کیفیت سے گزر رہی تھی۔ زندگی تو ثعلب کے ساتھ ہی سے خوب صورت تھی۔ بڑی امی کی باتیں اور رویے تو بے معنی اور بے حقیقت سے لگنے لگے۔ اس کا شوہر اس کے ساتھ تھا تو اسے اب کسی اور رشتے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ یہ بات اسے جلد ہی سمجھ آگئی تھی۔

ثعلب اسے گھر چھوڑ کر خود بچوں کو اسکول لینے چلا گیا تھا۔ کیونکہ یہ بھی اس نے وعدہ کیا تھا کہ آج وہ انہیں خود اسکول سے پک کرے گا۔ نانو اسے غیر متوقع طور پر دیکھ کر حیران رہ گئی تھیں۔ ثعلب نے کسی کو بھی نہیں بتایا تھا وہ آج واپس آرہی ہے۔ وانیہ سیدھی ان کے کمرے میں چلی آئی تھی۔

''السلام علیکم نانو.....'' محبت احترام، اپنائیت سبھی کچھ اس کے لہجے سے عیاں تھے۔ وہ ان کے

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

سامنے جھکی کھڑی تھی۔

''وعلیکم اسلام..... تم..... یوں اچانک.....؟''

''آپ کو انہوں نے بتایا نہیں.....؟ اوہ.....''

وانیہ کو نانو کی حیرت مسکرانے پر مجبور کر گئی۔ ممی نے یقیناً انہیں بے خبر رکھا تھا۔

''یہ لڑکا بھی من موجی ہے۔ ہمیں بتا تو دیتا..... تمہیں بھی وہاں سکون نہیں لینے دیا..... خود بھی یہاں منہ بسورے رہا ہے۔ ایک وقت بھی کچھ ڈھنگ سے کھایا ہو..... آنے دو ذرا..... بچی چار دن کو میکے چلی گئی تھی تو رہ لینے دیتا۔''

''نانو آپ انہیں کچھ مت کہیے گا۔ میں اپنی مرضی سے اپنے گھر میں آئی ہوں۔ وہاں زیادہ دن رہ کر کیا کرتی..... پھپھو اب کافی بہتر ہیں۔''

''پھر بھی بیٹا تمہاری پھپھو کیا سوچتی ہوں گی کہ.....'' نانو نے رواداری سے کہا تو وہ ان کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر انہیں یقین دلانے کی کوشش کرتے ہوئے ان کی شرمندگی دور کرنے لگی۔

''انہیں معلوم ہے میرا دل اپنے گھر کے علاوہ نہیں لگتا..... آپ ٹینشن نہ لیں..... یہ بتائیں آپ کی طبیعت تو ٹھیک رہی؟''

''شکر ہے بیٹا میں بھی ٹھیک رہی..... اور تم جیسی پیاری بچی کے ساتھ رہنے کے لیے ٹھیک رہنے کو دل چاہتا ہے۔ اللہ میرے بچوں کی خوشیاں سلامت رہیں۔'' نانو کی پُرنم آنکھوں میں اس کے لیے وہ جذبے وہ دعائیں تھیں جو دنیا بھر کے خزانوں کے عوض بھی نہیں مل پاتے۔ وانیہ نے انہیں ممنون نظروں سے دیکھا..... اسی لمحے شہنی بوا بھی..... ''آمین'' کہتی اندر داخل ہوئیں۔

''شکر ہے بیٹا تم آگئیں..... ورنہ بچوں نے تو میرا... ناک میں دم کر رکھا تھا۔ اب اسکول سے آنے والے ہیں اور سمجھ نہیں آرہی کیا بناؤں؟''

''آپ چلیں..... میں آکر ان کے لیے نوڈلز بنالیتی ہوں۔ آپ روٹیاں بنالیں۔ ثعلب بچوں کو لینے گئے ہیں وہ بھی آج گھر پر لنچ کریں گے۔'' وانیہ انہیں کہہ کر ان کے پیچھے ہی نکل گئی۔ نانو جان اسے جاتے ہوئے دیکھنے لگیں۔ ان کے لبوں پر اس کے لیے دعائیں ہی دعائیں تھیں۔ بچے گھر میں آئے تو وانیہ فوراً کچن سے نکل کر دروازے میں چلی آئی۔ بچے اسے دیکھ کر پہلے تو حیران ہوئے پھر ایک دم چلاتے ہوئے اس کی طرف لپکے۔

''ہر..... رے..... ہماری چاچی آگئیں۔ چاچو، چاچی آگئیں..... آہا..... اب مزہ آئے گا۔'' دونوں ہی آکر اس سے لپٹ گئے..... وانیہ نے جھک کر دونوں کو اپنے دائیں بائیں پہلوؤں میں سمیٹ کر پہلے چوما پھر قدرے خفگی سے بولی۔

''یہ کیا.....؟ پہلے آکر سلام کرتے ہیں ناں.....'' دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھ کر اس کی جانب دیکھا۔ چاچی کی ناراضی سے دونوں ہی ڈرتے تھے فوراً یک زبان ہو کر بولے۔

''سوری..... چاچی..... السلا..... م..... علیکم.....''

''وعلیکم اسلام..... چلو اب جلدی سے چینج کرنے چلو..... پھر آکر کھانا کھاتے ہیں۔''

''ہاں بھئی جلدی سے آؤ، مجھے بھی بہت بھوک لگی ہے۔'' ثعلب نے اندر آتے ہوئے کہا۔ وانیہ تائیداً مسکرا کر دیکھتی بچوں کے کمرے کی طرف بڑھ گئی جبکہ ممی بھی فریش ہونے اپنے کمرے میں چلا گیا۔

☆☆☆

''میرے جانے کے بعد تم دونوں نے چاچو کو بھی تنگ کیا اور شہنی بوا کو بھی.....؟'' گولڈی کی شرٹ اتار کر پہناتے ہوئے سنجیدگی سے پوچھا تو گولڈی بڑی معصومیت سے بولی۔

''نہیں..... چاچی..... ہم نے تو تنگ نہیں کیا..... ہے ناں سنی.....''

''جھوٹ بولنا بری بات ہے..... پتا ہے ناں جھوٹ بولنے والے بچوں کی زبان کالی ہو جاتی ہے اور منہ سے بیڈ اسمیل بھی آنے لگتی ہے۔'' وانیہ نے بڑی

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdunovels.net

نرمی سے سرزنش کی۔

''چاچی..... گولڈی نے سب کو بہت تنگ کیا۔ میری چاکلیٹ بھی کھائی تھی اور میری اسٹوری بک پر لائنز بھی لگادی تھیں۔'' سنی بڑی چالاکی سے بولتا سامنے آیا۔ اس کی شکایت پر گولڈی مچلی۔

''چاچی سنی نے بھی میرا ڈول ہاؤس توڑ دیا..... چاچو نے پرامس کیا ہے۔ وہ مجھے نیا اور بڑا ڈول ہاؤس لے کر دیں گے۔''

''جھوٹی ہو تم.....؟'' سنی تقریباً چیخا۔

''تم جھوٹے ہو..... ڈرٹی بوائے ہو..... چاچی تمہیں کچھ نہیں لے کر دیں گی۔ چاچو بھی نہیں لے کر دیں گے۔'' وانیہ نے دونوں کو پہلے حیرت سے دیکھا پھر تقریباً خفگی و غصے سے بولی۔

''تم دونوں کو ہی اب کچھ نہیں ملے گا..... اس لیے کہ تم دونوں میری بات نہیں مانتے ہو..... تم دونوں نے مجھ سے پرامس کیا تھا کہ دونوں کبھی نہیں لڑو گے مگر..... اوکے اگر تم دونوں کو لڑنا ہے تو میں واپس چلی جاؤں گی اپنی پھپھو کے پاس۔''

''چاچی..... آپ نہیں جائیں ناں..... ہم نہیں لڑیں گے۔'' دونوں ہی یک دم سہم سے گئے تھے۔ چاچی انہیں چھوڑ کر جائیں یہ انہیں منظور نہیں تھا۔ سنی فوراً ہی اس کے کندھے پر آ کر جھول گیا۔ اس کا منانے کا یہی انتظار تھا۔

''سوری..... میں بھی نہیں لڑوں گی۔ پلیز چاچی.....'' گولڈی نے معصومیت سے کہتے اپنے کان پکڑ لیے تو وانیہ کو بے اختیار اس پر پیار آیا۔ خود سے چمٹاتے ہوئے بڑی محبت سے بولی۔

''اوکے..... اگر آپ دونوں اب نہیں لڑے تو میں نہیں جاؤں گی..... اور جس نے اب اپنا پرامس توڑا تو میں اس سے بات نہیں کروں گی۔'' وانیہ نے دونوں کے سامنے اپنا ہاتھ پھیلایا تو دونوں نے ہی وعدہ کرلیا۔ درمیانی دروازے سے جھانکتے ثعلب نے خاصی دلچسپی سے سارا منظر دیکھا۔ وانیہ کے لیے اس کے دل میں جذبات مزید گہرے ہوگئے تھے۔ دو دن کی دوری نے اس کی اہمیت کا احساس تو پہلے ہی دلا دیا تھا۔ وہ گھر میں تھی تو ہر شے میں اس کی جھلک نظر آتی تھی۔ وہ گئی تو سب کچھ ادھورا، بکھرا، بے قرار سا محسوس ہوا تھا۔

☆☆☆

رات کو وہ اس سے تجدیدِ عہدِ محبت کررہا تھا۔ وانیہ اس کے پہلو میں نیم دراز اس کی محبت کی حدت سے نئی توانائی پاتی خود کو مزید مضبوط محسوس کررہی تھی۔

''نیا..... تمہارے جانے کے بعد میں نے جس طرح دو دن گزارے ہیں، اس کا اندازہ صرف تم ہی لگا سکتی ہو۔ مجھے محسوس ہورہا تھا جیسے میرا کچھ گم ہوگیا ہے۔ سب کچھ تھا مگر تمہاری کمی پلیز آئندہ، مجھے چھوڑ کر مت جانا..... ورنہ.....''

''آپ تو ایسے بے قرار ہورہے تھے جیسے میں ہمیشہ کے لیے آپ کو چھوڑ کر چلی گئی ہوں.....''

''شٹ اپ.....'' وانیہ کی مسکراہٹ سے واضح تھا کہ وہ مذاق کررہی ہے مگر ثعلب کی سنجیدگی نے اسے حیران کردیا تھا۔

''آئندہ مذاق میں بھی مت کہنا یہ بات..... اب مجھ میں کسی کو کھونے کا حوصلہ نہیں ہے..... پلیز..... ایسا مت کہنا۔'' ثعلب شدتِ جذبات میں بولتے ہوئے اس کے ہاتھ اپنی گرفت میں لیے وانیہ کو مزید حیران کررہا تھا۔ ''لوگ..... سب کہتے تھے شادی کے بعد اپنی بیوی سے ہونے والی محبت کچی اور کھری ہوتی ہے۔ میں نہیں مانتا تھا..... مگر.....''

''ر..... و..... مانہ کی وجہ سے.....؟ میرا..... مطلب.....'' وانیہ کو نہ جانے کیسے رومانہ کا خیال آگیا تھا اور وہ بے ساختہ کہہ بھی گئی تھی۔ ثعلب ایک دم ایسے چونکا تھا جیسے کسی نے گہری نیند سے جھنجوڑ کر جگا دیا ہو۔

''وہاٹ..... کیا مطلب ہے یہاں اس کا کیا ذکر.....'' ثعلب کے تاثرات فوراً بدل گئے تھے۔ وہ سیدھا ہو بیٹھا..... وانیہ سے بات کرنا مشکل ہوگئی۔ اسے

www.urdutube.net www.bookstube.net www.urdumovies.net

احساس ہوگیا تھا کہ وہ نادانستگی میں اس کے جذبات کو ٹھیس لگا بیٹھی ہے۔

''مجھے یقین نہیں آرہا کہ تم مجھ سے یہ بات کہوگی۔'' وانیہ کے چہرے پر شرمندگی، خجالت، بے بسی سبھی کچھ تھا۔

''م..... میں شرمندہ ہوں..... واقعی میں اس طرح بات نہیں کرنا چاہتی تھی..... وہ تو بس اچانک.....''

''اچانک.....؟ اچانک تم نے مجھے احساس دلا دیا کہ تمہارے دل میں میرے لیے کتنی بدگمانی اور شک ہے اب تک..... میں نے کب سے اس کے بارے میں سوچا بھی نہیں اور.....'' وانیہ نے اس کے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ کر اسے مزید کچھ کہنے سے روکا۔

''کہہ رہی ہوں ناں مجھ سے غلطی ہوگئی..... میں آپ سے بدگمان ہوں نہ میرے ذہن و دل میں کسی قسم کا شک ہے..... میرا تو اس بات پر ایمان پختہ ہے کہ اصل محبت تو شادی کے بعد ہی ظاہر ہوتی ہے..... اور آپ کی محبت بھی صرف میرے لیے ہے..... پلیز میری پہلی غلطی سمجھ کر معاف کردیں۔'' بولتے، بولتے وانیہ کی آنکھیں چھلک پڑیں، ثعلب کو بھی احساس تھا کہ اس نے جان بوجھ کر نہیں کہا تھا۔

''جرمانہ دینا پڑے گا۔'' کچھ توقف کے بعد اس کا موڈ ذرا بدلا تھا۔

''جی.....؟''

''نیکسٹ ویک اینڈ پر تمہیں میرے ساتھ ایک پارٹی میں چلنا پڑے گا..... میرے سارے فرینڈز تم سے ملنا چاہ رہے ہیں۔''

''مگر..... میں بچے..... بھی ساتھ ہوں گے ناں.....؟'' وہ ڈرتے، ڈرتے پوچھ رہی تھی کیونکہ بچے اس کے ساتھ جانے کی ضد کرتے تھے اور اسے انہیں چھوڑ کر جانا اچھا نہیں لگتا تھا۔

''نو..... ناٹ ایٹ آل..... صرف ہم دونوں..... اور تمہیں میری چوائس پر ڈریس اپ ہونا پڑے گا..... بچوں کو بھی خود ہی ہینڈل کرنا ہوگا..... کہو منظور ہے؟ ورنہ پھر میں ناراض ہوں تم سے.....'' ثعلب نے بچوں کی طرح اس کی طرف سے رخ موڑا تو وہ بے بسی سے فوراً ہامی بھر بیٹھی۔

''مجھے منظور ہے، آپ مجھ سے ناراض نہ ہوں..... آپ جیسا کہیں گے میں ڈریس اپ بھی ہو جاؤں گی پلیز.....'' وانیہ نے اس کے سامنے ہو کر ہاتھ جوڑے تو ثعلب بے اختیار ہو کر قہقہہ لگا اٹھا..... اور اس کے ہاتھ گرفت میں لے کر ہنستے، ہنستے بولا۔

''یار دیکھا کیسے تمہیں ٹریپ کیا ہے..... ورنہ کیا تم مان لیتی میری بات..... ہر بار بہانہ ہر بار بہانہ.....''

''خیر..... بہانہ تو نہیں کرتی میں..... آپ جانتے ہیں، بچے میرے بنا رہتے نہیں ہیں اور انہیں چھوڑ کر جانا مجھے اچھا نہیں لگتا۔'' وانیہ نے اپنے ہاتھ اس کی گرفت سے نکال کر چہرے پر آئی لٹ کو ہٹایا تو ثعلب شرارتی ہوا۔

''رہ تو میں بھی نہیں سکتا تمہارے بنا..... پھر مجھے کیوں چھوڑ کر گئی تھیں۔''

''اب نہیں جاؤں گی.....'' وہ اس کی طرف جھکا تو وہ جھینپ کر بولی۔

''اور میں جانے بھی نہیں دوں گا۔'' وہ مزید رومینٹک ہوا..... وانیہ کو اور کیا چاہیے تھا..... وہ خود بھی کب اس کی محبت کے دائرے سے باہر جانا چاہتی تھی۔

☆☆☆

زندگی کے معمولات میں وانیہ کے ذہن و دل سے جلد ہی بڑی امی کی باتیں تقریباً محو ہوگئی تھیں۔ بچوں کے ساتھ ان کی شرارتوں میں ان کا ساتھ دینا..... عصمیٰ کو چھوٹی بہنوں کی طرح روزمرہ کی باتوں میں زندگی کے اتار چڑھاؤ پر صبر و قناعت کا سبق پڑھانا..... نانو کی خدمت گزاری میں راحت و سکون پانا..... جیسے اس کی زندگی کا مقصد بن گیا تھا۔ خصوصاً ثعلب کے آرام و سکون اس کی ضرورتوں کا خیال رکھنا تو اس کا نصب العین تھا، کبھی آدھی رات کو بھی کوئی فرمائش کرتا تو وہ اپنی نیند، اپنا آرام قربان کرکے اس

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

کی خواہش پوری کرنے پر کمربستہ ہو جاتی۔

ویک اینڈ تھا، ثعلب آفس جانے سے پہلے اسے یاد دلا رہا تھا۔

''یاد ہے ناں آج حسن (دوست) کی طرف پارٹی میں جانا ہے۔'' ثمی اپنی ٹائی کی ناٹ سیدھی کرتا اس کی طرف پلٹا تو کمالِ اداکاری سے انجان بن کر بولی۔

''اچھا..... آج جانا ہے..... میں سمجھی نیکسٹ ویک اینڈ پر.....'' ثمی نے اسے مزید بولنے سے پہلے ٹوکا۔

''بس..... نو ایکسکیوز..... میں مان ہی نہیں سکتا کہ تمہیں یاد نہ رہا ہو کہ آج جانا ہے..... میں نے تمہارے لیے جو ساڑی لی تھی آج وہی پہننی ہے، اوکے.....؟'' ثعلب نے اس کے چہرے پر پھیلی مصنوعی بیزاری کا ذرا بھی نوٹس نہیں لیا۔

''آج میرا موڈ نہیں ہے ساڑی پہننے کا..... میں کوئی شلوار سوٹ پہنوں گی۔'' وانیہ نے اس کا تولیا وغیرہ بیڈ سے اٹھاتے ہوئے قدرے سنجیدگی سے کہا۔

''ہرگز نہیں..... میں کہہ رہا ہوں ساڑی پہننی ہے تو ساڑی پہننی ہے بس..... اور میرے آنے سے پہلے ریڈی رہنا..... چلو اب میرے لیے ناشتا بناؤ.....'' ثعلب نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کمرے سے باہر لے جاتے ہوئے کچھ دھونس سے کہا..... تو وانیہ مصنوعی خفگی سے اسے دیکھ کر بولی۔

''اب ہر معاملے میں آپ کی مرضی نہیں چلے گی۔'' ثمی نے قدرے چونک کر اسے دیکھا۔ اسی لمحے شہنی بوا کچن سے نکل کر آئیں۔

''بیٹا..... سب کے لیے چائے تو تم ہی بناؤ..... ورنہ ثمی میاں کل کی طرح چائے پیے بغیر چلے جائیں گے۔''

''ہاں تو بوا جی آپ بھی تو چائے میں جو شاندار ملا دیتی ہیں جیسے.....'' بوا اور ثمی کی نوک جھوک جاری تھی۔ وانیہ انہیں وہیں چھوڑ کر کچن کی طرف بڑھ گئی۔

☆☆☆

بچے ٹیوٹر سے پڑھ رہے تھے..... وانیہ معمول کے کام نمٹا کر اپنے اور نانو کے لیے چائے بنا کر ان کے کمرے میں آ گئی۔ اس کی عجیب سی طبیعت ہو رہی تھی۔ ثمی نے اسے تیار رہنے کے لیے کہا تھا جبکہ وہ سرے سے جانا ہی نہیں چاہ رہی تھی۔

''نانو..... آپ سے ایک بات کہوں.....؟'' چائے کا کپ ایک طرف رکھ کر وہ ان کے قدموں میں وہیل چیئر کے پاس ہی بیٹھ گئی۔

''ہاں، ہاں کہو میرے بچے..... میری جان..... کیا بات ہے؟'' نانو نے بڑی نرمی و شفقت سے اسے پچکارا تو وہ سر اٹھا کر کچھ کشمکش میں بولی۔

''نانو..... وہ دراصل میں آج پارٹی میں جانا نہیں چاہتی..... پلیز آپ مجھے روک لیں..... میرا بالکل بھی دل نہیں چاہ رہا.....''

''تو تم اس سے خود کہہ دو..... وہ زبردستی تھوڑی کرے گا۔'' نانو نے ذرا الجھن سے اس کی طرف دیکھا..... وہ صبح سے ہی تھکی تھکی سی نظر آ رہی تھی۔

''نانو آپ کو پتا تو ہے ان کا.....''

''نہ جانے کی کوئی وجہ ہے؟'' انہوں نے پاس بیٹھی وانیہ کے بکھرے بال ہاتھ سے سنوارے۔

''بس کہیں بھی جانے کو جی نہیں چاہ رہا..... گھر پر رہنا چاہ رہی ہوں۔''

''طبیعت تو ٹھیک ہے ناں تمہاری.....؟'' انہوں نے خاصی تشویش سے اسے دیکھا بھی اور پوچھا بھی۔

''آپ پریشان نہ ہوں..... میں ٹھیک ہوں، بس یونہی.....''

''بیٹا جب طبیعت ٹھیک ہے تو پھر چلی جاؤ..... ویسے بھی تم لوگوں کو تنہا کہیں جانے کا موقع ہی کب ملتا ہے، اس کے دوست نے پوچھ کر بلایا ہے اب نہیں جاؤ گی تو کیا سوچے گا..... وہ سمجھے گا کہ تم دونوں میں کوئی ان بن رہتی ہے جو تم کہیں بھی جانے سے انکار کر دیتی ہو۔'' نانو نے کافی رسانیت سے سمجھانے کی کوشش کی۔

''ایسا کیوں سمجھے گا کوئی..... میں بیمار بھی تو ہو سکتی ہوں۔'' وہ اٹھ کر کاؤچ پر جا بیٹھی۔

www.urdutube.net www.bookstube.net www.urdumovies.net

''اللہ نہ کرے..... جو تم بیمار پڑو.....'' نانو نے بے ساختہ اسے ٹوکا۔

''سمجھنے میں کیا حرج ہے نانو.....''

''بس میرے بچے..... بری بات منہ سے نہیں نکالتے..... تم تو رونق ہو ہمارے گھر کی..... تمہاری وجہ سے تو ہمیں زندگی کا احساس ملتا ہے۔''

''نانو..... آپ کو نہیں پتا..... کتنا بور ہوتی ہوں میں پارٹیز میں جا کے..... نہ مجھے فیشن کا پتا ہے، نہ مجھے جیولری ڈیزائن پر باتیں کرنا آتی ہیں۔''

''تو بیٹا سیکھو ناں تم بھی دنیا داری کے تقاضے..... ویسے بھی وانیہ بچے..... تم عمی کو سمیٹ رہی ہو... ابھی سے اس سے پہلو بچاؤ گی تو وہ بکھر سکتا ہے، بھٹک سکتا ہے اسے اپنی گرفت سے نکلنے مت دو..... مرد کو بیزاری نہیں دکھاتے، یہ میرا تمہیں مخلصانہ مشورہ ہے۔'' نانو اور بھی مفید مشوروں سے اسے نواز رہی تھیں اور وانیہ بڑی سعادت مندی سے سننے میں مصروف تھی۔ ابھی اسے وقت گزرنے کا احساس تک نہیں ہوا۔ وہ تو عمی نے کمرے میں جھانک کر اسے احساس دلایا۔

''بھابی، بھائی آگئے ہیں۔ آپ کا پوچھ رہے ہیں۔''

''اتنی جلد..... ی.....؟'' وانیہ کی نگاہ دیوار گیر گھڑی پر گئی..... اس سے پہلے کہ وہ باہر نکلتی..... عمی خود ہی نانو کے کمرے میں چلا آیا۔

''السلام علیکم..... تم ابھی تک تیار نہیں ہوئیں؟'' اسے کھڑے دیکھ کر عمی نے ذرا تلخی سے پوچھا۔

''بس جا رہی ہوں۔'' وہ دروازے کی طرف بڑھی۔

''ٹائم دیکھو..... تمہاری تیاری میں بھی دیر لگے گی۔''

''صرف ساڑھے چھ..... اور وہاں نو بجے سے پہلے کوئی نہیں پہنچے گا..... میں پندرہ منٹ میں تیار ہو جاتی ہوں۔ آپ تب تک چائے پی لیں میں بھجواتی ہوں۔'' وہ اس کا غصہ ٹھنڈا کرنے کے لیے فوراً نکل گئی۔ وہ جھنجلاتا ہوا نانو کے سامنے آ بیٹھا۔

''دیکھ لیں آپ اپنی لاڈلی کے نخرے..... صبح کہہ کر گیا تھا کہ میرے آنے سے پہلے تیار رہنا..... مگر نہیں..... اپنی مرضی چلائیں گی محترمہ.....'' ثعلب نے اپنی بھڑاس نکالی تو نانو نے جھٹ اس کا دفاع کیا۔

''تیار ہونے تو گئی ہے، غصہ کیوں کرتے ہو..... صحیح تو کہہ رہی ہے اتنی جلدی کون پہنچے گا..... شکر کرو وہ جا رہی ہے حالانکہ اس کی طبیعت اچھی نہیں ہے۔ تم نے دیکھا نہیں کچھ..... سست سی ہے کل سے۔''

''آپ کو بتا دیا اس نے..... کوئی طبیعت وبیعت خراب نہیں ہے، آپ نہیں جانتیں ساری لڑائی وائٹ ساڑی کی ہے..... کہتی ہے ساڑی نہیں..... سوٹ پہنے گی۔'' ثعلب واقعی جھنجلایا ہوا تھا۔ نانو نے اسے تعجب سے دیکھا۔

''تم دونوں میں لڑائی ہوئی ہے؟ اور اس نے مجھے بتایا ہی نہیں..... عمی تم ہمیشہ اپنی منواتے ہو..... کبھی اس کی مرضی کا بھی خیال کیا کرو..... اس کی بھی کوئی پسند ہوگی۔'' انہوں نے سمجھانے کی کوشش کی..... وہ مزید جھنجلایا۔

''تو پہن لے وہ سوٹ، کرلے اپنی مرضی..... میں کیا کہہ رہا ہوں..... آپ ہمیشہ اسی کی سائڈ لیں گی..... دیکھتا ہوں جا کر کتنی تیاری رہ گئی ہے۔'' وہ جانے لگا تو نانو اس کے بچگانہ رویے پر مسکرا دیں۔

''اب اس کے سر پر جا کے سوار مت ہو جانا کہ اس کے ہاتھ پاؤں پھول جائیں..... بات سنو جانے سے پہلے مجھے مل کر جانا۔ میں بھی تو دیکھوں اس سفید ساڑی میں ایسی کیا خاص بات ہے جو تم میری بیٹی سے الجھ پڑے ہو۔''

''میری لائی ہوئی ساڑی میں کوئی بات کیسے ہو سکتی ہے۔ ساری خصوصیات تو آپ کی بیٹی میں ہیں۔'' وہ بچوں کی طرح روٹھ کر چلا گیا تو نانو مسکرا دیں۔ جانتی تھیں اس کی ناراضی چند لمحوں کی ہوگی۔ وانیہ خود اس کے لیے چائے بنا کر لائی تو نانو نے اسے کمرے میں جانے کے لیے کہا۔

''اُف..... آج میری خیر نہیں ہے۔'' وہ وہاں سے کمرے کی طرف آئی شکر کیا سنی، گولڈی اس سے

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

پہلے کمرے میں جا رہے تھے اسے ذرا تسلی ہوئی ثعلب ان کے سامنے خفگی نہیں دکھا سکتا تھا۔ اسے دروازے سے اندر آتے دیکھ کر وہ قدرے برہمی سے بولا۔

''تم.....! میں تو سمجھ رہا تھا کہ تم ڈریسنگ روم میں ہو؟''

''اتنی جلدی کس بات کی ہے..... ابھی آپ کو بھی تو فریش ہونا ہے۔ گرم، گرم چائے پئیں اور فریش ہو جائیں، میں بھی بس ابھی آئی۔'' اسے کپ تھما کر اس نے چٹکی بجائی اور فوراً ہی باتھ روم کی طرف بڑھ گئی۔ پشت پر ثمی کی گھورتی نگاہیں تھیں..... سنی اور گولڈی نے فوراً اپنی موجودگی کا احساس دلایا۔

''چاچو! آپ چاچی کو لے کر کہاں جا رہے ہیں۔'' گولڈی نے بڑے رعب سے پوچھا تو چائے کے گھونٹ بھرتے ثعلب نے اسے مسکرا کر دیکھا۔

''اپنے دوست کے گھر پارٹی میں، حسن انکل ہیں ناں ان کے گھر.....'' بات کرتے ہوئے ثمی نے اسے ایک بازو میں سمیٹا۔

''انہوں نے ہمیں نہیں بلایا؟'' اس کی معصومیت میں بھی بڑی سنجیدگی سی تھی۔

''نہیں..... میری لعل فیری..... حسن انکل نے مجھے اور تمہاری چاچی کو ہی بلایا ہے۔'' ثمی نے کپ سائڈ ٹیبل پر رکھتے ہوئے اسے اپنے گھٹنوں پر بٹھا کر اس کی پیشانی پر بکھرے بال ہٹا کر محبت سے چوما تو سنی کو جلن سی ہوئی۔

''چاچو..... یہ گولڈی کہہ رہی تھی، چاچو کے دوست بہت گندے ہیں۔ ہم بچوں کو پارٹی میں کیوں نہیں بلاتے۔'' اس بار گولڈی الجھنے کے بجائے تائید ہوں۔

''ہاں، ناں کتنے برے ہیں حسن انکل..... ان کے بچے بھی تو ہمارے گھر آتے ہیں، ہمیں کیوں نہیں بلایا۔''

''بری بات ہے سنی، گولڈی..... بڑوں کو ایسا نہیں کہتے..... آپ کو اچھا نہیں لگتا ناں کہ میں آپ کی چاچی کو اپنے ساتھ لے کر جاؤں تو ٹھیک ہے آئندہ نہیں لے کر جاؤں گا مگر آج تو چاچو نے اپنے فرینڈز سے پرامس کر لیا تھا۔ اس لیے ہمیں جانا ہے۔''

''تو آپ ہم سے بھی پرامس کریں..... آپ ہم کو بھی کل لے کر جائیں گے.....'' گولڈی نے اسے بڑی معصومیت مگر چالاکی سے گھیرا تو ثمی قہقہہ لگا اٹھا۔

''ہونہہ..... تو اصل چکر یہ تھا..... او کے میری جان..... ہم سب کل چلیں گے۔ مگر ابھی تو ہمیں تیار ہو کر جانے دو..... جاؤ آپ دونوں جا کر کھیلو..... ہم جلدی گھر آ جائیں گے۔'' ثمی نے دونوں کو باری، باری چوم کر لپٹایا۔ دونوں چلے گئے تو ثعلب اٹھ کر ڈریسنگ روم میں آ گیا۔ وانیہ ڈریسنگ روم میں نصب آئینے کے سامنے کھڑی اپنے گھٹنوں تک لمبے بالوں کو سلجھانے میں مصروف تھی۔

''کیوں مجھے تنگ کر رہی ہو۔'' ثمی اس کے پاس جا کر اس کے بالوں کی ایک لٹ مٹھی میں لے کر کھینچتے ہوئے بولا۔

''آہ..... میں آپ کو کب تنگ کر رہی ہوں..... چھوڑیں ناں..... ارے درد ہوتا..... مت کھینچیں۔''

''صبح سے منہ بنا کر پھر رہی ہو..... سیدھے منہ بات ہی نہیں کر رہی ہو.....'' ثمی نے آئینے میں دیکھتے ہوئے ناخفگی سے پھر اس کے بال جھٹکے..... وہ اس کے جھوٹ پر حیران ہوئی۔

''میں..... ہا..... ں نہیں تو.....؟ آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ پلیز میرے بال ٹوٹ رہے ہیں۔'' وانیہ نے کراہتے ہوئے بال چھڑانے کی کوشش کی مگر ثمی کے ارادے کچھ اور تھے..... اس کے مزید قریب ہو کر اپنے ہاتھ پر اس کے بال لپیٹتے ہوئے ایک دم موڈ بدل کر بولا۔ ''جب میں نے کہا تھا کہ تیار رہنا تو..... سوچا تھا تمہیں تیار دیکھ کر ساری تھکن اتر جائے گی مگر تم..... آج ارادے کیا ہیں؟''

''ارادے تو آپ کے خطرناک نظر آ رہے ہیں..... میرے بالوں کے دشمن بنے ہوئے ہیں..... پارٹی میں جانا بھی ہے یا..... نہیں۔''

''جانا ہے، جانا ہے مگر پہلے بتاؤ کیا پہنو گی.....؟''

www.urdutube.net www.bookstube.net www.urdumovies.net

ممی نے آخر اس کے بال جھٹکا دے کر چھوڑ دیے۔ وانیہ بھی اس سے چند قدم دور ہٹتے ہوئے آنکھوں میں شرارت بھرے بولی۔ ''بتا تو دیا تھا..... اب ذرا باہر نکلیں اور مجھے تیار ہونے دیں.....'' وانیہ نے ہینگر اسٹینڈ سے اس کا رائل بلیو ڈنر سوٹ اتار کر اسے تھماتے ہوئے مزید اسے تپایا۔

''آئی تھنک آپ بھی چینج کر ہی لیں..... اب یہ اچھا تو نہیں لگے گا کہ میں بنی سنوری چلوں اور آپ اسی باسی بتاسی حلیے میں.....'' وانیہ کی شوخی پر وہ ہینگر لیے اسے خفگی سے گھورتا باہر نکل گیا۔ صرف بیس منٹ میں وہ مکمل تیار ہو کر ڈریسنگ روم سے باہر آئی تو ثعلب خفگی کا اظہار لیے اسی طرح آفس ڈریس میں آنکھیں بند کیے دونوں ہاتھ سر کے نیچے رکھے ریوالونگ چیئر پر نیم دراز تھا۔

''ار..... رے آپ ایسے ہی بیٹھے ہیں اب تک اور مجھے ڈرا رکھا تھا۔'' وہ بولتی، بولتی قریب چلی آئی۔ دلفریب مہک ثعلب کی سانسوں کو مہکا گئی۔ اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا تو مبہوت رہ گیا..... وانیہ اس کی پسند کردہ سفید شیفون سلک کی ساڑی میں ملبوس اس پر بجلیاں گرا رہی تھی۔ ساڑی پر بنا کام اسے لاجواب کر گیا تھا اور مزید لاجواب وانیہ نے زیب تن کر کے کر دیا تھا۔ لگتا تھا یہ ساڑی اس کے متناسب جسم اور لانبے قد کے لیے بنی تھی۔ پرل کی جیولری اس کے حسن کو مزید نکھار بخش گئی تھی۔ ثعلب کے یک ٹک دیکھنے پر اس کی آنکھوں کے آگے ہاتھ لہرا کر قدرے جھینپ کر اس کی محویت توڑی۔

''اس طرح کیا دیکھ رہے ہیں۔ کب سے شور مچا رہے تھے، اب خود ایسے ہی بیٹھے ہیں۔ اب دیر نہیں ہو رہی؟'' ثعلب کے تاثرات یک دم خوشگوار ہو گئے تھے۔ وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

''بیوٹی فل، ایکسیلنٹ، میرے تصور سے بھی زیادہ حسین لگ رہی ہو..... کیا خیال ہے، حسن کو منع کر دوں؟'' اس کی نظروں میں وارفتگی اور لہجے میں شرارت تھی۔

''جی نہیں..... اب آپ کی کوئی بات نہیں مان سکتی..... جلدی چینج کریں، تب تک میں عاص سے بالوں میں گجرے لگوا لوں۔'' وہ جانے کے لیے مڑی۔

''قتل کرنے کے پورے انتظام کرو گی آج۔'' ثعلب نے مڑ کر جاتی وانیہ کے کھلے بالوں کو پھر سے گرفت میں لیا۔ وہ سامنے سے بالوں کو اٹھا کر کلپ لگا کر باقی بالوں کو کھلا چھوڑے ہوئے تھی۔

''یہ آج آپ میرے بالوں کے پیچھے کیوں پڑ گئے ہیں؟'' ثعلب نے اسے کھینچ کر اپنے قریب کیا۔

''تم تو اپنی پسند سے کپڑے پہننے والی تھیں..... پھر ارادہ اتنی جلدی کیسے بدل دیا۔''

''کیا کرتی..... آپ کا مرجھایا منہ دیکھا نہیں جا رہا تھا، یہی سوچا کہ میرے علاوہ آپ کی پسند پوری کون کر سکتا ہے۔ ایک ہی تو بیوی ہوں آپ کی.....'' وانیہ کی شوخ ادا نے ممی کو بھی محظوظ کیا۔

''تم اجازت دو تو..... میری مرضی پوری کرنے کے لیے دوسری بھی آ سکتی ہے۔''

''کہ..... کیا؟..... کیا؟'' وہ ایک دم اس کے سامنے ہوئی۔ ''میں مر کر بھی اجازت نہیں دوں گی۔ ایسا سوچیے گا بھی مت ورنہ..... قتل کر دوں گی دوسری کو.....'' وانیہ بھی اس کی شرارت سمجھ گئی تھی۔ اس کے اس طرح بگڑنے پر ثعلب بے اختیار قہقہہ لگا اٹھا۔

''آج معلوم ہوا کہ میرے لیے کتنی پوزیسیو ہو تم..... اپنی بات منوانے کا گر آ گیا ہے مجھے۔''

''آپ کھڑے باتیں کرتے رہیں گے یا تیار بھی ہوں گے ورنہ پھر میں بھی چینج کر لوں.....'' وانیہ نے اسے دھمکایا تو وہ فوراً بولا۔

''نہ..... نہ..... ایسا غضب مت کرنا..... میں ابھی بس یوں گیا اور یوں آیا.....'' ممی نے ہنستے ہوئے چٹکی بجائی۔ ''اب تو مجھے بھی شو شا بنانی پڑے گی ورنہ یار لوگ بیگم صاحبہ کا ملازم سمجھیں گے۔''

''ایسے ہی.....'' وانیہ نے جھینپ کر اسے پیچھے کیا اور کمرے سے باہر نکل گئی۔ (باقی آئندہ)

www.urdutube.net www.bookstube.net www.urdumovies.net

سالگرہ مبارک

پاکیزہ بہنیں

سرگودھا ہماری جنم بھومی ہے۔ جہاں کے کینو ایکسپورٹ کوالٹی کے ہیں۔ سرگودھا کے اطراف میں کوٹ مومن، بھلوال جہاں کا کینو خاص شہرت رکھتا ہے۔ سلانوالی جولکڑی کے کام کے حوالے سے مشہور ہے۔ خوشاب، جہاں کا ڈھوڈا پورے ملک میں پسند کیا جاتا ہے۔ میانوالی بہت نامور لوگوں کی وجہ سے بھی پہچانا جاتا ہے۔ اور شاہ پور جہاں کے بٹیر کمال کے ہوتے ہیں، بنانے میں نہیں کھانے میں..... اور ہاں

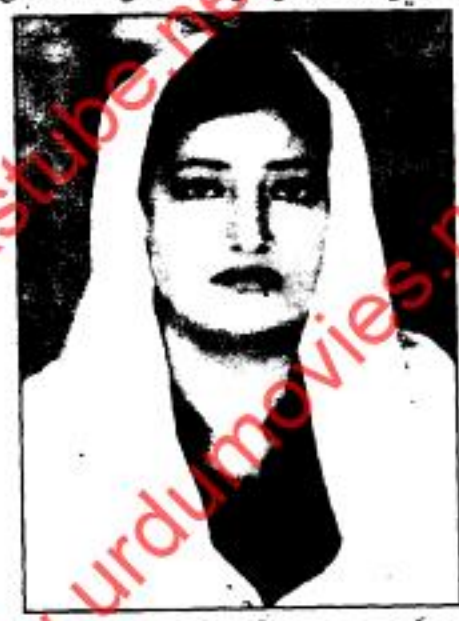

ادب کے حوالے سے بھی سرگودھا کی زمین بڑی زرخیز ہے، بڑے، بڑے معروف شعرا اس دھرتی سے ریلیٹڈ ہیں جن میں سرفہرست مشہور و معروف شاعرہ سعدیہ ہما شیخ ہیں (یہ تو خیر مذاق ہے) میرے فیورٹ شکیب جلالی، سرگودھا کے ہیں۔ ڈاکٹر وزیر آغا، احمد ندیم قاسمی، آصف مرزا، ممتاز عارف، وصی شاہ بھی سرگودھا کے شاہین ہیں۔ جو خوب کما رہے ہیں نام

ایک تو آپ لوگ فوراً غلط اندازے لگا لیتے ہیں۔ اصل بات نام کمانے کی ہی ہوتی ہے باقی تو ایویں..... چلیں اب تھوڑا سا تعارف سرگودھا کے لوگوں کا بھی کروا دیتے ہیں۔ نہایت اکھڑ، بدمزاج، خوشامدی، جھگڑالو، تعویذ گنڈے پر اعتقاد رکھنے والے..... ہر کوئی نہیں یہاں ہماری طرح کے معصوم سیدھے سادے ہیں لوگ۔ یہاں ایک عدد یونیورسٹی کے علاوہ میڈیکل کالج بھی ہے اور اسکولوں کی تو بہتات بلکہ یوں کہیں کہ اسکولوں اور اسپتالوں کا گڑھ ہے سرگودھا۔ یہ تو تھا پاکیزہ سالگرہ کے لیے ہمارے سرگودھا کا تھوڑا سا تذکرہ اب ہمارا ہو جائے تو جناب چار عدد شریر بچوں کی اماں جو اپنی ساری جوکڑی بھول گئی ہے۔ کوالیفیکیشن بی ایس سی، ایم اے پولیٹیکل سائنس + ایل ایل بی ہیں۔ ایڈووکیٹ ہائی کورٹ ہیں مگر کی عدالت میں بولتی بند ہے۔ بچے موقع ہی نہیں دیتے ہیں مجھ سے زیادہ کراس کوئسچنگ میرے بچے کرتے ہیں۔ آج کل وزن کم کرنے کے چکر میں بہت بھاگ دوڑ رہے ہیں۔ اس دوران ملتان کی فصیحہ سے بھی گپ لگا لیتے ہیں۔ سالگرہ منانے میں تو میں کریزی ہوں، گفٹس بھی لیتی ہوں یہ اور بات کہ صرف ہسبینڈ سے گفٹ لینا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے گفٹ لینا کیش سے سخت نفرت ہے۔ اپنے بچوں کی بھرپور سالگرہ مناتی ہوں اور انہیں سرپرائز گفٹ بھی دیتی ہوں۔ جس کی برتھ ڈے یاد ہو اسے ضرور وش کرتی ہوں۔

اس بار بھی خزاں میں پتے بکھر گئے ہیں
انجام گلستاں سے ہم لوگ ڈر گئے ہیں

www.urdutube.net www.bookstube.net www.urdumovies.net

دل میں ہے کوئی جذبہ نہ ہما چاہتیں ہیں
دریا چڑھے ہوئے تھے آخر اتر گئے ہیں

سعدیہ ہما شیخ، سرگودھا

☆☆☆

پیاری، پیاری پاکیزہ بہنوں! میرا نام عصمت اختر ہے، میں ضلع سرگودھا کی تحصیل کوٹ مومن کے نزدیک ایک گاؤں چک 19 جنوبی میں پیدا ہوئی۔ میرا پیارا گاؤں کینو... اور کینو... کی فیکٹریز کے لیے بہت مشہور ہے۔ میں نے ابتدائی تعلیم گاؤں سے اور بی اے کی ڈگری گورنمنٹ گرلز کالج سرگودھا سے حاصل کی۔ ہم چھ بہن، بھائی ہیں، میرا نمبر تیسرا ہے۔ میرے چھوٹے بھائی ڈاکٹر سرور چوہدری بچوں کے اسپیشلسٹ ڈاکٹر ہیں۔ جون 75ء میں میری شادی اوکاڑہ کے ایک گاؤں میں ہوئی۔ میرا تعلق پاکیزہ سے شادی سے پہلے کا ہے، میں نے اس کا کبھی کوئی شمارہ مس نہیں کیا..... پاکیزہ میں لکھنے والی ساری بہنیں مجھے بہت پسند اور عزیز ہیں۔ انجم انصار اور ذکیہ بگرامی سے ملنے کا بہت شوق ہے۔ ان سے دعاؤں کی درخواست ہے۔ میں بہت سادہ مزاج اور سادگی پسند ہوں۔ کپڑوں میں شلوار قمیص، رنگ سفید، کالا اور بادامی پسند ہے۔ کوکنگ میں خود کرتی ہوں اور سادے، سادے کھانے بناتی ہوں۔ مثلاً ساگ، قیمہ کریلے، گوبھی گوشت، گڑ کے چاول بہت پسند ہیں۔ مجھے اپنے بہن، بھائی اور ان کے بچے بہت پیارے ہیں۔ خاص طور پر قاسم، عبداللہ اور حمزہ..... میری بہت سی دعائیں پاکیزہ کے ہر فرد کے لیے..... اور خاص طور پر معراج رسول اور عذرا رسول..... انجم انصار اور ان کے بال بچوں کے لیے سنا ہے نایاب جیلانی بھی میرے گاؤں کی ہیں۔

میرا سلام تمام پاکیزہ بہنوں کو پہنچے

عصمت اختر، اوکاڑہ.....

☆☆☆

مابدولت کو عنبر وسیم کہتے ہیں۔ چونکہ پورا نام نہیں لکھ سکتے کہ اپنی بھاری بھرکم شخصیت کی پہچان نہ ہو جائے۔ نہیں ..... نہیں ڈریں مت... بھئی اگر پہلوانوں کے شہر سے تعلق ہے تو اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ ہم بھی ان کے نقشِ قدم پر چل رہے ہیں۔ البتہ کھانا اتنا کھاتے ہیں جتنا کہ معدہ برداشت کرے..... تعلیمی قابلیت کے کیا کہنے کہ یہ کسی ڈگری کی محتاج نہیں..... البتہ اتنا ضرور کہنا ہے کہ ابھی طفلِ مکتب ہیں..... عبداللہ بن وسیم اور حریم فاطمہ اور نور فاطمہ جیسے پیارے، پیارے چنوؤں منوؤں کی اماں جان ہونے کا شرف بھی حاصل ہے۔ بفضلِ خداوند کریم کھانے میں بریانی، پائے، دہی بڑے، آئس کریم بہت پسند ہیں۔ مشاغل میں : نمبانی، بک ریڈنگ اور بچوں کو ڈانٹنا (آج کل یہ کام بڑے زور شور سے جاری ہے جیسے عبداللہ چوٹ نہ لگ جائے، نور فاطمہ سیڑھیوں پر نہ چڑھو اور حریم فاطمہ ضد مت کرو وغیرہ، وغیرہ.....) پڑھنا، پڑھانا چونکہ ہماری فطرت میں شامل ہے اس لیے چاہتے ہیں کہ عبداللہ، حریم، سارا دن بس کتابیں سینے سے لگائے رکھیں اور ہمارا نام خوب روشن کریں مگر مجال ہے کہ آج کل کے بچوں کی..... عبداللہ لیول ون میں ہے اور حریم مونٹیسوری میں..... مگر ناک میں دم کر رکھا ہے۔ مما ogy دیکھتے ہیں..... مما کا ٹیٹ بنانی ہے اور حریم فاطمہ تو سارا دن بکس اور کاپیاں کلرز اور پنسلز سے بھرتی رہتی ہے۔ اسے گڑیا کے ساتھ نہیں کھیلنا مگر اپنی بکس پر کلر کرتی رہتی ہے کہ اس میں مستقبل کی آرٹسٹ ہونے کے جراثیم پائے جاتے ہیں۔ اور نور فاطمہ چونکہ سوا سال کی ہے..... سارا دن ناک میں دم کیے رکھتی ہے۔ سا دن مجھے بے حد اٹریکٹ کرتا ہے اور بارش میں بھیگنے کو بے تحاشا من مچلنے لگتا ہے۔ بہت حساس ہوں..... کری ایٹو کام کرنے کی لگن ہر سو رہتی ہے۔ شاعری اور آئس کریم

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

اور بارش کا کمی نیشن تو جان نکال لیتا ہے۔ عظیم کتاب قرآن پاک اور عظیم ہستی حضرت محمد ﷺ پسند ہیں کہ زندگی کے تمام کرائسز اور ایونٹس میں ان کی ذات پاک کو مدِنظر رکھ کر انہیں ترتیب دینے کی ادنیٰ سی کوشش کرتی ہوں۔

عنبر وسیم، گوجرانوالہ

☆☆☆

ٹھک، ٹھک، ٹھک دروازہ تو کھولیے پاکیزہ کی جان شبنم کنول تشریف لا رہی ہے۔ 20 اپریل کی شام کو مابدولت نے اس دنیا میں قدم رکھا۔ میرا تعلق حافظ آباد کے چھوٹے سے خوب صورت گاؤں پاپا نگری سے ہے۔ کتابوں سے دوستی ہے اور بہت سنبھال کر رکھتی ہوں اسی لیے تمام پاکیزہ بالکل نئی حالت میں میرے پاس موجود ہیں۔ شاعری کرنے اور پڑھنے کا بہت شوق ہے، میرے فیورٹ شاعر پروین شاکر، وصی شاہ، بشریٰ اعجاز ہیں۔ پاکیزہ میں لکھنا شروع کیا ہے، آنٹی نے کافی حوصلہ افزائی کی ہے۔ انشاء اللہ ایک اچھی لکھاری بنوں گی۔ کوکنگ کا بڑا شوق ہے، میرے فیورٹ کلر فیروزی اور بلیک ہیں، کھانے میں دال چاول اور بریانی پسند ہے۔ جیولری میں لاکٹ، رنگ اور چوڑیاں پسند ہیں۔ نماز پابندی سے قائم کرتی ہوں۔ بہت شوخ و چنچل لڑکی ہوں۔ رونے والوں کو ہنسا دیتی ہوں۔ سالگرہ کے تحفے میں کتابوں کا لین دین مجھے بہت پسند ہے۔ اپنی ماں سے بہت محبت کرتی ہوں۔ رات کو سوتے وقت دوسری بہت سی دعاؤں کے ساتھ یہ دعا کرتی ہوں کہ خدا میری ماں کو سلامت رکھے، آمین۔ آخر میں چھوٹا سا پیغام..... بہتر زندگی وہ ہوتی ہے جو آپ اپنے، لیے گزارتے ہیں اور بہترین وہ جو دوسروں کے لیے گزارتے ہیں۔ زندگی بہترین گزارنی چاہیے..... شعر کے ساتھ اجازت.....

نہ سمیٹ زندگی کی رعنائیاں دلکشاں شاذ
یہ تو فانی ہے یہ تو فانی ہے

شبنم کنول، پاپا نگری

☆☆☆

میرا نام سمیرا احمد ہے اور نک نیم ایس انمول ہے۔ ماشاء اللہ ہم دس بہن بھائی ہیں۔ مابدولت کا سب سے پہلا نمبر ہے۔ ہم سب بہن بھائیوں میں کافی انڈر اسٹینڈنگ ہے۔ امی جان، ابو جی، دادی ماں، میں، آسیہ احمد، صائمہ احمد، صاعقہ جبیں، نور فاطمہ، (سسٹرز) اے آر چاند ساگر اور محسن رضا آفتاب (برادر) اور میری جان سے پیاری بہنیں

مریم احمد، نائلہ احمد، عزا احمد اور کزن ہارون عباس ہم سب مل کر رہتے ہیں۔ پاکیزہ سے وابستگی 2008ء سے ہے اور پاکیزہ سے بہت کچھ سیکھا ہے جس کے لیے میں پاکیزہ فیملی کی شکر گزار ہوں۔ میں سب سے پہلے انجم آنٹی کا اداریہ پڑھتی ہوں جو ہمیشہ سبق آموز ہوتا ہے اور جلترنگ میرا فیورٹ سلسلہ ہے۔ خوبیوں اور خامیوں کا حسین امتزاج ہوں۔ خوبیاں یہ ہیں، سادہ مزاج اور خوش اخلاق ہوں..... غرور نام کو نہیں..... حسد بالکل نہیں کرتی..... کسی کی انسلٹ

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

نہیں کرتی اور دوسروں کی پرائیوسی میں انٹرفیئر نہیں کرتی..... (سچ کہہ رہی ہوں یار.....) اور خامیاں..... دوسروں پہ بہت جلد اعتبار کرلیتی ہوں اس وجہ سے کئی مرتبہ نقصان بھی اٹھا چکی ہوں۔ چھوٹی، چھوٹی باتوں پر اداس ہوجاتی ہوں۔ مجھے منافقت، جھوٹ اور طنزیہ گفتگو پر بہت غصہ آتا ہے۔ بے ہودہ مذاق بالکل پسند نہیں..... مجھے اپنی عزت بہت عزیز ہے، اس لیے دوسروں کی عزت کا بھی خیال رکھتی ہوں۔ میں باقاعدگی سے نماز پڑھتی ہوں اور اپنی ہر بات اللہ تعالیٰ سے شیئر کرتی ہوں..... کسی سے زیادہ دیر ناراض نہیں رہ سکتی۔

مجھے چھوٹے بچے بہت اچھے لگتے ہیں اور خوب صورت گھر بہت اٹریکٹ کرتے ہیں۔ گفٹ لینا اور دینا دونوں پسند ہیں اگر کوئی گفٹ میں کتاب دے تو بہت اچھا لگتا ہے۔ مجھے جوائنٹ فیملی سسٹم پسند ہے۔ تعارف میں اپنی آنٹی کا ذکر نہ کروں یہ تو ہو ہی نہیں سکتا۔ آنٹی کو دیکھ کر مجھے پردے کا خیال آیا۔ پردے کی اہمیت کا پتا چلا..... میرے نزدیک رشتوں کی بہت اہمیت ہے اپنی ذات سے وابستہ ہر رشتے کا خیال پوری ایمانداری سے کرتی ہوں۔ میری نظر میں قابلِ احترام اور خوب صورت رشتہ ماں اور لائف پارٹنر کا ہے۔ میری فیورٹ کتاب قرآن مجید اور فیورٹ شخصیت نبی کریم ﷺ کی ذات ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان کی تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق دے، آمین اس کے بعد مولانا..... عبدالستار ایدھی اور ڈاکٹر شیخ محمد اقبال ایڈیٹر ماہنامہ سفید چھڑی سرگودھا سے بہت متاثر ہوں۔ مطالعہ کرنا میرا فیورٹ مشغلہ ہے، ماہنامہ پاکیزہ، سسپنس، تعلیم و تربیت اور ماہنامہ سفید چھڑی ریگولر پڑھتی ہوں۔ انجم انصار میری موسٹ فیورٹ رائٹر ہیں۔ فیورٹ شاعر وصی شاہ اور ڈاکٹر آصف..... میری شدید خواہش ہے کہ خانہ کعبہ کی زیارت کروں اور اپنے علاقے میں غیر فعال بچوں کے لیے اسکول کھولوں اور دنیا میں ایسے کام کرکے جاؤں کہ لوگ میرے مرنے کے بعد بھی مجھے یاد رکھیں۔

کھانے پینے کے معاملے میں زیادہ نخرے نہیں کرتی، دال، سبزی جو بھی ہو شوق سے کھالیتی ہوں۔ چائنیز نہیں چلتی اور میٹھی چیزیں کچھ خاص پسند نہیں..... بریانی، پلاؤ اور گوشت فیورٹ ہیں۔ سبزیوں میں بھنڈی اور گوبھی زیادہ پسند ہیں۔ فیورٹ پھل آم اور انار..... مشروب میں دودھ، مینگو شیک اور سوفٹ ڈرنک پسند ہیں۔ لباس میں شلوار قمیص پسند ہے۔ بلیک، پنک اور وائٹ کلرز فیورٹ ہیں..... موسم سارے ہی اچھے ہوتے ہیں مگر سردیاں اور بارش مجھے بہت پسند ہیں۔ نومبر اور دسمبر میرے فیورٹ مہینے ہیں۔ پسندیدہ وقت شام کا..... شام کے وقت چھت پر کھڑے ہوکر غروبِ آفتاب کا منظر دیکھنا بہت اچھا لگتا ہے۔ جیولری میں بریسلیٹ اور رنگز بہت پسند ہیں۔ مہندی اور چوڑیاں بھی پسند ہیں۔ خوشبوؤں میں بلیو لیڈی فیورٹ ہے۔ پسندیدہ ملک پاکستان ہے، اللہ تعالیٰ میرے پیارے وطن کی حفاظت فرمائے۔ پسندیدہ شہر کے بارے میں کیا بتاؤں یار بھابڑا بھی ٹھیک سے نہیں دیکھا ہوا (سچی میں) اسلام آباد اور کوئٹہ دیکھنے کی شدید خواہش ہے۔ اب بات ہوجائے دوستوں کی تو دوستی ایک مقدس رشتہ ہے مگر کچھ لوگ اس پاکیزہ رشتے کو بدنام کررہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت دے۔

آخر میں فرینڈز کے لیے اِک نصیحت ہے کہ انسان ہوکر ایسے کام نہ کرنا جس سے انسانیت کا دامن داغدار ہوجائے۔

اس شعر کے ساتھ اجازت.....

یاد رکھو تو دل کے پاس ہیں ہم
بھول جاؤ تو فاصلے ہیں بہت

☆☆☆ سمیرا حمید۔ گوجرہ

سب سے پہلے تو میرے خوب صورت پاکیزہ کو

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

سالگرہ مبارک ہو اور جو اسے ہمارے لیے سنوارتے ہوں گے وہ ہاتھ کیسے ہوں گے ان خوب صورت ہاتھوں کو اللہ تعالیٰ اور تندرست اور خوب صورت بنائے۔ مجھے مہوش کہتے ہیں 15 مئی کو اس پیاری سی دنیا کی رونق بڑھانے کے لیے اس دھرتی پر قدم رکھا۔

بی اے پاس ہوں اور اپنا چھوٹا سا بزنس کر رہی ہوں۔ پڑھنے کا اور لکھنے کا کریز ہے۔ غزل لکھی اور بے شمار مشاعروں میں شرکت کی۔

میرا اسٹار سور ہے اور اپنے اسٹار کی ساری خوبیاں میرے اندر موجود ہیں۔ حد سے زیادہ صاف گو ہوں ادب سے بے انتہا لگاؤ ہے، مجھے کلیاں پسند ہیں کیونکہ کلیاں صبح ہیں اور پھول دوپہر..... صبح کے بعد زندگی آگے بڑھتی ہے اچھی کتابیں میری دوست ہیں خوشبو بہت پسند ہے اور ہر کوئی مجھے کتابوں اور پرفیوم کا گفٹ دیتا ہے۔ مجھے برستی بارش میں لانگ ڈرائیو پہ جانا، چاندنی رات کا انتظار کرنا اچھا لگتا ہے موسم بہار پسند ہے۔ جب ہر طرف پھولوں کی بہتات ہوتی ہے اور خوشبو ہی خوشبو ہوتی ہے۔

میوزک کا بے حد شوق ہے۔ کشور کی کلیکشن بے انتہا خوب صورت ہے جس کو سنتے ہوئے ڈپریشن نہیں ہوتا بلکہ اندر کی آدھی گھٹن ختم ہو جاتی ہے۔

خوب صورت اور حسین ترین لمحات جو کہ ٹرپ کی صورت میں خوب صورت مناظر کے بیچ بلند و بالا پہاڑ بالکل نیلے آکاش کو چھوتے ہوئے جھیلوں کے کنارے، اپنی زندگی سے بہت مطمئن ہوں اور اپنے بنانے والے رب کا شکر ادا کرتی ہوں، عبادت سے بے حد لگاؤ ہے، صبح پانچ سے لے کر آٹھ بجے تک اپنے رب کے ساتھ رہتی ہوں، کوئی دن چھوٹ جائے تو اندر سے تشنگی رہ جاتی ہے، میرے پسندیدہ شہر اسلام آباد ایبٹ آباد ہیں، ملک سوئٹزر لینڈ اور ماریشس ہیں....

ہیروئن ساحر، فرحت عباس احمد، فراز اور رائٹر انجم انصار، عظمیٰ آفاق، فرحت اشتیاق، صائمہ اکرم، نایاب جیلانی، نمرا احمد، عمیرہ احمد، سمیرا حمید، نگہت سیما ہیں۔

مس مہوش سمرن راجپوت، سیالکوٹ

☆☆☆

ماں، باپ نے تو نام رکھا گلشاد مگر کیا اسکول و کالج، گھر، خاندان، محلے، غرض ہر جگہ جانی، جانو کہلائی۔ شاید کہ میں واقعی سب کی جانی ہی تھی کہ ہر جگہ بے تحاشا پیار ملا کہ کوئی تشنگی نہ رہی۔ اسکول و کالج میں والی بال ٹیم کی کھلاڑی رہی کہ 5.5 کے قد کا کچھ تو فائدہ ہوا۔ پتنگ بازی بھی جی بھر کے کی، گرمیوں کی لمبی دوپہر کو جب سب گھر والے سو جاتے تو میں پتنگ لے کر چھت پر پیچ لڑا رہی ہوتی۔ مطالعے کی عادت بچپن سے تھی کہ بچوں کا کوئی رسالہ ایسا نہیں جو نہ پڑھا ہو۔ پاکیزہ سے رشتہ بہت پرانا ہے۔ پہلے پڑوسن آنٹی سے لے کر پڑھنا شروع کیا۔ پھر دس روپے کا خریدنا شروع کر دیا اور آج تک یہ سلسلہ جاری ہے۔ پاکیزہ میں بھی نظمیں، غزلیں لکھیں۔ تبصرے بھی بہت کیے۔

لکھنے کا شوق بھی بچپن سے تھا۔ آل پاکستان مقابلہ مضمون نویسی میں انعام حاصل کیا۔ خواتین کے موضوع پر لکھ کر سیکنڈ پرائز حاصل کیا۔ اپنا ایک شعر مجھے اچھا لگتا ہے۔

www.urdutube.net www.bookstube.net www.urdumovies.net

جاتے ہوئے کتنا بکھرا ہوا لگتا تھا وہ شخص
جس کو سمیٹنے میں مجھے ایک عمر لگی

اپنے خاندان کی پہلی گریجویٹ ہوں کہ ہمارے خاندان میں لڑکیوں کو زیادہ نہیں پڑھایا جاتا تھا مگر مجھے تو خود کو منوانے کا جنون تھا۔ بی اے کے بعد اسٹیٹ لائف انشورنس میں بطور آفس منیجر جاب کی۔ ساتھ ہی انشورنس کا کام بھی کیا کہ کسی کو اپنے سے آگے

نہیں جانے دیا۔ آفس میں فرسٹ پوزیشن پر میری تصویر لگی رہتی تھی۔ پیسہ بھی بہت کمایا کہ کپڑوں کا جنون تھا۔ خود ہی ڈیزائننگ کی، خود ہی سلائی اور زبردست سوٹ تیار..... نیشنل سینٹر راولپنڈی سے کالج لائف سے وابستہ رہی کہ تقریر کرنے کا بھی بہت شوق تھا۔ اور میرے اس شوق کو نیشنل سینٹر والوں نے خوب پورا کیا۔ پھر ایک تنظیم ندرت فکر، کی کئی سال صدر رہی۔ تنظیم کی صدر ریڈیو پاکستان سے انٹرویو نشر ہوا۔ جس کا چیک چالیس روپے ملا جو آج تک کیش نہیں کرایا۔ میرے اندر کچھ کرنے کا جذبہ بہت تھا بلکہ اب بھی ہے۔ 1986ء میں ائر ہوسٹس کے لیے اپلائی کیا۔ کامیاب انٹرویو کے بعد خاندان والوں کی باتیں ابو کو نہ سننی پڑیں۔ اپنے اس شوق کو بھی مار دیا۔

کالج میں ہمارا گروپ بہت پاپولر تھا۔ فری پیریڈ میں گراؤنڈ میں کمر سے کمر جوڑ کر ہمارا گروپ بیٹھ جاتا، گانے کے لیے اور پھر پورا کالج ہمارے چاروں طرف ہوتا۔ اور الحمدللہ ہماری کالج کی دوستی بلکہ پورا گروپ آج بھی اکٹھا ہے۔ ہم دوستوں کے دوست ہیں۔ اسی لیے آج تک بچپن کی تمام فرینڈز سے رابطہ ہے۔

14 دسمبر 1990ء کو اپنے کزن ڈاکٹر نذیر خان سے شادی ہوئی پھر ڈاکٹر صاحب نے اتنا چاہا کہ چاہے جانے کی خواہش ہی نہیں رہی۔ مگر 14 اکتوبر 2008ء میں ڈاکٹر صاحب مجھے اکیلا چھوڑ کر چلے گئے کبھی نہ آنے کے لیے۔ جو شخص میرے بغیر ایک دن نہیں رہ سکتا تھا وہ میرے بغیر ہی لمبے سفر پر چلا گیا۔ میرے دل کو ویران کر کے..... اللہ تعالیٰ نے تین بیٹوں سے نوازا ہے، بڑا بیٹا شہریار خان BS کر رہا ہے۔ اسفندیار، میٹرک کے پیپرز دے رہا ہے اور وقار خان سکستھ میں ہے۔ شادی کے بعد مری آ گئی اور یہاں سے کشمیر کے بہت ہی خوب صورت قصبے ریڑھ میں اپنا گھر بنا کے شفٹ ہو گئی۔ جس کو اپنے پیار و شوق سے واقعی جنت بنا دیا کہ لوگ مجھ سے ملنے اور گھر کو دیکھنے کے لیے دور، دور سے آتے ہیں۔

میں نے اپنے علاقے کی ترقی خاص کر خواتین کے لیے بہت کام کیا اور اپنا ایک مقام بنایا کہ لوگ میرے کام کی وجہ سے میری اتنی عزت کرتے ہیں کہ دادا کی عمر کے لوگ بھی نام نہیں لیتے بلکہ جانی باجی کہتے ہیں۔

میں نے اپنے علاقے میں سب سے پہلے لڑکیوں کے لیے کوکنگ کلاسز شروع کیں پھر خان اکیڈمی کے نام سے سلائی سینٹر شروع کیا۔ زلزلے کے بعد ہمارے علاقے میں بہت این جی اوز آئیں تقریباً سب کے ساتھ کام کیا۔ سب سے زیادہ اسلامک ریلیف کے ساتھ کام کیا۔ نئی روشنی کے نام سے سات اسکول قائم کیے جس میں بڑی عمر کی خواتین کو تعلیم دی جاتی تھی۔

گلشاد نذیر، کشمیر

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

سفیرِ محبت پاکیزہ ڈائجسٹ قارئین پاکیزہ کی نظر میں

شائستہ زریں

مطالعہ نہایت کم سنی سے بیک وقت میری کمزوری ہی نہیں طاقت بھی بنا رہا۔ خواتین کے لیے شائع ہونے والے ڈائجسٹوں میں سب سے پہلے پاکیزہ ڈائجسٹ پڑھا۔ سرورق سے پسِ ورق تک پڑھنے کے بعد پہلا تبصرہ یہی تھا کہ واقعی پاکیزہ اسم بامسمیٰ ہے اور یہ تاثر آج تک قائم ہے۔ ماضی سے حال تک کا سفر طے کرتے ہوئے یہ احساس اور فخر ہو رہا ہے کہ بڑھتے ہوئے وقت کے ساتھ، ساتھ پاکیزہ خوب سے خوب تر کی جانب رواں دواں ہے۔ اس کی شادابی اور جاذبیت میں روز افزوں اضافہ ہو رہا ہے۔ باعتبار مجموعی قارئین اور بالخصوص صنفِ نازک کے لیے پاکیزہ کسی انسائیکلوپیڈیا سے کم نہیں کہ اس میں شامل مختلف النوع تمام مواد خواتین کے لیے رہنما ثابت ہوتا ہے۔ ''اداریہ'' جو کسی بھی رسالے کے لیے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔ پُرمغز، بصیرت افروز، باکمال اور قارئین کے دل میں گھر کرنے والا۔ اگر ''دین کی باتیں'' اور روحانی مشورے قلب و روح کو تقویت بخشتے ہیں تو شعری و نثری تخلیقات سے ذوقِ مطالعہ کی تسکین ہوتی ہے، افسانوی ادب کے چشم کشا حقائق قارئین کو فکر و بیداری کی سوغات دیتے ہیں۔ حسن و صحت کے بارے میں آگہی بھی ہو جاتی ہے۔ ''جلترنگ'' کے ساز بجتے ہیں تو بصارت ہی نہیں سماعت بھی منور و معطر ہو جاتی ہے۔ ''وہ آئے بزم میں'' نزہت اصغر کے لٹریری رنگ اور ''فسانہ نہیں حقیقت ہے یہ'' کے رضوانہ پرنس کے ہلکے پھلکے انداز میں لیے فنونِ لطیفہ سے متعلق شخصیات کے انٹرویوز اور سماجی موضوعات کا احاطہ کرتی مجھ ناچیز کی ''سروے رپورٹس'' قارئین کی دلچسپی کا باعث بنتے ہیں۔ پاکیزہ کی آن اور شان ''بہنوں کی محفل'' کا آغاز کسی بھی اہم موضوع پر انجم باجی کی قارئین بہنوں سے جامع گفتگو سے ہوتا ہے، اسے آپ پاکیزہ کا ذیلی اداریہ بھی کہہ سکتے ہیں۔ اس کے بعد تین مرتبہ درودِ ابراہیمیؑ اور آیتِ کریمہ پڑھنے کی تلقین مصنفات، شاعرات اور قارئین پاکیزہ بہنوں کی تازہ بہ تازہ سرگرمیاں، دعائے صحت کے لیے التماس، انتقالِ پُرملال کے بعد خطوط اور ان کے جواب۔ پاکیزہ کی سالگرہ کے موقع پر پاکیزہ کی دنیا سے رخصت ہو جانے والی مصنفات، شاعرات اور قارئین بہنوں کو یاد کرتے ہوئے دعاؤں کے گجرے پیش کرنا بھی پاکیزہ کی دیرینہ اور اچھی روایت ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ اوروں کے ساتھ، ساتھ بحیثیت قاری، افسانہ نگار اور صحافی میں نے بھی پاکیزہ سے بہت کچھ سیکھا۔ بے حد ممنون ہوں عذرا باجی کی حوصلہ افزائی، انجم باجی کی رہنمائی اور بے لوث محبت۔ سروے رپورٹ کے سوال تیار کرنے سے تیاری تک کے مراحل میں مشاورت کے ضمن میں نزہت اصغر کے مخلصانہ تعاون کی۔ پاکیزہ..... بلاشبہ تمام بہنوں کے لیے تربیت گاہ کے مانند ہے جہاں سے تربیت حاصل کرنے والے شادکام رہتے ہیں۔

www.urdutube.net www.bookstube.net www.urdumovies.net

ڈائجسٹ کا ادب تفریحی ادب کے زمرے میں آتا ہے لیکن پاکیزہ ڈائجسٹ سے مقبولیت حاصل کرنے والی مصنفات بشریٰ رحمٰن، سیما سراج، شکیلہ رفیق، عفت گل اعزاز اور نیلم احمد بشیر ادبی جرائد کی کامیاب قلمکار ہیں۔ خواتین کے دیگر رسائل کو مدنظر رکھیں تو پاکیزہ کو ایک نہیں کئی ایک امتیاز حاصل ہیں۔ اس کرم کے لیے ہم اللہ تعالیٰ کے شکر گزار ہیں اس دعا کے ساتھ کہ اپنی رحمتوں اور برکتوں کے سائے میں اپنے شکر گزار بندوں میں شامل رکھے اور پاکیزہ ڈائجسٹ کی آب و تاب میں ماہ بہ ماہ اضافہ ہوتا رہے، آمین

اسی مناسبت سے ہم نے چند قاری بہنوں سے معلوم کیا کہ.....

۱۔ پاکیزہ سے آپ نے کیا سیکھا اور آپ کی زندگی پر اس کے کیا اثرات مرتب ہوئے؟

۲۔ پاکیزہ کا وہ کون سا خاص وصف ہے جو اسے خواتین کے دیگر رسائل سے ممتاز بناتا ہے؟

۳۔ پاکیزہ میں کون سی دلچسپ تبدیلی کی خواہشمند ہیں؟

ڈاکٹر ممتاز ضیا

۱: پاکیزہ کا اور میرا ساتھ پاکیزہ کے پہلے شمارے سے ہے۔ اس کا معیار ہمیشہ سے اچھا ہے اور انجم کی ادارت نے اس میں چار چاند لگا دیے۔ یوں تو پاکیزہ سے بہت کچھ سیکھا لیکن سب سے بڑھ کر یہ سیکھا کہ کیسے غیروں کو اپنا بنایا جاتا ہے اور اس کو کس طرح نبھایا جاتا ہے؟ عذرا اور انجم کا دیا ہوا یہ احساس بہت خوشی کا باعث بنتا ہے کہ ہم ان کے اپنے ہیں۔ پاکیزہ کی تحریروں سے حقوق العباد کی اہمیت کو نہ صرف سمجھا بلکہ جہاں اس میں کمی رہ گئی اس کو پورا کیا۔

۲: نئی مصنفات، قارئین، تبصرہ نگار سب کو یکساں اہمیت دی جاتی ہے اور نئی مصنفات کی بھرپور حوصلہ افزائی سے نیا ٹیلنٹ سامنے آ رہا ہے۔

۳: ہر ماہ شاہکار افسانوں میں سے ایک منتخب افسانہ شائع کریں۔

ڈاکٹر شہلا عامر

۱: پاکیزہ سے جو بھی سیکھا اس نے اپنے مثبت اثرات مجھ پر چھوڑے۔ مثلاً ''مجھے کچھ کہنا ہے'' جسے پڑھ کر زندگی گزارنے سے متعلق چھوٹی، چھوٹی مگر بہت کارآمد باتیں سیکھیں۔ ان کو اپنی زندگی میں

ڈاکٹر شہلا عامر

شامل کر کے صرف میری زندگی ہی نہیں سنوری بلکہ انشاء اللہ آخرت بھی سنور جائے گی، آمین۔ جزاک اللہ..... انجم باجی۔

۲: ''بہنوں کی محفل'' جس کا کوئی جواب ہی نہیں اور جسے میں نے ''پاکیزہ کی فیس بک'' کا نام دیا تھا۔

۳: اگر پاکیزہ میں کوئی انعامی سلسلہ دوبارہ شروع کر دیا جائے تو اس خوب صورت پرچے میں مزید چار چاند لگ جائیں گے۔

شازیہ افتخار خان

۱: ''جلترنگ'' میں مجھے طرح، طرح کی ایشیائی بالخصوص پاکستانی عورتیں نظر آئیں، ان کے رویے

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdunovels.net

نظر آئے۔ جن سے میں نے بہت کچھ سیکھا اور اس کے مثبت اور خوشگوار اثرات ہی مرتب ہوئے۔ مجھے یہ معلوم ہوگیا کہ کس قسم کے لوگوں سے کیسا برتاؤ کرنا چاہیے۔ راستوں کا تعین کرنا سیکھا اور پھر اس پر عمل بھی کیا۔

۲: ''جلترنگ'' جس میں مزاح کے توسط سے زندگی اور معاشرے کے بہت سے سبق مل جاتے ہیں۔

شازیہ افتخار خان

یہ سبق تو خواتین کے دیگر رسائل میں بھی مل جاتے ہیں لیکن اس طرح ہلکے پھلکے انداز سے نہیں یہ صرف اور صرف پاکیزہ میں ہے۔

۳: ادبی جرائد میں چھپنے والی کہانیوں کے لیے دو تین صفحات مختص کر دیے جائیں۔ نئی چھپنے والی کتابوں پر تبصرہ بھی ہر ماہ شائع ضرور کریں۔

عمرانہ شہناز

۱۔ پاکیزہ ڈائجسٹ جب میرے ہاتھ میں آیا تو یہ شعر میرے ذہن پہ دستک دینے لگا۔

چہرہ ہوا میں اور میری تصویر ہوئے سب
میں لفظ ہوا مجھ میں زنجیر ہوئے سب

سروے

غزل

میں انتظار کروں گی سحر ہونے تک
میں سانس بھی نہیں لوں گی سحر ہونے تک
رقم کروں گی مسلسل ستم کی تحریریں
تمام ظلم سہوں گی سحر ہونے تک
تو آئینہ نہ سہی آئینے سے کم بھی نہیں
میں تیرا عکس پڑھوں گی سحر ہونے تک
جلے چراغ تو سوچوں گی روشنی کیا ہے
کسی سے کچھ نہ کہوں گی سحر ہونے تک
ہوائیں تیز چلیں یا چمن میں پھول کھلیں
میں اپنے گھر میں رہوں گی سحر ہونے تک
سحر ہونے کے بعد آئینہ میں دیکھوں گی
فری میں سب کی سنوں گی سحر ہونے تک

کلام: فریدہ فری یوسف زئی، لاہور

طالب علمی کے سنہری زمانے میں جب کچے ذہن پہ کچی سوچوں کا راج تھا اس وقت زندگی کے اتار چڑھاؤ میں جذباتی، احساساتی اور نفسیاتی ... میں پاکیزہ ڈائجسٹ نے ناپختہ ذہن کو ایسا رخ دیا کہ کم عمری میں ہی فہم وادراک کے دروازے کھلتے گئے اور میں عقل وشعور کی سیڑھیاں چڑھتی چلی گئی لیکن ان اثرات کا اندازہ اس وقت ہوا جب سب نے باشعور اور سمجھدار بچی کا لیبل لگا دیا۔

۲۔ ڈائجسٹ کی دنیا اتنی وسیع ہو چکی ہے کہ فی زمانہ اسے ڈائجسٹوں کا جمعہ بازار بھی کہہ سکتے ہیں لیکن اس بازار میں بھی اپنا مقام بنائے رکھنا، پاکیزہ ڈائجسٹ کا ایک خاص وصف ہے۔ کہتے ہیں کہ لفظ میں قوت ہونی چاہیے کہ وہ نہ صرف دل و دماغ بلکہ ... تحریری معیار جو صرف اور صرف مدیرہ اعلیٰ اور معاونین کی فکر و کاوش کا آئینہ دار ہے۔ خوب سے خوب تر بنانے کے لیے تمام تحریروں کو اس طرح جانچا جاتا ہے کہ حقیقت اور تخیل میں کوئی بُعد نظر نہیں آتا۔ متنوع اور اچھوتے موضوعات کے پردے میں

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

عمرانہ شہناز

زندگی کی تلخیوں کو ایک ہلکے پھلکے انداز میں بیان کرنا اور قارئین کو اپنے سحر میں جکڑے رکھنا صرف پاکیزہ کا ہی طرۂ امتیاز ہے، اسی لیے فنونِ لطیفہ میں ادب کا جو مقام ہے پاکیزہ ڈائجسٹ اس کا عکس ہے جو زمینوں کو بھی سیراب کر دے اور اس خوبی کے لیے تحریر کا معیار بہت ضروری ہے۔

۳۔ پاکیزہ کے تمام سلسلے اپنی، اپنی جگہ اس طرح فٹ ہیں کہ جیسے ایک مرصع انگوٹھی مختلف آبدار نگینوں سے مزین ہو اور اس میں کم اور نہ بیش کی گنجائش ہو۔ فی زمانہ ہم جدید تحقیقات، ایجادات اور مفروضات سے آشنا ضرور ہیں لیکن اپنی اسلامی تاریخ سے بے بہرہ ہوتے جا رہے ہیں اگر کوئی اسلامی تاریخی سلسلہ شروع کر دیا جائے تو یقیناً ایک گرانقدر اضافہ ہوگا۔

ایڈووکیٹ سعدیہ ہما شیخ

1۔ اگر میں یہ کہوں کہ میں نے رشتوں کو برتنا پاکیزہ سے سیکھا ہے تو غلط نہ ہوگا۔ رسالوں کی چاٹ اپنی مدرسے ملی بچوں کے رسالوں سے اخبار جہاں اور پھر پاکیزہ وہ پہلا خواتین کا رسالہ جو میں نے پڑھنا شروع کیا میری زندگی پر اسی لیے پاکیزہ کے اثرات گہرے ہیں کیونکہ پاکیزہ میں ایسی کہانیاں شائع ہوتی ہیں جو زیادہ تر حقیقت پر مبنی ہوتی ہیں۔ خوابوں خیالوں سے ذرا دور زندگی کی حقیقتوں سے روشناس کرانے کا سہرا پاکیزہ کے ہی سر ہے اور ادبی دنیا میں میری پہلی پہچان ہے۔

۲:: میں تو برملا یہی کہوں گی دوسرے رسائل سے ممتاز بنانے میں سب سے اہم کردار پاکیزہ کی مدیرہ کا ہے جنہوں نے ہر خاص و عام کو ایک لڑی میں

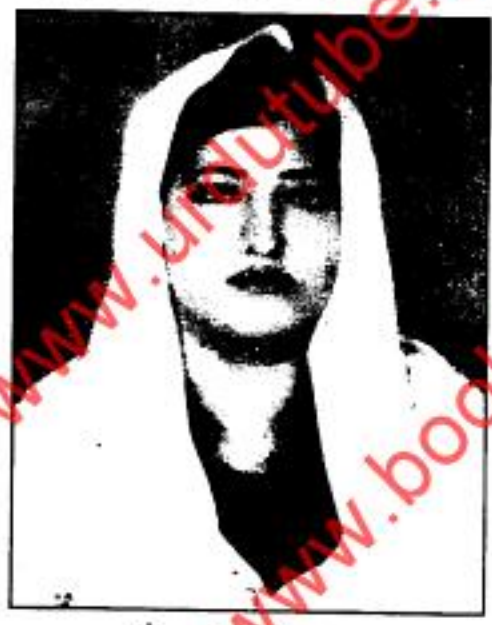

ایڈووکیٹ سعدیہ ہما شیخ

پرو رکھا ہے۔ فی زمانہ خود کو پیچھے رکھ کر دوسروں کی صلاحیتوں کو اجاگر کرنا انجم انصار کا ہی وصف ہے۔ تنقیدی خطوط لگانا، سب سے برابری کا سلوک کرنا۔ سچ پوچھیں تو ہماری مدیرہ کو تو تنظیم انصاف کی چیئرپرسن ہونا چاہیے۔ پاکیزہ سب کی تحریروں سے انصاف کرتا ہے۔

۳۔ بھئی ہم Aquarian تو ہیں؟ ہمیں یہی تبدیلی کا سائن کہ محبوب ہر حال میں ہی اچھا لگتا ہے۔

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

مگر ہم شاعروں کے لیے تھوڑی تشنگی ہے۔ ایک دو صفحات شاعرات کے لیے مخصوص کر دیے جائیں تو ملے ملے دوسرا وہی پرانا مطالبہ ایوارڈ حاضر کیے جائیں ورنہ ہم عذرا رسول کے گھر کے سامنے دھرنا دیں گے۔ آپ سب میرے ساتھ ہم آواز ہیں ناں۔

صائمہ قیصر ہاشمی

ا: سچ تو یہ ہے کہ پاکیزہ میری پرائمری کلاس ہے۔ جہاں سے میں نے اڑان بھری اور پھر چل سو چل۔ انجم آپی کے جلترنگ سے متاثر ہو کر لکھنا

صائمہ قیصر ہاشمی

شروع کیا۔ پرنٹ میڈیا سے الیکٹرانک میڈیا تک کا سفر کامیابی سے طے کیا۔ پاکیزہ سے شروع ہوئے سفر اور بنیاد نے میری زندگی کو اعتماد اور معاشی سہارا دیا۔ پاکیزہ میری تحریر کا سرچشمہ ہے۔

۲: خواتین کے جذبات و احساسات کا بہترین نمائندہ پاکیزہ ہے۔ نئی مصنفات کو پلیٹ فارم مہیا کرتا ہے، جہاں وہ اپنی صلاحیتوں کو آزماتی ہیں۔ عذرا آپی، انجم آپی اور نزہت اصغر جس میٹھے لہجے، محبت اور اپنائیت سے بات کرتی ہیں، مدعو کرتی ہیں اور میزبانی کرتی ہیں اس سے تمام مصنفات کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔ یہ ایک مثال ہے۔

۳: پاکیزہ میں انعامی کہانی کے سلسلے سے صحت مند مقابلے کا رجحان سامنے آسکتا ہے۔ اور پھر یہی اعتماد ہر فیلڈ میں ترقی کے لیے مفید ہے۔

شمائلہ سہیل جاوید

ا: میری اولین تربیت گاہ، میرا حوصلہ، میری خود اعتمادی، میری لگن، میری جستجو، تخیل کی پرواز، صلاحیتوں کا قردان۔ میری پہچان۔ ان سب کا نام ہے ''پاکیزہ ڈائجسٹ'' ہے۔

سب سے زیادہ مثبت اثر تو یہ ہوا کہ میری خود اعتمادی میں اضافہ ہوا۔

شمائلہ سہیل جاوید

۲: ''بہنوں کی محفل'' جس کے توسط سے انجم انصار صاحبہ نے تمام قارئین، مصنفات، تبصرہ نگاروں اور شاعرات کو باہم ایک لڑی میں پرو دیا ہوا ہے۔ اس مالا کو صرف اور صرف انجم نے طریقے اور قرینے سے سنبھال رکھا ہے۔ اس محفل میں ہم سب ایک گھر کے مکینوں کے مانند ایک دوسرے سے اپنے

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

دکھ سکھ بانٹتے ہیں، انجانے لوگ بھی اپنے، اپنے لگتے ہیں۔ ایک دوسرے کا احوال، سماجی زندگی، سرگرمیاں بھی ہم گھر بیٹھے ہی جان لیتے ہیں۔

۳: انعامی سلسلہ دوبارہ شروع کریں۔ ہماری وہ قلمکار جو اب ہمارے درمیان نہیں ان کا کوئی افسانہ یا کلام ہر ماہ پاکیزہ کی زینت ضرور بنائیں۔

ریحانہ حسن

۱: پاکیزہ نے مجھ میں لکھنے کا شعور اور چھپنے کا حوصلہ دیا۔ میرے اندر آگے بڑھنے کا جذبہ اجاگر کیا۔ اس کا اثر مجھ پر یہ پڑا کہ میں ہمت نہیں ہارتی بلکہ کامیابی کے حصول کے لیے جدوجہد کرتی ہوں۔

ریحانہ حسن

۲: جلترنگ جس میں معاشرے کی تلخ سچائیوں کو مزاح کے پردے میں بیان کیا جاتا ہے۔ بہنوں کی محفل کے آغاز میں کی جانے والی گفتگو، مصنفات اور قاری بہنوں کی سرگرمیاں.....

۳: ہر ماہ ایک رائٹر کا انٹرویو ضرور شائع کریں۔

نگینہ ضیا بخش

۱: پاکیزہ نے اپنی پاکیزہ تحریروں سے اچھے برے کی پہچان کروائی۔ پاکیزہ میں شائع ہونے والی ہر تحریر ہمیں کچھ سوچنے پر مجبور ضرور کرتی ہے۔ پاکیزہ کے اثرات مجھ پر یوں مرتب ہوئے کہ اب میں منظم طریقے سے زندگی بسر کرنے لگی۔ مجھ میں پڑھنے کا جذبہ اور شعور بیدار ہوا۔ میری خود اعتمادی میں اضافہ ہوا۔

۲: پاکیزہ اپنے نام کی طرح پاکیزہ ہے اس میں کبھی کوئی غیر اخلاقی تحریر نہیں پڑھی، بہنوں کی محفل جسے انجم باجی نے اپنے اخلاق اور محبت سے بہت وسعت دی ہے۔

۳: انعامی سلسلے اور ایوارڈ دوبارہ جاری کیے جائیں تاکہ قارئین اپنی پسندیدہ مصنفات سے ملاقات کر سکیں۔

عاصمہ طارق

۱: سسرالی رشتے نباہنا اور ایڈجسٹ کرنا اور ہونا سیکھا۔ اس سے زندگی میں اچھی تبدیلی آئی جس کی بنا پر زندگی زیادہ پرمسرت اور خوشگوار ہو گئی۔

۲: روحانی مشورے جو اور کہیں نہیں۔

۳: بیوٹی کلینک اور فیشن کے رنگین صفحات دوبارہ

عاصمہ طارق

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

شروع کریں۔ انٹرویوز اور سروے میں رنگین تصویریں شائع کریں ساتھ ہی کوئی انعامی سلسلہ بھی۔

☆☆☆

قارئین! آپ نے پاکیزہ کے حوالے سے سروے کے شرکا کی آرا پڑھیں بلا شبہ جلترنگ اور بہنوں کی محفل پاکیزہ کی امتیازی صفات ہیں اور یہ اعزاز مدیرۂ پاکیزہ انجم انصار کے حصے میں آتا ہے۔ مدیرۂ اعلیٰ عذرا رسول صاحبہ نے گزشتہ برس پاکیزہ بہنوں کو پیغام دیتے ہوئے کہا تھا کہ

''ہماری یہ پوری کوشش ہوتی ہے کہ ایسی تحریریں شائع کی جائیں جو خیر کی نمائندہ ہوں اور جس کے ذریعے زندگی پاکیزہ اصولوں کے تحت گزاری جائے۔''

بلا شبہ عذرا باجی اپنی مصنفات کے تعاون سے اپنی اس کوشش میں کامیاب رہیں۔

سالِ رواں بھی محترمہ عذرا رسول نے اپنے پیغام میں کہا کہ ''پاکیزہ کا مقصد بھی یہی ہے کہ ہم ایسی تحریریں شائع کریں جو نہ صرف عورت کے مقام کو بلند کریں بلکہ اس کے توسط سے خاندان کی تعمیر و تشکیل بھی مثبت انداز میں ہو۔ الحمدللہ ہماری تمام مصنفات بڑی محنت، توجہ اور انتہائی محبت اور چاہت کے ساتھ پاکیزہ کے لیے لکھتی آرہی ہیں۔''

اور اس کا ثبوت تو آپ کو سروے میں شامل جوابات سے بھی مل گیا ہوگا کہ کس طرح پاکیزہ، خواتین کی گھریلو اور سماجی زندگی میں رہنما ثابت ہوا۔ پاکیزہ کے لیے ہماری دعا یہی ہے کہ.....

خدا کرے کہ چمکو مثالِ انجم تم.....
جو ہر سو کردے اجالا وہ آفتاب رہو
پڑھے جو تم کو وہ تم کو نہ بھولنے پائے
محبتوں سے جو مہکے وہ تم گلاب رہو

(آمین)

☆☆☆

رانی بھابی

کچھ لوگ دنیا میں ایسے ہوتے ہیں جو دنیا سے جانے کے بعد بھی یادوں کے انمٹ نقوش دلوں میں چھوڑ جاتے ہیں۔ انہی میں شمار میری رانی بھابی کا بھی ہوتا ہے۔ نند، بھاوج کا رشتہ ہمیشہ ہی منفی شمار ہوا ہے..... بلکہ محاورہ مشہور ہے، نند بغل گند..... مگر اللہ کا شکر ہے ہمارے درمیان اس کی نوبت کبھی نہیں آئی۔ میری امی، بھائی جان کو شہزادہ کہتی تھیں، لمبے چوڑے سرخ سفید تو رانی بھی تروتازہ گلاب کا پھول..... بھائی جان نے انٹر کیا اور رانی بھابی نے آٹھویں پاس اور شادی ہوگئی کیونکہ آپس میں کزن تھے۔ دونوں میں ایسی مثالی محبت اور یگانگت کہ دیکھی اور نہ سنی گھر میں محبت کی عمر اتنی مختصر تھی کہ چار بچوں کے ساتھ صرف آٹھ سال بعد رانی بھابی سہاگن سے بیوہ ہوگئیں۔ جس عمر میں آج کل لڑکیوں کی شادیاں نہیں ہوتیں۔ صابر و شاکر، شرم و حیا کا پیکر بھائی جان سے محبت ایسی بھائی کہ کسی کی طرف نگاہ اٹھا کر نہ دیکھا۔ نہ کسی کو انگلی اٹھانے کا موقع دیا۔ اللہ نے اتنی نیک اور عبادت گزار بھابی کو اتنی مہلت ضرور دی کہ اپنے چاروں بچوں کو اپنے گھروں میں خوش آباد دیکھ لیں۔ نیک اتنی کہ ایدھی کی خواتین نے بھتیجیوں کے ہمراہ نہلاتے ہوئے کہا۔ اتنا پاکیزہ اور مقدس جنازہ..... ان کو آب زم زم میں ڈوبا ہوا کفن ہم اپنی طرف سے پہنائیں گے۔ کبھی، کبھی میں سوچتی ہوں اللہ تعالیٰ نے ان کو کیا صرف آزمائش کے لیے ہی دنیا میں بھیجا تھا۔ جس پر وہ پوری اتریں اور چودہ دسمبر 2014ء کو بغیر کسی کو تکلیف دیے دنیا سے منہ موڑ گئیں۔ ان کی زندگی پر پوری کتاب لکھی جاسکتی ہے جو جوان بیواؤں کے لیے مشعل راہ ہو مگر صفحات کی کمی مانع ہے۔

پاکیزہ بہنوں سے ان کی مغفرت اور درجات کی بلندی کے لیے دعا کی درخواست۔

تحریر: سلمیٰ غزل، کراچی

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

بہنوں کی محفل

مدیرہ

★ عزیز از جان بہنو! السلام علیکم رحمۃ اللہ وبرکاتہ!

★ حمد و ستائش اس ذات کے لیے جس نے کارخانۂ عالم کو وجود بخشا اور درود و سلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جنہوں نے دنیا میں حق کا بول بالا کیا۔

★ پیاری بہنو! آج میں چند چھوٹی، چھوٹی باتیں آپ سے کرنا چاہوں گی۔ آپ بلاوجہ لوگوں سے دشمنیاں مت پالیے اور نہ ہی بے وجہ کسی کو گرانے میں سردھڑ کی بازی لگا دیں کہ یہ درجیں عزت اور ذلت دینے والی ذات صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔ اگر آپ ناحق کسی پر بہتان لگائیں گی تو اللہ کے غضب کو آواز دیں گی۔ ہم یہ تو اکثر سنتے ہیں کہ اب زیادہ تر گھرانوں میں مائیں اپنی بیٹیوں سے مشورے لیتی ہیں اور یہ ایسی کوئی غلط بات بھی نہیں ہے مگر ہمیں بہت سی ماؤں نے جب یہ بتایا کہ ان کی بے عزتی بیٹے تو کیا ان کی بیٹیاں تک کرتی ہیں تو دلی صدمہ ہوا۔ ہماری مائیں جاہل ہوں، زمانہ شناس نہ ہوں، بات کرنے کی سمجھ نہ ہو، تب بھی اولاد کو اپنی ماں کی تذلیل کرنے کا کوئی حق نہیں۔ جب ایک ماں نے مجھے یہ بتایا کہ وہ اپنی ایک بیٹی کی مرضی کے بغیر اپنی شادی شدہ بیٹیوں کو اپنے گھر میں بلا نہیں سکتی تو سن کر سخت رنج ہوا کہ ہم کس سمت جا رہے ہیں! یہ دیکھیے جب اولاد کو اپنے والدین بوجھ لگنے لگتے ہیں تو وہ جانتے نہیں ہیں کہ قدرت ایسے بوجھ ڈال دیتی ہے جس کو ہٹانا اور اس سے اپنے آپ کو نکالنا بھی دوبھر ہو جاتا ہے۔ وہ لوگ بہت خوش قسمت ہیں جن کے والدین حیات ہیں اور اپنی اولاد سے خوش بھی ہیں۔ آج ایک چھوٹی سی بات آپ سے کہوں گی کہ اپنی خوشیوں میں مست ہو کر کیا آپ کو اتنا خیال ہے کہ آپ کی ماں بھی خوشی سے گزار رہی ہے اور آپ کے والد بھی آپ سے خوش ہیں؟

★ اب سرگرمیوں پر نظر ڈالنے سے پہلے ایک بار درود پاک ضرور پڑھتے ہیں جو ہر نماز میں پڑھا جاتا ہے اس کے علاوہ صرف تین بار آیت کریمہ پڑھ کر اپنے لیے، اپنے ملک کے لیے اور عالم اسلام کی پریشانیوں کو رفع کرنے کے لیے ضرور دعا مانگیں۔

مصنفات، شاعرات اور قارئین پاکیزہ بہنوں کی تازہ بہ تازہ سرگرمیاں

★ پاکیزہ کی ہم وطن نگار ذکیہ ایوب، کراچی ان دنوں لاہور گئی ہوئی ہیں۔

★ مصنفہ ام ایمان قاضی، کوٹ چھٹہ عمرے کی سعادت حاصل کر کے واپس آ گئی ہیں۔ (مبارکاں)

★ پاکیزہ کی مستقل تبصرہ نگار شگفتہ ناصر، فیصل آباد پہلے دبئی اور پھر عمرے کی سعادت حاصل کر کے آ گئی ہیں۔ (مبارکاں)

★ پاکیزہ تبصرہ نگاروں میں باہمی محبت میں اتنی محبت پیدا ہو چکی ہے کہ مصنفہ نوشین ساجد، لاہور کینٹ نے امینہ عندلیب، سلانوالی کو اپنے گھر میں بلایا اور ایک بڑی بہن کی طرح ایک ہفتہ میزبانی کی۔ (ماشاءاللہ)

★ پاکیزہ کی مستقل قاری اور شاعرہ بشریٰ باجوہ، اوکاڑہ کے ہاں بیٹی پیدا ہوئی ہے جس کا نام ابرش کاشف رکھا گیا ہے۔ (مبارک ہو)

★ اس ماہ شاعرہ فریدہ خانم، لاہور کے والدین کی شادی کی سالگرہ ہے۔ (مبارک ہو)

★ گزشتہ دنوں مصنفہ سیما بنت عاصم، کراچی کو کئی خوشیاں ملیں (ماشاءاللہ) سیما کے ہاں ایک پیارا سا

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

بھتیجا سیف اللہ تولد ہوا اور ان کی بھانجی فائزہ کی شادی ہوئی۔ (مبارکاں)

★ مصنفہ سکھی غزل اپنے بھانجوں کے پاس امریکا جا رہی ہیں۔ (ماشاءاللہ)

★ پاکیزہ کی مستقل تبصرہ نگار رابیل شاہ کے ہاں پیاری سی بیٹی ہوئی ہے جس کا نام انہوں نے انابیہ علی رکھا ہے اور اس ماہ رابیل شاہ کی شادی کی سالگرہ بھی ہے۔ (مبارکاں)

★ پاکیزہ کی مستقل قاری مس زنیرہ مبارک نے بہبود ایجوکیشن میں ایک مدرکلب بنایا ہے۔ (ماشاءاللہ..... مبارک باد)

★ پاکیزہ کی مستقل تبصرہ نگار نگینہ ضیا بنگش، کراچی اپنی شاعری کا مجموعہ جلد لے کر آئیں گی۔ (انشاءاللہ)

★ گلشاد نذیر، مری ان دنوں اپنی یادداشتیں جمع کر کے ان کو شائع کروانے والی ہیں۔ (ماشاءاللہ)

★ مصنفہ رفاقت جاوید، اسلام آباد کی اس ماہ دو کتابیں آئی ہیں اور آئندہ ماہ ایک اور آنے والی ہے۔ رفاقت تم تو تحریروں کی سپر مارکیٹ ہو گئیں۔ (ماشاءاللہ..... مبارک باد)

★ مصنفہ اختر شجاعت اپنے گھر کو سجانے اور سنوارنے میں مصروف ہیں۔ (ماشاءاللہ)

★ مصنفہ اقبال بانو کا نئی بہو سسرال میری بہن کا بہت پسند کیا جا رہا ہے۔ (مبارکاں)

★ مصنفہ سیما مناف، شکاگو سے واپس کراچی آ چکی ہیں اور جواں سالہ بھانجی کی رحلت پر انتہائی غمزدہ ہیں۔

دعائے صحت کے لیے التماس ہے

★ پاکیزہ کی ناول نگار رفاقت جاوید، اسلام آباد ان دنوں بستر علالت پر ہیں۔

★ پاکیزہ کی مستقل تبصرہ نگار المیس جبار، آزاد کشمیر کی آنکھوں کی روشنی کمزور ہو گئی ہے۔

★ مصنفہ، شاعرہ عالیہ بشیر، اسلام آباد ان دنوں علیل ہیں۔

★ پاکیزہ کی مستقل قاری شہلا ظفر، کراچی کو مستقل چکر آتے ہیں اور معدے کی بھی پرابلم ہے اور ڈپریشن بھی۔

★ ناول نگار، ڈراما نگار اقبال بانو کی چھوٹی بہن حمیرا عباس بیمار ہیں۔

★ شاعرہ مصنفہ نیر رانی شفق، ڈی جی خان بیمار ہیں۔

★ پاکیزہ کی مستقل قاری عصمت، اوکاڑہ کے بازو کی ہڈی کریک ہو گئی ہے۔

★ پاکیزہ کی مستقل تبصرہ نگار اور شاعرہ امینہ عندلیب، سلانوالی ان دنوں شدید علیل ہیں۔

★ پاکیزہ کی مستقل قاری عذرا بی بی، راولپنڈی ہنوز علیل ہیں۔

★ پاکیزہ کی مستقل تبصرہ نگار ظل شاہین، ڈی جی خان کی آنکھوں میں تکلیف ہے۔

★ مصنفہ، شاعرہ فریدہ جاوید فری، لاہور کی طبیعت ناساز ہے۔

انتقال پُرملال

★ پاکیزہ کی تبصرہ نگار ذکیہ ایوب، کراچی کی لاہور میں مقیم چھوٹی بہن راحت سمیع انتقال کر گئیں۔

★ پاکیزہ کی مستقل تبصرہ نگار مسرت رانی خلیل، کراچی کی جواں سالہ بھتیجی طوبیٰ اپنے ابدی سفر پر روانہ ہو گئیں۔

★ اس ماہ عذرا پروین کے شوہر جناب سید خالد جیلانی کی رحلت ہے۔

★ ماڈل انیلا اعجاز جو پشاور سینٹر پی ٹی وی کی آرٹسٹ بھی تھیں انتقال کر گئیں۔

★ معروف بی بی سی براڈ کاسٹر شاہدہ احمد کراچی میں انتقال کر گئیں۔

★ مصنفہ سیما مناف کی شکاگو میں مقیم جواں سال بھانجی حرا رومی راہی ملک عدم ہو گئیں۔

★ مصنفہ غزالہ رشید کی بھابی کا انتقال ہو گیا ہے۔ اس ضمن میں غزالہ گزشتہ دنوں پنجاب گئی ہوئی تھیں۔

★ نوٹ: تمام مرحومین کی مغفرت کی دعا کے ساتھ صرف تین مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھ کر ان کے درجات کی بلندی کے

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

لیے دعا کریں۔

آیئے اب ایک نظر اپنے کھٹے میٹھے خطوط پر ڈالتے ہیں

بھ روبینہ وسیم فہمی، ضلع لودھراں سے۔ ''پاکیزہ بے حد پسند ہے اور اس کی تحریروں سے اور خصوصاً انجم باجی کی باتوں سے بہت کچھ سیکھتی ہوں مجھے اپنی بہنوں سے یہی کہنا ہے کہ مقدر سے کوئی نہیں لڑ سکتا۔ جو مقدر میں ہوتا ہے وہ ضرور ملتا ہے۔ آپ زندگی کی تلخیوں کو مسکرا کر جھیلنا سیکھیں۔'' (بہت پیاری بات بتائی ہے آپ نے)

بھ عصمت، اوکاڑہ سے۔ ''میں اپنے گھر میں گر گئی۔ بازو میں چوٹ لگی ہے مگر پھر بھی پاکیزہ پڑھا۔ عذرا رسول کا پیغام بہت پیارا لگا اور بہنوں کی محفل اس دفعہ خوب بڑی تھی اور میں اس محفل کو بار بار پڑھتی رہی۔'' (ظاہر ہے آپ کی اپنی محفل جو تھی)

بھ ناہید بنت نور، واہ سینٹ ورکس سے۔ ''بے حد مصروفیات ہیں اور زندگی نے بہت کچھ عطا کیا ہے اور میں اللہ کا جتنا بھی شکر ادا کروں وہ کر نہیں سکتی۔ خاص طور پر جب میرے بیٹے کا کیڈٹ کالج میں داخلہ ہوا۔ سالگرہ نمبر کی خاص چیز اس مرتبہ کا جلترنگ رہا ہر سطر پر مزاح تھی۔ ہمیں عظمیٰ آفاق کے افسانے کا انتظار ہے اور شادی کے احوال کا بھی۔'' (اس ماہ آپ شادی کا آنکھوں دیکھا حال پڑھ رہی ہیں)

بھ ظل شاہین، ڈی جی خان سے۔ ''اب تک پڑھنے والے انٹرویوز میں مجھے عنیزہ سید کا انٹرویو بہت زبردست لگا ہے۔ پڑھ کر بہت لطف آیا ہے۔ عذرا رسول جی کا پیغام تو کوزے میں دریا بند تھا۔ انہوں نے بہت پیارے انداز میں سب بہنوں سے خطاب کیا اور سب کو عزت دی۔ اس ماہ بہنوں کی محفل خوب بڑی تھی بہت ساری بہنیں شامل تھیں اس لیے لطف بھی زیادہ آیا۔ انجم باجی اس ماہ سب کو ایوارڈ دے کر سب کو خوش کر دیا۔ واقعی اب کوئی بہن ناراض نہیں ہوگی۔ عظمیٰ آفاق کی تحریر ہمیں بہت پسند آتی ہے اور اس کی کتاب بھی ضرور خریدیں گے۔ دیگر تحریروں میں ہمیں رضوانہ پرنس کی تحریر اب پڑھنی ہے۔ ماشاء اللہ باقی تحریریں آہستہ آہستہ پڑھ رہی ہوں۔'' (آپ کی پُرمحبت رائے پہنچائی جا رہی ہے اور مصنفات شکریہ کہتی ہیں)

بھ سیمی رضوی، کراچی سے۔ ''شادی سے پہلے تو بڑی باقاعدگی سے پاکیزہ پڑھتی تھی مگر اب گاہے بگاہے ہی پڑھ پاتی ہوں۔ دو بیٹوں کی ماما بن چکی ہوں مگر جب بھی پاکیزہ پڑھتی ہوں وہی محبت اور چاہت ملتی ہے جس طرح کبھی آپ سے فون پر بات کر کے مجھے ایسا لگا کرتا تھا کسی بے حد اپنے سے بات ہو رہی ہے اسی طرح بہنوں کی محفل پڑھ کر اب بھی ایسا ہی لگتا ہے جیسے میکے میں آ گئی ہوں۔ جلترنگ کی وجہ سے جہاں سسرال کی باتوں پر مجھے رونا چاہیے وہاں ہنسی آتی ہے اور آ گئی ایسا سب آپ کی وجہ سے ہوا ہے۔ لڑکیوں کی سسرال کے ماحول معاشرتی میڈیا کی ترقی کے باوجود وہی کے وہی ہیں۔ جب میرے شوہر مذاق میں مجھ سے کہتے ہیں کہ تم ایک مختلف ماحول میں اس وجہ سے آئی ہو تاکہ زندگی کے سبق حاصل کرو تو میں ان سے اسی ٹیون میں کہتی ہوں آپ یہ کیوں نہیں سمجھتے کہ میں سب کو سبق دینے آئی ہوں تاکہ ان لوگوں کو بھی تبدیلی کا کچھ احساس ہو۔'' (گڑیا مذاق میں بے شک سب کہہ دو مگر ویسے کچھ نہ کہو والی نصیحت پر عمل کرنا ہی سکون و طمانیت کی کنجی ہے)

بھ قمر النساء، کوٹ خان سے۔ ''پہلی مرتبہ آپ سے رابطہ کر رہی ہوں۔ میں سب رسائل پڑھتی ہوں۔ سب بچوں کی شادیوں سے بھی فارغ ہو چکی ہوں میں... مگر عذرا رسول کے پیغام کی حمایت کرتے ہوئے اتنا ضرور کہوں گی کہ پاکیزہ کا مزاج علیحدہ ہی ہے اور اس میں محبت کا ہر رنگ موجود ہے۔ مجھے آپ کی تحریریں دل سے پسند ہیں۔ (اس محفل میں خوش آمدید..... ہمیں اپنے ہر قاری کی شرکت بھی دل سے پسند ہے)

بھ فیروزہ بیگم، کراچی سے۔ ''اب تو عرصہ دراز ہو گیا ہے پاکیزہ کو پڑھتے ہوئے اور اس میں تبصرہ دیتے ہوئے۔ اس کو بہنوں کی محفل، جلترنگ اور پھر روحانی مشوروں کی وجہ سے پڑھا اور پھر اس کے گرویدہ ہو گئے۔ گزشتہ ماہ روحانی مشورے کے صفحات غائب تھے اور بہنوں کی محفل میں شہلا کا خط پڑھ کر آپ سے اور عذرا رسول سے یہ کہنا چاہوں گی کہ آپ مارکیٹ سے تمام رسائل اٹھا کر دیکھ لیں کبھی کسی ایڈیٹر یا مصنفہ کے لیے اس طرح کے ہتک آمیز خطوط شائع نہیں کیے جاتے تو آپ لوگ کیوں شائع کرتے

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

ہیں۔ اگر کسی کو کسی وجہ سے کوئی جلن ہو رہی ہے تو وہ خود جلیں ہمیں ایسی تکلیف میں پلیز مبتلا نہ کریں (بہتر) میری دعاؤں میں نہ صرف پاکیزہ کی تمام بہنیں بلکہ جدا ہونے والی بہنیں لبنیٰ عروج، فرحانہ ناز، شازیہ چوہدری، چاندنی عمران وغیرہ سب رہتی ہیں۔" (جزاک اللہ)

✉ گلزار محبوب، کراچی سے۔" پاکیزہ کا سالگرہ نمبر بہت خوب صورت لگا۔ بس کمی تھی تو صرف روحانی مشورے نہ لگنے کی تھی۔ ہم یہ صفحات فوٹو اسٹیٹ کروا کے آگے بھی تقسیم کیا کرتے ہیں۔ میری فرمائش ہے کہ بلقیس ایدھی کا انٹرویو لگایا جائے اور رائٹرز کے انٹرویو میں سوالات ان کی ذاتی زندگی کے بارے میں بھی پوچھے جائیں۔" (بہت بہتر۔ اکثر رائٹرز ذاتیات کے بارے میں جواب دینا نہیں چاہتیں تو ہم زیادہ اصرار نہیں کرتے)

✉ ماہا بلوچ، میر پور خاص۔ گزیا اپنی نظمیں اور مراسلات ایک ساتھ بھیج دو۔ میں انہیں شامل کرتی رہوں گی۔ ہاں تمہاری دلہن بنی ہوئی تصویر فیس بک پر دیکھی تھی بہت پیاری تھی۔

✉ پاکیزہ جان، پشاور۔ اس محفل میں خوش آمدید۔ آپ کا شکریہ کہ آپ نے اپریل 1998ء کے پاکیزہ کے سرورق کی ماڈل انیلا اعجاز کے انتقال کی خبر دی۔ ہمیں دلی دکھ ہوا اور ہم سب پاکیزہ قارئین ان کی مغفرت کے لیے ضرور دعا بھی کریں گے۔

✉ فرخندہ لطیف، دبئی، یار خان سے۔" سالگرہ نمبر ملا اور تمام مصروفیات کو پس پشت ڈال کر رسالے کا جائزہ لیا۔ سرورق کو سراہا پھر کچھ کہنا ہے کی پُراثر اور حقیقت پر مبنی آپ کی تحریر پڑھی۔ لفظ لفظ سچائی پر مبنی اور پُراثر۔ محترمہ عذرا رسول صاحبہ کا پیغام عورت کے حوالے سے جو تحریر کیا وہ متاثر کر گیا اور عذرا جی آپ نے بالکل ٹھیک کہا کہ انجم آپی کو اللہ پاک نے ایسا محبت بھرا دل دیا ہے کہ بہت جلد دوسروں کو اپنا گرویدہ کر لیتا ہے۔ نئے آنے والوں کو بھی جو اجنبیت کا احساس ہو اور شادی کا احوال وہ بھی عظمیٰ جی کے قلم سے مجھے تو سوچ کر ہی مزہ آ گیا ہے۔ اعتبارِ وفا میں حال کے ساتھ ماضی سے شناسائی ہوئی۔ ارتفاع کا رویہ تھیک ہے وہ اتنی چھوٹی نہیں ہے جو رشتوں کی پہچان نہ کر سکے۔ رفعت سراج صاحبہ کی تخلیق کی دلکشی تو مجھے ہمیشہ ہی متاثر کرتی ہے۔ اچھی تحریر۔ کتاب دل میں مائرہ نے شاہ زیب کو ٹھیک سے کاٹھ کا الو بنایا ہے۔ محبت اعظمی نے ایک تلخ حقیقت سے پردہ اٹھایا۔ واقعی ہمارے معاشرے میں کالے رنگ کی وجہ سے انسانی ذات کے بقیہ تمام پہلو اور خوبیاں فراموش کر دی جاتی ہیں۔ تم میرے کون ہو میں راحیل اور اس کی بیوی کا فیصلہ درست تھا کیونکہ عورت اپنے شوہر کی بے وفائی کو کبھی معاف نہیں کرتی۔ صبیحہ شاہ کی خواب زادی نے متاثر کیا۔ جلترنگ میں آپ کی کھٹی میٹھی تحریریں بہت مزہ دیتی ہیں۔ اس بار تو اتنا مزہ آیا کہ بتا نہیں سکتی۔ گال بدل جائیں گے..... ہی ہی ہی۔ پاکیزہ ڈائری عظمیٰ جی نے خوب صورت گلدستے کی طرح سجائی جس میں ہر رنگ اور خوشبو کا پھول تھا۔" (بھرپور تبصرے کا شکریہ)

✉ شمائلہ غزل، کراچی سے۔ سب سے پہلے بہنوں کی محفل پڑھی سب سے زیادہ بہنوں کے تبصرے اور آرا اچھی لگتی ہیں پھر آپ کی جلترنگ جھانزن کا تو جواب ہی نہیں۔ میں خود 3 مئی کو امریکا جا رہی ہوں اس لیے اس کی تیاریاں پھر دونوں بیٹوں کی فرمائشیں۔ میاں صاحب تو صرف آرڈر دے دیتے ہیں اور بندی بازاروں میں دوڑتی رہتی ہے اوپر سے شدید گرمی لیکن زندگی کا حسن یہی ہے۔ مجھے حیرت کے ساتھ، ساتھ افسوس بھی ہوا کہ لوگ کسی کی خوشی میں خوش نہیں ہوتے حسد کرنے والے کو دُہرا عذاب دنیا میں تو منہ کالا لیکن اللہ کے گھر بھی عذاب۔ ویسے سچی بات کہیے کہ بھئی ایسا تو ہوتا ہی ہے اس طرح کے کاموں میں بقول شاعر ہوتی آئی ہے کہ اچھوں کو برا کہتے ہیں۔ عظمیٰ کو بھی اندازہ ہوا ہوگا کہ ان راہوں میں پھول کے ساتھ خار بھی ہیں اور نادیدہ اور انجانے لفظوں کے تیر بھی (اس طرح تو ہوتا ہے اس طرح کے کاموں میں) رفعت سراج کا میں شائزے ہوں مختصر اور ہلکی پھلکی تحریر لیکن پتا نہیں اس میں رفعت سراج کی تحریر کی جھلک نہیں۔ محبت اعظمی نے بھی خوب لکھا ہے حقیقتاً گورا رنگ خوب صورتی کا معیار نہیں مگر ہماری آدھی سے زیادہ دنیا گورے رنگ پر مرتی ہے۔" (ہاں یہ تو ہے۔ گورے رنگ کو پسند کرنے والے بہت زیادہ ہیں)

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

ﷺ تنزیلہ زاہرہ افضل، لاہور سے۔ ''اس ماہ کا پاکیزہ تو دیکھا ہے مگر پڑھا ابھی صرف عنیزہ سید کا انٹرویو ہی ہے جو خاصا دلچسپ تھا۔ آپا میں ایک افسانہ بھیج رہی ہوں اس کا موضوع ذرا مختلف ہے اس لیے ڈر رہی ہوں نہ جانے آپ اسے شائع کریں یا نہ مگر یہ حساس نوعیت کا ہے کیونکہ ہم خاصے پڑھے لکھے اور روشن خیال ہونے کے باوجود بعض دفعہ بیٹیوں کے معاملے میں ایسی بات کہہ جاتے ہیں جو برسوں ان کے دل میں کانٹے کی طرح چبھتی رہتی ہے۔ ایک حقیقی واقعے کو بنیاد بنا کر یہ افسانہ میں نے تحریر کیا ہے کچھ تبدیلیاں البتہ کی ہیں۔ آپا نئے لکھنے والوں کو شاذ ہی موقع دیا جاتا ہے کہ وہ بھی کچھ اپنے فن کا اظہار کر پائیں مگر میں تو یہی کہوں گی کہ ضروری نہیں کہ ہر نیا لکھنے والا خام ہی لکھے اور اس کا مطالعہ بھی ناقص اور محدود ہو۔'' (گڑیا! تمہارے مختصر خط کے ساتھ تمہارا افسانہ بھی پڑھا اور مجھے بہت اچھا لگا ہے۔ تمہارے اندر ایک بہت اچھا افسانہ نگار چھپا بیٹھا ہے تم مختصر افسانے جلدی، جلدی بھیج سکتی ہو، افسانہ اس مرتبہ شامل ہے)

ﷺ عظمیٰ زہری، اوستہ محمد سے۔ ''جی ماڈل خاصی پسند آئی۔ کھلی کھلی سی ویسے آپی یہ الفاظ بھی بڑے جادوگر ہوتے ہیں اپنا بھرپور اثر چھوڑ جاتے ہیں جیسا کہ آپ کا کچھ کہنا ہے جو ہمارے دلوں پر بہت خاص اثر چھوڑ جاتا ہے۔ کبھی کسی کا دل بڑھا دیتا ہے تو کہیں کسی کو آئینہ بھی دکھا دیتا ہے پھر محترمہ عذرا رسول کا پیغام بھی زندگی سے بھرپور ملا بہت اچھا لگا ان کے بیٹے کی شادی کا احوال جاننے کا بے صبری سے انتظار ہے۔ اب آتے ہیں کہانیوں کی طرف اقتدار وفا سے لے کر معلوم تک ایک ساتھ سب کی تعریف کرتی ہوں۔ نگہت سیما، رفاقت جاوید، نبیلہ ابر راجا، عظمیٰ افتخار، رضوانہ پرویز، زمرہ نعیم، زاہدہ پروین، رفعت سراج، نگہت اعظمی، نوشین ناز اختر، عزالفراخ، صبیحہ شاہ، قرۃ العین خرم، شیریں حیدر، فرحین عثمان، ہاجرہ ریحان آپ سب کا کیسے شکریہ ادا کروں اس بار آپ سب نے حقیقت میں میرا دل جیت لیا۔ میں پوری طرح سے فدا ہو گئی اس بار آپ سب نے کچھ اس انداز میں لکھا ہے کہ تعریف کے لیے دل کرتا ہے میں وہاں پہنچ جاؤں۔ عنیزہ سید سے ملاقات بہت بھائی دل کو دل جھوم اٹھا کہ ہم گھر بیٹھے، بیٹھے خاص لوگوں سے ملاقات کر لیتے ہیں میرے خیال میں ان رائٹرز اور آپ کی وجہ سے پاکیزہ کامیاب ہے اور ہمیں بھی اپنی رائے دینے کا پورا پورا حق دیا ہے۔'' (پاکیزہ کی پسندیدگی کا شکریہ اور اب یہ سالگرہ نمبر 2 بھی آپ کو یقیناً پسند آئے گا)

ﷺ تسنیم رضا ذوالفقار، فیصل آباد سے۔ قرۃ العین کی پگلی کہیں کی، ارے او پگلی جب عزت نفس کی پامالی ہو تو اچھے سے اچھا سجا دستر خوان اور دیگر سہولیات کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنے کا بھی دل نہیں کرتا۔ سیما رضا کی اب صبح ہونے کو ہے اگر حوا کی بیٹی ماہی جیسی جرأت کر لے تو عزت کے نام پر عورت کی حفاظت کرنا کچھ بعید نہیں۔ ام نیحہ کی بلاعنوان جو کافر پردی گئی ہے میں ایک ہی بیٹی کی مختلف رشتوں کی نوعیت سے مختلف سوچ پڑھی یہ تحریر حقیقت پر مبنی تھی۔ سلمیٰ غزل کی کہانی میں سوتیلی ماں کے سلوک سے مرد اور عورت کے طرف کا موازنہ کیا پتا چلا کہ عورت کا دل محبت سے لبریز ہوتا ہے۔ بنت حوا کی ہر دن نیا دن واقعی انسان کی لالچی فطرت تو عفریت کی طرح منہ کھولے کھڑی ہوتی ہیں۔ چادر اور چار دیواری آج کی بیٹی کو بظاہر نقاب اوڑھا دیا اور ہاتھ میں موبائل دے کر سمجھ لیا کہ بیٹی پردے میں محفوظ ہے۔ احمق چڑیوں نے اچھا فیصلہ کیا۔ چراغ تلے اندھیرا چلو زیب کو پتا چلا کہ اتنی بڑی بڑی باتیں کرنے والے اصل میں بڑے نہیں ہوتے۔ شیریں حیدر کی آئینہ نے یہ سبق دیا کہ کسی کو حقیر نہیں سمجھنا چاہیے۔'' (تفصیلی تبصرے کا شکریہ)

ﷺ اقبال بانو، بورے والا سے۔ ''پہلے تو پاکیزہ کی سالگرہ مبارک ہو۔ اللہ سے دعا ہے کہ یونہی ڈھیروں سالگرہ مناتے رہو، آمین (خیر مبارک) سب سے پہلے حسب سابق میں نے اداریہ پڑھا جو ہمیشہ ذہن کی کئی کھڑکیاں کھول دیتا ہے۔ مجھے آپ کا اداریہ بہت پسند ہے اور پھر بہنوں کی محفل سب بہنوں کی خیر خبر رہتی ہے۔ ناول دونوں اچھے جا رہے ہیں۔ ناولٹ تینوں پسند آئے اور زمرہ نعیم کے ناول کی دوسری قسط بھی اچھی لگی۔ رفعت سراج بھی ہلکے پھلکے افسانے کے ساتھ حاضر ہیں مزہ آیا۔ نگہت اعظمی، نوشین ناز، قرۃ العین خرم، شیریں حیدر اور ہاجرہ ریحان نے بھی بہت اچھا لکھا۔ صبیحہ شاہ عرصے بعد خواب زادی لے کر آئیں لطف آ گیا۔ زینی اور گریٹی نفرت کے راستے بھی پسند آئے۔ شائستہ زریں سروے بہت اچھے کرتی ہیں۔ خاصی محنت کرتی ہیں جو نظر آتی ہے اور جناب اب ہم آتے ہیں اس بزم میں جو ہماری رائٹرز کے

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

لیے بجتی ہے۔ آج یہ اعزاز عنیزہ سید کو حاصل ہے۔ عنیزہ نے سوالوں کے جوابات بہت جامع اور مکمل دیے۔ نزہت اصغر نے بہت خوب صورت پیرائے میں لکھا اور یہ کہا جائے کہ یہ ایک بھرپور انٹرویو ہے تو بے جا نہ ہوگا۔ جلترنگ میں تبدیلی بہت پسند آئی۔ عظمیٰ آفاق کی محنت ڈائری میں نظر آرہی ہے۔ غرض سالگرہ نمبر ایک بھرپور نمبر ہے اللہ کرے اسے سنوارنے والے ہاتھ سدا سلامت رہیں۔" (محبت سے لبریز تبصرے کے لیے جزاک اللہ)

سحر ناز نین آفریدی، پشاور سے۔ "ٹائٹل بس ٹھیک تھا۔ روحانی مشورے کی کمی شدت سے محسوس ہوئی۔ عنیزہ سید کا انٹرویو دوبارہ پڑھا مگر کمی ہی محسوس ہو رہی ہے مزید پوچھا جا سکتا تھا۔ اگر وہ بتانا پسند کرتیں تو ذاتی سوالات بھی پوچھ لیے جاتے تو اچھا رہتا۔ (یہ تو بات ہے ہمیں رائٹرز کی ذاتی پسند ناپسند کا خیال رکھنا ہوتا ہے جو وہ ضروری سمجھیں۔) تصاویر کی کمی تھی۔ تبصرے سیما کی اعتبار وفا سست روی کا شکار ہے۔ رنگ خلش زبردست ہے۔ سائرہ پر ترس آتا ہے دو پاگلوں کے بیچ سینڈوچ ہوگئی۔ متاع دل بھی اچھا جا رہا ہے۔ سواد ہو تو ایسا بہت زبردست لگا۔ رضوانہ پرنس کا ناولٹ بھی اچھا رہا اینڈ تک سمجھ ہی نہ آئی کہ بچہ فرحان صاحب کا ہوگا۔ مدرز ونڈر لینڈ بھی اچھا لگا۔ زینی اور ترکی میں زینی پر ترس آیا۔ خواب زادی اور سرپرائز بھی اچھے ہے۔ شیریں حیدر تو ہمیشہ ہی یونیک موضوع کے ساتھ آتی ہیں مجھے میری آل ٹائم فیورٹ ہیں لیکن افسانہ ابھی پڑھا نہیں۔ باقی رسالہ ابھی تک نہیں پڑھا۔ پڑھ لیا تو تبصرہ ہو جائے گا اور اگلے رسالے کا انتظار شروع ہو جائے گا۔ ہائے کیسے گزرے گا وقت پھر اگلے پاکیزہ کے انتظار میں۔"
(گویا تبصرہ و تحریر کے حوالے سے لکھا گیا یہ تبصرہ تو تم نے چنا منا سا خط لکھا ہے)

سحر نسیم منیر علوی، دبئی سے۔ "فرزانہ نجمت کا افسانہ اچھا تھا مگر عنوان نے انجام کی خبر پہلے ہی دے دی۔ خوابوں کا شہزادہ موصوف ہیرو صاحب ہی ہو سکتے تھے۔ ام شمامہ کا افسانہ سرکس والی ایک متاثر کن تحریر تھی۔ سرکس کی بیاس کی زبان اور معاشرتی لوازمات بدرجہ اتم موجود تھے۔ اچھی تصویر کھینچی کہانی کے انجام نے سوچنے پر مجبور کیا۔ شیریں حیدر ہماری پسندیدہ رائٹر ہیں اور وہ ہمیشہ معاشرے کی دکھتی رگوں پر ہاتھ رکھتی ہیں۔ وہ بڑی نبض شناس ہیں۔ بقول خمار بارہ بنکوی جب کسی پر تبصرہ کیجیے۔ سامنے آئینہ رکھ لیا کیجیے۔ انسان کو عقل اس وقت آتی ہے جب اس کی اولاد پر وہ لمحہ در آتا ہے۔ طوفان کے بعد فرحت نجمی کی ایک خوب صورت تحریر ہے ماں کو ایک طوفان نے آنے والے طوفان کی وجہ سے بے حد حساس بنا دیا تھا۔ سبق آموز کہانی ہے۔ اکثر مائیں مایوں، ڈھولکی میں بچیوں کو تنہا بھیج دیتی ہیں لڑکیوں کے ساتھ گاڑی میں روانہ کر کے مطمئن ہو جاتی ہیں۔ اس سلسلے میں بہت سے خوف ناک حادثے جنم لے سکتے ہیں۔ سحرش فاطمہ نے نظیر کی عدالت میں سوال جواب خوب تھے۔ انٹرنیٹ اور فیس بک کی مہربانیاں اور بے باکیاں رنگ لاتی ہیں۔ نظیر فاطمہ نے چراغ تلے اندھیرا لکھ کر ثابت کیا کہ ہمارے یہاں اکثر و بیشتر ایسا ہی ہوتا ہے۔ ہاں سیما بنت عاصم عرصے کے بعد آئیں مگر ایک پرانا افسانہ ہمراہ تھا افسانے کے اینڈ نے سب کو ضرور چونکا دیا ہوگا۔ سیما رضا نے خواتین کے عالمی دن کے حوالے سے تھر اور تھی کی خواتین پر اچھا لکھا عورت کو یقیناً اب جاگ جانا چاہیے۔ ہاں عظمیٰ بیٹی کے سفرنامے پر کچھ نہ کہنا اس کے ساتھ ناانصافی ہے خوب جم کر لکھا۔ انداز ہو بہو نقش پا کا تھا۔ وہی تازہ کاری جزئیات اور منظر کشی..... پورے وقت ماحول کو اپنی گرفت میں رکھا۔ اب انشاء اللہ کتابی صورت میں ملاقات ہوگی۔" (جی ضرور)

سحر خولہ عرفان، کراچی سے۔ "پہلے اپنی خوشی آپ کے ساتھ بانٹ لوں جو آپ ہی کی محفل میں مجھے اپنا خط دیکھ کر حاصل ہوئی۔ آپ کے مختصر سے جواب میں پوشیدہ خلوص و محبت نے یقین جانیں مالا مال کر دیا۔ اس عزت افزائی کا انجم بہت بہت شکریہ۔ سب سے پہلے آپ کا مجھے کچھ کہنا ہے کا مطالعہ کیا۔ خوب صورت انداز بیان کے ساتھ کہی گئی بلند حوصلہ باتیں پڑھ کر امید اور یقین کو تازگی اور نئی زندگی ملتی محسوس ہوئی۔ اللہ آپ کو محبتوں اور یقین کے ادراک کے ساتھ پاکیزہ کی ادارت پر کامیابیوں سمیت سلامت رکھے، آمین۔ دین کی باتیں اپنی جگہ مستند ہیں۔ نجمت سیما صاحبہ کا اعتبار وفا اچھے انداز میں آگے بڑھ رہا ہے۔ تجسس برقرار ہے کیونکہ کہانی جاندار ہے۔ فرزانہ نجمت صاحبہ کا گزر چکی ہے فصل بہار اچھی ہلکی پھلکی تحریر تھی۔ نبیلہ ابر

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

راجا صاحب نے متاعِ دل میں عمدہ انداز بیاں کے ساتھ رشتوں کی متوقع رقابتوں پر سے پردہ اٹھایا ہے البتہ ام ثمامہ صاحبہ کی تحریر سرکس والی پورے رسالے کی جان لگا۔ کردار میں ڈوبی، حقیقت نگاری سے قریب اور زبان و بیاں کی کہانی کے تقاضوں سے ہم آہنگی و آمیزش نے تحریر کو چار چاند لگا دیے۔ بہت خوب۔ سیما رضا نے اپنے افسانے اب صبح ہونے کو ہے میں خوب واضح کیا ہے۔ قراۃ العین خلیل نے بھی پگلی نہیں کی میں بہت حساس طریقے سے عورت کی ہر صورتِ حال میں ڈھل کر حالات سے مفاہمت کرنے کی صلاحیت کو اجاگر کیا ہے۔" (تبصرے کا شکریہ آپ کی ایک کہانی ملی ہے۔ جو آپ بیتی کے اسٹائل میں لکھی گئی ہے اور وہ قابلِ اشاعت بھی ہے)

سحر شیریں ظفر، ملتان سے۔ "تمام ماہ کے ڈائجسٹ اپنی مثال آپ تھے۔ میں صرف مارچ کے شمارہ بہار نمبر پر ہی بات کرنے پر اکتفا کروں گی ہاں مگر اپنی عظمیٰ آفاق کی تعریف کرنا نہیں بھولوں گی بہت برجستہ اور رواں انداز تحریر ہے۔ اتنا برجستہ تھا کہ ایسا لگا کہ وہی دیکھ لیا اور آفاق صاحب اور ان کے نزان و پیکر کے واقعے نے ہنسا ہنسا کر پیٹ میں درد کر دیا کہ ایسے ایک پل سے میری ملاقات بھی ہوئی اور اتنا ہی بدمزہ ان کا ذکر ہے۔ خیر [illegible] کہیں کہ سب کی نظر اتار لیں۔ کہیں ان کو خانہ نظری نہ لگ جائے۔ اللہ اپنی امان میں رکھے۔ سب سے پہلے شروع کروں گی رنگ نقش سے جو کہ رفاقت جاوید لکھ رہی ہیں۔ اس ناول کو سمجھنے کے لیے موضوع ماخ چاہیے۔ ہر کردار سائیکو ہے۔ رفاقت نے [illegible] کو سمجھنے کی کوشش کی ہے جو کہ بہت مشکل ہے۔ اتنا حساس موضوع لکھنے سے پہلے تھوڑا مزید ہوم ورک ہونا چاہیے تھا۔ عالیہ عادل [illegible] جنات، سائرہ سب ہی اپنی اپنی جگہ نفسیاتی کردار ہیں۔ ایک بھی کردار صحیح طور رسپانس نہیں کر رہا۔ یہ میرا ذاتی خیال ہے۔ [illegible] سے میں ڈائجسٹ ریڈر ہوں سادا وی کوئی تجربہ ہے ناول شاید [illegible] پل کر بہتر ہو جائے۔ نجمت سماجی کا اعتبار وفا میں اب [illegible] والا ہے عظام اور رواج کہیں بھائی نہ نکل آئیں یہ ناول بھی [illegible]۔ عزہ اس میں بھی نہیں آ رہا کرداروں کے نام تک ایسے ملا ہے جلدی جلدی سوچ کے رکھ لیے ہیں۔ جیسا کہ چند خوب صورت [illegible] میں چند اس نٹ نام ہے۔ چند ایک فریال عرف فری [illegible] کردار نہ ہو۔" ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ لکھنے والا ہمیشہ ہوم ورک [illegible] کرتا ہے اور خاص طور پر ناول لکھنے سے پہلے اس کا [illegible] بنایا جاتا ہے اور رفاقت کا یہ ناول سو فی صد ایک سچی کہانی پر مشتمل [illegible]

سحر ایمان چوہدری، فیصل آباد سے۔ "پہلی بار آپ کی خدمت میں حاضر ہوں امید ہے کہ آپ اس ناچیز کو تھوڑی سی [illegible] ضرور دیں گی۔ میں یہ تو نہیں کہوں گی کہ پاکیزہ کے ساتھ رشتہ بہت پرانا ہے مگر پاکیزہ ہاتھ میں آتے ہی ایسا لگا جیسے اس سے جنم جنم کا رشتہ ہے۔ پاکیزہ ایک منفرد اور خوب صورت رسالہ ہے اس سے بہت کچھ سیکھنے کو ملا میری [illegible] اصلاح ہوئی ہے۔ اداسی میں اچھی تفریح، مایوسی میں نئی امید کی ایک کرن غم میں خوشی کا ایک احساس ہے پاکیزہ اور ایسا کہنا بالکل بھی غلط نہیں ہوگا پہلی بار شرکت [illegible] آہستہ آہستہ جان پہچان ہو جائے گی۔" ([illegible] محفل میں خوش آمدید۔ آئندہ تبصرہ ہمارے ڈائجسٹ [illegible] پر ضرور کریں۔ آپ کا پہلا افسانہ [illegible] معیار کے مطابق نہیں ہے پھر سے کوشش کریں، مایوس نہ ہوں)

سحر طلالہ ام [illegible] سے۔ "فرسٹ آف آل نذرانہ رسول کو ان کے بیٹے کی شادی کی مبارک باد پیش کروں گی۔ سب سے پہلے تو آپ میری جانب سے یہ مٹھائی و دعاؤں کا ٹوکرا وصول کریں۔ ایک نظر ٹائٹل پر ڈالی۔ اداریہ سے [illegible] اور ڈائریکٹ نیلیہ ابرار راجا سے جا ملے۔ شیریں بھابی جیسے لوگ کبھی خوش رہ ہی نہیں سکتے۔ سرکس والی [illegible] بہت اچھا لگا اور خوشی بھی ہوئی۔ ام ثمامہ انداز بیاں از پرفیکٹ یار بلاشبہ میں نے روشانے اور تمہارا نام [illegible] تھا ہے۔ روشانے عبدالقیوم مشرق کی شہزادی کے بعد میرا خیال ہے یہ آپ کی دوسری کاوش تھی اپنی [illegible] سے جڑی رہنا۔ شیریں حیدر اینڈ فرحت احمد کی تحریریں سبق آموز تھیں۔ نظیر فاطمہ میرے لیے نیا نام تو نہیں ہے بہت تحریر لاجواب سی لگی، نادیہ جہانگیر اینڈ نگہت غزل کی کاوش حقیقت کی عکاسی کرتی پسند آئی۔ شری ہاجوہ نے اپنی کاوش کے تحفہ بہت اچھا صحیح دیا ہے خصوصاً ہم گرز کو تھینکس۔ بنت حوا اور سیما بنت عاصم نے بھی عمدہ لکھا اینڈ باقی افسانے بھی اچھے تھے۔" (اس محفل میں ویل کم اینڈ امید ہے کہ آئندہ بھی شرکت کرو گی بہت ہر تحریر پر اپنے [illegible] ضرور دینا، تھینکس)

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

سحر ارم خان، ڈی جی خان سے۔ ''اپریل کے شمارے میں خوب صورت ٹائٹل ٹرل بہت بہترین تھی۔ اعتبار وفا، میں شائزے ہوں، متاع دل، کالی، زینی اور گرینی، تم میرے ہو، لکھ دی، جنہوں نے کمال کر ڈالا۔ پاکیزہ ڈائری، جلترنگ، میں اکثر گنگناتی ہوں، خوش ذائقہ، سندیسے یہ سب سلسلے بھی خوب رہے۔'' (شکریہ)

سحر مسز نگہت غفار، کراچی سے۔ ''میرے بھانجے اور نزہت جبیں کے بیٹے کی شادی ہوئی تھی جبیبہ تو تقریباً پورا ماہ وہاں رہی پھر میں بھی تقریب سے ایک دن پہلے قرآن خوانی اور میلاد میں وہاں چلی گئی تھی۔ ویسے کے تیسرے دن بھی وہ لوگ روک رہے تھے مگر ہم گھر چلے آئے ابھی اپریل کا رسالہ بھی نہیں پڑھا مگر آپ کو خط لکھنے بیٹھ گئی ہوں۔ انجم باجی آپ نے شادی میں بہت انتظار کروایا۔'' (میں شادی میں ضرور آتی مگر پہلی بات یہ کہ میری طبیعت ٹھیک نہیں تھی اور دوسری میرے [illegible] آئے ہوئے تھے)

سحر کوثر خالد، جڑانوالہ سے۔ ''ہم نے آپ کے ایوارڈ [illegible] اپنے لیے سبق ایوارڈ چن لیا ہے۔ باقی راکٹرز و قاری بھی اپنا ایوارڈ خود منتخب کریں۔ آپ کا یہ انداز بہت پسند آیا۔ تو جناب کہانی پڑھنے کے لیے خبر ہت کھولی تو دل سے آواز آئی سودا ہو تو ایسا ہو، عظمیٰ افتخار [illegible] بیٹھ گئے۔ انجم ہر لائن پر ٹک لگا دیا۔ پھر کاٹ کر پڑھنا ممکن ہو گیا میں آپ کا دیا اپنا ایوارڈ عظمیٰ افتخار کے نام کرتی ہوں۔ اس عام سی گریو کہانی میں کون سا اصول ہے جو واضح نہیں کیا گیا، ماشاءاللہ۔'' (شکریہ)

سحر زینت عبدالصمد، میرپور ساکرو سے۔ ''ہاجرہ ریحان کا معلوم بہت سی معلومات اور معلوم وارداتوں کی یاد دلا گیا۔ ہوتا ہے اکثر زمانہ طالب علمی یا پیشہ ورانہ زندگی میں اس طرح کے لوگوں سے آمنا سامنا اور پھر کسی واردات کا شکار ہو کر سب مانا۔ رضوانہ پرنس کا تم میرے کون ہو کافی ڈرامائی موڑ لیے ہوئے تھا واقعی سچ کہا کسی سیاق نے کہ بے خبری بڑی نعمت ہے۔ میں شائزے ہوں، رفعت سراج نے کھٹاکھٹ ریموٹ پر ہاتھ رکھ دیا [illegible] گھنٹے کی ٹیلی فلم پچیس منٹ میں مکمل کر ڈالی۔ واقعی حسن صورت کا [illegible] ہی نہیں عورت کا دوسرا نام بھی ہے۔ مدرز ونڈر لینڈ [illegible] نے بنا کسی لاگ لپیٹ کے ہم میں موجود خامیوں کی نشاندہی کی۔ زینی اور گرینی، غزالہ فرخ نفسیات کی پیچیدگیوں کو واضح کرتی تحریر لے آئیں۔ زینی کا ونڈر لینڈ اس کی خیالی دنیا ثابت ہوا کہ انسان معاشرتی حیوان ہے۔ رشتوں کا فقدان کس طرح شخصیت کو توڑ مروڑ کر رکھ دیتا ہے اور اس کی عائلی زندگی پر اثر انداز ہوتا ہے صد شکر کہ جہاندیدہ بزرگ معاملے کو سنوارنے کی صلاحیت رکھتے ہیں مگر ہر زینی اتنی خوش قسمت نہیں ہوتی کہ اسے [illegible] جیسا معاملہ فہم شریک حیات ملے۔ صبیحہ شاہ کا خواب [illegible] تمام سال کا خصوصاً اختتامیہ تشنگی لیے ہوئے تھا۔ عظمیٰ افتخار رسوا ہو گیا ہو میں ملاحت انسانیت کی معراج پر نظر آئیں۔ [illegible] کل تو یہ ریت چل نکلی ہے کہ ہم تو ڈوبے ہیں صنم تم کو بھی لے ڈوبیں گے۔'' (تبصرے کا شکریہ)

سحر پروین افضل شاہین، بہاولنگر سے۔ ''میرے خط کے علاوہ آپ نے میری کوئی تحریر پاکیزہ کی زینت نہیں بنائی (چلو کوئی گل نہیں) صائمہ اکرم چوہدری کی تصویر دیکھی اور ان کی تحریر پڑھی وہی پبلیکل شوخ باتیں اور چہرے پر نکھار پہلے سے بھی زیادہ۔ ان سے میرا سوال ہے کہ انہوں نے اپنا ہم سفر چنا یا نہیں؟ اللہ کرے ان کا ہم سفر بھی ان کی طرح ہنس مکھ اور خوب صورت ہو۔'' (صائمہ اکرم کی شادی ہو چکی ہے ان کے شوہر ڈاکٹر ہیں۔ صائمہ تم اپنی شادی کا احوال لکھ کر بھیج دو)

سحر یاسمین اقبال، لاہور سے۔ ''آپ کی شاعرہ ایسے [illegible] سے پوتے کی دادی بن گئی ہیں پوتے کا نام محمد حمدان رکھا ہے (بہت، بہت مبارک ہو) اور بری خبر یہ کہ ایک روڈ ایکسیڈنٹ میں ہونے والے داماد کی ٹانگ فریکچر ہوئی ہے سبھی پڑھنے والوں سے دعائے صحت کی اپیل ہے کہ ہمارے پیارے افضل کے لیے صحت کی دعا کریں۔ (سب بہنیں دعا کریں گی) امینہ عندلیب اور فریدہ جاوید فری کی صحت یابی کے لیے دعا گو ہوں اللہ انہیں صحت عطا فرمائے، آمین۔ آپی جان شکریہ کہ آپ نے میری نظم دعا شائع کی۔ محبت سیما کا اعتبار وفا بھی اچھا جا رہا ہے جبکہ رنگ خلش مجھے اچھا نہیں لگا معذرت کے ساتھ۔ شمع ہدایت ایک زبردست مضمون تھا۔ بے شک اللہ کے ذکر سے ہی دلوں کو تسلی حاصل ہوتی ہے۔ ایسے مضامین ہر ماہ ضرور ہونے چاہئیں۔'' (شکریہ)

سحر تمیرا انوشین، منڈی بہاؤالدین سے۔ ''انتہائی خوب صورت سرورق سے مزین پاکیزہ ملا محترمہ عذرا رسول کا پیغام

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

پڑھ کر دل کو تسلی ہوئی کہ سالگرہ نمبر میں ہم ان کے صاحبزادے کی شادی کا احوال پڑھ سکیں گے۔ عنیزہ سید سے ملاقات بہت اچھی لگی وہ اپنی تحریر کی پختگی کی وجہ سے مجھے بہت پسند ہیں۔ شائستہ زریں کے کیے سروے میں زرنش خان کی باتیں اچھی لگیں۔ اس مرتبہ پاکیزہ ڈائری اور سندیسے دونوں نے ہی دل میں گھر کرلیا۔ فریدہ جاوید فری کا کل دل کو چھو گیا۔ بہنوں کی محفل کو ہمیشہ کی طرح ذوق شوق سے پڑھا امینہ عندلیب سے دلی انسیت محسوس ہوتی ہے اللہ ان کو شفائے کاملہ عطا فرمائے، آمین۔ بہت سی حاسدین بہنیں غلطی اور آپ کی تعریف ہضم نہیں کر پاتیں جو کہ ہم جیسوں کو بہت گراں گزرتی ہیں ان کے لیے اتنا ضرور کہوں گی کہ اچھی چیز کی کشادہ دلی سے تعریف کرنا سیکھیں خواہ وہ آپ کا مخالف ہی کیوں نہ ہو۔ محبتوں کے جواب میں ہمیشہ محبتیں ہی ملتی ہیں۔ آپ سے بات کرنا مجھے تو ایسا لگتا ہے جیسے کسی بہت اپنے عزیز سے ملنا۔ یہ میری ہی کیفیت نہیں تقریباً بیشتر قارئین کے دلوں کی یہی آواز ہے۔" (گڑیا یہ آپ کی محبت ہے۔ دنیا میں ہر طرح کے لوگ ہیں اور ہر طرح کی رائے رکھتے ہیں۔ کوئی بات نہیں کسی کو دکھ دے کر بھی خوشی ہوتی ہے تو کیا کہہ سکتے ہیں)

بھ بشریٰ باجوہ، اوکاڑہ سے۔ "سب سے پہلے پاکیزہ کی سالگرہ بہت بہت مبارک ہو اللہ تعالیٰ پاکیزہ کو دن دگنی رات چوگنی ترقی دے، آمین۔ عذرا رسول کو ذیشان کی شادی کی بہت بہت مبارک ہو اور عظمیٰ آفاق کو اتنا اچھا سفرنامہ لکھنے کی بھی مبارک ہو۔ اپریل میں ہی میری سالگرہ ہوتی ہے اور اس اپریل ہی میں میری شادی کی پہلی سالگرہ ہے۔ آپ کا اعزاز یہ ملا تو پتا چلا کہ میرا افسانہ لگا ہے۔ بیٹی کی پیدائش کی وجہ سے ڈائجسٹ نہ لے سکی اب لیا ہے۔ افسانے کی اشاعت پر آپ کا شکریہ۔ سندیسے میں اپنی کاوش خواہش دیکھ کر خوشی ہوئی۔ مارچ کے پاکیزہ میں تمام افسانے اچھے تھے۔ جن، جن سسرز نے میری تحریر کو پسند کیا ان کا بے حد شکریہ۔ اپریل کا پاکیزہ کچھ پڑھا ہے نگہت سما کا ناول اچھا جا رہا ہے جبکہ رنگ طلش کچھ خاص تاثر نہیں کر سکا۔ اسیر وفا بابی آئندہ دیکھ کر کوفت ہوئی۔ عنیزہ سید سے ملاقات خوشگوار رہی۔ آپ اشعار والا سلسلہ پہلے کی طرح انجام کردیں تو بہتر ہے۔ جلترنگ پڑھ کر موڈ خوشگوار ہو گیا جو جو بہنیں بیمار ہیں اور پریشان ہیں ان کے لیے دعا ہے کہ اللہ عزوجل ان کو صحت و تندرستی دے اور ان کی پریشانیاں دور فرمائے، آمین اور خاص طور پر امینہ عندلیب کے لیے بہت سی دعائیں۔" (پسندیدگی کا شکریہ)

بھ امینہ عندلیب، سلانوالی سے۔ "اداریہ پڑھا آپ نے بالکل سچ لکھا۔ تنہائی، ذہنی انتشار، اپنوں کی بے حسی، اللہ تعالیٰ نیک، مخلص، بے لوث لوگوں سے یوں ملاتا ہے کہ ہم اپنے سب غم بھول جاتے ہیں۔ باجی عذرا رسول ہمیشہ کی طرح سالگرہ نمبر میں سب کو خوش کرتی ہیں۔ محترم پیاری باجی انجم انصار کی کاوش بے لوث محبت کو سراہا، تمام رائٹرز، تبصرہ نگار، شاعرہ بہنوں کی بھی حوصلہ افزائی کی۔ بہت بہت شکریہ باجی عذرا رسول۔ ناقابل فراموش جنم دن، معروف شخصیات سے ہماری شائستہ سی مزاج بہن شائستہ زریں نے ملاقات کروائی۔ بلیو فرعباسی صاحبہ بہت اچھا لگا۔ شائستہ زریں بہن کی والدہ محترمہ آج کل بیمار ہیں۔ اللہ تعالیٰ شفائے کاملہ عطا فرمائے، آمین۔ محترمہ عنیزہ سید سے بہت عرصے بعد طویل ملاقات اچھی لگی۔ نعت رسول مقبول ڈاکٹر ذکیہ بلگرامی کا کلام بے حد خوب صورت تھا۔ شگفتہ تنقیق کی شاعری، جلترنگ، تبدیلی بہت اچھا لگا۔ روحانی مشوروں کی کمی رہی۔ سالگرہ کے اس موقع پر آپ نے انتہائی سادگی، منفرد انداز، دلی دعاؤں، پیار سے سب بہنوں کو خوش کیا۔ بس ایسا ہی آئندہ کرنا۔ اب کسی بہن کو کوئی گلہ نہیں رہے گا۔ محفل میں شہلا کے خط نے بہت دکھی کیا۔ مجھے سمجھ نہیں آتی لاہور والے لوگ میری باجی انجم انصار، فیملی کے پیچھے پڑ گئے ہیں؟ (سب کو تو نہ کہو لاہور والے بشمول سلمیٰ رضا مجھ سے بہت پیار کرتے ہیں) افسوس اس بات کا بغیر سوچے سمجھے ایسے گھٹیا خط لکھنا، ذاتیات پر تنقید کرنا اچھے لوگوں کا شیوہ نہیں۔ (اگر یہ واقعی کوئی سوچی سمجھی سکیم ہے تو صرف یہی کہہ سکتی ہوں اللہ سب کو ہدایت دے مگر مجھے کسی کی بات سے کوئی تکلیف نہیں پہنچی ہے کہ بے شک اللہ کا کرم میرے ساتھ ہے) میں اپنی سہیلی نوشین ساجد کو ملنے لاہور گئی۔ میری جان سی سہیلی نوشی نے میری خدمت، محبت میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ میرے کھانے پینے، آرام کا اس طرح خیال رکھا جیسے ماں بچوں کا کرتی ہے۔ نہ صرف نوشین نے بلکہ ساجد بھائی، بچے حنظلہ ساجد، سارہ ساجد، امثال ساجد نے بھی بے حد خیال رکھا۔ واپسی سفر کے دوران طبیعت خراب ہوگئی ابھی تک سنبھل نہیں سکی۔ 21 مارچ کو ہارٹ کی تکلیف سے بے ہوش ہو کر گر پڑی۔

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

ایسے میں ثمینہ شاہین جو پارک ماڈل کی رہائشی ہیں نے میری مدد کی۔ گاڑی میں لایا تین گھنٹے اس نے میری دیکھ بھال کی میری تمام بہنوں کو سلام۔ اللہ تعالیٰ اس بہن کو جزا دے، آمین۔" (پیاری بہنو! اللہ تم کو سلامت رکھے اتنی طبیعت خرابی کے باوجود تم نے خط لکھ کر بھیجا اس کے لیے جزاک اللہ)

سعدن شاہ، لاہور سے۔ "باجی مجھے آپ کا رسالہ اچھا لگتا ہے۔ کہانیاں بھیجنا چاہتی ہوں ایک کہانی بھیجی بھی ہے پلیز اپنی رائے سے ضرور نوازیے گا۔" (گڑیا خوش آمدید، ابھی آپ کی کہانی میری نظر سے نہیں گزری)

عائشہ یوسف، راولپنڈی سے رسالے کی تعریف کر رہی ہیں اور ساتھ میں سالگرہ مبارک... آپ کو بھی مبارک ہو۔

عشا خان، مقام نامعلوم۔ رسالے میں کہانیاں بھیجنا چاہتی ہیں۔ اجازت لینے کی کیا ضرورت ہے، یہ آپ کا اپنا رسالہ ہے۔ ضرور بھیجیں۔

تسنیم یاسمین، کراچی سے۔ "باجی کہانیاں بھیجنے کی کیا شرائط ہیں اور کیا مراسلے بھی بھیجنا چاہتی ہوں۔" (گڑیا سب سے بڑی شرط یہ ہے کہ وہ معیاری ہو، آپ کی کہانی پڑھ کر کوئی سبق ضرور سیکھے یا زندگی کے ایسے پہلو کی طرف ضرور اشارہ ہو جو مثبت ہو..... آپ اور دیگر بہنیں صفحے کی ایک جانب حاشیہ چھوڑ کر لکھیں... اور اپنی کہانی کی فوٹو اسٹیٹ کاپی اپنے پاس ضرور رکھیں کیونکہ ناقابل اشاعت کہانیاں تلف کر دی جاتی ہیں)

سیدہ عزیز فاطمہ، گلگشت کالونی سے۔ "بیٹا جب یہ پاکیزہ پڑھا یا ڈھائی روپے کا ملتا تھا جب سے پڑھ رہی ہوں بہت پیارا رسالہ ہے۔ پڑھتے، پڑھتے نظر کمزور ہوگئی مگر کیا کروں جب تک پڑھ نہیں لیتی رات کو سو نہیں سکتی۔ اس کا گویا اتنے سالوں کا نشہ ہے۔ حد درجہ شوق سے پڑھتی ہوں۔ پورے کا پورا رسالہ اچھا ہے۔ میری تو آئندہ کی نسلیں بھی اس کی شوقین ہوگئی ہیں۔ دو رسالے مسنگ تھے وہ مجھے مطلوب ہیں۔" (آپ کی پسندیدگی کا شکریہ۔ آپ کو جس ماہ کے پرانے رسائل چاہییں تو وہ ہمارے ادارے کے منیجر کو خط لکھیں اگر ان کے پاس ہوئے تو وہ آپ کے پتے پر بھیج دیں گے ورنہ پرانے رسائل کے اسٹاک پر ڈھونڈ لیں)

سعدیہ مہرین کنول، کراچی سے۔ "افسانوں کی بابت کچھ بتائیں..... آپ کسی بھی دن دو بجے کے بعد آمنہ حماد کو آفس فون کر کے وہاں پوچھ سکتی ہیں)

سعدیہ ایمان سحر، میلسی ویسٹ سے۔ "اپنی ناقابل اشاعت کہانی واپس چاہیے اور اس سلسلے میں گائیڈ بھی کر دیں۔" (گڑیا ناقابل اشاعت کہانیاں تلف کر دی جاتی ہیں۔ اسی لیے میں بار، بار کہتی ہوں کہ آپ جب کوئی کہانی ہمیں ارسال کریں تو اس کی فوٹو اسٹیٹ کاپی اپنے پاس ضرور رکھیں۔ ہاں مراسلات اگر اچھے ہوں تو فوراً لگائے جاتے ہیں اور اگر کمزور ہوں تو ٹھیک بھی کر دیے جاتے ہیں)

سعدیہ نزہت اصغر، کراچی سے۔ "پیاری انجم باجی، سلام کے بعد عرض ہے کہ اس مرتبہ سالگرہ نمبر بہترین شمارہ لگا۔ آپ نے بہت خوب صورتی سے سجایا..... بے شک عذرا رسول صاحبہ اور آپ کی رہنمائی ہی میں آپ کے معاونین کام کرتے ہیں۔ ایک شمارے میں ہر قسم کے موضوعات ڈالنا اور ورائٹی دینا چاہیے شعر ہو یا نظم میں خاصا مشکل کام ہے۔ میں چاہتی تھی کہ سالگرہ نمبر دو میں اپنی بہنوں کی محفل میں اپنا حصہ ڈالوں۔ یہ محفل مجھے دل سے پسند ہے کہ اسے پڑھنے سے معلومات بھی ہوتی ہیں اور لطف بھی آتا ہے۔ جب بہنیں کہانیوں کے تبصروں کے ساتھ، ساتھ اپنی باتیں بھی شیئر کرتی ہیں اور ایک دوسرے کو مسائل کے حل اور نسخے، ٹوٹکے بھی بتا رہی ہوتی ہیں۔ ایک دفعہ پھر مدیرہ اعلیٰ محترمہ عذرا رسول اور آپ کو سالگرہ مبارک ہو۔ وہ آئے بزم میں کے متعلق اتنا ضرور کہوں گی کہ آپ کی رہنمائی اور قارئین کی حوصلہ افزائی سے یہ تیار کرتی ہوں اور کچھ رائٹرز بہنیں ذاتی سوالات کے جواب دینا نہیں چاہتیں تو یہ ان کی صوابدید پر ہوتا ہے۔ میں جیسا کہ آپ کے علم میں بھی ہے کہ ہر قسم کے سوالات ترتیب دیتی ہوں مقصد قارئین کو مستفید اور محظوظ کرنا ہوتا ہے۔ ویسے ہماری پیاری رائٹرز ہر ممکن تعاون کرتی ہیں اس سلسلے میں ابھی ایک

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

طویل فہرست ہے۔ انشاء اللہ ان کے انٹرویوز بھی شامل ہوں گے۔ انجم باجی آپ کی مرتب کردہ بہنوں کی محفل اک ایسی خوشگوار بزم ہے کہ سب سے پہلے میرا خیال ہے قارئین بہنیں اسے ہی پڑھتی ہیں ..... اور میں بھی اسی محفل کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے خیالات کا اظہار کر رہی ہوں کہ اللہ تعالیٰ پاکیزہ کو ترقیاں دے۔ اس سے وابستہ تمام قارئین خوش حال و خوش آباد رہیں، بیماری پریشانی دور رہے اور ہماری یہ بزم آپ کے ہاتھوں ایسے ہی سجتی رہے۔ الٰہی آمین۔" (اللہ تعالیٰ آپ کی محبتوں اور دعاؤں کو قبول فرمائے اور یہ کارواں ایسے ہی چلتا رہے اور کامیابیاں اور کامرانیاں اس کا مقدر رہیں، آمین)

بہن صائمہ سجاد بلوچ، کوہاٹ سے۔ "آپ کے ایوارڈ کے نام اچھے لگے۔ ایسا لگا جیسے آپ نے دے دیے ہوں۔ (شکریہ) کسی شہلا نامی لاہور نامعلوم بہن نے جو اعتراضات کیے ہیں ان کے بارے میں یہ کہوں گی کہ ان کی جیب سے لے کر تو کوئی تفریح پر نہیں جا رہا پھر کیوں ان کو اتنی تکلیف ہو رہی ہے۔ کہتے ہیں ہر جگہ ایسے لوگ جو کسی کو بھی خوش نہیں دیکھ سکتے اور ماحول خوشگوار رہنے نہیں دیتے۔ (اب کیا کہہ سکتے ہیں) نوشین نازش کی مدرز ونڈر لینڈ پُراثر تحریر تھی۔ باہر سے آنے والوں کو درہم اور ڈالرز کی دکان سمجھا جاتا ہے۔ زینی اور گرینی اچھی تحریر تھی۔ فرحین عثمان نے اچھے موضوع پر لکھا۔ نیت صاف ہو تو ہر راستہ آسان ہو جاتا ہے۔ برے اچھے بن جاتے ہیں لیکن ..... لیکن اگر آپ نیت ہی رکھتے ہوں تو جو اچھے ہیں وہ بھی برے بن جاتے ہیں اور انسان سب رشتے کھو دیتا ہے۔ عنیزہ سید کا انٹرویو پڑھ کر خوشی ہوئی ان کے سے اتفاق کرتی ہوں کہ انسانوں قوموں، تہذیبوں اور روایات کو اصل اور مخصوص شناخت برقرار رہنی چاہیے۔ ہمارے ہاں ہمیں مانگے تانگے کی تہذیبوں کی روایات چل پڑی ہیں جو نا قابل برداشت ہیں۔ ہمیں وہی تہذیب دکھائی ہے جو ہماری نئی نسل کو اچھی سوچ اچھا مستقبل دے سکے۔ ہاجرہ ریحان نے اچھے موضوع پر لکھا۔ جلترنگ میں ذہنی ہم آہنگی مزے کا تھا۔ شیریں حیدر کا حسن اور میری پڑوسن سے سبق لینا چاہیے ہر کسی پر بھروسا بھی نہیں کیا جا سکتا۔" (ہاں، یہ تو ہے ..... بس اللہ ہم سب کو اپنے حفظ و امان میں رکھے)

بہن قانتہ رابعہ، گوجرہ سے۔ "اس دفعہ ماہنامہ (سالگرہ نمبر) دیکھ کر رہا نہیں گیا اور قلم اٹھا ہی لیا۔ اصل میں جب ایک آدھ پرچہ کسی وجہ سے خرید نہ پاؤں تو سارا تسلسل ختم ہو جاتا ہے ..... بہرحال دل چاہتا ہے کہ کبھی پاکیزہ کی تاریخ مرتب ہو تو کسی کونے کھدرے میں میرا نام بھی ہو ..... حالانکہ اسے انگلی کٹا کر شہیدوں میں شامل ہونا کہتے ہیں دو چار افسانوں سے تو حاصل نہیں ہوتا لیکن اب میں نے سوچا ہے کہ انشاء اللہ ضرور باقاعدگی سے خط ارسال کروں گی ..... کسی رسالے کی عمر میں ایک سال کا اضافہ یقیناً خوشی کا باعث ہوتا ہے۔ میری دعا ہے کہ کبھی کوئی شمارہ ایسا نہ ہو کہ وہ میرے رب کے ہاں مقبول نہ ٹھہرے ..... جس مقصد کے لیے اللہ نے قلم تخلیق کیا اسی مقصد کی آبیاری اس پلیٹ فارم سے ہوتی رہے ..... آمین۔ میں مختصر افسانوں کی بندی ہوں۔ میری قرآنی کلاسز سے ہی فراغت ہی نہیں کہ ناولٹ لکھ پاؤں اب ایک طویل افسانہ یا ناولٹ لکھا تو ہے ..... اس کا مرکزی خیال بہت سنگین اور حساس نوعیت کا ہے لیکن سچا ہے اور یہ موضوع مجھ پر فرض اور قرض تھا۔" (قانتہ ایک طویل عرصے بعد تمہارا خط ملا ہے۔ ہمیشہ تم سے بات کر کے اور تمہارا خط پڑھ کر مجھے بہت اچھا لگتا ہے۔ تمہارا افسانہ اور کتابچہ بھی مل گیا ہے۔ شکریہ)

بہن ام ایمان قاضی، کوٹ چھٹہ سے۔ "سب سے پہلے اپنے پسندیدہ سلسلے بہنوں کی محفل میں پہنچ کر ساری تھکاوٹ اڑنچھو ہو جاتی ہے یہاں پہنچ کر اور آپ مزہ تو تب ہی آتا ہے جو آپ نے جن جن ایوارڈز کے نام گنوائے وہ رائٹرز و قارئین کے نام کے ساتھ دیتیں تو محفل کا لطف ہی دوبالا ہو جاتا۔ اس بار جلترنگ کے تینوں خاکے اتنے زبردست تھے کہ کسی ایک کی بھی داد نہ دینا ناانصافی ہوگی۔ اگلے مہینے کے شمارے کا ابھی سے انتظار شروع ہے کہ عذرا صاحبہ کے بیٹے کی شادی کے احوال کی خبر بھی شامل تھی۔ محبت سیما کا ناول ہنوز دلچسپی لیے ہوئے ہے۔ رفعت سراج کی ہلکی پھلکی سی اسٹوری اچھی تھی۔ متاع دل کی دونوں قسطیں اکٹھی پڑھیں پر آخر میں باقی آئندہ نے مزہ کرکرا کر دیا۔ محبت اکٹھی کا افسانہ اچھا تھا۔ سب سے زیادہ مجھے مدرز ونڈر لینڈ پسند آیا۔ پاکستان کے نوے فیصد حالات اور رویوں کی بالکل ٹھیک عکاسی کی مصنفہ نے۔ رضوانہ پرنس ایک دلچسپ کہانی لے کر آئیں اس بار خواب زادی کا مجھے پتا نہیں کیوں لگا جیسے ادھورا سا اختتام کیا گیا ہو۔ میں حسن اور میری پڑوسن شیریں حیدر نے اپنے مخصوص انداز میں ایک دلچسپ حقیقت کو آشکار کیا کہ مرد عمر

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

کے کسی بھی حصے میں بیوی کی توجہ کا متلاشی ہوتا ہے اور توجہ نہ ملنے پر بھٹک بھی سکتا ہے۔ زمر رحیم کی کہانی کا پہلا حصہ میں نہیں پڑھ سکی تھی پر دوسرا پڑھ کر سب سمجھ آ گیا۔ اچھی کہانی ہے۔ شائستہ زریں اس بار پھر ایک دلچسپ سروے کے ساتھ حاضر ہیں اور اس شمارے کی بہت خاص بات ہماری بہت ہی خاص عزیزہ سیدہ کی خاص ملاقات تھی۔ قاری بہنوں کی دلچسپ ساگرابوں کے احوال کے ساتھ مجموعی طور پر اپریل کا شمارہ خوب صورت ٹائٹل سے سجا بہت اچھا رہا۔ اس بار میری آٹھویں کلاس نے بورڈ کا امتحان دیا۔ اللہ ان کی دعا کیجیے گا۔" (جی ضرور اور آپ کی آرا پہنچ چکی ہیں)

فصیحہ آصف خان، ملتان سے۔ "سرورق نے دل موہ لیا۔ آپ کی باتیں تو ہوتی ہی کارآمد ہیں۔ عذرا بی کی مبارک باد بہت بھلی لگی۔ واقعی تصاویر اور عظمیٰ کی چست پٹی تحریر کا شدت سے انتظار ہے۔ رفعت سراج کا مختصر افسانہ لطف دے گیا۔ سوچنے کی بات ہے شانزے کو نہ دیکھتا تو شاداں کیا کرتا؟ رشتوں کے الجھاؤ میں بھٹی نبیلہ کی تحریر اچھی لگ رہی ہے۔ اس بار کی عورتوں سے اللہ کی پناہ۔ کان کا فیصلہ پسند نہیں آیا۔ نوشین ناز نے سبق آموز تحریر لکھی۔ واہ رضوانہ پرنس سسپنس سے بھرپور تحریر لکھی۔ گاہے گاہے ان کی آمد اچھی لگتی ہے۔ اف شیریں حیدر بھی جانے کہاں سے زبردست موضوع ڈھونڈ لاتی ہیں۔ بیویوں اور ارد گرد خاص نگاہ رکھو۔ تحریر میں موجود جملوں نے بہت لطف دیا۔ اسے ساگرہ نمبر کا خاص تحفہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا۔ زمر کا اسیر وفا کا دوسرا حصہ بھی دلکشی سے بھرپور تھا۔ بہت خوب زمر۔ باقی افسانے بھی اپنی اپنی جگہ لاجواب رہے۔ ساگرہ نمبر کے حوالے سے جنہوں نے اپنے اپنے واقعات بہت دلچسپی سے بیان کیے۔ وہ ساگرہ نمبر کے لیے خاص محسوس ہوئے۔ اسی طرح شائستہ زریں کا سروے بھی کمال کا تھا۔ ارے ہاں پیزن بی بی خان کا تفصیلی انٹرویو ضرور شائع کریں۔ یہ میرا رضوانہ پرنس سے کہنا ہے کہ انہیں تصاویر سمیت لائیں۔ اف اس بار سیدہ کے احوال کی تعریف کرنے لگوں تو کئی صفحات کالے ہو جائیں گے ان کی عالمانہ، فاضلانہ اور مدبرانہ گفتگو ہم لکھنے سے قاصر ہیں۔ اللہ انہیں سلامت رکھے۔ نزہت کے سوال بھی جامع تھے جب ہی زبردست جوابات آئے۔ نزہت بہت اچھے۔" (پسندیدگی کا شکریہ آپ کی فرمائش نوٹ کر لی ہے)

پیاری بہنوں! وقت پر مل جانے والے خطوط شامل کر رہے ہیں۔ دیر سے آنے والے خطوط انشاء اللہ آئندہ ماہ شامل اشاعت ہوں گے۔ اب آمین درود پاک پڑھ کر دعا مانگتے ہیں۔ یا اللہ یا رحیم میرے جسم کو شفا، دل کو اپنی ذات کا یقین کامل اور آنکھوں کو نور بصیرت عطا فرما اور جب تک میں زندہ رہوں اپنے ذکر کو صبح شام میری زبان پر جاری فرما دے اور ایسی جگہ سے مجھے رزق دے جو بلا رکاوٹ جاری رہے۔ یا رب العالمین مجھ سے، میری اولاد سے اور میرے تمام عزیز و اقارب سے ہمیشہ ہمیشہ راضی رہنا اور ہر گناہ، ہر غلطی اور ہر کوتاہی کو معاف کرنا اور ہمارے عیبوں کی پردہ پوشی کرنا۔ ہمیں ظاہر میں چھوٹا اور دوسروں کی نظر میں بڑا بنا دینا اور دونوں جہان میں ہمیں عزت عطا کرنا کہ بے شک تو سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے اور تیری شان سب سے بڑی ہے اور تیری پناہ عزت والی ہے اس لیے صرف اپنا محتاج رکھنا اور ہمیشہ ہمیشہ اپنی شان کے حساب سے ہم سب پر اپنا رحم و کرم اور فضل کرنا۔ ازل سے ابد تک سب کو معاف کرنا۔ بے شک میرا رب ہر چیز پر قادر ہے اور میرا رب برکت اور بلندی والا ہے۔

دعا گو

آپ کی اپنی باجی

انجم انصار

سانحۂ ارتحال

مدیرہ پاکیزہ ڈائجسٹ محترمہ انجم انصار کی والدہ ماجدہ 16 اپریل جمعرات کی شام برضائے ربی انتقال کر گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون..... قارئین کرام سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

ادارہ ان کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

پاکیزہ ڈائری

عظمیٰ آفاق سعید

حمدِ باری تعالیٰ

ہے واحد و یکتا تمہاری ذات
سچائی ہے خوش رنگ یہ کائنات
محمدؐ ہوں گو تم ہو عیسیٰ کہ اور
سبھی کی زباں پر ہے تیری بات
رحیم و کریم و غفار تو
ذرا اب مٹا دے میری مشکلات
مجھے اپنی یادوں میں رہنا سکھا
مخالف لگائے ہوئے ہیں گھات
یہی روزِ محشر کرم چاہیے
کہ اعمال نامہ ہو دائیں ہاتھ

شاعرہ: فریدہ جاوید فری، لاہور

نعتِ رسول مقبولؐ

اگر چھوڑ دے مجھ کو سارا زمانہ
ملے جب نہ مجھ کو کہیں بھی ٹھکانہ
تو عاصی پہ اپنا کرم کیجیے گا
مجھے آپؐ اپنا بنا لیجیے گا
میں عاشق نبیؐ کا بتا دوں گا سب کو
فنا میں بقا ہے دکھا دوں گا سب کو
میں سہہ لوں گا ہر غم مگر پیارے آقا
مجھے آپؐ اپنا بنا لیجیے گا
گناہوں کی چادر میں لپٹا ہوا ہوں
چھپایا ہے چہرہ کہ سہما ہوا ہوں
مجھے دستِ شفقت عطا کیجیے گا
مجھے آپؐ اپنا بنا لیجیے گا
مدینے کی گلیوں میں پھرتا رہوں گا
میں دیوانہ ان کا رہا ہوں، رہوں گا
زمانہ ہنسے گا مگر میرے آقا
مجھے آپؐ اپنا بنا لیجیے گا
مجھے اپنے قدموں میں رکھ لیجیے گا

از: ڈاکٹر ذکیہ بلگرامی، کراچی

قرآن کریم

یہ کتاب اللہ کا فضل ہے، مذاق نہیں ہے۔ جس ظالم نے اس کو چھوڑا اللہ نے اس کو تباہ و برباد کر دیا۔ جس نے اس کے سوا کسی اور سے ہدایت چاہی اللہ نے اس کو گمراہ کر دیا۔ یہ اللہ کی مضبوط رسی ہے۔ یہ ذکرِ حکیم ہے یہی صراط مستقیم ہے۔ یہی وہ کتاب ہے جس سے خواہشات میں بگاڑ نہیں آتا۔ علما اس سے سیر نہیں ہوتے۔ یہ اتنی کثرت سے پڑھے جانے کے باوجود پرانا نہیں ہوتا۔ اس کے عجائبات کبھی ختم نہیں ہوتے۔ یہی وہ کتاب ہے کہ جب جن نے اس کو سنا تو وہ یہ کہنے سے باز نہ رہ سکے کہ ایک عجیب قرآن ہم نے سنا ہے جو راہِ ہدایت کی طرف رہنمائی کرتا ہے سو ہم اس پر ایمان لے آئے ہیں۔ جس نے اس کے مطابق کیا اس نے سچ کیا۔ جس نے اس پر عمل کیا اس کا اجر اسے ملے گا۔ جس نے اس کے مطابق فیصلہ کیا اس نے انصاف کیا۔ جس نے لوگوں کو اس کی طرف بلایا اس نے صراط مستقیم کی طرف بلایا۔ اے اعور اسے تھام لو۔

(جامع ترمذی: ۱۱۸/۲)

مرسلہ: ام ایمان قاضی، کوٹ چھٹہ

خوش نصیب

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdunovels.net

فرمایا۔ ''اللہ کے بندوں میں کچھ ایسے خوش نصیب بھی ہیں جو نبی یا شہید تو نہیں ہیں لیکن قیامت کے دن بہت سے انبیاؑ اور شہدا ان کے خاص مقام قرب کی وجہ سے ان پر رشک کریں گے، صحابہؓ نے عرض کی..... یا رسول اللہ ہمیں بتا دیجیے کہ وہ کون بندے ہیں؟ آپ نے فرمایا۔ ''وہ لوگ ہیں جنہوں نے بغیر کسی رشتہ اور قرابت کے اور بغیر کسی مالی لین دین کے محض خوشنودیِ خداوندی کی وجہ سے باہم محبت کی، پس قسم ہے خدا کی ان کے چہرے قیامت کے دن نورانی ہوں گے بلکہ سراسر نور ہوں گے اور نور کے بندوں پر ہوں گے۔''

(سنن ابی داؤد، معارف الحدیث)

مرسلہ: امینہ عندلیب، سلانوالی

رحمت کا سایہ

جب آپ کے ماں باپ بڑھاپے کی طرف مائل ہوں تو ان سے اپنی طاقت اور ساتھ علیحدہ نہ کرنا، ان کے لیے رحمت کا سایہ بنے رہنا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہر چیز حاصل ہو جائے لیکن یہ حسرت رہ جائے کہ ان کی خدمت نہیں کی پھر اس کا مداوا نہیں ہوگا۔

واصف علی واصف

از: ناظمہ شاہین اعوان، واہ کینٹ

یا نصیب

حسرت ہے نبیؐ جی ترا دیدار ہو نصیب
مرقد پہ حاضری مجھے ہر بار ہو نصیب
شہرِ نبیؐ کے موسم ہیں حسیں کل جہان سے
جا کے وہاں پہ روح بھی سرشار یا نصیب
دنیا کے جھمیلوں سے فرصت جو پاؤں میں
پھر حاضری وہاں کی اِک بار ہو نصیب
نظروں سے لوں میں گنبدِ خضریٰ کی بلائیں
حسرت مری ہو جائے ثمر بار یا نصیب
پنچھی اڑان بھرتے ہیں گنبد کے آس پاس
میری اڑان بھی ہو پروانہ وار یا نصیب
عشقِ نبیؐ میں ہوش نہ آئے کبھی مجھے
مجذوب کا سا رقص دیوانہ وار ہو نصیب

شاعرہ: فریدہ افتخار، اسلام آباد

ماں

ماں کے لیے سب کو چھوڑ دینا لیکن سب کے لیے ماں کو مت چھوڑنا کیونکہ ماں جب روتی ہے تو فرشتوں کو بھی رونا آ جاتا ہے۔

باپ

باپ کی موجودگی سورج کی طرح ہوتی ہے۔ سورج نظر نہ آئے ضرور ہوتا ہے لیکن یہ اگر نہ ہو تو اندھیرا چھا جاتا ہے۔

از: ناظمہ شاہین اعوان، واہ کینٹ

میری ماں کی دعائیں

اپنی بیمار ماں سے
فون پر بات کرتے ہوئے
اکثر میں یہ سوچتی ہوں
ان کی دعاؤں کی یہ تسبیح
کبھی نہ ٹوٹے

شاعرہ: عظمیٰ آفاق

مرسلہ: نوشین ساجد، ڈی جی خان

ذرا سی بات

ذرا سی بات کہنے کو تو ذرا سی بات ہوتی ہے مگر اکثر لوگوں کی زندگی میں ہلچل مچا جاتی ہے، کوئی اپنی زندگی ذرا سی بات کے لیے ختم کر لیتا ہے تو کوئی ذرا سی بات سننے کے لیے برسوں انتظار کرتا ہے۔

از: منور شہزادی، گوجرانوالہ

غلطی

ڈاکٹر نے پہلوان سے پوچھا۔ ''جناب آپ کا کندھا کیسے اتر گیا؟''

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

پہلوان نے شرمندگی سے کہا۔ ''جناب میں نے غلطی سے بچے کے اسکول کا بستہ اٹھالیا تھا۔''

از: شہزادی، فیصل آباد

وجہ خاص

ایک شخص میڈیکل اسٹور پر گیا اور بولا۔ ''مجھے زہر چاہیے۔''

میڈیکل اسٹور والا بولا۔ ''میں آپ کو اس وقت تک زہر نہیں دے سکتا جب تک کہ آپ کے پاس اجازت نامہ نہ ہو۔''

آدمی نے اسے اپنے دو نکاح نامے دکھائے۔ تب میڈیکل اسٹور والا چیخ کر بولا۔ ''پپو پتر..... وڈی بوتل دے پائی نوں۔''

از: شہلا جاوید، کراچی

سب کے سب

ان کی کالی آنکھوں میں ہیں انتر منتر سب کے سب
چاقو واقو چھریاں وریاں خنجر ونجر سب کے سب
جس دن سے وہ روٹھے مجھ سے یہ بھی روٹھے، روٹھے ہیں
چادر وادر، تکیہ شکیہ بستر وستر سب کے سب
مجھ سے بچھڑ کے وہ بھی کہاں اب یاروں پہلے جیسا ہے
پھیکے پڑ گئے کپڑے وپڑے، زیور شیور سب کے سب
آخر میں کس دن ڈوبو گے فکریں کرتے رہتے ہیں
دریا وریا، کشتی وشتی، لنگر ونگر سب کے سب
دکھ کے شہر کے باسی ہیں یہ درد شہر کے بانی سب
محسن وحسن، غالب والب، ساغر واغر سب کے سب

مرسلہ: نازنین آفریدی، پشاور

محبت

ایک کنیز آدھی رات کو کھڑی دعا کر رہی تھی۔ ''اے اللہ! اس محبت کے صدقے جو تجھ کو مجھ سے ہے، میری دعا قبول کرلے اور میرے گناہ معاف کردے۔''

مالک کی آنکھ کھل گئی۔ اپنی کرخت آواز میں کہا۔ ''تو یہ کیسے دعا کر رہی ہے کہ اللہ تجھ سے محبت کرتا ہے۔''

کنیز نے عاجزی سے جواب دیا۔ ''مجھ سے محبت نہ کرتا تو مجھے رات کو نمازِ تہجد پڑھنے کی توفیق نہ دیتا۔ میں بھی تیری طرح سو رہی ہوتی۔''

مرسلہ: سیما ممتاز عباسی، لاڑکانہ

بیٹیاں

بیٹیاں تو وہ ہیں تم جس کے ہاتھ میں ان کا ہاتھ دے دو اُف کیے بغیر تمہاری پگڑیوں، داڑھیوں کی لاج رکھنے کے لیے ساتھ ہولیتی ہیں۔ سسرال میں میکے کی یاد آئے تو چھپ، چھپ کے روتی ہیں۔ کبھی دھوئیں کے بہانے تو کبھی پیاز کاٹنے کے بہانے آنسو بہا کر جی ہلکا کرلیا تو کبھی آٹا گوندھتے بہتے آنسو آٹے میں جذب ہوتے ہیں اور کوئی نہیں جانتا کہ ان نمکین روٹیوں میں ان بیٹیوں کی آنکھوں کا بھی کتنا پانی شامل ہوتا ہے سو ان کی قدر کرو کہ یہ آبگینے بڑے نازک ہیں۔ بابل کے گھر میں نازک آبگینوں، کومل منہ بند کلیوں، اڑتی پھرتی رنگ برنگی تتلیوں جیسی بیٹیاں ماں، باپ کی خدمت کرتی یہ کلیاں جب سسرال چلی جائیں گی تو تمہیں بہت یاد آئیں گی۔

مرسلہ: پروین افضل شاہین، بہاول نگر

نظم

اپنے بیسٹ فرینڈ سید حافظ طلحہ نعیم ہاشمی (مرحوم) کی سالگرہ پر لکھی گئی نظم آپ سب کی نذر۔

سبھی دوست مل کے
تمہارے لیے
ایک کیک بناتے
اپنی، اپنی دعاؤں کی
کینڈل سے اس کو سجاتے
شرارت سے بھرپور

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

ڈراک چاکلیٹ سے بنا
ایک پھول اسپیشل
تمہارے لیے اس پر سجاتے
اس پھول کے علاوہ
سارا کیک ہم خود ہی
کھا جاتے
اے کاش ہم تمہاری سالگرہ
کچھ اس طرح مناتے

شاعرہ: سیدہ علیشاہ، بہاول پور

اندازہ

عورت کی دلیری کا اندازہ مرد کو اسی وقت لگا لینا چاہیے جب ایک بندہ اسے لینے 500 آدمی کی بارات کے ساتھ جاتا ہے اور اُدھر سے وہ شیرنی اکیلی ہی آجاتی ہے۔

از: حمیرا نوشین، منڈی بہاؤالدین

غزل

اب آیا ہے خوشیاں منانے کا موسم
بساطِ محبت بچھانے کا موسم
گلستاں، گلستاں چٹکتی ہیں کلیاں
یہ موسم ہے غنچے کھلانے کا موسم
فضاؤں میں مستی سی چھائی ہوئی ہے
ہے پھولوں سے آنگن سجانے کا موسم
بڑی نرم رو ہے یہ بادِ بہاری
ہے صحرا میں سبزہ اگانے کا موسم
کھنکتے ہیں کنگن بھرے بازوؤں میں
ہے پاؤں میں پائل سجانے کا موسم
میں آہٹ پر تیری سمٹ سی گئی ہوں
ہے گستاخیوں سے بچانے کا موسم
میں چمن، چمن کے کلیاں شفق رکھ رہی ہوں
پھر آیا ہے گجرے بنانا کا موسم

شاعرہ: نیر رانی شفق
مرسلہ: صبا نور، لیہ

ماں

میں
میرا بستہ
میری کاپی
میرا ٹفن
میرے کپڑے
کچھ بھی نہیں چھوڑا
یہ کیسے درندے تھے
اسے بھی مار ڈالا تھا
مجھے بھی مار ڈالا تھا
سبھی دیواریں کالی ہیں
سبھی دیواریں سرخ بھی ہیں
سبھی ہیں خون میں رنگی
میں تو سانس لے رہا ہوں
مگر جو
میرے اوپر تھا وہ اب رہا نہیں باقی
میں بے آواز روتا ہوں
میں اب رو بھی نہیں سکتا

شاعرہ: صائمہ سجاد بنگش، کوہاٹ

سنہری باتیں

☆ کمزور ہے وہ شخص جو دوست نہ بنا سکے اور اس سے بھی کمزور ہے وہ شخص جو بنا ہوا دوست کھو دے۔

☆ دوستی پیاز کی طرح ہوتی ہے جس کا ہر پردہ دوسرے پردے کے ساتھ جڑا ہوتا ہے۔ اس کو جدا کرو گے تو صرف آنسو ملیں گے۔

☆ احساس ہمیشہ وہ انسان کرتا ہے جو خود غرض نہ ہو کیونکہ احساس ہی وہ چیز ہے جو رشتوں کی بنیاد ہوتی ہے۔

از: مہرین ضیا بنگش، کراچی

☆☆☆

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

جلترنگ

انجم انصار

آپ کی اپنی

''پیارے میاں جانی!

محبت بھرا اسلام!

یہ کیا کہ جاتے ہی آپ نے مجھے ڈرافٹ بھجوادیا۔ ایسا نہ کریں پیسہ اپنے پاس ہی جمع رکھیں بعد میں کام آئے گا۔ آپ مجھے ڈرافٹ بھیجتے ہیں تو سب کو ہرا، ہرا سوجھنے لگتا ہے۔ آپ کی آپا ادھار مانگنے آجاتی ہیں اور بھائی فوری ضرورت کا بورڈ اٹھا لیتے ہیں۔ یہ ٹھیک ہے کہ مجھے خرچ کے لیے پیسوں کی ضرورت ہوتی ہے تو اس کے لیے آپ میری امی کے گھر پر ڈرافٹ بھیجا کریں اور اس کا کسی سے تذکرہ بھی نہ کیا کریں۔ آپ جو جانے سے پہلے پلاٹ خرید گئے تھے، وہ میں نے بیچ دیا ہے۔ میرے بھائی کی شادی تھی سونے کے سیٹ خریدنے میں گھر میں جھگڑا ہو رہا تھا۔ میں نے کہا میں خرید کر دے دیتی ہوں۔ پلاٹ کا ہمیں کیا کرنا وہ تو ویسے بھی آپ کی آپا کے پڑوس میں تھا بعد میں ہمیں بہت مصیبت ہوتی۔ کل میں اپنی بھانجی کی سالگرہ میں جاؤں گی۔ چار جوڑے اور ایک سونے کی انگوٹھی دے رہی ہوں۔ آخر وہ مجھے پیاری خالہ کہتی ہے۔ آپ کی جانب تحفہ ادھار رہا آپ جو دل چاہے میری بھانجی کو دے دیجیے گا۔

آپ اس سال جب چھٹیوں پر گھر آئیں تو یہ سوچ کر آیئے گا کہ اسلام آباد میں رہنے کے بجائے ہم جہلم شفٹ ہو جائیں۔ کراچی سے جتنے بھی رشتے دار گرمیوں میں گھومنے کے لیے مری جاتے ہیں ان کا پہلا اسٹاپ اسلام آباد میں ہمارا گھر ہوتا ہے۔ جس کی شادی ہوتی ہے وہ ہنی مون منانے مری کی سڑک پر بعد میں قدم رکھتا ہے پہلے وہ ہمارے گھر آتا ہے۔ گھر کا بجٹ کتنا زخمی رہتا ہے۔ اس کا تو آپ کو کبھی اندازہ ہی نہیں ہوسکتا۔ آپ نے جا کر مجھے ڈرافٹ بھیجا تھا۔ اس کو دیکھ کر تو میں کھول ہی گئی تھی۔ اتنے خرچے پر یہ اونٹ کے منہ کا زیرہ آپ اپنے پاس ہی رکھیں۔

گزشتہ ہفتے آپ کے رشتے دار پندرہ دن کے لیے آئے تھے۔ ان میں چینج آیا ہو یا نہیں اس کا پتا نہیں مگر مجھ میں چینج ضرور آگیا ہے۔ ڈھیروں ڈھیر روٹیاں پکانے سے ہاتھ شل ہو گئے ہیں اور کمر میں درد رہنے لگا ہے۔ ڈریسنگ ٹیبل کا شیشہ ان کی چھوٹی بچی توڑ گئی ہے، گاڑی کا دروازہ پہلے ہی بیمار تھا اب وہ ختم ہو گیا ہے۔ آپ کی چار شرٹس آپ کے کزن کو پسند آگئی تھیں وہ لے کر چلتا بنا ہے اور بھی گھر کی چھوٹی موٹی چیزیں گھر سے غائب ہیں وہ یا تو ماسی لے گئی ہے یا مہمان بھولے سے اپنے بیگز میں رکھ کر لے گئے ہیں۔

مجھے سمجھ میں یہ بات نہیں آتی جب آپ گھر میں نہیں ہوتے تو آپ کے رشتے دار میرے پاس کیوں آتے ہیں؟ اب آپ آئیں تو سب کو بتا دیں کہ ہم اسلام آباد سے شفٹ کر رہے ہیں۔ ہاں جہلم کا فون نمبر بھی کسی کو دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ ورنہ بائی روڈ آنے والے مہمان ہمارے گھر کو ہوٹل سمجھ کر جہلم میں ٹھہرنے لگیں گے۔

میں سچ کہہ رہی ہوں اگر مجھے پہلے پتا ہوتا کہ آپ کا خاندان ایسے سیاحوں کا ہے جو دوسروں کے گھروں پر وزن رکھ کر سیاحت کرتا ہے تو کبھی آپ

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdunovels.net

سے شادی نہ کرتی۔ ہاں اباجی کی گاڑی بننے کے لیے مکینک کے پاس گئی ہوئی ہے اس لیے آپ کی کرولا ان کو دے رکھی ہے۔ چھوٹے ماموں کینیڈا جا رہے ہیں۔ آپ کا سوٹ کیس انہیں دے دیا ہے۔ آپ کے کپڑے ایک بڑی سی چادر میں باندھ کر اسٹور روم میں رکھ دیے ہیں۔ آپ کہہ رہے تھے کہ اگر اس سال گھر کا چکر نہ لگائیں تو میرے لیے ڈائمنڈ کے بڑے والے ٹاپس لا سکتے ہیں۔

سنیے اگر آپ دو سال نہ آئیں تو پورا سیٹ ہی آجائے گا ناں؟ دیکھیں میں کیسی قربانی دینے والی بیوی ہوں۔

ڈائمنڈ کے سیٹ کی شدت سے منتظر آپ کی اپنی شگفتہ حیات!''

ناشکری

کاش میری شادی کسی امیر کبیر گھرانے میں ہوئی ہوتی تو میں خوش رہتی مگر افسوس.....!

میری عمر پچیس سال ہے۔ دو چھوٹے بچے ہیں۔ ہاؤس وائف ہوں بچوں کو سنبھالنا اور گھر کے کام کاج اسی طرح کرتی ہوں جیسے عام خواتین کرتی ہیں۔ شوہر بھی بس اچھا ہی ہے اور ساس سسر بھی بس ہمدرد سے ہیں۔ میرا اور میرے بچوں کا خیال رکھتے ہیں اس کے باوجود میرا دماغ اتنا نہیں چلتا ہے۔ وقت پر کبھی جواب نہیں سوجھتا کوئی چیز زیادہ سنبھال کر رکھ دوں تو بھول جاتی ہوں۔ فون پر کسی سے بات کروں تو مجھے مکمل خاموشی چاہیے۔ دوسرے کمرے کا ٹی وی تک بند کر دیتی ہوں۔ اس کے باوجود بات کرنے کے درمیان اگر کوئی گھر میں کسی سے مخاطب ہو تو منہ پر انگلی رکھ کر اسے خاموش کروا دیتی ہوں وجہ یہ ہے کہ میں ایک وقت میں ایک سے ہی بات کر سکتی ہوں۔ میرے برعکس میری بڑی بہن ہے، پینتیس سال اس کی عمر ہے چار اس کے بچے ہیں۔ اس کا شوہر ایک مشکل شخص ہے۔ وہ ایک بڑے جوائنٹ فیملی سسٹم میں پھنسی ہوئی ہے۔ اس کی مالی حالت بہت زیادہ اچھی نہیں ہے اس لیے اسے ایک اسکول میں جاب بھی کرنی پڑتی ہے (مگر اسے اپنا جاب کرنا بھی مشکل نہیں لگتا اور نہ ہی وہ اس کا احسان اپنے میاں پر دھرتی ہے) اس کے باوجود اس کا ذہن بہت شارپ ہے وہ ٹیلی فون کرتے ہوئے کروشیے کی بیل بھی بنتی رہتی ہے۔ پیر سے اپنے دو بچوں کو مار بھی لیتی ہے۔ ٹی وی کے پروگرام کا بھی مزہ لیتی ہے۔ اس کے کان دور کچن میں باتیں کرتی نندوں کی جانب علیحدہ لگے ہوتے ہیں کہ اس وقت وہ کس کی برائی کر رہی ہیں۔ گھر کا کوئی فرد اس سے اس کچن میں کوئی بات پوچھے تو ان کو بھی تسلی بخش جواب دیتی ہے۔ منہ میں پان چبانے کا عمل علیحدہ چل رہا ہوتا ہے۔ پاس رکھے جامن یا بیر ہوں تو پان کی گلوری کو وہ دوسرے کلے میں رکھ کر ان سے بھی خوب انصاف کرتی ہے۔ کروشیے کی انگلی روک کر دوران فون کسی کے ایمرجنسی لپ اسٹک بھی لگا دیتی ہے۔ (مجھ سے زیادہ خوش مزاج اور مجھ سے زیادہ خوش اخلاق میری بڑی بہن ہے جسے لوگ زیادہ پسند کرتے ہیں)

اور فون پر اس کا دماغ بھی غائب نہیں ہوتا..... اس کی باتوں میں ایسے، ایسے قہقہے لپٹے ہوتے ہیں جو مجھے کئی دن تک باغ و بہار رکھتے ہیں۔ تب میں سوچتی ہوں ایسا چوکس دماغ رکھنے والیاں بڑی عظیم ہوتی ہیں۔ جن کا دماغ ایک مشین کی طرح کام کرتا ہے۔ وہ کسی بھی ماحول میں ہوں کیسی بھی ہوں وہ خود بھی خوش رہتی ہیں اور اپنے وجود سے دوسروں کو بھی خوش رکھتی ہیں۔ مجھے جیسی ٹھس عورتیں نہ خوش رہنا جانتی ہیں اور نہ ہی کسی کو خوش رکھنا کہ مجھ جیسی عورتیں ہر کام میں مختلف تاویلیں جو ڈھونڈتی ہیں اور سب سے بڑی بات کہ ناشکری بھی ہوتی ہیں اور جو ناشکرا ہو وہ کبھی خوش نہیں رہ سکتا۔

www.urdutube.net www.bookstube.net www.urdumovies.net

وجوہات

جہاں دیدہ آنکھیں چہرہ دیکھتے ہی بھانپ جاتی ہیں کہ ظاہر و باطن میں کتنا تضاد ہے مگر مسز توقیر کا چہرہ تو بالکل سپاٹ سا ہو جاتا تھا۔ کبھی ان کے چہرے کا ہر زاویہ ٹھہکے لگا رہا ہوتا اور دوسرے لمحے ایسی حسرت و مایوسی کے ٹریلر نظر آتے کہ لگتا ابھی یہ چیخ مار کر رونے کا آغاز کریں گی مگر ان کی یہ حسرت و مایوسی پل بھر میں غائب بھی ہو جاتی اور قوسِ قزح سے چہرہ گلنار سا ہو جاتا اور تجربہ کار نگاہیں سٹپٹا سی جاتیں۔

''پتا نہیں کس قماش کی عورت ہے یہ۔ مجال ہے کہ کسی کو اپنا چہرہ جو پڑھنے دے۔'' بڑی خالہ جو نفسیات کی کئی ڈگریاں سمیٹے بیٹھی تھیں ان کو دیکھ کر جھنجلا سی جاتیں۔ مسز توقیر جب بھی رقیہ منزل میں آتیں۔ ہمارے گھرانے میں شادمانی کا سا احساس چھا جاتا۔

''مجھے آپ کی شگفتہ بہت پیاری لگتی ہے۔ ہنستی کتنے اچھے انداز میں ہے۔ گال کے اوپر کا تل کتنا نمایاں ہو جاتا ہے۔''

''شگفتہ جیسی خوب صورت کانچ جیسی آنکھیں میں نے کہیں نہیں دیکھیں۔ اللہ اتنے لمبے بال بھی ہوا کرتے ہیں۔ سچی میں نے تو آج تک نہیں دیکھے۔ شگفتہ تو خوب صورتی کا مرقع ہے۔'' وہ مجھے دیکھ کر سرشار لہجے میں ہمیشہ کہا کرتیں۔

''آنٹی آپ تو بس یونہی اتنی زیادہ تعریف کر دیتی ہیں۔'' میں زبردستی شرماتے ہوئے کہتی۔

''نہیں جان، میں خواہ مخواہ میں تعریف نہیں کرتی ہوں۔ بس تم مجھے حد سے زیادہ پسند ہو۔'' وہ قدرے بلند آواز میں کہتی۔

تب اماں ان کی خاطر مدارت مزید اعلیٰ کر دیتیں اور وجہ بھی خاص الخاص تھی وہ اپنے ڈاکٹر بیٹے کے لیے لڑکی ڈھونڈ رہی تھیں۔ مسز توقیر جب بھی آتیں گھر والے یہی سوچنے لگتے کہ اب وہ رشتہ دیں گی تب وہ دیں گی مگر وہ منہ سے کچھ نہ کہتیں مگر گھر والے اچھی آس کے سہارے ان کے آنے کو اپنے بھاگ جاگ اٹھے سمجھا کرتے پھر یوں ہوا کہ ابا جی رشوت لینے کے الزام میں پکڑے گئے۔ گھر میں سوکھی تنخواہ آئی تو خاطر مدارت کی منزلیں بھی ڈھے سی گئیں۔ تب مسز توقیر ہمارے بڑے ماموں کے ہاں جانے لگیں۔ ان کی راشدہ انہیں اچھی لگنے لگی اور وہ جان کر بلند آواز میں کہنے لگیں۔

''مجھے آپ کی راشدہ حد سے زیادہ پسند ہے۔''

بعد میں وجوہات معلوم کی گئیں تو پتا چلا کہ مامور جان کا ڈھائی کروڑ کا انعام نکلا ہے۔ اب وہ کم از کم اس قابل تو ہو گئے ہیں کہ اپنے ڈاکٹر داماد کو کلینک کھلوا سکیں۔

میری ہم جولیاں

شارفہ میری بچپن کی دوست ہے۔ اسکول، کالج میں ہم ایک ساتھ پڑھے ہیں۔ ہم دونوں ہی اوسط ذہن کے تھے۔ زیادہ پڑھنے اور نمبر لانے کے شوقین بھی نہیں تھے۔ میں ہمیشہ سیکنڈ ڈویژن میں پاس ہوتی تھی۔ شارفہ کی ڈویژن بھی یہی ہوتی تھی مگر ہمیشہ اس کے دس بیس نمبر مجھ سے زیادہ آتے تھے۔ اس لیے اگر کوئی اس سے رزلٹ پوچھتا تو وہ یہی جواب دیتی تھی۔

''ناصرہ کی سیکنڈ اور میری گڈ سیکنڈ۔''

شادی ہوئی تو یہ بھی عجیب اتفاق رہا۔ ہم دونوں ایک ہی علاقے میں بیاہ کر آئے۔ شادی کے بعد اس میں چالاکی اور مکاری کے اثرات اتنے بڑھے کہ میں اس سے کٹنے لگی پھر میل ملاپ صرف فون تک ہی رہ گیا اور اب حالات کی ترقی یا تنزلی کچھ بھی سمجھیں۔ شارفہ کا فون جب بھی آتا ہے میں اسے ریسیو کرنے سے ہچکچاتی ہوں۔ میری یہ پوری کوشش ہوتی ہے کہ اس سے بات نہ کی جائے حالانکہ وہ جب بھی فون کرتی ہے تو یہی کہتی ہے کہ

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

اس نے میری خیریت معلوم کرنے کے لیے فون کیا ہے۔ اس کے ہاں چونکہ فون سرکاری طور پر لگا ہوا ہے اس لیے وہ بار، بار فون کرنے سے ہچکچاتی بھی نہیں ہے۔ شارفہ کی باتوں سے مجھے بے حد وحشت سی ہوتی ہے۔ اس کی چالاکی اور مکاری سے مجھے اب چڑ سی ہونے لگی ہے۔ اسی لیے میں نے اپنے گھر میں کہہ رکھا ہے۔ شارفہ کا فون آئے تو کہہ دو ناصرہ گھر پر نہیں ہے۔ باہر سے کب آئیں گی یہ بھی معلوم نہیں۔ ناصرہ ٹیلرے کے پاس گئی ہوئی ہے۔ ناصرہ شاپنگ پر گئی ہوئی ہے۔ ناصرہ اپنی خالہ اماں کے ہاں گئی ہوئی ہے۔ یہ وہ بہانے ہیں جو اس کو ٹالنے کے لیے گھر والے روا رکھتے ہیں مگر اس کے باوجود بارہا ایسا ہوتا ہے کہ میں اس کا فون خود ریسیو کر لیتی ہوں (ہمارے گھر کے فون پر سی ایل آئی نہیں ہے)

''ناصرہ یار! کہاں رہتی ہو تم کبھی؟'' وہ ہمیشہ پیار بھرا شکوہ کرتی ہے۔

''ہاں مجھے پتا چلا تھا مگر میں بہت مصروف تھی تمہیں رنگ بیک نہیں کر سکی۔'' میں ہمیشہ ایسے ہی بہانے بناتی ہوں۔ اب اس کی باتیں شروع ہوتی ہیں۔

''ناصرہ تمہارے دیور کی بری بن گئی؟''

''نہیں، دو چار جوڑوں کے سوا تو ابھی کچھ نہیں بنا۔'' (مجھے معلوم ہے کہ وہ بھی اپنے بھائی کی بری بنا رہی ہے)

''اچھا جو جوڑے تم نے بنائے ہیں وہ کیسے ہیں؟''

''غرارے ہیں، فش لہنگا ہے اور پٹیالہ شلوار سوٹ ہے کام والے۔'' میرے منہ سے نکلا۔

''کام کہاں سے کروایا ہے جو بلی سے، پاپوش سے یا حیدری سے؟''

''حیدری سے۔''

''حیدری آگے والی یا پیچھے والی۔ دکان کا فون نمبر بھی دے دو۔ ہاں تمہارے نام کا حوالہ دوں گی تاکہ ریٹ بھی مجھے وہی ملے جو تمہیں ملا ہے۔ پارلر کون سا بک کرواؤ گی، کوئی جان پہچان ہے اگر سستا کرواؤ تو مجھے بھی بتا دینا۔''

''ہاں، تمہاری بچی کا داخلہ سینٹ جوزف میں ہوگا یا نہیں کس ٹیچر سے تیاری کروا رہی ہو؟ بچی پڑھنے خود جاتی ہے یا ڈرائیور لے کر جاتا ہے۔ اگر ڈرائیور لے کر جاتا ہے تو اس سے کہو میری بچی کو بھی لے لیا کرے۔ اچھا ہے دونوں بہنیں ایک ساتھ پڑھ لیں گی۔''

''مگر شارفہ ان دنوں تو تم اپنی، اپنی کے گھر ہو اور میں ڈیفنس میں۔ کیا تم بھول گئی ہو کہ ڈیفنس اور فیڈرل بی ایریا کے مابین کتنا فاصلہ ہے۔ جیم ٹریفک کے مسائل بھی شامل کر لو تو آدھا حیدرآباد کا راستہ ہے کراچی سے۔''

''ارے ناصرہ! پھر وہی چھوٹی بات کی۔ میں تو تنگ آ گئی ہوں تمہاری چھوٹی باتوں سے۔ شرم آتی ہے مجھے یہ کہتے ہوئے کہ تم میری بچپن کی سہیلی ہو۔ انسان جب گاڑی میں بیٹھ جائے تو فاصلے کہاں رہتے ہیں۔ کوئی دوسرا شہر تو نہیں ہے فیڈرل بی ایریا یوں بھی میں صرف چند ماہ کے لیے امی کے گھر ہوں۔ بھائی کی شادی ہو جائے گی تو آ جاؤں گی۔''

''کس درزی سے کپڑے سلواتی ہو؟ کیا لیتا ہے وہ سلائی؟''

''میں تو بھئی بسم اللہ ٹیلر سے سلواتی ہوں سادہ سوٹ چھ سو میں اور ڈیزائن والے کے تو ہزار بارہ سو تک ہوتے ہیں۔''

''اچھا بڑی سستی نمٹ جاتی ہو میرا درزی تو پلین سوٹ ڈھائی ہزار میں سیتا ہے۔ شام کو میرا دیور آئے گا میرے چھ سوٹ گرمیوں کے سلوا دینا۔ سلائی بعد میں دے دوں گی۔''

''ارے کوئی آ گیا ہے میں تم سے بعد میں بات کرتی ہوں۔'' تب مجھے قصداً فون کاٹنا پڑ جاتا ہے۔

☆☆☆

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

ایمان چوہدری ..... فیصل آباد
تم نے زمانے کے ڈر سے دوست ہمیں چھوڑ دیا
ہم بھی تو دنیا والوں کی ہر بات گوارا کرتے تھے

☆ شبانہ ملک ..... ڈی جی خان
میری خواہش ہے کہ لوگوں کی چرا کر آنکھیں
اپنی آمد کا تماشا سرِ محفل دیکھوں

☆ نرگس نسیم ..... صادق موہڑہ
وہ لوگ ہم نے ایک ہی شوخی میں کھو دیے
ڈھونڈا تھا آسماں نے جنہیں خاک چھان کر

☆ ارم کمال ..... فیصل آباد
تنہا سمجھ رہا ہے میرے دل کو چار سو
دنیا بسی ہے اس میں کسی کے خیال کی

☆ اریبہ آرزو ..... سکھر
اے مصور تجھے استاد جبھی مانوں گا
درد بھی کھینچ لے تو میری تصویر کے ساتھ

☆ سیما ممتاز عباسی ..... لاڑکانہ
محبت کا سفر ہے اور میں ہوں
اِک ابھی راہ گزر ہے اور میں ہوں
کہاں لے جاؤں اپنے خواب سارے
کہ پتھر کا نگر ہے اور میں ہوں

☆ عرشیہ جنید ..... کراچی
ہُوا ہے تجھ سے بچھڑنے کے بعد اب معلوم
کہ تو نہیں تھا تیرے ساتھ ایک دنیا تھی

☆ فردوس شاہی ..... لاڑکانہ
ٹوٹ جاتا ہے ذرا سی جو ہوا تیز چلے
تیرا وعدہ بھی تو خوشبو کا بدن ہو جیسے

☆ صبا کمال ..... فیصل آباد
عمر بھر کا حساب کر ڈالا
اس نے پھر لاجواب کر ڈالا
ہم خزاں کا اجاڑ منظر تھے
چھو کے اس نے گلاب کر ڈالا

☆ ثمین ناز ..... ملتان
غم کے سانچے میں ڈھل سکو تو چلو
تم مرے ساتھ چل سکو تو چلو
دور تک تیرگی میں چلنا ہے
صورتِ شمع جل سکو تو چلو

☆ نزہت جبیں ضیا ..... کراچی
بے ساختہ نگاہیں جو آپس میں مل گئیں
کیا منہ پہ اس نے رکھ لیے آنکھیں چرا کے ہاتھ

☆ حرا بتول ..... نواب شاہ
جس طرف بھی چل پڑے ہم آبلہ پایانِ شوق
خار سے گل اور گل سے گلستاں بنتا گیا
شرحِ غم تو مختصر ہوتی گئی اُن کے حضور
لفظ جو منہ سے نہ نکلا داستاں بنتا گیا

☆ ثوبیہ ظہور ..... ضلع اٹک
محرومیوں کا ہم نے گلہ تک نہیں کیا
لیکن یہ کیا کہ دل میں یہ ارمان بھی نہ ہو
رونا یہی تو ہے کہ اسے چاہتے ہیں ہم
اے سعدؔ جس کے ملنے کا ارمان بھی نہ ہو

☆ نگہت زیدی ..... اسلام آباد
یہ کس کے آستاں پر مجھ کو ذوقِ سجدہ لے آیا
کہ آج اپنی جبیں، اپنی جبیں معلوم ہوتی ہے

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

☆ حمیرا نوشین..... منڈی بہاؤالدین

خواہشوں کا بھی کوئی معیار ہوا کرتا ہے
کیسی خواہش ہے کہ مٹھی میں سمندر ہوتا

☆ فصیحہ آصف خان..... ملتان

وہی چھن گیا ہم سے جس کی تمنا کی
کچھ اپنی قسمت کچھ لوگوں کی رضا تھی

☆ ساجدہ ظفر..... کمالیہ

ہجر کی دھوپ میں چھاؤں جیسی باتیں کرتے ہیں
آنسو بھی تو ماؤں جیسی باتیں کرتے ہیں
رنگ سے خوشبوؤں کا ناتا ٹوٹتا جاتا ہے
پھول سے لوگ خزاؤں جیسی باتیں کرتے ہیں

☆ کوثر خالد..... گوجرانوالہ

اے دوست اِک غریب سے اتنا خفا نہ ہو
شاید تو کل بلائے تو یہ بے نوا نہ ہو

☆ بشریٰ رضوی..... کراچی

ہمارا ٹوٹنے سب نے دیکھا نہیں دیکھا ایک نے بھی
کس کی آنکھ سے آنسو ٹپکا کس کا سہارا ٹوٹ گیا

☆ حمیرا عبید..... کراچی

سرخ آنکھوں کی قسم کانپتی پلکوں کی قسم
تھرتھراتے ہوئے آنسو نہیں دیکھے جاتے

☆ ماریہ فراز..... لاہور

دل تو کہتا ہے انہیں مفت میں جاں بھی دے دیں
اتنے معصوم خریدار سے کیا لینا ہے

☆ تسنیم قیصر..... نیویارک

میں گرا تھا تو بہت لوگ رکے تھے لیکن
سوچتا یہ ہوں کہ آئے تھے اٹھانے کتنے
بھیڑ لگ جاتی ہے جلتے ہوئے گھر کے آگے
لوگ آتے ہیں مگر آگ بجھانے کتنے

☆ صبا سجاد..... دبئی

اب نہ کوئی بھی برا ہم کو زمانے میں لگا
جب سے ہم اپنی خطاؤں پہ نگاہ کرنے لگے

☆ کائنات حلیم..... میرپورخاص

گھر چھوڑ کے جاتے نہیں خود اپنا پرندے
سازش کوئی اس نقل مکانی میں ملے گی

☆ ماہم مراد..... لاڑکانہ

بھیگی ہوئی اِک شام کی دہلیز پر بیٹھے
ہم دل کے سلگنے کا سبب سوچ رہے تھے

☆ عروبہ ناز..... کوٹلی

نوح کا طوفاں بھی اس کو غرق کر سکتا نہیں
جو برائے خلق جیتا ہو وہ مر سکتا نہیں

☆ نگہت نسیم..... گوجرانوالہ

جن میں خلوص و جذبۂ ایثار بھی نہیں
ہم ایسے دوستوں کے طلب گار بھی نہیں

☆ مدیحہ نورین..... برنالی

میری تو عمر اسی کے خیال میں گزری
میرا خیال جسے عمر بھر نہیں آیا

☆ ناز ہمایوں..... دبئی

ہماری جان جائے گی تو پھر تم جان جاؤ گے
کہ حاصل کچھ نہیں ہوتا کسی کو آزمانے سے

☆ نائیلہ انا..... چکوال

ہزاروں عیب تھے مجھ میں مجھے معلوم تھا یہ بھی
مگر اِک شخص تھا ناداں مجھے انمول کہتا تھا

☆ مسز نگہت غفار..... کراچی

میری محبت اِک گوہر ہے تیری وفا بے کراں سمندر
تو پھر بھی مجھ سے عظیم تر ہے کہاں ہے گوہر کہاں سمندر
یقیں ہے تو کے میں آخر اتر ہے چاندنی کی سرزمیں پر
بلندیوں سے دکھائی دیتا ہے ہو بہو آسماں سمندر

☆ حمیرا طارق..... کراچی

اس زندگی کے حسن کی تابندگی نہ پوچھ
جو حادثوں کی دھوپ میں تپ کر نکھر گئی

☆☆☆

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

بارہ مسالے کا مرغ

اشیا: گوشت، مرغی، ایک کلو۔ (بڑے پیس) بناسپتی گھی، ایک پیالی۔ پیاز، ایک درمیانی۔ دہی، ایک پاؤ۔ ادرک، لہسن، پسا ہوا دو چائے کے چمچ۔ بادام، کھوپرا، تل، خشخاش، دھنیا، سفید زیرہ، یہ سب مسالے تین، تین چائے کے چمچ۔ زعفران، چٹکی بھر۔

ترکیب: پہلے گوشت کو صاف کر کے خشک ہونے رکھ دیں۔ سارے خشک مسالے بھون کر پیس لیں اور دہی میں ملا دیں۔ مسالا ملے دہی کو مرغ میں اچھی طرح ملا کر پندرہ سے بیس منٹ کے لیے رکھ دیں۔ ایک دیگچی میں گھی گرم کر کے پیاز لچھوں میں کاٹ کر بادامی رنگ پر تل لیں۔ جب پیاز تل جائے تو مرغ کا گوشت اس میں ڈال دیں اور اتنا بھونیں کہ مسالے میں سرخی آجائے پھر ایک پیالی پانی ڈال کر اسے گلنے کے چھوڑ دیں۔ جب گوشت گل جائے اور پانی خشک ہو جائے تو چٹکی بھر پسی ہوئی زعفران ڈال دیں۔ اب اسے گرم اوون میں کچھ دیر دم کے لیے رکھ دیں تاکہ گھی اوپر آجائے۔

نوٹ: مرغ بھونتے وقت اس بات کا خیال رکھیں کہ مسالا بالکل سوکھ نہ جائے۔ اوون نہ ہو تو دیگچی گرم توے پر رکھ کر ہلکی آنچ کر دیں۔ پانچ منٹ بعد اتار لیں بہترین مرغ تیار ہے۔ چاہے تو ثابت مرغ بھی اسی ترکیب سے بنالیں۔

مرسلہ: نازنین آفریدی، پشاور

خوشبو دار پسندے

اشیا: گائے یا مرغ گوشت، ایک کلو، سبز الائچی، دس عدد۔ آدھی کا پاؤڈر بنالیں۔ گرم مسالا، (دردرا پیس لیں) آدھی چائے کا چمچ۔ سرخ مرچ و نمک، حسب ذائقہ۔ پسا دھنیا، ایک چائے کا چمچ۔ لہسن، ادرک ایک ایک چائے کا چمچ پسا ہوا۔ بادام کا پیسٹ بنالیں۔ ذرا سے دودھ میں دو چائے کے چمچ جائفل جاوتری پاؤڈر، آدھا چائے کا چمچ۔ پیاز، براؤن کر کے پیس لیں۔ ایک کپ۔ دہی، ایک کپ۔ ملک پیک کریم، آدھا کپ۔ تیل، حسب ضرورت۔ عرق کیوڑا، ایک چائے کا چمچ۔

ترکیب: پسندوں میں نمک، مرچ، لہسن، ادرک، دھنیا، دہی میں ملا کر لیپ کر دیں۔ گائے کا گوشت تین سے چار گھنٹے اور مرغی کے پسندے آدھا گھنٹا میرینیٹ کر کے رکھ دیں۔ دیگچی میں تیل گرم کر کے آدھی الائچیاں کڑکڑائیں پھر پسی پیاز دہی اور باقی کا مسالا ڈال کر بھون لیں اور اب پسندے..... ایک کپ پانی ڈال کر پکنے رکھ دیں۔ جب گوشت پک جائے، پانی خشک ہو جائے تو کریم اور کیوڑا ڈال کر دم کرنے رکھ دیں۔ دس منٹ بعد اتار لیں، مزیدار خوشبودار پسندے تیار ہیں۔

مرسلہ: فضہ بتول، بہارہ کہو

انڈا اسپیگٹی

اشیا: اسپیگٹی، دو سو گرام۔ مکھن، دو کھانے کے چمچ۔ ٹماٹو پیسٹ، چار کھانے کے چمچ۔ چلی گارلک ساس، آدھا کپ۔ لہسن کے جوے، چار سے چھ چوپ کر لیں۔ نمک، سیاہ مرچ، حسب پسند۔ اوریگانو پاؤڈر، آدھا چائے کا چمچ۔

ترکیب: ساس پین میں مکھن گرم کر کے لہسن ڈال کر فرائی کر لیں..... سنہرا ہونے پر ٹماٹو پیسٹ ڈالیں اور چمچ چلائیں۔ روغن الگ ہو جائے تو ابلی ہوئی اسپیگٹی، چلی گارلک ساس، نمک، کالی مرچ اور اوریگانو شامل کر

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

کے چلائیں اور کچھ دیر میں چولھے سے اتار لیں۔ سرونگ ڈش میں نکال کر ابلے انڈوں کو لمبائی میں کاٹ کر سجادیں۔ ٹماٹو کیچپ کے ساتھ پیش کریں۔

نوٹ..... اسپیگٹی یا پاستا بہترین طور پر ابالنے کے لیے پانی میں نمک اور آئل ڈال کر گرم کریں پھر یہ چیزیں ڈالیں، گل جانے پر جالی، (چھننا) میں چھان لیں اور چھننا ٹھنڈے پانی میں رکھ دیں کہ یہ تیرتے رہیں۔ اس طرح جڑیں گے نہیں..... اور استعمال کرتے وقت چھان کر نکال لیں اور ہلکے سے آئل، مکھن میں فرائی کرلیں۔

مرسلہ: رابعہ شاہد، راس الخیمہ

بیک اوتھالی سیمولینا کریم

اشیا: دودھ، دو کپ۔ سوجی، آدھا کپ۔ (آدھے دودھ میں بھگودیں) ملک بیک کریم، ایک کپ۔ پف پیسٹری ڈو dough، چار سو گرام۔ (یہ بازار سے گندھے ہوئے آٹے کی شکل میں ملے گی مگر سوکھی، موٹی پتیوں کی صورت) گھی، آدھا کپ۔ کنڈینسڈ ملک، ایک کپ۔

شوگر سیرپ کے لیے اشیا

چینی، دو کپ۔ پانی، ایک کپ۔ لیموں کا رس، ایک کھانے کا چمچ۔ عرقِ گلاب، ایک کھانے کا چمچ۔ کیوڑا، چند قطرے۔

ترکیب: پف پیسٹری کو دو حصوں میں تقسیم کر کے گہری بیکنگ ٹرے کے سائز کے مطابق بیل لیں اب ٹرے کو مکھن لگا کر چکنا کریں اور اس ڈو کو بچھائیں۔ ایک برتن میں دودھ گرم کریں اس میں بھگوئی ہوئی سوجی ڈالیں اور چمچ چلاتی رہیں۔ اب کریم شامل کریں۔ آمیزہ گاڑھا ہونے لگے تو بیکنگ ٹرے میں ڈو کے اوپر پھیلادیں۔ تھوڑا گھی ڈالیں پھر اس پر کنڈینسڈ ملک ڈالیں اور بچی ہوئی ڈو کے دوسرے حصے کو اس پر ڈال کر آمیزے کو اچھی طرح کور کرلیں۔ تھوڑا گھی اس کے اوپر بھی لگائیں۔ اب اس ٹرے کو گرم اوون میں 200 سینٹی گریڈ پر کر کے تیس منٹ تک بیک کریں۔ شوگر سیرپ بنانے کے لیے بتائی گئی اشیا ایک ساس پین میں ڈال کر گرم کریں۔ ابال آنے پر آنچ ہلکی کرلیں۔ آخر میں روز واٹر اور کیوڑا ڈال کر چولھا بند کردیں۔ بیکنگ ٹرے کو اپنے وقت پر نکال کر ٹھنڈا کرلیں اور سرونگ ڈش میں نکال کر اس کے اوپر شوگر سیرپ اچھی طرح پھیلالیں اور الگ سے شہد اور کریم کے ساتھ سرو کریں۔ مزید ذائقے کے لیے ڈرائی فروٹ کاٹ کر ڈال دیں۔

مرسلہ: نیلوفر خان، بہارہ کہو

کوکونٹ بریڈ پڈنگ

اشیا: مکھن، دو کھانے کے چمچ۔ آئسنگ شوگر، ایک تہائی کپ۔ کیسٹر شوگر، ایک کپ۔ انڈے، چار عدد۔ انڈے کی زردی، ایک عدد۔ کوکونٹ ملک، دو کین۔ وارچینی پاؤڈر، ایک چائے کا چمچ۔ جائفل پاؤڈر، ایک چوتھائی چائے کا چمچ۔ نمک، ایک چوتھائی چائے کا چمچ۔ کوکونٹ ایسنس، دو کھانے کے چمچ۔ کھوپرا (کدوکش کیا ہوا) ڈیڑھ کپ۔ تازہ ناریل، آدھا کپ۔ فرنچ بریڈ، ایک عدد۔ (ایک ایک انچ کیوبز میں کاٹ لیں)

ترکیب: چینی، اور انڈے کی زردی، جائفل پاؤڈر، کوکونٹ ایسنس اور نمک کو ایک ساتھ ملا کر اچھی طرح مکس کرلیں۔ اب ایک کپ کدوکش کیا ہوا کھوپرا اور آدھا کپ تازہ ناریل لے کر اس آمیزے میں ملائیں اور پھر اس میں ڈبل روٹی کے ٹکڑوں کو اچھی طرح لپیٹ لیں۔ اس کے بعد ایک بیکنگ ڈش کو چکنا کریں اور اس میں تمام آمیزہ پلٹنے کے بعد آئسنگ شوگر چھڑک کر آدھے گھنٹے کے لیے ایک جانب رکھ دیں۔ اب پہلے سے گرم کیے ہوئے اوون میں بیکنگ ڈش رکھیں اور 165 ڈگری سینٹی گریڈ پر 25 منٹ کے لیے بیک کریں۔ اب باقی بچا ہوا آدھا کپ کھوپرا اوپر چھڑکیں اور مزید 25 سے 30 منٹ بیک کریں۔ درمیان سے پھول کر نرم ہوجائے تو نکال لیں۔ مزیدار کوکونٹ بریڈ پڈنگ تیار ہے۔

مرسلہ: اقیشہ زئی، کراچی

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

پیاری بات

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا۔

☆اس سے ضرور معافی مانگو جسے تم چاہتے ہو۔

☆اسے مت چھوڑو جو تمہیں چاہتا ہے۔

☆اس سے کچھ نہ چھپاؤ جو تم پر اعتبار کرتا ہے۔

از: ممتاز خانم، کراچی

دیکھو تو سہی

ماں کی دعا خالی نہیں جاتی
اس کی بددعا بھی ٹالی نہیں جاتی
برتن مانجھ کر بھی ماں
تین چار بچے پال ہی لیتی ہے
مگر تین چار بچوں سے
ایک ماں پالی نہیں جاتی

از: نجمہ اصغر، کراچی

اپنے ڈاکٹر کے نام

تشخیص بجا ہے کہ مجھے عشق ہوا ہے
نسخے میں لکھو اُن سے ملاقات زیادہ

از: نگینہ صبا بخش، کراچی

حقیقت

ہم بہت سے رشتوں کو ٹوٹنے سے بچا سکتے ہیں۔ اگر ہم اس حقیقت کو سمجھ لیں کہ لوگ غلط نہیں ہوتے بس وہ مختلف ہوتے ہیں ان توقعات سے جو ہمیں ان سے ہوتی ہیں۔

مرسلہ: فریحہ شبیر، شاہ نکڈر

پاکیزہ کے نام

نئے برس کا آغاز ہو چلا جاناں
تمہیں مبارک ہو سالگرہ کا دن اپنا
سدا رہو محبتوں اور مسرتوں کے بیچ
یہی دعا ہے، یہی آرزو یہی سپنا

مرسلہ: امینہ عندلیب، سلانوالی

بھول

میں اور میرا خدا
روز بھول جاتے ہیں
میں اس کی عطاؤں کو
وہ میری خطاؤں کو

مرسلہ: نور افشاں، شکار پور

وجہ خاص

لڑکی: ''میں جب بھی تمہیں فون کرتی ہوں تم شیو کر رہے ہوتے ہو۔ آخر تم دن میں کتنی بار شیو کرتے ہو؟''

لڑکا: ''تیس چالیس مرتبہ۔''

لڑکی: ''کہیں تم پاگل تو نہیں ہو؟''

لڑکا: ''نہیں میں تو نائی ہوں۔''

مرسلہ: تسنیم رضا ذوالفقار، فیصل آباد

ماں جیسی

لاکھ گرد اپنے حفاظت کی لکیریں کھینچو
ایک بھی ان میں نہیں ماں کی دعاؤں جیسی

از: کوثر خالد، جڑانوالہ

اپنے بھائی ملک جنید پرویز کے نام

آپ کی زندگی کی خوشیوں کے لیے

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

میرے ہاتھ سدا بارگاہ ایزدی میں
پھیلے رہتے ہیں
میرے قلب و ذہن کی ہر مسند پر آپ کی
محبت و یاد کا دیا روشن رہتا ہے
میری ہتھیلی پر چمکتے دعاؤں کے تمام جگنو
سب آپ کی حیاتِ جاوداں کے نام

تحریر: سامعہ ملک پرویز، خان پور ہزارہ

میرے ساتھ ایسا ہوتا ہے

ہمسائے کے دروازے پہ دستک ہوئی شب کو
یوں آنکھ کھلی اپنی کہ نیند آئی نہ مجھ کو

مرسلہ: نرگس نسیم، صابہ موہڑہ

یاد رکھیے گا

☆ یہ بات اپنی ماں، بہن، بیوی، بیٹی کو ضرور بتائیں کہ گھر سے باہر جاتے وقت ضرور وضو کر کے جائیں اور تین بار تیسرا کلمہ اور آیت الکرسی پڑھ لیا کریں۔ اللہ پاک آپ کی عزت کی حفاظت کے لیے فرشتے مقرر کر دیتا ہے۔

درد

رسم نکاح، بجٹ کی تقریر اور ہماری ٹیم کی بیٹنگ کا دورانیہ گھنٹا و گھنٹا ہی ہوتا ہے لیکن لوگ مدتوں اس کا درد بھگتے رہتے ہیں۔

از: نورین زبیر کوٹھاری، کراچی

ساتھی

ساتھی اپنا روٹھ گیا
پاگل من کو کون سمجھائے گا
کہ اب لوٹ کے وہ نہ آئے گا

شاعرہ: حمیرا نوشین، منڈی بہاؤالدین

سچائی

اگر سچائی کو اس کی اصل ضرورت کے وقت پیش نہ کیا جائے تو اس کے وجود کا اعتراف بیکار ہے کیونکہ چراغ جلانے کا اصل وقت غروبِ آفتاب کے بعد آتا ہے نہ کہ پچھلے پہر۔

مولانا ابوالکلام آزاد

مرسلہ: ساجدہ ظفر، کمالیہ

کرپشن کی انتہا

ایک بچے کو سو روپے کی اشد ضرورت تھی اس نے ہر طرف سے مایوس ہو کر ایک خط بنام اللہ تعالیٰ پتا آسمان کو لکھ بھیجا۔ خط پوسٹ ماسٹر جنرل کے پاس پہنچا..... انہوں نے کھول کر پڑھا اور شرارتاً فنانس منسٹر کو بھیج دیا۔ فنانس منسٹر نے اسے پچاس روپے بھجوا دیے۔ بچے نے پچاس روپے وصول کر کے اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا کہ ''پیارے اللہ میاں آپ کی محبت کا شکر گزار ہوں مگر ہمارے معاشرے کے حالات کا شاید آپ کو اندازہ نہیں آپ کی بھیجی ہوئی رقم سے محکمہ ڈاک نے پچاس روپے خرد برد کر لیے ہیں۔''

مرسلہ: نگار انجم، فیصل آباد

قابلِ غور

☆ ہر گمشدہ چیز وہاں سے ملتی ہے جہاں وہ کھوئی ہو۔

☆ خاموشی عظیم نعمت ہے بالخصوص اس مقام پر جہاں اختلاف زیادہ ..... آواز بلند، علم کی شدید کمی اور دلیل کی کوئی اوقات نہ ہو۔

از: ارم کمال، فیصل آباد

تازہ

ایک سبزی فروش کے گھر بچہ پیدا ہوا۔ ایک عورت نے بچے کو دیکھا تو بولی۔ ''کتنا پیارا بچہ ہے۔''

سبزی فروش عادت کے مطابق بول پڑا۔ ''اور ہے بھی بالکل تازہ۔''

مرسلہ: سیما ممتاز عباسی، لاڑکانہ

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

روحانی مشورے

ادارہ

حضرت یوسفؑ کی دعا

قرآن پاک میں حضرت یوسف علیہ السلام کا پورا قصہ سورۂ یوسف میں بیان ہوا ہے اور اسی سورہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کی اس دعا کے الفاظ بھی بیان کیے ہیں جو انہوں نے مانگی تھی۔ اس دعا کا موقع محل یہ تھا کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام مصر میں حکومت کے سربراہ بن گئے اور آپ کے والد جب عرصہ دراز کی جدائی کے بعد مصر میں آپ سے ملے تو آپ نے اس وقت اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور اللہ کے حضور یہ دعا مانگی۔

ترجمہ: ''اے آسمانوں اور زمین کے بنانے والے! دنیا اور آخرت میں تو ہی میرا کارساز حقیقی ہے۔ (پس تجھ سے اتنی غرض ہے کہ) مجھے مسلمان ہوتے ہوئے وفات دے اور نیکوں سے جا ملا۔''
پارہ ۱۳ سورۂ یوسف آیت ۱۰۱

اسرارِ دعا: حضرت یوسف علیہ السلام کی اس دعا کے بھی بے شمار فوائد ہیں اس کا سب سے پہلا فائدہ تو یہ ہے کہ اگر کوئی سالک جو روحانی منزل پر رواں دواں ہو تو وہ اس آیت کو شروع سے پڑھے تو خواب یا مراقبے میں اس پر زمین اور آسمان کے اسرار ظاہر ہوں گے۔ آسمانوں کے اوپر اللہ کی جو مخلوق رہتی ہے اس کا دیدار ہوگا اور جس طرح آخرت برپا ہوگی اس کے مشاہدات نظر آئیں گے لیکن اس آیت کے ان اسرار کے حصول کے لیے مرشدِ کامل کی باطنی توجہ کا ہونا از حد ضروری ہے کیونکہ توجہ کے بغیر بات نہیں بنتی۔

خاتمہ بالخیر کے لیے بھی ہر عالمِ دین، امام مسجد بلکہ ہر مسلمان کو نماز کے بعد اس دعا کا پڑھنا ضروری ہے اور جو شخص ہر نماز کے بعد ایک مرتبہ اس دعا کو عمر بھر پڑھتا رہے تو اس کا خاتمہ بالخیر ہوگا۔

بزرگانِ دین اور اولیا کے معمول کے مطابق اگر کوئی شخص اس دعا کو عشا کی نماز کے بعد گیارہ مرتبہ اول آخر درود شریف اکتالیس روز تک پڑھے تو اس کی ہر وہ مشکل آسان ہو جائے گی جس کا وہ خواہشمند ہوگا۔

حضرت یوسفؑ کی دیگر دعا

ترجمہ: ''اے میرے رب! قید مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے جس کی طرف وہ مجھے بلاتی ہیں اور اگر تو مجھ سے ان کے مکر نہیں پھیر دے گا تو میں ان کی طرف جھک جاؤں گا اور جاہلوں میں سے ہو جاؤں گا۔'' (پارہ ۱۲، یوسف، آیت ۳۳)

حضرت یوسف علیہ السلام نے حضرت زلیخا سے بچنے کے لیے جب یہ دعا مانگی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی اس دعا کو قبول فرمایا اور اس دعا کے پڑھنے سے حضرت زلیخا کے مکر کے اثرات ختم ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے اس دعا کی خیر و برکت سے عصمتِ نبی کی حفاظت کی۔

اسرار: صوفیا اور اللہ کے فقیروں نے اس دعا کے بارے میں کہا ہے کہ جب کوئی نیک اور پاک باز مرد یا عورت ایسے لوگوں کے فریب میں پھنس جائے جو اس نیک باز کو زبردستی زنا، شراب، جوا یا کسی اور کبیرہ گناہ میں مبتلا کرنا چاہیں تو اس صورت میں ان ظالموں کے مکر و فریب اور ظلم سے بچنے کے لیے یہ دعا

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

پڑھنی چاہیے اور اس دعا کے اثر سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسی صورتِ حال پیدا ہوگی کہ نیک مرد یا عورت کی عصمت محفوظ ہو جائے گی۔

ایسی عورتیں جنہیں لوگ مجبور کر کے زبردستی بدکاری کروائیں بلکہ انہیں بدکاری کے پیشے میں ملوث کر دیں تو وہ اس بدکاری سے خلاصی پانے کے لیے اس دعا کو تہجد کے وقت ایک سو مرتبہ روزانہ اکتالیس دن تک پڑھیں تو ان کے لیے اس پیشے سے خلاصی پانے کے لیے ضرور کوئی تدبیر نکل آئے گی۔

اس آیت کا اس صورتِ حال میں بھی بڑا فائدہ حاصل ہوتا ہے جب کوئی نوجوان کسی لڑکی کو مختلف قسم کے سبز باغ دکھلا کر اپنی ہوس پرستی کے لیے اسیر کرتا ہے اور بے سمجھ اور انجام سے بے خبر بیچاری معصوم بچیاں مکار اور شریر لوگوں کے جال میں پھنس کر اپنی عاقبت خراب کر لیتی ہیں تو جب کبھی ایسی صورتِ حال پیدا ہو تو بچیوں کو خود یا ان کے سمجھ دار والدین کو اس آیت کو سوا لاکھ مرتبہ پڑھ کر یا پڑھا کر اللہ کے حضور حفاظتِ عصمت کی دعا مانگنی چاہیے تو میرا اللہ ضرور قبول فرما کر بہتر صورت نکال دے گا۔

حضرت سلیمانؑ

حضرت سلیمان علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی وہ برگزیدہ ہستی تھی جو بیک وقت حاکم وقت اور نبی بھی تھے۔ آپؑ کے والدِ ماجد حضرت داؤد علیہ السلام بھی پیغمبر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو ایسی حکومت دی تھی جو انسان کے علاوہ جانوروں، پرندوں اور جنات پر بھی تھی۔ اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو بے مثل دانائی سے نوازا تھا۔ آپؑ کے دورِ حکومت میں ملکہ بلقیس کا واقعہ بڑا مشہور ہے۔ اس کے علاوہ سورۃ نمل میں چیونٹیوں کا واقعہ بھی حضرت سلیمان علیہ السلام کے ساتھ پیش آیا۔

اعمالِ خیر و برکت

☆ مغرب کے وقت جھاڑو دینے سے پرہیز کریں۔
☆ گھر میں داخل ہوں تو دایاں پاؤں رکھیں اور بلند آواز میں السلام علیکم رحمۃ اللہ و برکاتہ کہیں۔
☆ پنجگانہ نمازوں کی پابندی خود بھی کریں۔
☆ کوشش کریں ہر وقت باوضو رہیں اور کلماتِ خیر زبان سے جاری ہوں۔
☆ بات بے بات قسمیں کھانے سے پرہیز کریں۔
☆ ہر کھانے سے قبل اور بعد میں ہاتھ دھوئیں اور تعوذ و تسمیہ ضرور پڑھیں۔

مرسلہ: نوشتہ گلزار، بھکر

حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے وہ عقل اور قوت عطا کی تھی کہ آپؑ تمام مخلوقات ذی روح کی زبان جانتے تھے۔ اس کے علاوہ ہوا بھی حضرت سلیمان علیہ السلام کے تابع تھی۔ آپؑ نے جہاں جانا ہوتا آپؑ ہوا کو حکم دیتے تو ہوا آپؑ کو وہاں پہنچا دیتی۔

حضرت سلیمانؑ کی دعائیں

قرآن مجید میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے حالات و واقعات کے ضمن میں کئی دعائیں مذکور ہیں۔

1: ترجمہ: ''اے میرے رب! مجھے توفیق دے کہ تیری نعمتوں کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھے اور میرے والدین کو عطا کی ہیں اور یہ کہ میں وہ تمام اچھے کام کروں جس سے تو راضی ہو جائے اور مجھے اپنی رحمت سے اپنے نیک بندوں میں شامل کر لے۔'' (پ۔۱۹ سورۃ نمل آیت ۱۹)

2: ترجمہ: ''اے میرے رب! مجھے معاف کر اور مجھے ایسا ملک دے جس کی مثال میرے بعد بھی نہ ملے ..... بے شک تو بہت دینے والوں میں سے ہے۔'' (پ۲۳ سورۃ ص، آیت ۳۵)

☆☆☆

www.urdutube.net www.bookstube.net www.urdumovies.net

شوابے ہومیو کلینک

SCHWABE

اس بات کی ضرورت کافی عرصے سے محسوس کرائی جارہی تھی کہ کسی مستند ادارے کے تحت ماہر تجربہ کار ہومیو پیتھک ڈاکٹروں کا بورڈ ہو جو لوگوں کی صحت کے مسائل کو اپنی ماہرانہ رائے اور تجربے کی روشنی میں نہ صرف حل کرے بلکہ ان کی رہنمائی بھی کرے۔ لہٰذا اس سلسلے کے تحت ہماری کوشش ہوگی کہ ہم آپ کو مختلف امراض کے متعلق آگاہی بھی فراہم کریں اور آپ کے جو صحت کے مسائل ہوں اس کو بورڈ کے ماہر و تجربہ کار ڈاکٹرز کے ذریعے حل کرائیں تاکہ آپ کا معیارِ صحت بلند ہو لہٰذا آپ کے جو بھی صحت کے مسائل ہیں انہیں ہمیں اس پتے پر لکھ بھیجیں، ڈاکٹر حامد جنرل ہومیو پرائیویٹ لمیٹڈ آرام باغ روڈ کراچی 74200۔ ہم ماہنامہ پاکیزہ کے ذریعے آپ کی بیماری کے متعلق آپ کی رہنمائی کریں گے لیکن اس کے لیے اپنا مکمل نام، عمر، پتا اور جو کام کرتے ہیں اس کے متعلق، ازدواجی حیثیت، بیماری کے متعلق، کب سے ہوئی، کیا علاج کیا؟ کسی قسم کی کوئی رپورٹس ہوں تو اس کی فوٹو کاپی جو پڑھنے کے قابل ہوں ساتھ بھیجیں تاکہ صحیح تشخیص کی جاسکے اور دوا بھی صحیح تجویز ہو۔

گیس و پتے کی پتھری

مسز آغا شاہ رخ۔ راولپنڈی

عرض ہے کہ مجھے تقریباً 5 سال سے گیس کا مسئلہ ہے۔ پیٹ پھول جاتا ہے اور گیس خارج ہوتی ہے۔ میں نے الٹرا ساؤنڈ کرایا تو ڈاکٹر نے بتایا کہ پتے میں پتھری ہے۔ میں نے سنا ہے کہ ہومیو پیتھک میں پتے کی پتھری کا علاج ہے۔ پلیز آپ میری مدد کریں۔ میری عمر تقریباً 70 سال ہے۔ امید ہے کہ آپ مجھے علاج بتائیں گے۔

جواب: کھانا اچھی طرح چبا کر کھائیں اور کھانے کے ساتھ پانی، شربت یا کولڈ ڈرنک کا استعمال نہ کریں۔ اگر دانتوں کا مسئلہ ہے تو روٹی کو سالن میں ڈبو کر یا اگر بھنا سالن ہے تو اس میں پانی یا دہی شامل کر کے روٹی کو بھگو کر نرم کرلیں۔ پھر اس کو میش کر کے کھائیں گیس نہیں ہوگی۔ الٹرا ساؤنڈ کی رپورٹ بھیجنی چاہیے تھی تاکہ پتا چلتا کہ پتھری کتنی بڑی ہے۔ آپ 3 ماہ تک ڈاکٹر ولمار شوابے جرمنی کی مندرجہ ذیل ادویات دو ماہ تک استعمال کریں پھر الٹرا ساؤنڈ کرا کر دوبارہ اپنا حال بتائیں۔

Carbo veg30، Lycopodium-30 کے 5-5 قطرے جبکہ Chelidonium-Ø کے

ٹوکن

برائے شوابے ہومیو کلینک

جون 2015

اپنا مسئلہ اس ٹوکن کے ساتھ روانہ کریں۔ ٹوکن کے بغیر آئے ہوئے مسئلوں پر توجہ نہیں دی جائے گی۔ اپنا مسئلہ جس مہینے بھیجیں اسی مہینے کا ٹوکن استعمال کریں۔

نام: _____

پتا: _____

_____

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

10 قطرے آدھے گلاس پانی ڈال کر دن میں 3 مرتبہ کسی بھی وقت پئیں۔

نسوانی کمزوری اور عمر میں کم نظر آنا

فائزہ عرفان۔ راولپنڈی

میری بیٹی دیکھنے میں 15 سال کی لگتی ہے۔ اس کی ڈائٹ بھی اچھی ہے بس جسم کو نہیں لگتی ہے۔ اس میں نسوانی کمزوری ہے۔ آپ پلیز کوئی دوا تجویز کریں کہ نسوانی خوبصورتی آجائے۔ میں ہر مہینے پاکیزہ شوق سے پڑھتی ہوں۔ میرا پیٹ بڑھ رہا ہے اس کے لیے بھی کوئی دوا تجویز کریں۔ میری عمر 50 سال ہے۔

جواب: عمر لکھ دی قد لکھا نہ وزن نہیں لکھا کہ کتنا ہے؟ ماہانہ ایام کے متعلق بھی نہیں لکھا کہ اس کی کیا حالت ہے؟ ویسے جتنا آپ نے بیان کیا ہے اس کی کئی وجوہات ہوسکتی ہیں جن میں ہارمونز کی خرابی، ڈپریشن، گھریلو ماحول، خوف یا بہت زیادہ ذمے داریاں۔ کوئی بیماری جسمانی تو نہیں ان سب چیزوں کا صحیح علاج کرنے کے لیے رول آؤٹ کرنا ہوگا۔ اس تفصیل تک پہنچنے کے دوران آپ بیٹی کو متوازن غذا، اچھا ماحول دیں۔ صبح سویرے ورزش کرائیں اور ڈاکٹر ولمار شوابے جرمنی کی Natr. mur-30، Iodium-30 کے 7-7 قطرے آدھے گلاس میں ڈال کر دن میں 3 مرتبہ پلائیں۔ ایک ماہ بعد تفصیل سے... لکھیں۔ آپ کے پیٹ بڑھنے کی بھی کئی وجوہات ہوسکتی ہیں۔ وزن اور قد بھی آپ نے نہیں لکھا۔ اپنے بارے بھی تفصیل سے لکھیں۔

نسوانی کمزوری

مروا۔ پاکپتن

محترم! میں پاکیزہ بہت شوق سے پڑھتی ہوں۔ میرا مسئلہ یہ ہے کہ میرا نسوانی حسن بہت کم بلکہ نہ ہونے کے برابر ہے جس وجہ سے مجھے بہت شرمندگی ہوتی ہے۔

SCHWABE

اکتوبر میں میری شادی ہے۔ میں نے پہلے بھی لکھا تھا مگر جواب نہیں ملا۔ اس دفعہ آپ مہربانی کر کے ضرور جواب دیں۔ آپ برائے مہربانی میرا سوال اور جواب نام کے ساتھ ضرور شائع کریں تاکہ میری مشکل دور ہو جائے۔ سدا خوش رہیں آپ۔

جواب: ماہواری کے متعلق نہیں لکھا کہ وہ کیسی ہے؟ لیکوریا کی شکایت تو نہیں ہوتی؟ قد کتنا ہے؟ کوئی اور جسمانی بیماری تو نہیں؟ ہارمونز کی خرابی کو بھی جانچنا ہے۔ آپ لوگ اشتہار پڑھ کر یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ بس ہم اب اس مرض سے متعلق بتائی ہوئی دوا استعمال کریں گے تو ٹھیک ہو جائیں گے۔ یہ نہیں سوچتے کہ سبب جانے بغیر ایک دوا سب پر کیسے کام کرے گی؟ متوازن غذا استعمال کریں، ورزش کریں اور ڈاکٹر ولمار شوابے جرمنی کی مندرجہ ذیل ادویات 2 ماہ استعمال کے بعد کیفیت سے مطلع کریں۔ ہمیں پہلی بار آپ کا خط ملا ہے۔ Thyroidine-30، Sabal serrulata-30 کے 7-7 قطرے آدھا گلاس پانی میں ڈال کر دن میں 3 مرتبہ پئیں۔

چہرے پر دانے اور بالوں کا گرنا

شمن خان۔ بدین

عرض یہ ہے کہ میں نے پاکیزہ میں آپ کا کالم پڑھا جس کی وجہ سے مجھے اپنا مسئلہ پیش کرنے کا خیال آیا ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ میری بیٹی کے ڈیڑھ سال پہلے چہرے پر لال لال موٹے موٹے دانے نکلنے شروع ہوئے اور ساتھ ہی بالوں نے بھی گرنا شروع کر دیا۔ اس کے بال جو بالکل سیاہ کالے اور گھنے تھے، نیچے تک اس کی چُنیا لگتی تھی اب شانوں تک باقی رہ گئے ہیں۔ چہرہ بدنما لگتا ہے۔ دانوں اور بالوں کی وجہ سے خوبصورتی متاثر ہو رہی ہے۔ ہم نے بدین میں ہومیو پیتھک اور ایلو

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdunovels.net

پیتھک دونوں ڈاکٹروں سے علاج کروایا ہے لیکن فرق نہیں آیا ہے۔ دانے چہرے پر لال لال اور اس میں پیپ بھی ہوتی ہے۔ پہلے چھوٹا اور بعد میں بڑا ہو کر چہرے پر بدنما گڑھا چھوڑ دیتا ہے۔ ان دونوں مسائل کا علاج بتائیں یقیناً آپ کا ہم پر احسان ہوگا۔

جواب: صبح سویرے سورج نکلتے ہوئے 15 منٹ کے لیے بچی کو دھوپ میں لیٹنے یا بیٹھنے کو کہیں۔ اس طرح کہ جسم کا زیادہ سے زیادہ حصہ دھوپ کے اثر میں آئے۔ تازہ ہوا میں چہل قدمی کریں۔ اللہ سے دعا بھی کریں۔ شفا صرف اور صرف اللہ تعالیٰ دیتا ہے۔ ایک دن چھوڑ کر بالوں کو ہمارے والے شیمپو سے دھوئیں اور ہمارے والے فیس واش سے منہ 5 مرتبہ دھوئیں۔ دانوں کو کھجائیں نہیں بلکہ کاٹن کے کپڑے سے ہلکے ہلکے سہلائیں۔ کھانے میں تیز مرچ مصالحوں اور مرغن غذاؤں سے پرہیز کریں۔ شوربہ چپاتی بہتر رہے گا۔ سبزیوں اور پھلوں کا زیادہ سے زیادہ استعمال کریں۔ مرغی بالکل بھی استعمال نہیں کرنی۔ خصوصاً فارم کی۔ کوئی کولڈ ڈرنک اور کسی بھی قسم کا کوئی شربت استعمال نہ کریں۔ سنتوکی اور تازہ پھلوں کا جوس لے سکتی ہیں۔ ڈاکٹر ولمار شوابے جرمنی کی مندرجہ ذیل ادویات ایک ماہ استعمال کے بعد دوبارہ حال بتائیے گا۔ Belladona-30، Calc.sulph-30 اور Graphites-30 کے 7-7 قطرے آدھے گلاس پانی میں ڈال کر دن میں 3 مرتبہ پئیں۔

چربیلی گلٹیاں

عتیقہ فاطمہ۔ شیخوپورہ

سب سے پہلا مسئلہ میری امی کا ہے۔ ان کو تقریباً 12 یا 13 سال پہلے اپنے بازوؤں پر گلٹیاں سی محسوس ہوئیں۔ گلٹیاں گوشت کے اندر ہیں۔ مطلب ہڈیوں میں نہیں ہیں۔ پہلے وہ صرف بازوؤں میں تھیں پھر تقریباً سارے جسم میں بن گئیں اور وقت کے ساتھ ساتھ بڑی ہوتی گئیں۔ ان کو دبانے پر کوئی درد محسوس نہیں ہوتا لیکن ان کی تعداد بہت زیادہ ہوگئی ہے۔ برائے مہربانی یہ بتا دیجئے کہ ان کے بننے کی کیا وجہ ہے؟ دوسرا.... مسئلہ میرا ہے۔ میرے بہت سے چھوٹے چھوٹے مسئلے ہیں۔ پچھلے کچھ مہینوں سے میرے بائیں بازو پر گلٹی بن گئی ہے اور اس وقت وہ آہستہ آہستہ اوپر کو ابھر آئی ہے۔ اب بائیں کے ساتھ دائیں بازو میں بھی چھوٹی چھوٹی مزید گلٹیاں بن رہی ہیں۔ مجھے ان کے متعلق بتائیے کہ ان کے بننے کی وجہ آخر کیا ہے؟ اور ان کا علاج بھی تجویز کردیں۔ مجھے لیکوریا کا مسئلہ ہے جو کبھی کم اور کبھی زیادہ ہو جاتا ہے۔ تقریباً 5 سال سے ہے۔ میں گوشت بہت ہی کم کھاتی ہوں۔ صرف چکن کبھی کبھار۔ میرے ہاتھ، پیر اور باقی جسم بہت جلدی سن ہو جاتا ہے اگر ایک ہی پوزیشن میں بیٹھی رہوں۔ 2 سال پہلے تک میری جلد (Skin) بہت فریش ہوا کرتی تھی لیکن اب ہر وقت خشک رہتی ہے اور عجیب سی الرجی سی رہتی ہے چہرے پر۔ بال بھی بہت خشک رہتے ہیں اور خشکی کی وجہ سے گرتے بھی ہیں۔ برائے کرم مجھے تفصیلاً علاج بھی بتائیں اور غذا کے بارے میں بھی رہنمائی کریں۔

جواب: ہمارے جسم میں چربی بعض اوقات گلٹیوں کی صورت میں جمع ہونے لگتی ہے جسے Adipose Tissue کہتے ہیں۔ اگر ان میں درد نہیں ہے تو ایک اچھی بات ہے۔ یہ سائز اور تعداد میں گھٹتی بڑھتی رہتی ہیں۔ چکن خصوصاً فارم کی نہ ہونے کے برابر استعمال کریں جبکہ گائے بکرے اور مچھلی کا گوشت کھایا جاسکتا ہے۔ سبزیوں اور فروٹ کا استعمال زیادہ کریں۔ کھانے میں آئیوڈین والا نمک ضرور استعمال کریں۔ لیکوریا کے متعلق یہ نہیں لکھا کہ وہ کب زیادہ ہوتا ہے اور اس کی حالت کیسی ہوتی ہے؟ تفصیلات لکھیے تاکہ صحیح دوا تجویز کی جاسکے۔ فی الحال گلٹیوں کے لیے والدہ اور آپ Calc.Iod-30 ڈاکٹر ولمار شوابے

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

جرمنی کی 5-5 قطرے دن میں 3 مرتبہ آدھے کپ پانی میں ڈال کر پئیں۔

گردے وجگر کی خرابی اور پتے ومثانے کی پتھریاں

زیب النساء۔ راولپنڈی

میں عرصہ دراز سے ماہنامہ پاکیزہ کی قاری ہوں۔ آپ ہر ماہ مریضوں کو مشورہ دیتے رہتے ہیں اور لوگ شفایاب بھی ہو رہے ہیں۔ میرے والد بھی ضعیف ہیں۔ عمر 86 سال ہے۔ مثانے میں پتھریاں ہیں۔ آج سے سات آٹھ سال پہلے چھوٹی چھوٹی تھیں مگر اب بڑی ہوگئی ہیں۔ ایلوپیتھی میں علاج آپریشن ہی ہے۔ کئی سول اور فوجی ہسپتالوں میں گئے ... مگر دل کی کمزوری کی وجہ سے آپریشن نہیں ہوسکا۔ اب ہومیو علاج یا یونانی علاج رہ گیا تھا۔ یونانی علاج سے کوئی فائدہ نہ ہوا تو ہومیو کا شروع کر دیا ہے۔ سات سال سے ہومیو علاج کروا رہے ہیں۔ پتھریاں نہ نکلتی ہیں اور نہ رکتی ہیں، بڑھتی ہی چلی جاتی ہیں لہٰذا بہت متفکر ہیں۔ کوئی ایسی دوا تجویز فرمائیں جس سے پتھریاں ریت بن کر نکل جائیں۔ اگر یہ نہ ہو تو رک جائیں زیادہ بڑی نہ ہوں۔ طبیعت سردی کو برداشت نہیں کرتی، گرمی میں ٹھیک رہتے ہیں۔ خوراک میں میٹھی اور نمکین دونوں غذائیں پسند کرتے ہیں۔ بزرگوں میں کسی کو یہ تکلیف نہیں رہی۔ مہربانی فرما کر کوئی مناسب دوا تجویز فرمائیں۔ عین نوازش ہوگی۔

جواب: تمام قارئین نوٹ کرلیں کہ ہومیو ہسٹری کے ساتھ بھیجنے کا کتنا فائدہ ہوتا ہے۔ زیب آپ نے صرف مثانے کی پتھریوں کا ذکر کیا تھا جبکہ رپورٹ کے مطابق انہیں جگر وگردے کا بھی مسئلہ ہے۔ پراسٹیٹ بھی بڑھا ہوا ہے۔ گردے میں بھی پتھریاں ہیں۔ علاج ان کا آپریشن قطعاً نہیں بلکہ ہو بھی نہیں سکتا۔ علاج کی ڈائریکشن بھی صحیح نہیں ہے۔

SCHWABE

آپ ڈاکٹر ولمار شوابے جرمنی کی ادویات ایک ماہ تک استعمال کریں پھر الٹراساؤنڈ کی رپورٹ کے ساتھ Urine D/R کی رپورٹ کرا کر بھیجیں۔ Berberis Chelidonium-Ø،vulg-Ø کے 10-10 قطرے آدھے گلاس پانی میں دن میں 3 مرتبہ اور Merc . cor-30 کے 5 قطرے آدھے گلاس پانی میں دن میں 3 مرتبہ پلائیں۔ پانی کم از کم 12 گلاس پلائیں۔ پیشاب فوراً کریں روکیں نہیں۔ پتھریوں کی وجہ سے گردے ومثانہ خراب ہو رہے ہیں۔ یہ معاملہ کنٹرول ہو تو پھر پراسٹیٹ وجگر کو بھی دیکھیں گے۔

نظر کی کمزوری

لبنیٰ رشید۔ کراچی

گزشتہ دس سال سے 4 نمبر کے گلاس استعمال کر رہی ہوں۔ نمبر میں کمی یا عینک سے چھٹکارا ممکن ہے تو پلیز دوا تجویز کر دیجئے۔ میرے ہونٹ سیاہی مائل ہیں اور بھی تو بالکل کالے نظر آتے ہیں جبکہ خوراک نارمل لیتی ہوں۔ پیٹ بھر کر کھانا میسر ہے مگر روزانہ پھل کھانا ممکن نہیں۔ میں نشہ نہیں کرتی ہوں۔ رنگت گندمی اور چہرے پر ایکنی ہے۔ میرا بنیادی مسئلہ چہرے پر اضافی بالوں کا ہونا ہے۔ ہونٹوں کے اوپر مونچھوں کی طرح زیادہ اور موٹے بال ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ٹھوڑی پر بھی موٹے بال ہیں اور قلمیں لمبی ہیں اور سر میں 12،10 سفید بال ہیں جن میں وقت کے ساتھ ساتھ اضافہ ہو رہا ہے۔ اپر لپس کے لیے اسکن اسپیشلسٹ کے پاس گئی تھی۔ انہوں نے رپورٹ کروانے کے بعد لیزر ٹریٹمنٹ کے لیے کہا تھا جو کہ نہیں کروایا انہوں نے کوئی دوا نہیں دی تھی۔ رپورٹس بھیج رہی ہوں۔ میری صحت مجموعی طور پر اچھی ہے مگر قبض رہتا ہے۔

جواب: متوازن غذا کا استعمال کریں، ورزش

www.urdutube.net
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

کیا کریں، ذہنی دباؤ سے نجات حاصل کریں، خون کا ٹیسٹ Blood Hb% کرائیں۔ ڈاکٹر ولمار شوابے جرمنی کی مندرجہ ذیل ادویات دو ماہ استعمال کے بعد دوبارہ حال بتائیں یا آ کر ملیں۔ Natr.mur-30، Calc.phos-30، Calc flour-30، Physostigma-30 کے 7-7 قطرے آدھے گلاس پانی میں ڈال کر دن میں 3 مرتبہ پئیں۔

نسوانی مسائل

راحت اکرم۔ ضلع خانیوال

میرا مسئلہ یہ ہے کہ مجھے 12 سال کی عمر سے سر کے درد کی بیماری لاحق ہے۔ نظر کمزور ہے لیکن اس کے لیے (1.75) پونے دو نمبر کا چشمہ لگاتی ہوں۔ مسلسل دوائیاں کھا کھا کر معدہ خراب ہو چکا ہے۔ کھانے کے بعد اپھارا ہو جاتا ہے۔ پیٹ میں اور آنتوں میں درد ہونے لگتا ہے۔ پیٹ اور کولہے بڑھتے جا رہے ہیں۔ چہرے اور پورے جسم پر کالے موٹے بال آ گئے ہیں اس کی وجہ سے بہت پریشان ہوں۔ یادداشت بہت کمزور ہے جو بھی یاد کرتی ہوں .... سب بھول جاتی ہوں۔ سر کے بال جڑ سے نکل رہے ہیں۔ چہرے پر پھنسیاں بنتی ہیں اور رنگ روز بروز کالا ہوتا جا رہا ہے۔ دونوں گردوں میں درد رہتا ہے اور ہلکا کھنچاؤ تو ہر وقت ہوتا رہتا ہے۔ ماہواری کا نظام بھی خراب ہے۔ اس کی وجہ سے ٹانگوں میں درد رہتا ہے۔ ہر وقت سستی، گھبراہٹ ہوتی رہتی ہے۔ نسوانی حسن بالکل نہیں ہے۔ ہڈیوں میں درد اور اچانک کرنٹ دوڑتا ہے۔ دوسرا مسئلہ میری امی کا ہے۔ ہم چار بہن بھائی ہیں۔ چھوٹے بھائی کی پیدائش چودہ سال پہلے بڑے آپریشن سے ہوئی تھی تب سے ان کا ماہانہ نظام خراب ہے۔ 4 سال پہلے چیک اپ کے بعد پتا چلا کہ یوٹیرس میں رسولی ہے۔ کچھ ڈاکٹر کہتے ہیں کہ رسولی نہیں ہے۔ لیکن ان کے پیریڈ کا دورانیہ ڈیڑھ ڈیڑھ ماہ تک چلتا ہے۔ تب کچھ دوائیں لیں تو دو سال گزر گئے مگر اب چھ ماہ سے پھر وہی حال ہے۔ اب دوائی لینے سے بھی فرق نہیں پڑتا جس دن دوائی کا ناغہ ہو جائے اسی دن طبیعت خراب ہو جاتی ہے۔ ان کا بلڈ پریشر کبھی بہت لو تو کبھی بہت ہائی ہو جاتا ہے اور ان کا معدہ جلتا رہتا ہے۔

جواب: علاج کے سلسلے میں بے پروائی اچھی نہیں۔ باقاعدگی سے علاج کرانا چاہیے۔ اسی وجہ سے آپ اور والدہ اب تک بیماریوں کا شکار ہیں۔ مروجہ طریقہ علاج سے فائدہ نہیں ہوا تو بہت پہلے ہی ہومیو پیتھک علاج شروع کر دینا چاہیے تھا تاکہ جسم بیماریوں کا گھر نہ بنتا۔ علاج کے سلسلے میں سب سے پہلے تمام دوائیوں کا استعمال ترک کر دیں۔ کھانے کو اچھی طرح چبا کر کھایا کریں اور کھانے کے ساتھ یا آخر میں پانی نہ پیا کریں۔ پانی ہمیشہ کھانے سے پہلے یا کھانے کے دو گھنٹے بعد پیا کریں۔ کھانے میں مرغن چیزوں سے پرہیز کریں۔ مرچ، مصالحے، گھی، تیل کا استعمال کم کریں۔ صبح سویرے یا شام کو چہل قدمی کیا کریں۔ ڈاکٹر ولمار شوابے جرمنی کی مندرجہ ذیل ادویات دو ماہ تک استعمال کریں۔ Pulsatilla 30, Calcare carb 30, Kali Phos 30 کے ۵-۵ قطرے آدھا گلاس پانی میں دن میں ۳ مرتبہ استعمال کریں کسی بھی وقت۔ امی کی مکمل علامات کی تفصیل رپورٹوں کے ساتھ بھیجیں۔

****

Dr.Willmar Schwabe Germany
Available at All Medical & Homoeopathic Stores
شوابے سنگل ریمیڈیز گھر بھر کی صحت کے لیے کلاسیکل ہومیوپیتھی